

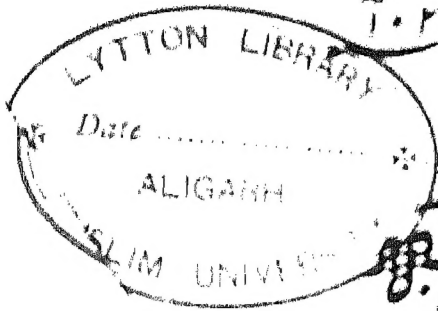


شماره

فصلنامه

کلیات

سیدان محمدی قطبشاه



شماره ۱۰۲۰

مکتبہ

ڈاکٹر سید محمد الیقین پوری زورام - لکھنؤ

پرنٹریو اور ڈیزائننگ

شہزادہ

سلطانیہ

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

گوکونڈ کے پانچویں تاجدار سلطان محمد قلی آف گوجرانوہ صاحبِ بہت
کے درو کلام کا مجموعہ، مسالہات و محاورات

مترجم

ڈاکٹر سید محی الدین قادری نور

پرنسپل، ایچ ڈی، گوجرانوہ

۱۹۵۹ء

۱۹۵۹ء

مطبوعہ مکتبہ ابراہیم خاں گوجرانوہ

سید آباد گوجرانوہ

طبع اول تعداد تالیفات پنج تصاویر ایک شہزادہ محمد قلی آف گوجرانوہ

٨٩١٥٣٣١٢

٢٢٢٦

(٥٥٢٢٢٢)

٣٢-٩٩



CHECKED-2002

ES

25 JUL 1963

M.A. LIBRARY, A.M.U.



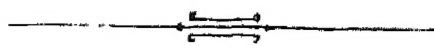
U32099

مجلس اشادہ کنی مخطوطات

سرپرست

عالیجناب نواب سالار جنگ دہا

- ۱۔ مولوی سید محمد عظیم صنام اے۔ بی ایس۔ سی۔ (کینٹ) پرنسپل سٹی کالج صد
- ۲۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری صنام اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صد
- ۳۔ مولوی مرزا حسین علی خاں صنام اے (آنررز) پروفیسر انگریزی پروسٹ جامعہ عثمانیہ کن
- ۴۔ مولوی عبد المجید صاحب صدیقی ام اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) ”
- ۵۔ مولوی عبدالقادر سروری صنام اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) ”
- ۶۔ مولوی سید محمد صاحب ام اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج) معتمد
- ۷۔ مولوی میر سعادت علی صاحب ام اے۔ شریک معتمد



پیش لفظ

اُردو یا ہندستانی کی ابتدائی تاریخ اور اس کے قدیم شعرا و مصنفین کے حالات و مقامات ایک عرصہ دراز تک بالکل تاریکی میں رہے اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ ولی اورنگ آبادی جو گیارہویں صدی ہجری کے ربع آخر میں گزرے ہیں، اس زبان کے سب سے پہلے شاعر تھے بلکہ بعض متاخر تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو بھی جس میں قدیم زبان کی بہت زیادہ ہسٹک پائی جاتی تھی، ہمسال باہر قرار دے کر ولی کے ان شعرا کو جنہوں نے ولی کی تقلید میں فارسی کی بجائے اُردو میں شعر کہنا شروع کیا تھا، اُردو کے اولین شعرا قرار دیا ہے۔ لیکن حالیہ تحقیقات نے اس حقیقت کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ ولی اورنگ آبادی سے کئی سو برس پہلے اُردو زبان کی بنیاد پڑ چکی تھی، اور دکن کی قدیم اسلامی سلطنت بہمنیہ کے

آخری زمانے میں اور اس کے بعد اس کی جانشین ریاستوں یعنی قطب شاہی اور عادل شاہی کے عہد میں اس زبان نے اس قدر ترقی کر لی تھی کہ نہ صرف عام بول چال اور تبادلہ خیال کے لیے استعمال کی جاتی تھی بلکہ اس میں نظم و نثر کی متعدد اعلیٰ درجے کی کتابیں بھی لکھی گئیں خصوصاً قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں کے علم دوست اور سخن گستر بادشاہوں کی خاص سرپرستی نے اس کی ترویج و ترقی کی رفتار بہت ہی تیز کر دی، اور ان کی شخصی دلچسپی سے جن میں بعض مثلاً محمد قلی قطب شاہ بائی شہر حیدر آباد خود اعلیٰ درجے کے شاعر تھے، اس زمانے میں بہت سے بلند پایہ شعرا و مصنفین پیدا ہوئے۔ ان ریاستوں کی تباہی کے بعد اردو زبان کی تیز رفتار ترقی ایک عرصے کے لیے کچھ رک سی گئی، اور پھر سرکارِ دربار میں کچھ مدت کے لیے فارسی کا دور دورہ قائم ہو گیا، لیکن باوجود شاہی سرپرستی سے محروم ہونے کے اردو زبان اپنی فطری موزونیت کے سبب برابر برہمستی اور ترقی کرتی رہی اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

اگرچہ محققین کی تحقیقاتی مساعی کی بدولت اردو زبان و ادب کی قدامت مسلم ہو گئی ہے لیکن ان قدیم شاعروں اور نثر نویسوں کے گراں پایہ ادبی کارنامے جن پر اس زبان کی تمام تر ترقیوں کی بنیاد قائم ہے اور جن کے مطالعے سے ہم نہ صرف اپنے قدما کے افکار و خیالات اور اسالیب بیان سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں بلکہ

اپنی گزشتہ عظمت سے بھی آگاہی حاصل کر سکتے ہیں، اب تک گوشہ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے، پچھوتہ سال سٹی کالج میں دو صد سالہ جشن یادگار روتی کے موقع پُر دکن کے مخطوطات کی جو نمائش منعقد کی گئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ کتنے ہی اُنمول جواہر ایسے ہیں جن کی اشاعت سے نہ صرف اُردو ادب کے ذخیرے میں ایک بیش قیمت اضافہ ہوگا، بلکہ ان سے اُردو ادب کی ابتدائی ترقیوں، اس زبان کی عہد بہ عہد تبدیلیوں اور عہد گزشتہ کی تہذیب و تمدن کے متعلق نہایت کارآمد معلومات حاصل ہونگی۔ نیز اس عہد کی کتابوں کے مطالعے سے حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ ابتدائی اُردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ کے ساتھ ہندی کے الفاظ بھی برابر کے شریک تھے جو بعد کو رفتہ رفتہ زبان سے خارج ہو گئے۔ موجودہ زمانے میں بیرونی زبانوں کے غیر ضروری الفاظ اُردو سے خارج کر کے اس کو خالص ہندستانی بنانے کی جو کوشش کی جا رہی ہے اس کے مد نظر بھی ان کتابوں کی اشاعت بہت ہی کارآمد ثابت ہوگی۔ ان کے مطالعے سے اہل ذوق یہ معلوم کر سکیں گے کہ کس طرح ہندی اور سنسکرت کے الفاظ بھی اُردو کی خداداد پر چڑھ کر اُردو یا ہندستانی زبان کا جز بن سکتے ہیں۔

حسن اتفاق سے حیدرآباد کے مشہور علم دوست امیرِ پنجاب نواب سلاہ جنگ دہا دیو نے بھی جو جشن یادگار روتی کے صدر نشین تھے اس اہم ضرورت کو محسوس فرمایا

اور اپنے خطبہ صدارت میں بدیں الفاظ توجہ دلائی :-

”اس اہم اور دلچسپ کام کو اس تقریب کے ساتھ ختم نہ ہونا چاہیے بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس دو صد سالہ جشن ولی کی یادگاریں کوئی مستقل کام آغاز کیا جائے۔ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا کہ ولی کے معاصرین اور ان سے پہلے کے شاعروں اور صاحبان تصانیف کی اُردو کتابیں مرتب اور شائع کی جائیں۔ ولی سے پہلے بھی ہمارے ملک میں بڑے بڑے شاعر اور انشا پرداز پیدا ہو چکے ہیں۔ خود طبقہ فرماں روا ان میں محمد قلی قطب شاہ اور علی عادل شاہ بلند پایہ شاعر تھے۔ پھر ان کے دربار کے ملک الشعراء جتبی، غوثی، نصرانی، رستمنی وغیرہ ولی سے کہیں پہلے اور چونکہ ولی سے بہت پہلے گزرے ہیں اس لیے ان کے کلام اور بھی زیادہ قابل قدر رہیں۔ بہر حال اس اہم کام کی تکمیل کے لیے ایک جماعت منتخب کر لینی چاہیے“

نواب صاحب مدد مرح نے قدر شناسی سے یہ بھی فرمایا کہ :-

”مسرت کا مقام ہے کہ خود ہمارے ملک میں اب ایسے اصحاب ہو جو اس کے ان قدیم کتابوں کے کلام اور زبان کو سمجھ کر ان کو جدید طریقوں پر مرتب کر کے

شایع کر سکتے ہیں۔ میں بھی اس مبارک اور اہم کام میں اس جماعت کا ہاتھ بٹانے تیار ہوں۔“

چنانچہ نواب صاحب معز کی اس علمی سرپرستی اور اعانت سے حسب ارشاد گرامی راقم کی صدارت میں حسب ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی ”مجلس اشاعت مخطوطات“ کے نام سے قائم کی گئی اور قدیم ادبی جواہر پاروں کا ایک تفصیلی جائزہ لے کر ان کی اشاعت کے ابتدائی مراحل طے کیے گئے۔

- (۱) ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زورام، اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر
 - (۲) مولوی مرزا حسین علی خاں صوابی اے (آنر) (صدر شعبہ انگریزی جامعہ عثمانیہ) رکن
 - (۳) مولوی عبد المجید صاحب صدیقی ام، اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) ”
 - (۴) مولوی عبدالقادر سردری صنام، اے ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) ”
 - (۵) مولوی سید محمد صاحب ام، اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج)..... معتمد
 - (۶) مولوی میر سعادت علی صاحب ضوی ام، اے۔..... شریک معتمد
- علمی نقطہ نظر سے قدیم کتابوں کی اشاعت آسان اور ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔ جن لوگوں کو اس سے سابقہ پڑا ہے وہ اچھی طرح اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس کام میں کس قدر دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مختلف نسخوں کے باہمی مقابلے اور تصحیح کے علاوہ

بعض دفعہ ایک ایک لفظ کے لیے کئی کئی روز چھان بین کرنی پڑتی ہے، اور بظاہر یہ شیل صادق آتی ہے کہ ”کوہ کندن و کاہ بر آوردن“۔ نسخے اکثر بدخط اور بعض غلط درغلط بھی ہوتے ہیں۔ ان تمام مراحل کو صبر و سکون اور محنت و ہمت طے کرنے کے بعد کتاب قابل اشاعت بن سکتی ہے۔ مجلس ہذا کے مستعد اور علم دوست ارکان نے جس محنت اور توجہ سے اس ہفت خوان ادب کو طے کیا ہے وہ ان کی مساعی کے نتائج سے ظاہر ہے اور توقع ہے کہ وہ ارباب ذوق کی پسندیدگی حاصل کریں گے۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب نے سلطان محمد قلی قبط شاہ کے نہایت ضخیم کلیات کی ترتیب کے صبر آزما کام کو اپنے ذمے لینے کے علاوہ مجلس کا مختلف طریقوں پر جو ہاتھ بٹایا ہے اس کا اعتراف نہایت ضروری ہے۔

یہ پیش لفظ نامکمل رہ جائیگا اگر میں عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کی فیاضی سے کہیں زیادہ اس ذاتی دلچسپی اور توجہ کا شکریہ ادا نہ کروں جو نواب صاحب مدوح نے شروع ہی سے مجلس کے کاروبار میں فرمائی ہے فی الحقیقت نواب صاحب کے اس اہتمام اور سرپرستی کے بغیر یہ شکل کام انجام نہیں پاسکتا تھا۔

سید محمد اعظم

فہرست

۱۔ عرض مرتب	صفحہ ۳	خطبہ سلطان محمد قطب شاہ	صفحہ ۱۱
۲۔ مقدمے کے ماخذ	۹	عبارت سر لوح کلیات	۱۲
مقدمہ			

(صفحات ۱۷ تا ۳۵۲)

۱۷	۱۔ تعارف	۱۰	۱۰۔ عیدوں اور منہواروں کی ترویج
۲۸	۲۔ نام اور تخلص	۱۱	۱۱۔ دوسری عیدیں
۳۲	۳۔ تعلیم و تربیت اور عاشق مزاجی	۱۲	۱۲۔ نور و زور و بخت
۳۸	۴۔ شعر و شاعری	۱۳	۱۳۔ رسم و رواج اور دیگر مصروفیتیں
۴۲	۵۔ تصوف و عرفان اور حافظہ کا اثر	۱۴	۱۴۔ تدبیر و سیاست
۵۲	۶۔ کمال سخن اور شاعرانہ تعلی	۱۵	۱۵۔ ہندو رعایا کی سرپرستی
۷۹	۷۔ بھاگ متی یا حیدر محل	۱۶	۱۶۔ ایرانیوں اور اجدیوں کی نگہداشت و قدرتی
۸۹	۸۔ مذہبی میلان اور مخالفتیں	۱۷	۱۷۔ انامل اولاد اور وفات
۱۰۵	۹۔ حیدر آباد اور اسکی زیبائش و آرائش	۱۸	۱۸۔ کلیات اردو کے نسخے

پہلا حصہ

نظمیں

(صفحات ۱ تا ۳۲۴)

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۳۵	۱۶۔ بسنت	۳	۱۔ حمد
۱۴۳	۱۷۔ دوسری عیدین	۹	۲۔ نعت
۱۴۹	۱۸۔ ساگرہ	۱۷	۳۔ منقبت
۱۶۱	۱۹۔ جلوہ اور دیگر روم	۲۷	۴۔ مدح حضرت بی بی فاطمہؑ
۱۷۱	۲۰۔ لوازمات شاہی	۳۱	۵۔ شاعر کا مذہب
۱۸۵	۲۱۔ کھیل	۳۵	۶۔ عید میلاد نبیؐ
۱۹۱	۲۲۔ برسات اور سرما	۴۵	۷۔ عیدِ ولادت نبیؐ
۲۱۱	۲۳۔ محلات شاہی	۵۲	۸۔ شبِ معراج
۲۲۵	۲۴۔ بارہ پیاریاں	۵۵	۹۔ عیدِ سوری
۲۶۷	۲۵۔ دوسری پیاریاں	۶۳	۱۰۔ عیدِ مولود علیؑ
۲۸۵	۲۶۔ نماز	۷۵	۱۱۔ عیدِ غدیر
۲۹۹	۲۷۔ نیاز	۸۷	۱۲۔ شبِ برات
۳۱۱	۲۸۔ افسانہٴ محبت	۱۰۱	۱۳۔ ہلالِ عید و عیدِ رمضان
۳۲۱	۲۹۔ متفرق	۱۱۵	۱۴۔ بقعہ عید
		۱۲۹	۱۵۔ نوروز

دوسرا حصہ

غزلیں

(صفحات ۱ تا ۲۹۶)

صفحہ	ردیف	صفحہ	ردیف
۱۳۰	۱۳-ش	۱	۱-۲
۱۴۲	۱۴-ص	۳۰	۲-ب
۱۴۶	۱۵-ظ	۴۳	۳-ت
۱۴۹	۱۶-ع	۵۶	۴-ث
۱۵۹	۱۷-غ	۶۶	۵-ج
۱۶۳	۱۸-ل	۷۵	۶-ح
۱۶۶	۱۹-م	۸۲	۷-خ
۱۷۴	۲۰-ن	۸۵	۸-د
۲۱۳	۲۱-و	۹۴	۹-ذ
۲۱۸	۲۲-ک	۱۰۷	۱۰-س
۲۲۲	۲۳-ی	۱۲۳	۱۱-ز
		۱۲۵	۱۲-س

تیسرا حصہ دیگر اصنافِ سخن

صفحہ ۱ تا ۶۴

۶۰	۴ - ریختی	۳	۱ - قصائد
۶۳	۵ - ثنوی	۴۳	۲ - رباعیات
		۵۶	۳ - مثنویہ

فہرست تصاویر

۲۹۶	۷ - گو لکندہ اور مقابلہ سلاطین	۶	۱ - سلطان محمد قلی قطب شاہ مقابلہ صفحہ
۳۱۵	۸ - محل حیات بخشی سلیم	۱۲	۲ - سلطان محمد قطب شاہ و ترب کلیات
۳۲۲	۹ - گنبد محمد قلی	۹۹	۳ - حسینی علم گو لکندہ
۳۳۳	۱۰ - عکس تخریر محمد قطب شاہ	۱۰۸	۴ - چار میثاق
۳۳۵	۱۱ - لوح کلیات محمد قلی	۱۳۸	۵ - دارالشفاء
۳۵۰	۱۲ - دوسرے کلیات کا لوح	۱۴۵	۶ - بادشاہی عاشور خانہ



سیدخان مجتبیٰ قلی آقاباب شاه



عرض مرتب

اس کلیات کی ترتیب کا کام مارچ ۱۹۳۷ء میں شروع ہوا۔ اور مسلسل تین سال کی کوشش اور انتظار کے بعد آج یہ شائع کئے جانے کے قابل ہوا ہے۔ مرتب کو اپنی بے بضاعتی کے احساس کے علاوہ اس امر کا اعتراف بھی ہے کہ اس صبر آزما کام کے آشنائیں اس کو دوسری کتابوں کی ترتیب و تالیف کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑا۔ چنانچہ گوگلکندے کے افسانوں کے دوسرے مجموعے ”گوگلکندے کے ہیرو“ کے علاوہ اس نے ”روح غالب“ اور ”کتوبات شاد عظیم آبادی“ کا کام بھی اسی آشنائیں میں شروع اور ختم کیا۔ نیز تاریخ ادب اردو، ارشاد نامہ رسائل شاہ برہان، ابراہیم نامہ اور تاج الحقائق کی ترتیب بھی اسی دوران میں ہوتی رہی۔ اگر یہ سب کام درمیان میں خلل انداز نہ ہو تو شاید کلیات محمد علی قطب شاہ آج سے بہت پیشتر شائع ہو کر منظر عام پر آ جاتا۔ یہ عظیم الشان کلیات چھپ کر اہل اردو کے ہاتھوں تک نہ پہنچ سکتا اگر دکن کے روشن خیال امیر نواب میر یوسف علی خاں بہادر سالار جنگ کی ذاتی دلچسپی شامل حال نہ ہوتی۔ نواب صاحب نے ”سلسلہ یوسفیہ“ قائم کر کے کئی مخطوطات کی اشاعت کی

جو سرپرستی فرمائی ہے اس کی وجہ سے متعدد کئی شاعروں اور ادیبوں کی علمی و ادبی یادگاریں تلف ہونے سے بچ گئیں۔ ”نام نیک رفقاں“ ضایع نہ کر کے کا یہ جذبہ خود نواب صاحب معز کے نام اور ان کے ”سلسلہ یوسفیہ“ کو اس وقت تک زندہ رکھے گا جب تک کہ خود اردو زبان موجود ہے۔

آخر میں پنڈت ہری ہر شاستری صاحب پروفیسر سنسکرت و برج بھاشا جامعہ عثمانیہ کاشکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنہوں نے بہت سے نامانوس اور متروک الفاظ کے سمجھنے میں مرتب کو قابل قدر مدد دی لیکن افسوس ہے کہ بعض لفظ اور ترکیبیں اب تک مرتب کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اور اس امر کے اعتراف میں مرتب کو اس لیے کوئی مذمت نہیں کہ خود محمد ظلی قطب شاہ نے اس بارے میں مشین گوئی کر دی تھی کہ میری کتابوں کی شرح کوئی نہیں لکھ سکے گا۔ چنانچہ اس کی اسی مشین گوئی کے الفاظ پر اس ”عرض“ کو ختم کیا جاتا ہے۔

نہ لکھ سکے گا کہنے شرح مجھ کتاباں کا
(کوئی بھی)

ہمارا علم ہے سب عالماں میں چوں اعجاز
(ش)

سید محی الدین قادری زور

رفت منزل

جون ۱۹۴۷ء

مقدمے کے مآخذ

مقدمہ کلیات محمد قلی قطب شاہ کی ترتیب میں حسب ذیل کتب سے استفادہ

کیا گیا ہے۔

تسلی

۱۔ تاریخ محمد قطب شاہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

۲۔ حدائق السلاطین " " " "

۳۔ حدیقۃ السلاطین (جلد دوم) " " "

۴۔ مآثر نامہ کتب خانہ " " "

۵۔ تذکرۃ الملوک " انڈیا آفس لندن

۶۔ احوال حیدرآباد " برٹش میوزیم " "

۷۔ فتوحات عادل شاہی " " " "

۸۔ قطب شہری " انڈیا آفس " "

۹۔ تاریخ نذیر و لال " ادارہ ادبیات اردو

مطبوعہ

- ۱۱۔ حلیۃ السلاطین - مطبع صدیقی حیدر آباد ۱۳۵۰ھ
- ۱۲۔ تاریخ فرشتہ - نو کشور ۱۸۸۳ھ
- ۱۳۔ برہان ماثر - دہلی ۱۹۳۶ھ
- ۱۴۔ حلیۃ العالم - سیدی حیدر آباد ۱۳۰۹ھ
- ۱۵۔ گلزار آصفی - محمدی ۱۳۰۸ھ
- ۱۶۔ تاریخ ظفر - حکیم برہم گوہر پور ۱۹۲۷ھ
- ۱۷۔ ماثردکن - جامعہ عثمانیہ ۱۹۲۷ھ
- ۱۸۔ تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ - مطبع مفید عام آگرہ
- ۱۹۔ تاریخ دربار آصف - افضل المطابع حیدر آباد
- ۲۰۔ تاریخ قندھار دکن امانت پریس حیدر آباد ۱۳۲۱ھ
- ۲۱۔ تاریخ گولکنڈہ - مطبع مکتبہ ابراہیمیہ ۱۹۳۹ھ
- ۲۲۔ محبوب الزمن - رحمانی ۱۳۲۹ھ
- ۲۳۔ بہار و خزان حیدر آباد - مشیر دکن ۱۹۰۸ھ
- ۲۴۔ کلام الملوک - معین دکن ۱۳۵۷ھ
- ۲۵۔ وقایع سیروسیاست ڈاکٹر برنیئر - مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد ۱۸۸۸ھ
- ۲۶۔ سیاحت نامہ پنجو تو - مفید عام آگرہ ۱۸۹۷ھ
- ۲۷۔ ہندوستان عہد مغلیہ میں (منوچی) - آریہ سنگھ پریس لاہور

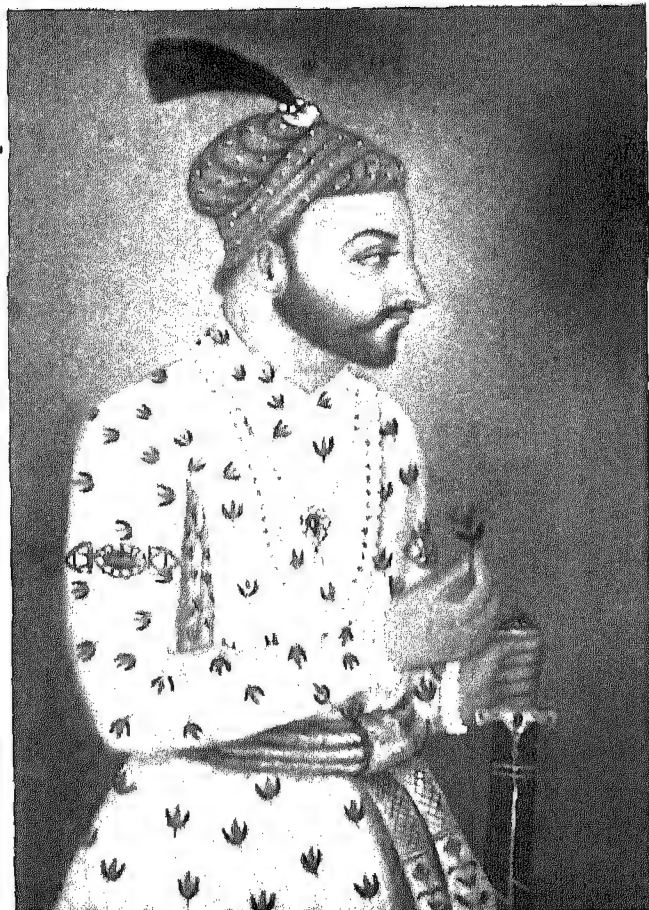
خطبہ

کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مرتب سلطان محمد قطب شاہ
غل اللہ نے اپنے چچا اور پیشرو بادشاہ و شاعر کے متعلق ۱۰۲۵ھ
میں جو طویل منظوم دیباچہ لکھ کر کلیات کے آغاز میں درج کیا تھا
اس کے چند اشعار تبرک کے طور پر ہم اپنے مقدمے سے پہلے مثال
کرتے ہیں۔

عبارت سر لوح

کلیات اشعار فصاحت آثار حجت مکانی فردوس آیشانی
 مغفرت پناه عمی عالی حضرت محمد قلی قطب شاه نور مرقدہ
 تمام شد در کتاب خانہ مبارک بخط محی الدین کاتب تاریخ
 اوائل شهر رجب المرجب خمس عشرین اعی بعد الف من الهجرة
 فی دار السلطنة حیدرآباد حرس اللہ عن الاضداد
 کتبه عبدالحاصل لمولاه سلطان محمد قطب شاه بلخا اللہ تعالیٰ فیما نیا

مهر - هر سلیمان ز غن گشته سیر مرا گشته ز نقش نگین حیدر موفد مرا
 العبد السلطان محمد قطب شاه



سلطان محمد قطب شاه

خطبہ کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

کتا ہوں خواب کنگ بین میں	کہتا ہوں روشن کہ یوسف کے تئیں
مجت شہنشاہ کا دل میں آن	زین کا پس جو تمھے کھول کھان
نمحل نرمل ہر یک سخن خاص لیا	دکھائیں اپنے دل سے دھاتِ اخلاص کا
جناح بیان کرنے شکستہ ہوں میں	شہنشاہ کی اس شفقت کے تئیں
کہ شہزادہ پروو اپنے شہر بار	جو کس دھات دھرتے تھے سار بار
سوچ کر شرج میں وہ نہ آتا ہے	لکھن کے تو لکھیا نہ جاتا ہے
سوچ کر ہر تھے اس کروں لبیاں	جو جگہ دل پر ہو رہے یو عیاں
مجت پوشہ کا بچانے اچھیں	کہ تناسب شفقت یو جانے اچھیں
جو کس دھات شہزاد کوں شاہ وو	مجت دیا آپ دھرتے تھے سو

لہ۔ انوس ہے کہ اس خطبے کے صحن جتہ جتہ اشعار ہی دستیاب ہوئے اگر پورا خطبہ مل جاتا تو کلیات کے متعلق اور تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتیں۔

کہ آرام تھا تل شہنشاہ دل
کبھی وہی دل وہی جو وہ دم اتھا
کہ بن دیکھے شہزاد کوں ٹیک تل
وہی ٹیک وہی عیش اندھم اتھا

بجد ہو کے خسل الہی نول
اپس دل میں کر فکر سب ایک را
پڑے شعر تاپا میں کر حظ سکل
کے خطبہ کہہ مستعد کلیات
جو الحق سنے کوئی اگر یوزباں
سو کج شاعری بیچ شہ دہر کمال
کچھ نہیں کہیں شعر میں وصف پس
جو بھی کوئی اچھے شاعر اس دعا دو
اگر کم تو پچاس میں بیت چار
رہیا جائے نا شاعر اس میں
جو خاصا ہے یو شاعر کا ٹیک
مگر شاہ کہے بیت پچاس ہزار
دنا شعر کہے بیت میں ٹیک بات
کہ یو عین اچھے نش اے اولیا
تو بن وصف پس کے نہ رے سات
کہے باج پس وصف پتے رنگار
بن آئے صفت شعر کے فن میں
نہیں بن کہے وصف دنیا ملک
دھرے وصف پس کو کہن بہت غار
کہے میں لکھیں آپنے وصف سات
جو دھرتے اتھے وصف پس کا روا

جو قطع میں ہر ٹیک اپس شعر کے لئے بن سو حضرت علیؑ نانوں اے
 نہ کرتے تھے ہرگز سو ختم کلام بغیر ان علیؑ کا لیے باج نام ^{کا نام خود}
 کہے وصف شہ کا اگر توں جت تو ہے وصف میں شاہ کے کم و نا ^{انساہی}
 تو اب ختم خطبے کوں تسل الہ
 کہنے سنگ علیؑ ولی تھے پناہ

مَمْلُکُ

۱۔ ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری نے لکھا تھا کہ ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں، وید مقدس اور یوان غالب۔ لیکن اگر وہ عرشِ آشیانی محمد قلی قطب شاہ معانی کی کلیات دیکھ پاتے تو اس قطعیت کے ساتھ دعویٰ کرنے کی جرات نہ کرتے۔ واقعہ یہ ہے کہ آج سے ٹھیک ساڑھے تین سو سال پیشتر اردو زبان ایک ایسے رفیع المنبت شاعر کے نغموں سے مالا مال ہو رہی تھی جس کا لسانی کلام بجنوری مرحوم کے نقطہ نظر سے صحیح معنوں میں الہامی کہا جاسکتا ہے۔

۲۔ محمد قلی قطب شاہ کی شاعری اکتسابی نہ تھی۔ قدرت نے اس کو شاعری کا ایک ایسا عجیب و غریب ملکہ عطا کیا تھا کہ شاید ہی دنیا کے محدود و چند شاعر اس

نعمت غیر مترقبہ سے پہرہ ور ہوئے ہوں۔ وہ ایک عظیم الشان سلطنت کا مطلق العنان بادشاہ تھا وہ کوئی پیشہ ور شاعر نہ تھا لیکن اس کا کلام کسی ملک الشعراء کے شعری کا ناموں سے بھی کسی طرح کم نہیں اور پھر وہ صرف اردو ہی کا شاعر نہ تھا۔ فارسی اور لنگی میں بھی اس نے ہزاروں شعر لکھے۔ وہ مغل اعظم جلال الدین اکبر کا ہم عصر تھا اور اس کا دربار بھی عالموں اور فاضلوں اور صاحب کمالوں سے معمور تھا۔ اس کے عالی شان ایوان امیر و غریب ہر ایک کے لئے کھلے رہتے۔ اس کا نعمت خانہ سو گز سے زیادہ طویل تھا جہاں اس کے دسترخوان پر کبھی دس ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے۔ سچ تو یہ ہے کہ شاہوں اور شاہنشاہوں کی تاریخ میں ایسا تاج و ارشاد ہی نظر سے گزرے جو عوام کی زندگی سے اس قدر قریب تھا۔ اس نے غریبوں اور محتاجوں کی شنوائی کے لئے ہندوستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایک عالی شان داخل کی تعمیر کی جس کے دروازے بازار کے رخ رکھے گئے اور جہاں ہر بیکس و بینوا بغیر چوب داروں اور دربانوں کی فرمائش کے خود بادشاہ تک پہنچ سکتا۔ اس نے اپنی غریب رعایا کو قتل و خون اور جنگ و جدال سے بچانے کے لئے اپنی بتیس سال کی حکومت کے دوران میں کبھی لڑائی کا قدم نہیں کیا۔

محمد قلی اعظم کی زندگی کے حالات اور اس کے عہد حکومت کے واقعات سے

دکن کی کوئی تاریخ خالی نہیں۔ اس مستی کا نام جس نے حیدر آباد جیسا فرخندہ بنیاد
 شہر بسایا ہودنیا کی تاریخ کے صفحات سے کبھی محو نہ ہو سکے گا یہ اس صاحب ذوق بادشاہ
 کی حسن نیت کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے کہ جس شہر کا اس نے سنگ بنیاد رکھا وہ آج تک
 آباد اور اس میں بسنے والے دل شاد ہیں۔ گزشتہ ساڑھے تین سو سال سے اس شہر کی
 زیب و زینت روز افزوں ترقی پر ہے۔ حضرت آصفیہ اول نے اس کو مستحکم کیا
 اور اس کے اطراف تفصیل کی تکمیل کی۔ حضرت آصفیہ ثانی نے اس کو اورنگ آباد
 کی جگہ دولت آصفیہ کا پایہ تخت قرار دیا۔ عظیم الشان خانوادہ آصفیہ کے دوسرے
 فرماں روا بھی اپنے اپنے زمانہ میں اس کی زیب و زینت میں اضافہ کرتے رہے۔
 اور عہد حضرت سلطان العلوم آصفیہ سابع میں یہ معبود مبارک
 شہر جنت ارضی کی شکل میں منتقل ہوتا جا رہا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس خوش
 قسمت بلدہ کا سنگ بنیاد جس علمی و ادبی فضا میں رکھا گیا تھا وہ کسی زمانہ میں بھی
 مفقود نہ ہونے پائی اور اب تو حضرت سلطان العلوم کی مسیحا نفسیوں نے اس کے
 اس امتیاز میں چارچاند لگا دئے ہیں اور اس طرح ہمہ حاضر میں محمد علی قطب شاہ
 معافی کی یہ پریم نگری صحیح معنوں میں مَدِیْنَتُ الْعِلْمِ بن چکی ہے اور اس کی
 علمی و ادبی فضا معراج کمال کو پہنچ رہی ہے۔

— محمد قلی کا اردو کلام پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ کوئی صنف سخن ایسی نہیں جس میں اس نے اپنا کمال نہ دکھایا ہو اور نہ کوئی ایسا موضوع ہوگا جس پر اس نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ قصیدے اورثنویاں، مرثیے اور رباعیاں، غزلیں اور قطعات غرض ہر صنف سخن کے وافر نمونے محمد قلی اعظم کی کلیات میں موجود ہیں۔ عاشقانہ مضامین عارفانہ نکات، شاہی لوازم، درباری شان و شکوہ، محلات کی رنگینیاں، باغوں کی سرسبزی و شادابی کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان شاعر کے کلام میں غریبوں کی زندگی عوام کے معققات، عیدوں اور تہواروں، کھیل کود اور تماشوں، بازاروں اور بیوپاروں، اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے عام رسموں اور رواجوں کی جھلکیں بھی جگہ جگہ نظر سے گزرتی ہیں۔ اس نے ایسے ایسے موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے جن پر عام شاعروں کی نظر تک نہیں پڑتی وہ ایسی پتہ پتہ کی باتیں لکھ جاتا ہے کہ پڑھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ اس قدر قدیم زمانہ میں ایک بادشاہ کا مشاہدہ اتنا وسیع اور گہرا کیسے ہو سکتا تھا۔ اسی لئے تو محمد قلی عرش آشیانی کا کلام الہامی سمجھا جاسکتا ہے۔ وہ ایسی ایسی خصوصیتوں کا بھی حامل ہے جو گزشتہ تین سو سال سے متروک رہیں اور اب پھر اردو ادب میں رواج پا رہی ہیں۔ نیچرل شاعری کے متعدد پیش بہا نمونے اس خزانہ میں موجود ہیں۔ مستقل موضوعوں پر اس بادشاہ

شاعر نے سیکڑوں دلچسپ اور بلند پایہ نظمیں لکھیں۔ اس کی زبان میں ایسی شیرینی اور حلاوت ہے کہ اصل میں اگر کوئی زبان ہندوستانی کہلائی جاسکتی ہے تو وہ اس شاعر اعظم کی زبان ہے۔ اس میں نہ عربی و فارسی کا عنصر زیادہ ہے اور نہ سنسکرت کا اس کا اسلوب اتنا سادہ، سلیس اور رنگین ہے کہ ہر شخص اس کے کلام کو پڑھ کر محفوظ ہو سکتا ہے۔ اگرچہ ایسے لفظ بدل دئے جائیں جو اب اردو میں مستعمل نہیں ہیں یا جن کی شکلیں مرور ایام کے ساتھ بدلتی گئی ہیں تو پھر محمد قلی کا کلام باوجود تین سو پچاس برس قبل کی تخلیق ہونے کے مستقبل کی ہندوستانی شاعری کے لئے بہترین نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عہد حاضر میں ہندوستان کے ارباب یارست جس مشترک زبان کی تشکیل میں کوشاں ہیں اس کو صدیق و قریبی محمد قلی لکھ گیا ہے اور کوئی تعجب نہیں اگر اس بادشاہ شاعر کی بیش بہا کلیات کو مستقبل قریب میں ناگری حروف میں بھی منتقل کر لیا جائے جس طرح ایران میں فردوسی کی زبان اور خصوصیات کا احیا کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان میں محمد قلی عرش آشیانی کی زبان اور شاعری پھر سے اپنی جگہ حاصل کر رہی ہے۔ اگر محمد قلی کے پیدا کردہ رجحانات شعر و سخن اور زبان و ادب کا نہج بعد کے زمانہ میں بھی جاری رہتا تو عہد حاضر میں اردو اور ہندی کا یہ افسوسناک جھگڑا پیدا ہی نہ ہو سکتا اور

آج اردو بلا شمرکت غیرے تمام ہندوستان کی مشترکہ زبان ہوتی۔
 اردو کے اس شاعرِ اعظم کی پیدائش ایک ایسے زمانہ میں ہوئی
 ہے جب کہ تمام ہندوستان مسلمانوں کے زیرِ نگیں تھا اور یہاں کی اسلامی
 سلطنتیں اپنے تمدنی اور سیاسی عروج کو پہنچ چکی تھیں۔ فاتحوں کے لشکرِ کشانی
 اور جنگ و جدل کے ولولے دب چکے تھے اور وہ اس ملک کے باشندے
 بن کر ایک مشترکہ تہذیب و معاشرت کے بنانے میں سرگرم تھے۔ ہندوستان
 کی سرزمین نے تاتاریوں، مغلوں، افغانیوں، ایرانیوں اور ترکوں کو اس
 طرح اپنا بنا لیا تھا کہ یہ پر دہیسی اس کو اپنا وطن سمجھنے لگے اور ہندوستان سے
 باہران کے لئے کوئی موہنی باقی نہ رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ محمد قلی اور اس کے
 معاصرین جلال الدین اکبر بادشاہ اور ابراہیم عادل شاہ نورس
 ہندوستانیت کی طرف اتنے مائل ہوئے کہ یہاں کی تہذیب و معاشرت
 تک اختیار کر لی اور ایک ہندوستانی (ہندو + مسلمان) ثقافت کے بانی ہوئے
 جو ان کی زندگیوں تک پورے عروج پر رہی۔

محمد قلی کا باپ گولکنڈہ کا مشہور تعمیرکار ابراہیم قلی تھا جس نے
 اپنا عنفوانِ شباب بیجانگر کی ہندو راج دہانی میں ایک شاہی پناہ گزین کی

حیثیت سے گزرا تھا۔ وہ اپنے باپ سلطان قلی قطب شاہ کے مارے جانے کے بعد ۹۵۰ھ میں اپنی جان بچا کر گو لکنڈہ سے بھاگا اور اپنے ظالم بھائی جمشید قلی قطب شاہ کی وفات تک بیجا نگر ہی میں رہا۔ آخر کار ۹۵۰ھ میں واپس آکر گو لکنڈہ پر قبضہ کیا اور قطب شاہی سلطنت کے استحکام میں تیس سال تک مصروف رہا۔ اس زمانہ میں اس نے تلنگانہ کے ہندوؤں کے ساتھ اتنے اچھے تعلقات پیدا کئے کہ وہ لوگ قطب شاہی سلطنت کو اپنی سلطنت اور گو لکنڈہ کو اپنی راج دہانی سمجھنے لگے۔ خود تلنگی زبان میں اب تک ایسے کتبے اور کتابیں موجود ہیں جن میں ابراہیم کی تعریف کی گئی ہے اور اس کو تلنگی ادب اور شاعری کا سرپرست بتایا گیا ہے۔ کیا تعجب ہے کہ ابراہیم قلی خود بھی تلنگی سمجھتا اور بولتا ہو اور اس کا فرزند محمد قلی تو تلنگی کا ایک بہت بڑا شاعر بھی تھا۔

ابراہیم کی اس ہندو دوستی کے پیش نظر یہ امر قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی ہو جیسا کہ تاریخ ماہ نامہ میں لکھا ہے۔ موجودہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں ساکت ہیں۔ افسوس ہے کہ مولف ماہ نامہ نے اپنا ماتخذ نہیں بتایا۔ لیکن انشاور

یقینی ہے کہ اس مبسوط تاریخ کے لکھتے وقت یعنی آصفی دور کے اوائل میں حیدرآباد میں متعدد ایسی قدیم تاریخیں اور معلومات کے ذریعے موجود تھے جو آج ناپید ہیں۔ کیونکہ آصف جاہ اول اور آصف جاہ ثانی کا زمانہ قطب شاہی عہد سے بالکل قریب تھا۔

ابراہیم قلی قطب شاہ نے بیجا نگر کے قیام کے زمانے میں ہندوؤں سے اچھا خلا ملا پیدا کر لیا تھا اور کوئی تعجب نہیں اگر اس کے محل میں مسلمان بیگمات کے ساتھ ہندو حرم بھی ہو۔ بہر حال ماہ نامہ کی اس روایت کے علاوہ خود محمد قلی کی طرز معاشرت اور تاملکی شاعری سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اس کی ماں بھاگ رتی ہی ہو۔ محمد قلی اپنے خاندان میں پہلا شخص تھا جس نے بالکل ہندو وانی طرز کا لباس اختیار کیا اس کے آبا و اجداد محمد قلی، جمشید قلی، اور ابراہیم قلی تینوں کی تصویریں ایرانی اور ترکی لباس میں ملتی ہیں اور محمد قلی کی جتنی تصویریں بھی ملی ہیں سب میں ہندوستانی لباس اور اوڑھنی موجود ہے۔

محمد قلی قطب شاہ ۹۷۳ھ میں پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ کی وفات کے بعد ۹۷۷ھ میں صرف پندرہ سال کی عمر میں گولکنڈہ کے

تحت و تاج کا مالک بنا۔ ابتدا میں اس کو جنگ و جدل سے مایقہ پڑا کیونکہ جنگ ممالیکوٹ کے بعد کن کی مسلمان سلطنتیں خود آپس میں دست و گریباں ہو گئی تھیں اور سلطان ابراہیم اپنی مصلحت کو شیوں کے باوجود آخر عمر تک لڑائیوں میں مصروف رہا۔ محمد قلی قطب شاہ طبعاً صلح جو اور امن پسند واقع ہوا تھا۔ اس نے کشورستانی اور معرکہ آرائی سے زیادہ صلح و آشتی اور برآمائی سے کام لیا ہے۔ اتفاق سے ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ علی عادل شاہ کا بھی اسی زمانہ میں انتقال ہوا تھا جو بڑا جنگجو تھا۔ اور اس کا جانشین ابراہیم عادل شاہ نورس بھی محمد قلی کی طرح امن پسند اور علم و ادب کا دلدادہ تھا اس لئے کن کی طوائف الملوکی رک گئی اور ان دونوں بادشاہوں نے کن میں ایک مشترکہ تمدن کی تعمیر اور علوم و فنون کی ترقی میں بے حد حصہ لیا۔

محمد قلی قطب شاہ کے سب سے بڑے کارنامے :-

۱۔ سلطنت قطب شاہیہ کا استحکام

۲۔ شہر حیدرآباد کی بنا۔ اور

۳۔ اردو زبان و ادب کی سرپرستی۔ ہیں۔

اس کی زندگی کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان پر ایک مبسوط کتاب لکھی جائے۔

اور ان محدود صفحات میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ مختلف تاریخوں سے
 مواد اخذ کر کے اس بطل عظیم کی شایان شان سوانح حیات درج کی جائے۔ اسلئے
 ان صفحات میں صرف وہی معلومات پیش کی جائیں گی جو اس کے عظیم الشان
 کلیات کے مطالعہ سے حاصل ہوئی ہیں اور جو آئندہ اس کی سوانح عمری لکھتے اور
 قطب شاہی تاریخ کی تحقیق کرنے والوں کے لئے مفید اور اہم مواد کا کام دینگے۔
 یہ اتفاق کی بات ہے کہ سلطان محمد قلی اپنی شاعری کے ذریعہ سے ایسی
 ایسی معلومات کو محفوظ کر گیا ہے جن کو قلمبند کرنا کسی مورخ کے بس کی بات
 نہ تھی۔ تاریخیں بالعموم خارجی حالات اور ظاہری واقعات پر زور دیتی ہیں۔
 اور خاص کر ہماری فارسی تاریخیں اور تذکرے مطالب و معانی سے زیادہ الفاظ
 کے شان و شکوہ اور اسلوب کی رنگارنگی سے مالا مال ہوتے ہیں۔ ہمارے
 مورخ بادشاہوں کو انسان سمجھ کر نہیں دیکھتے۔ وہ زیادہ تر ان کے شامانہ
 جہاد و جلال یا پہیہ اندکروں کے قلمبند کرنے میں اپنی ساری قوتیں صرف کر دیتے
 ہیں۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ کسی فرمانروا کے شاہی طمطراق اور باری غیب ذات
 اور زرق برق لباس کے اندر ایک سچ مچ انسان کا دل متحرک ہے جو معمولی
 انسانوں کی طرح خوشی اور غم سے متاثر ہوتا ہے۔ جس کے سینہ میں سمندر کی

موجوں کی طرح جذبات متلاطم رہتے ہیں، اور جس کی گھریلو اور جذباتی زندگی بھی دوسرے انسانوں کی طرح ضرور قابل مطالعہ ہوتی ہے۔

۷۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام کے ذریعہ سے اپنی ذات اور اپنے عہد کے متعلق ایسا مواد چھوڑا ہے جو تاریخوں کی تمام نقائص اور کمی کی تلافی کر دیتا ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں اس امر کی کوشش کریں گے کہ خود محمد قلی کے کلام کے ذریعہ سے اس کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

(۳) نام اور تخلص

محمد قلی نے اپنے نام اور تخلصوں کو اپنے کلام میں جگہ جگہ اور طرح طرح سے استعمال کیا ہے۔ اس کو فخر تھا کہ وہ ازل سے محمد کا قلی یا غلام ہے۔ اور اسی غلامی کی وجہ سے وہ دنیا میں سرخرو ہوا۔ اسی امتیاز اور فخر کے اظہار کے لیے پورا کلیات بھرا پڑا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دوسرے بادشاہ اپنی سلطنت اور مال و دولت پر فخر کرتے ہیں لیکن میں صرف محمد کے نام اور ان کا غلام ہونے پر فخر کرتا ہوں۔ کیونکہ محض اسی وجہ سے میں بچپن سے کامیاب ہوا اور آج ایک اقبال مند بادشاہ ہوں۔ اس کے چند شعر یہ ہیں۔

بادشاہان کرتے ہیں اپنا رنگ جگ میں ڈالنا	منہ محمدانوں تھے بڑا تاج و دو خروانی
اسم محمد تھے اے جگ میں سونا قالی تھے	بندہ نبی کا جم ہے جتنی ہے سلطانی نیچے
محمد کی غلامی تھے محمد قطب شہ	اسی برکت تھے وایم سب خواج کون ملا دیتا
نبی کی غلامی میں ہیں قطب شہ	صفت اس کے ہوانوں کی چاروں کھنڈ

محفل کا غلامی منج خطاب سر بلندی ہے

سورج کرناں سوں باندے سایہ بال ہم عید ہم نوروز
کرتا ہے شاہی قطب محمد کے نام تھے تو داس ہو رہیا ہی محمد کے گھر کا
اسی طرح کے چند مصرعے یہ ہیں ح

نبی کا نانوں ہے تیرا محمد قطب شہ ناڈر

محمد نانوں دل میں رکھ محبت سوں محمد توں

محمد بال پن تھے ہے محفل کے غلاماں میں

سدا ہے داس محمد قلی محفل کا

نبی صدقے میں ہوں محمد غلام

سچ محمد نانوں تھے ہنتا ہے تاج احمدی

اپنے نام پر فخر کرنے اور اس کو باعث برکت سمجھنے کے ساتھ ہی اس کو اس بات
کی بھی ہمت ہے کہ وہ ابراہیم (قلی قطب شاہ) کا تیسرا فرزند ہے اور جی طرح
ابراہیم کے فرزند اسماعیل کی خدائے تعالیٰ نے نگہبانی کی اور قربان ہونے سے
بچا لیا اسی طرح اس کو بھی ہر آفت و مصیبت سے بچا لے گا۔ چنانچہ عید قربان
کے موقع پر ایک نظم میں ابراہیم کے فرزند ہونے اور محمد کے ہم نام ہونے کی سعادتوں کو

اس حسن و خوبی سے بیان کیا ہے ۔

توں ابراہیم کا فرزند تجھے سچ دوستاں ہوں مل
 جوں اسماعیل کوں حق پیار ہوں داہم نگہ واں ہے
 جو کوئی سچ سات یک چہ نہیں سودشمن ہے محمد کا
 جو دشمن ہے محمد کا سدا خوار ہو پر ریشاں ہے

دوسرے شعر کے پہلے مصرعہ میں محمد سے خود یعنی محمد قلی مراد لیا ہے اور دوسرے
 مصرعے کے محمد سے آنحضرت پیغمبر اسلام۔ یہ محمد قلی کا شاعرانہ کمال ہے۔
 اصل نام کے علاوہ سلطان محمد قلی نے اپنے کلام میں اپنے نام کی وہ تمام
 شکلیں بطور تخلص قلمبند کر دی ہیں جو اس کی زندگی میں اس کے لئے مستعمل ہو سکتی
 تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی شخص کو مخاطب کرنے والے مختلف حیثیتوں کے لوگ
 ہوتے ہیں اور ہر شخص کا طریقہ مخاطب جداگانہ ہوتا ہے۔ بڑے اور بزرگ
 ایک طرح سے نام لیتے ہیں۔ برابر کے لوگ دوسری طرح سے پکارتے ہیں اور
 کم رتبہ کے لوگوں کا مخاطب کرنے کا طریقہ اور ہی ہوتا ہے۔ بے تکلف دوستوں
 اور معشوقوں کے طریقہ مخاطب کی نسبت تو کچھ لکھا ہی نہیں جاسکتا۔ بہر حال
 معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے ہر ایک کے طریقہ مخاطب کا لحاظ رکھا اور جس جس

نام سے مختلف لوگ اس کو پکارتے تھے ان سب ناموں کو اپنے کلام میں تخلص کے طور پر لکھ ڈالا۔ شاید ہی کسی زبان کا کوئی شاعر ہو جس نے اپنے کلام میں اپنے نام یا تخلص کو اتنی طرح سے استعمال کیا ہے! کلیات محمد قلی میں حسب ذیل ۷۱ تخلص ملے ہیں :-

- ۱۔ محمد ۲۔ محمد شاہ ۳۔ محمد قلی ۴۔ محمد قطب ۵۔ قطب
- ۶۔ قطب زماں ۷۔ قطب شہ ۸۔ محمد قطب شہ ۹۔ محمد قطب غازی
- ۱۰۔ محمد قطب شہ راجہ ۱۱۔ محمد قطب شہ سلطان ۱۲۔ قطب شہ نواب
- ۱۳۔ معانی ۱۴۔ قطب معنی ۱۵۔ قطب معنا ۱۶۔ قطب معانی
- ۱۷۔ ترکمان -

ان میں سب سے زیادہ معانی، قطب، قطب شہ اور ترکمان استعمال ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد قلی نے اصل میں اردو شاعری کے لئے معانی، فارسی کے لئے قطب شہ، اور تلمنگی کے لئے ترکمان تخلص اختیار کئے تھے۔ کیونکہ اس کے قدیم ترین اردو دیوان میں تقریباً ہر غزل کے مقطع میں معانی تخلص موجود ہے۔ فارسی دیوان چونکہ دستیاب نہیں ہوا اس لئے وثوق کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے فارسی شاعری میں کونسا تخلص زیادہ استعمال کیا ہے۔ اسی طرح

تلنگی دیوان بھی دستیاب نہیں ہوا لیکن لفظ ترکمان چونکہ تلنگی ہے جس کے معنی مسلمان کے ہیں اس لئے یقینی ہے کہ یہ لفظ تلنگی شاعری میں تخلص کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ اگر ماہ نامہ کی روایت صحیح ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگتی تھی تو بہت ممکن ہے کہ یہ تلنگن مہ جہیں اپنے بچہ کو محبت سے ترکمان پکارتی ہو اور اس بچہ نے بڑا ہو کر اسی عرف کو تخلص قرار دے لیا۔ بہر حال فارسی اور تلنگی کے تخلص اس وقت تک تحقیق طلب رہیں گے جب تک کہ سلطان محمد قلی کے فارسی اور تلنگی دیوان نہ مل جائیں۔

اردو کلام میں محمد قلی نے صرف آٹھ دس جگہوں پر لفظ ترکمان بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ایک نظم میں اپنے بہرا باندہنے کا ذکر کرتے ہوئے پہلے ایک شعر میں نام لکھا ہے اور آخری شعر یا مقطع میں تخلص۔ وہ شعر یہ ہیں۔

محمد قطب شاہ راجہ اپن سر محمد ناہوں لے باندیا ہے بہرا

نبی صدقے سدا کہتا ترکمان کہ منج سرتاج ہے حضرت امیرا

اور ایک نظم میں اسی طرح دونوں تخلص استعمال کئے ہیں۔

بند اتما راتر گمان تج داس ہے دونوں جہاں

منگتا سدا امن و اماں تمنا تھے قطبیا علیؑ

میلاد النبی کی ایک نظم میں اپنا پورا لقب اور تخلص ترکماں ساتھ ساتھ استعمال کرتا ہے۔

گنائے نبی کے جو مولود انتہاں ہمایوں محمد قطب شہ ترکماں
دوسری مختلف نظموں اور غزلوں کے مقطعے یہ ہیں۔

نبی صدقے ہے ترکماں داس امام ہوا دو جگت تیب سوال جواب
نبی صدقے گنایا ہے ترکماں آج مینروانی علی صدقے سے دو جگت میں بلند اسکے تائب

صدقے نبی ترکماں جم راج کرتوں عیشاں

شاہ علی نبی تھے منگ تچ شہی دلایا

جب نبی صدقے ہوا ہے داس قنبر کا قطب

دو جگت میں ہیں ترکماں لاقبت محمود کا

دوسرے تخلصوں اور خاص کر معانی اور قطب شہ کے متعلق تفصیلی بحث آئندہ

ایک عنوان ”کلیات کے نسخے“ کے تحت درج ہے۔

تعلیم و تربیت اور عاشق مزاجی

معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی اپنے دوسرے بھائیوں سے تعلیم میں کم درجہ تھا۔ اس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے متعلق وضاحت سے معلوم نہیں کیا جاتا۔ اتنا ضرور معلوم ہے کہ وہ علم و فضل سے بہرہ ور تھا اور انہی خصوصیات کی وجہ سے بیدر کے مشہور و معزز مشائخ خاندان میں اس کی شادی کی گئی تھی۔ نیز وہ اپنے مذہبی تقدس کی وجہ سے شاہ صاحب کے عرف سے معروف تھا۔ محمد قلی کے دوسرے بھائی حسین قلی کی نسبت مورخین کی رائے یہ ہے۔

”یہ زیورِ علم و فضل آراستہ و از علم و حکمت بہرہ تمام داشت“

اس کے ایک اور بھائی عبدالفتاح کی نسبت مشہور ہے کہ وہ فنِ قرات کا بڑا ماہر اور استاد تھا۔ لیکن محمد قلی کے علم و فضل کی تعریف کسی مورخ نے نہیں کی ہے اور چونکہ وہ بادشاہ ہو گیا تھا اس لئے صرف اتنا لکھ کر اس کو دوسروں پر ترجیح دی ہے کہ:-

”از برادران بہ جمیع صفات صوری و محتوی ممتاز بود“

مورخوں کا یہ سکوت حق بجانب بھی تھا۔ کیونکہ محمد قلی بچپن ہی سے آزادہ راہ و عاشق مزاج تھا اور بادشاہ ہونے کے بعد بھی بچپن کی طبیعت باقی تھی۔ وہ اپنے کلام میں اپنی طبیعت کے اس انداز کے زبردست ثبوت چھوڑ گیا ہے۔ وہ اپنے اشعار میں صاف صاف اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ میرے استاد مجھے علم و ہنر کی تعلیم دینا چاہتے ہیں حالانکہ میں تو ازل سے عشق کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ اگر میں علم و ہنر سیکھنا بھی چاہوں تو علما مجھے کیا سکھائیں گے؟ میں نے تو اپنے دل میں صرف اپنے معشوق کے نام کے حروف بٹھائے ہیں۔ لوگ مجھے اُمّی سمجھتے ہیں۔ میں اس حد تک خود کو اُمّی کہہ سکتا ہوں کہ تیرے اوصاف نہ زبانی یاد نہیں رہے اور میرا قلم اُن کی وضاحت میں عاجز آ گیا۔ جب میں عشق عاشقی کے مکتب ہی کے درویش سے علم و کمال حاصل کر لینے لگا تو علما بھی کبھی کبھی میری تعریف کرنے لگے۔

علما و فقہا خود حقیقی علم سے ناواقف ہیں وہ خود ”ا“ کے معنی نہیں جانتے اور مجھ سے کہتے ہیں کہ ب پڑھو۔ علم عاشقی میں ”ا“ ہی کے معنی سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اور پھر ظاہری علم و فضل سے سوائے غرور و تمکنت کے حاصل ہی

کیا ہوتا ہے۔ عالم لوگ اپنی بغلوں میں کتابیں رکھ کر ان کے بل بوتے پر
غور کرتے ہیں حالانکہ ہمارے ہر مشام سے عشق عاشقی کی خوشبو مہکتی ہے۔
سچ تو یہ ہے کہ یہ علم اور یہ کتب ہر کسی سے نہیں پڑھی جاسکتیں۔ عالموں نے علم
عاشقی کی کٹھن راہیں دیکھ کر راہ فرار اختیار کی اور میں نے نہ صرف اس میں
کمال پیدا کیا بلکہ جذبہ عشق میں کتابیں لکھ ڈالیں اور زندہ جاوید ہو گیا۔ یہ
خیالات جن اشعار میں بیان کئے گئے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں :-

عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا لکھے ہیں ازل تھے ہمنام عشق و آرا
ازل تھے عشق کے پلڑے کے تئیں کئی منج بٹ

فقیہ و زاہداں میانے منجے کئے ہیں سراج

عالم جے سکھائیں گے کیا آپنا علم وہ نانون کے حروف ہن دل میں ہیں کلام

میں امی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں

موز بانی کا قلم تجھ وصف لکھ ناسک بھگیا

میں طفل ہو تمہارے مکتب تھے علم بوجھیا تو دیوے عالماں سب شامی بکوں گاہ گاہ

سب فقہاں مل الف ناٹرک کہتے بے پڑو

میرے دل کے شہر کوں ایم رکھے معورتوں

کہیں متانی کوں تھنواو عاقلان ساک
 ہیجے پسر پے ابجد کے کرتے سر تھی یاد
 عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں آ
 یونین کے جام کا ہے پیکے پڑنا او حدیث
 کرتے غروی اپنے بغل میں رکھ کتاب
 وہ نیہمہ کا سو باں نکلتا ہے ہم شام
 یے علم ہو ریے کتب ہو کس سے بوجھیا جائے نا
 عالماں بیچاے دکھ کر اسکی تنک میں ہی بھگیا
 عشق کی کتاباں کیا عشق سوں
 قطب شد نبی صدقے جاوید ہے
 اور یہ سچ ہے کہ محمد قلی نے عشق عاشقی کے بیان میں دفتر کے دفتر لکھ ڈالے
 اور ایسے ایسے مضامین بیان کئے کہ اُن کی شرح کرنا آسان کام نہیں ہے۔
 خود اس نے اسکی بھی پیشین گوئی کر دی تھی کہ
 نہ لکھ سکے گا کہیں شرح منج کینا باں کا
 ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

شعرو شاعری

عشق عاشقی کی وجہ سے سلطان محمد قلی کو بچپن ہی سے شعرو شاعری سے بھی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی جس کی خاطر اس نے اردو اور فارسی شعرا کے کلام کا بھی مطالعہ کیا۔ یوں تو کلیات میں اکثر شاعروں کے نام نظر سے گذرتے ہیں لیکن اس کو سب سے زیادہ خواجہ حافظ کے کلام سے لگاؤ تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ خواجہ حافظ کی شاعری اس کی طبیعت کے مناسب تھی۔ اسی لئے وہ دیوان حافظ کا گویا حافظ تھا غزلیات حافظ کے ترجموں کے علاوہ کلیات محمد قلی میں سیکڑوں شعر حافظ ہی کی طرز میں موجود ہیں۔

حافظ کے بعد کلیات محمد قلی میں انوری، خاقانی، نظامی، عنصری، ظہیر، محمود اور فیروز کے نام ملتے ہیں۔ افسوس ہے کہ محمد قلی کے طویل قصیدے اورثنویاں دستیاب نہیں ہوئیں ورنہ یہ معلوم ہوتا کہ اس پر ایران کے کس

قصیدہ گو شاعر کا رنگ غالب ہے۔ اور مثنویوں میں اس نے کس کی تقلید کی ہے۔ البتہ ایک قصیدہ بسنت میں اس نے اپنے شعر کو خاقانی کا شعر قرار دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید وہ خاقانی کے رنگ کو پسند کرتا تھا وہ کہتا ہے کہ

نزاکت شعر کے فن خدا بخشا ہو تجھ کو معانی شعر تیرے کہ یا ہر شعر خاقانی

محمود اور فیروز کو لکنذہ ہی کے وہ شاعر ہیں جن کا تذکرہ آئندہ آئیگا۔ ان شعر کے کارناموں کے علاوہ محمد قلی نے فارسی بزمیہ مثنویوں کا بھی اپنے عشق و عاشقی کے سلسلہ میں مطالعہ کیا ہوگا کیونکہ شاہنامہ کے علاوہ وہ اکثر عشقیہ قصوں مثلاً لیلیٰ مجنون، شیریں خرم، یوسف زلیخا وغیرہ کا ذکر کرتا ہے اور یہ سب کلام اس نے علم حاصل کرنے کی خاطر نہیں پڑھا بلکہ اپنی شاعری کے شوق میں۔ اور شاعری کا یہ شوق محض عشق عاشقی کی خاطر تھا۔ کیونکہ وہ جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے اور اعتراف کرتا ہے کہ میں نے شعر گوئی میں جو کچھ ترقی کی یا شاعری میں کمال پیدا کیا وہ صرف اپنے معشوق کے حسن و خوبی کی تعریف و توصیف کرنے کے سلسلہ میں حاصل ہوا جبینوں نے مجھے شعر گوئی کی طرف راغب کیا اور چونکہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ مہ جبینوں سے

سابقہ پڑتا تھا اس لئے شعر گوئی کے نئے نئے مہیجات اور اسباب پیدا ہوتے
جاتے تھے۔ وہ خود کہتا ہے۔

باتاں گہریاں نرمیاں اریا جوتیر ناؤں پر
سو جائے کر آسمان پر ہر اک پن تارا ہوا

ہمارے وصف کہتے تھے ہوا منج شعر نورانی
اوشعراں کوں ٹپیں سب شاعران ہم عید ہم نوروز

ہوا سر تھے غزل کہنے ہو س اس پوتلی خاطر
رتن ہے شعر بوجھو جو ہریاں ہم عید ہم نوروز

لکھیانچ ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جھوکا تب

مدھیان تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہر انگیں
شعر معافی ان بندے موتی میں جگ میں جن کے

ہرے صدف موتی جمیا اپ وار تیرے نام پر

یہ تو شاعری میں کمال حاصل کرنے کے اسباب تھے۔ اب وہ اپنی عشق شقی
کا اثر اپنی شاعری پر ظاہر کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس کا درد دل اس کے
اشعار میں بھی نمایاں رہتا ہے اگرچہ محبت کا میٹھا میٹھا درد عاشقوں کو اپنی جان سے

زیادہ عزیز ہوتا ہے لیکن بے صبری اور اضطراب بھی تو عشق ہی کی خصوصیتیں ہیں جن کی وجہ سے ہر گھڑی عاشق کے دامنِ سینہ پر نمک پاشی ہوتی رہتی ہے۔ تاہم عاشق کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنی زبان سے کوئی سخن سلج نہ نکلے اسی وجہ سے اس کے کلام میں لوچ اور شیرینی پیدا ہونے لگتی ہے۔ عشقیہ شاعری کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی سادگی اور شیرینی ہی ہے۔ اور یہ دونوں خصوصیتیں محمد قلی

کے کلام میں نمایاں ہیں وہ اپنی اس خصوصیت کا ذکر یوں کرتا ہے

معانی کے باتاں تھے بھڑانا نک
چو چاکھے کہے ہے نمک سوں شکر
معانی کے بچن تے سخیے تا بات
دیکھ سب شعر میں بیٹھالی افزوں
اے معانی سب کے بولاں صرتے ہیں شکر و لیکن

بات تیری پھول نمنے اس نمک شکر خدا داد

تصوف عرفاں اور حافظ کا اثر

عشق عاشقی کے سلسلہ میں سلطان محمد قلی نے جہاں شاعری میں کمال حاصل کیا ساتھ ہی تصوف کا بھی چسکہ پیدا کر لیا۔ اس کی فطری آزاوہ روی اور ظاہر پرستی کے تنفر نے اس کو واقعی ایک پختہ کار صوفی مشرب بنا دیا تھا۔ سمجھا جاتا ہے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے۔ اگر بیسچہ تو ہمارے خیال میں سلطان محمد قلی سب سے زیادہ عشق حقیقی کے مراتب حاصل کرنے کا مستحق تھا کیونکہ اس کی ساری زندگی عشق مجازی کی رنگلیوں اور طے منازل میں گزری۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے بعض شعر واقعی صوفیانہ شاعری کی بہترین مثال کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کی صوفیانہ شاعری بجائے خود ایک جداگانہ مضمون کا موضوع بن سکتی ہے لیکن یہاں اس کے صرف چند ایسے اشعار کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں اس نے صاف صاف تصوف کے مضامین باندھے اور

اپنے صوفی صافی ہونے کا ادا کیا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ میرے عشق مجازی کو دیکھ کر نقاش ازل نے مجھ پر رحم کیا۔
مجھے استاد نے ایک اور ہی تعلیم دی۔ اور میں نے کچھ دیکھ کر زنا باندھا،
میرے دل میں جو درد ہے اس کو اغیار نہیں سمجھ سکتے۔ میں اپنے عشق حقیقی کو
کب تک چھپاؤں جب کہ منصور ساعشق بھی اس کو چھپانہ سکا۔ اگرچہ تجھے
ہر آنکھ نہیں دیکھ سکتی لیکن دیکھنے والوں کے لئے دنیا تیرے حسن کا ایک عکس
نظر آتی ہے۔ اس دنیا کو حکما اپنے علم و فضل و حکمت کے زور سے نہیں سمجھ
سکتے اس لئے اس کو سمجھنے کی کوشش کرنے کی بجائے پیالے نام کا ترانہ غیش
گانا بہتر ہے۔ کیونکہ جو لوگ دنیا کی طرف سے توجہ ہٹا کر راست خدا کا
راستہ پکڑتے ہیں وہی خوش قسمت ہیں۔ میں تیری خاطر سب مذہبوں کا
بھیس اختیار کر کے دیکھتا ہوں کہ شاید تو کسی طرح میرا ہو جائے۔ کوئی مجھے
قبلہ کا سچا راستہ نہیں دکھاتا اس لئے میں چاروں طرف قبلہ سمجھتا ہوں تیرے
ہی لئے ہندو اور مسلمان سب کو شاں ہیں اگرچہ تیرا بازار گرم ہے لیکن یہ نہیں
معلوم کہ تو کس طریقہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے عشق
میں "جیت" حاصل کی ہے تو وہ خام ہے۔ عشق میں کامیابی کا اعلان کرنیکی جگہ

محبت میں سختگی حاصل کرنی چاہئے اور جو اپنے عشق کو کامل کر لیتا ہے وہی
 غنی ہے اور وہ دنیا میں کسی چیز کا محتاج نہیں رہتا کیونکہ وہ اصل تک پہنچ
 جاتا ہے۔ قطب شاہ نے نبی کے صدقے میں محبت کی تکمیل کر لی اور اسکو محبت
 کی وجہ سے بقا کا پیالہ پینا نصیب ہوا۔ اب اس کو فنا نہیں۔ اس نے عشق و
 مستی کے عالم میں ایسی کتابیں لکھیں جن کی وجہ سے وہ زندہ جاوید ہو گیا اور یہ
 کتابیں چونکہ عام عالموں کی کتابوں کی طرح نہیں ہیں اس لئے ان کی شرح
 کوئی نہیں لکھ سکیگا۔ اس قسم کے مضامین سے اس کا دیوان متمم ہے۔ ہم یہاں
 صرف چند اشعار جگہ جگہ سے نقل کرتے ہیں۔

قطب دل کے صحیفے پر اول تیر لکھیا صورت
 کیا منج پر کرم آخر دیا سوں دو اول لٹاش

معافی آس تمیں کیا بوجھیں لے میخوار	تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات مجاز
سکی کا حسن کیبتا جذب مولود	اسی تے جج ہے مجذوبان سوسند
معافی کول تن غمزیاں تھو نہیں ہوش	پنچل ہوئی بند ہے نار کھو رنج
دیا استاد منج تعلیم کچھ ہو	ہمیں کچھ دیکھ کر باندھی ہیں زنا
درو جانے حکیم خوب دانا	ہمارا درد کیا بوجھیں گے اغیار

عشق کے مناسبے اوپر جیو و دل سوا
 میں فاش کھوننا ہوں کی تجھ عشق تھے دو جگہ
 دیکھ نہیں کوئی نین تجھ توں سب میں تھے چھپا
 ذرے کل جگ بھر ہیں تجھ عشق کے کوئی
 معشوق ہو عشق ہیں مل کے دونوں ہیں
 دنیا کا حکمت نابو جیسے ہرگز حکیمان علم سوا
 دنیا کو پہنچ کر ہے کوئی خدا کی بات پر نہیں
 سب ہباں کی بھیس لجاتا ہوا اس میں بیٹھے
 قیلہ کا بیٹھ نہ کوئی دکھاؤ باج
 تجھ دیکھ کر بھولے میں سب کا فرد مسلما
 جہاں توں ان میں پیار ہے کیا کام کرسی
 جنت ہو دوزخ ہو اعراف کہ میں شمرے لکھے
 جنت کوں ہو دوزخ کوں ہو مسجد بیت خانہ کیا
 معانی عشق جیتتا ہوں کر نہ کہہ
 جسے کامل کیا ہے پیسہ اپنا
 معانی کہے بانگ اللہ اکبر
 منصور سا عاشق ہوا اگر سو تیرے ارفاش
 تیرے سونکے حسن کا دتا ہے سنا نقش
 تو نور تھے وہ معانی ظاہر ہے انوار سوا
 نا آدین ہن منے تیرا ہے رنگ پس
 گاہ ترا عیش کا ہر دم پیار کے نام پر
 اوں فضل میں ساریاں میں ان کا یہ بدل طالع
 دل دیتے ہیں سچ منج تو دلدار کپڑے ہو روش
 منج کوں چو نہ صر نماز یک قرار
 ناجانوں نے کیا ہوا اس کا گرم بازار
 نہ بت خانہ کا منج پر وہ مسجد کا خبر منج کوں
 جدہ تر توں ان میں جنت جدہ تر توں ان میں منج کوں
 کسے ناجانوں میں معلوم نہیں کی تجھ بھر منج کوں
 جسے عشق جیتتا کہے اوہ ہے خام
 غنی ہے دو جگہ میں نہیں دو محتاج
 وہ نہیں وہ

نبی صدقہ فتانہ جانے قطبِ محبت میں بقا پیا لہ پیا ہے
 عشق کی کتاباں کس پہ عشق ہو قطبِ شہ نبی صدقہ جاوید ہے
 نہ لکھ سکے گا کئے شرح منج کتباں کا ہمارا علم ہر سب عالم میں جیوں عجائز

ان متفرق اشعار کے علاوہ محمد قلی کی متعدد غزلیں بالجلد صوفیانہ مضامین پر مشتمل ہیں۔ مثال کے طور پر اس کی غزل نمبر ۲۴۸ (صفحہ ۲۳۷) ملاحظہ کیجا سکتی ہے جس کا مقطع ہے :-

عشق ہوں مل لیا غزل حضرت نبی صدقہ قطب صافی کے اوصاف میں کہ صوفی کی شرب منج
 محمد قلی کے کلام میں تصوف کی چاشنی پیدا ہونے کا ایک اور سبب خواجہ
 حافظ شیرازی کا مطالعہ اس کی شاعری کی تقلید اور اردو ترجمہ کی کوشش ہے۔
 محمد قلی کی شاعری پر سب سے زیادہ حافظ کا رنگ مسلط ہے۔ اس نے سیکڑوں
 غزلیں اسی رنگ میں لکھیں اور حافظ کی پچاسوں غزلوں کا اردو میں ترجمہ
 کیا۔ اور یہ ترجمہ نہایت کامیاب سمجھا جاسکتا ہے، جب یہ خیال میں نظر رہتا
 ہے کہ اُس زمانہ میں اردو کو اتنی وسعت اور پختگی حاصل نہیں ہوئی تھی جتنی
 اب ہے۔ لیکن یہ محمد قلی کی زبردست شاعرانہ قوت اور غیر معمولی موزونی طبع
 کی دلیل ہے کہ اس نے حافظ کے جملہ مشکل سے مشکل مضامین کو اردو میں

منقل کر لیا۔ وہ حافظ کا پہلا مترجم ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حافظ کے رنگ کو جس خوبی سے اس نے اپنے کلام میں نبھایا ہے شاید ہی اردو کے کسی اور شاعر کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہو۔ آخر میں مثال کے طور پر ہم حافظ کی چار غزلیں اور ان کے ترجمے ایک دوسرے کے مقابل پیش کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ محمد قلی نے کتنے قدیم زمانہ میں کیسے کامیاب ترجمے کئے تھے۔

حافظ

بغزم تو پہ سحر گفتم استخارہ کہم
بہار تو بہ شکن می رسد چہ چارہ کہم
سخن درست بگویم نئے تو انم دید
لہ میخو زند حریفان و سن نظارہ کہم
ز روی دوست مرا چوں گل مراد شکفت
حوالہ سر دشمن بنگ خارہ کہم
گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی میں
لہ سنا زبر فلک و حکم پرستارہ کہم

محمد قلی

منگیا جو توبہ کہتیں صبح استخارہ کروں
ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چاؤ کروں
درست بتا کتا ہوش جا سچے منجھتے دیکھیا
شراب پیوں حریفان میں نظارہ کروں
سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید بھول مرے
وندے کے سر کوں پتھر پڑ پچھاڑ پارہ کروں
شراب خانہ کا مکیں ہوں دیکھ متی میں
لہ لاڑا نبر پہ کروں حکم تلے تاؤ کروں

حافظ

مرا کہ نیت رہ و رسم لقمہ پر پیسری
چرا اندمت رند شراب خوارہ کنم
یہ تخت گل بتاشم تہی چو سطافی
ز سنبل و سنبل ساز طوق و یارہ کنم

محل قلی

جو منج میں نہیں ہیں پر ہنر گاری کے کاماں
شراب خور کوں امانت ہوئے کیوں شاہ کروں
پھولاں کے تخت پہ بیدا و میرے سلطان کوں
سنبل سمن کوں گلے ہائے کرنگارہ کروں

(۲)

گل بے رخ یار خوش نیا شد
بے یادہ بہار خوش نیا شد
طرف چمن و طواف بستاں
بے لالہ عذار خوش نیا شد
رقصیدن سر و و حالت گل
بے صوبت ہزار خوش نیا شد
بایار شکر لب گل اندام
بے بوس و کنار خوش نیا شد

پھل بن رخ یار خوش نہ دیسے
بن مد پھلی جھاڑ خوش نہ دیسے
گشت چمن و ہوائے کلیاں
بن پیالہ کنار خوش نہ دیسے
ناچے و ناسرواب سو حالت
بن ناد و سرار خوش نہ دیسے
مویار شکر لب و چنارنگ
بن چمن یار خوش نہ دیسے

حافظ

حمل قلی

(۳)

یوسف گم گشت باز آید کیناں غم مخور
کلبہ احزاں شود روزی گلستاں غم مخور
اے دل غم دیدہ حالت یہ شود دل بد کن
وہ سر شورید باز آید بسا ماں غم مخور
گر بہار غم باشد باز بر تخت چمن
چتر کل بر سر کشتی اے مرغ شب غم مخور
ہاں مٹو نمید چوں آفتاب از سر غیب
باشد اندر پردہ باز یہاں غم مخور
دربیا ہاں گرز شوق کعبہ خواہی از قدم
سرزنش با گر کند خار مغیلاں غم مخور
اے دل ازیل فنا بنیاد ہستی بر کند
چوں تر افوج است کشتی باز طوفان غم مخور
گر چہ منزلت نظر ناکست و مقصد ناپید

یوسف گم سو پھر آگا اب کیناں غم نہ کھا
گھر تر امید کا ہو گا گلستاں غم نہ کھا
اے بیانیہ دکھ دکھیا سو غیب ہو گا حال تجھ
من کا چنتا ہو گیا پھر آگا جاناں غم نہ کھا
جہم بہار عمر تج ہے پھر کہ آگا باغ میں
چتر پھل کا کھلک رنگیں مرغ شوخاں غم نہ کھا
ہاں تو نا امید نا ہو کو نہ جانے سر غیب
کیا اچھیکا پردہ او چھل کھل تیلیاں غم نہ کھا
او چھل میں شوق سوں اب کتبہ طر رکھ قدم
تج اگر بولیں چہیں کانٹے مغیلاں غم نہ کھا
اے بیباں جواں تھو نا در میں کھا تا ہو گیا
تو تجھے ہی فوج کشتی بان طوفان غم نہ کھا
باٹ تیرا دورا گر غم شقی پتھہ دکھلا گیا

حافظ	محمد قلی
ہیچ راہی نیست کان انیت پایاں غم مخور حال در فرقت جانان و ابرام رقیب جملہ می داند خدائے حال گرداں غم مخور حافظا در کج فقر و خلوت شبہائے تنہا نہا بود و روت دعا و درس قرآن غم مخور	نشاہِ رایاں توں ہر رایا میں زایا غم نہ کھا حال میرا دوری ناوان ہو رکوپ رقیب سب تو بوجھیا ہی خدائے شاہِ مرداں غم نہ کھا قطبِ شب اس کج فکر و خلوت دینی متے تا آچھے ورد دعا و درس قرآن غم نہ کھا

(۴) (دو لہنے)

حافظ	محمد قلی	محمد قلی
آنکس کہ بدست جام دارد سلطانی جسم مدام دارد آبی کہ خضر حیات از ویافت در میکدہ جو کہ جام دارد بر سینہ ریش در و منداں لعلت نمکی تمام دارد	جے کو کہ تیشلی جام لیتا سلطانی جسم مدام لیتا پانی کہ خضر حیات پایا مد لکھرتے.... جام لیتا موسینہ داغ در و دکھوں روپوں نمکی تمام لیتا	جے کو کہ بتا میں جام لیئے سلطانی جسم مدام کیئے پانی کہ خضر حیات پایا مد لکھرتے تک سو جا اپنیئے موسینہ داغ در و دکھوں تج مکھ نمکی تمام دیئے

حافظ	محمد قلی	محمد قلی
بیرون لب تو ساقیا نیست	باہر تو ادھر تھے ساقیا تا	یا ہر تو ادھر تھے ساقیا تا
دور دور کے کہ کام دارد	اس دور کئے کہ کام لیتا	اس دور منکر کو کام بھی ہے
نرگس ہمہ شیوہا نےستی	لوچن ترے شیوہا نےستی	لوچن ترے شیوہا نےستی
از چشم خوش تو دام دارد	او دشت چنچل تے دام لیتا	او دشت چنچل تے دام لی ہے
ذکر رخ و زلف تو دلم را	ذکر مکھ و زلف تجھ من دل	ذکر مکھ و زلف تجھ من دل
در ویت کہ بےج و شام دارد	پوچن سو بےج و شام لیتا	پوچن تھے بےج و شام جی ہے
در پناہ دقن چو حافظ ایجاں	او پناہ ٹھٹھی معافی کی جان	او پناہ ٹھٹھی معافی کی جان
حسن تو دود و صد سلام وارد	تو حسن دود و غلام لیتا	تو حسن دود و غلام کی ہے

(۷) کمالِ سخن اور شاعرانہ تعلیٰ

موزونی طبع، قوت مشاہدہ، بلندی تخیل اور مسلسل مشق وہ خوبیاں ہیں جو کسی شاعر کو عروجِ کمال تک پہنچانے کی ضامن ہوتی ہیں۔ اور خوش قسمتی سے محمد قلی میں یہ سب اور ان سے زیادہ خوبیاں جمع ہو گئی تھیں۔ اس کا دربار بڑے بڑے شاعروں سے معمور تھا۔ اس میں مشاہدہ اور تخیل کی کشتی تھی اور ان سب سے بڑا کبر عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی شاعری کے پران چڑھنے میں مدد دی ہے و معشوق کے ساتھ نعمہ بھی ضروری ہے اور اسی نعمہ کی خاطر اس نے بہت سی نظمیں اور غزلیں لکھ ڈالیں۔ اس کے اشعار میں اس امر کے صاف صاف اشارے موجود ہیں کہ اس کا کلام اس کے دربار اور حرم سراؤں میں شوق سے گایا جاتا تھا۔ اور اس کے درباری شاعروں اور غنائی ذوق امیروں کے علاوہ رفاہان بزم اور مہ جبینان حرم بھی اس کو خوش کرنے اور اس کے فیضان سے لطف اندوز ہونے کی خاطر اس کا کلام مست بہت

لکھ لیتے اور گاتے رہتے تھے۔ شاعر اسی کے کلام کا دم بھرتے اور اس کی تقلید میں یا اسی کی زمینوں میں غزلیں لکھنے کی کوشش کرتے۔ یہ سب امور خود اس کے اشعار سے ظاہر ہوتے ہیں جو آئندہ صفحہ پر پیش کئے جا رہے ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر ضروری تھا کہ وہ روز کچھ نہ کچھ کہتا۔ ضرورت ہمیشہ ایجاد کا باعث رہی ہے۔ اور محمد قلی نے اپنے ماحول کو اپنے کلام کا اثنا حاجت مند بنا دیا تھا کہ اس کو ہر روز شعر و سخن سے دلچسپی لینا پڑتا۔ وہ ایک شعر میں کہتا ہے کہ

قطب شہ ہر روز اسی طرح بے تکلف شعر کہتا ہے جس طرح دریا میں وز
موجیں اٹھتی ہیں لیکن نہ تو دریا کی روانی میں فرق آتا ہے اور نہ موجوں کا
طوفان کم ہوتا ہے۔ اس کا شعر ہے

صدقے نبی قطب شہ یوں شعر بولے ہر روز

دریا کو روز جوں ہے موجاب کا طلوع

اس روزانہ کی مسلسل مشق نے اگر محمد قلی کو ایک بلند پایہ شاعر بنا دیا تو کون تعجب کی بات ہے۔ یہ تو اردو زبان کی خوش قسمتی تھی کہ محمد قلی جیسا بادشاہ اسکی سرپرستی میں رات اور دن منہمک ہو گیا۔

اس کے کلام میں شیرینی اور سادگی پیدا ہو جانے کا سبب پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ یہی شیرینی اور سادگی اس کی مقبولیت عامہ کا بہت بڑا باعث تھی۔ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ محض بادشاہ ہونے کی وجہ سے اس کے زمانہ کے لوگوں نے اس کے کلام کی غیر معمولی قدر و منزلت کی۔ اسلوب کی فطری شیرینی کے علاوہ ایک اور سبب اس کی شاعری کی مقبولیت کا خود محمد قلی کی نظر میں موجود تھا اور وہ مذہبی موضوعوں پر شعر لکھنا ہے۔ [عشق عاشقی کے بعض تنہایت عریاں مضامین کے ساتھ صوفیانہ مسائل کی ترجمانی اور خاس کرینی و آل نبی کی مدحت و منقبت میں محمد قلی نے جو کمال حاصل کیا ہے وہ اردو شاعروں میں کسی کے لئے مخصوص ہے۔] ہجرت ہوتی ہے کہ وہ کس طرح ہر رنگ میں اعلیٰ درجہ کی شاعری کر سکتا تھا۔ اس کی معاملہ بندی دیکھنے کے بعد یہ خیال تک نہیں پیدا ہوتا کہ ایسا زہد مشرب اور بے باک آزاد و شاعر بیسوں پاک مذہبی نظمیں بھی لکھ سکے گا اور بزرگوں کی مدح سرائی کے وقت اتنا عطا ط اور جوش عقیدت سے لیریز ہو جائے گا۔ اس خوبی کی وجہ سے بھی اس کی شاعری کو غیر معمولی مقبولیت اور وسعت حاصل ہو گئی اور خود اس کو بھی اس اہمیت کا احساس ہے۔

سدا تو مدح نبی و علی کی کہتا ہے قلب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست

شعر تیرا معانی صد قے نبی لکھ لیتے ہاتے ہاتے گاتے ملاتے
 صد نبی قطبِ عالم عیسیٰ بن مریم بولنے پچن چونکہ ہر تھے جیون کے بدل عالم اُپر چھاپوین بعت
 نبی صد قے کہا ہے قطبِ مبعوث کا غزل وشن
 کہ اکی تاز کی پور روشنی تھے ہے جہاں وشن
 شاعران پڑتے معانی شعر لیکر شعر حضرت مہاج پر پڑتا ہوں
 چھ صد قے قطب کی غزل سوری کی پوری سن
 سکیاں ستیاں ہویاں یو جو شعر ابابلی غیور کے
 سہی اکاں قطب نہ کہ تم بہتا تھے نبی دولت شعر میرا شکر نہیں چکاتی ہے
 محمد قلی سہی اکثر با کمالوں کی طر اپنے کمال کی قدر و منزلت چاہتا ہے
 لیکن وہ خود بادشاہ تھا اور دوسرے با کمالوں کی قدر و منزلت کرتا تھا اسلئے وہ
 اپنی قدر و منزلت میں زرو جو اہر کی جگہ سچی تعریف و تنقید مانگتا ہے۔ وہ اپنی
 کلام کے سچے خریداروں کا خواہشمند ہے اور کہتا ہے کہ دو گھرے موتیوں سے
 میرا ایک دروانہ زیادہ قیمتی ہے۔ اس کی قدر و قیمت معمولی شاعر اور سخن فہم
 نہیں کر سکتے۔ اگرچہ وہ ایک بڑا بادشاہ تھا لیکن شاعر بھی بہت بڑا تھا اس لئے
 بادشاہت اس کو شاعرانہ خود تعلی سے محروم نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے اپنی

نراکت بیانی، جدت آفرینی، جودت طبع اور استادى وصاحب کمالى کا اکثر شعروں میں دعوىٰ کیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا دعوىٰ بہت کچھ

حق بجانب بھی تھا۔ اس قبیل کے چند شعریہ ہیں۔

رزن قطبا کے بن مول نہیں کس شہر میں مول اس لیکر آؤں جو بکھرا ہوئے اس کا شہر حید میں

معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں نکو لیا ڈو گھڑوں مٹی، مویک دراندہ ہے یا عیث

شعر تیرا دو گوہر ہے معانی سب میں شعر حافظ کے سزا پر اچھے لاج پڑی

نبی صدقہ قطب کو ندیا بچن اچھے ثریا سے فلک پر یوغزل سن سن کچھ ہو و مشتری بیہوش

باتاں کی یہ نراکت بن شاعران جو ہیں دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

قطب شہ نبی صدقہ آپنی کیا ہے نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع

نبی صدقہ قطب کے شعر کی بجاں میں سب باڑی

اگرچہ شاعران باندے ہیں شعراں لے بھڑاں میں

کرتے ہیں دعویٰ شعر کے سب اپنی طبع سوں بخشیا فصیح شعر معانی کے تیں حسدا

یہ واقعہ ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے اردو شاعری کو بالکل نئی طرح سے

مرصع کر دیا ہے اس سے قبل زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی جاتی تھیں۔ اس لئے ہر قسم کے

موضوعوں پر پوری قدرت کے ساتھ طبع آزمائی کی اور اردو شاعروں کے لئے

نئے نئے میدان عمل پیدا کر گیا۔ ابھی ایک شعر میں اس نے اپنے اشعار کو حافظ کے اشعار پر ترجیح دی ہے لیکن وہ اس پر قانع نہیں ہے۔ وہ آگے بڑھ کر عام دعویٰ استاد کی کرتا ہے اور خود کو نہ صرف اپنے زمانہ کے شاعروں کا استاد بلکہ خاقانی و نظامی کا بھی استاد سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے :-

قطبِ زمانِ شاعر کا شعر میں شاگرد ہے صد قے نبی باندیا کمر جیوں شکریاں میں لشکری
خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد ^{میں طرح}

شہنائے کی کہانیاں سر تھے سناتی منجھکوں
ایک قصیدے میں اس نے خود کو اپنے زمانہ کا اتوری قرار دیا ہے اور مختلف جگہوں پر اپنے زمانہ کا شاعر یعنی شاعرِ دوراں لکھا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا سچا شاعر تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے ہمد کی جتنی صحیح اور کامل ترجمانی کی ہے اس دور کے کسی شاعر نے نہیں کی۔

اے شاگرد کے لفظی معنی شاہ کے گرد رہنے والے۔ اس لفظ سے استاد کا مفہوم لیا جاتا تھا۔

(۸)

عیش و عشرت کی فراوانی

سلاطین قطب شاہیہ میں محمد قلی قطب شاہ ہی ایک ایسا بادشاہ ہے جس کا زمانہ زیادہ سے زیادہ امن و امان اور راحت و آرام سے گزرا۔ اور جس نے اپنی تمام زندگی عیش و عشرت اور بہجت و کامرانی میں گزاری۔ مغل مورخوں نے قطب شاہیوں کے آخری یادگار ابوالحسن تانا شاہ کو یاد کرنے اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی فتوحات کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے تانا شاہ کو بڑا عیاش اور رند بدست شہور کر رکھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سلطان محمد قلی کو عیاشی کے جو موقعے حاصل ہوئے تانا شاہ کو ان کا عشر و عشر بھی نصیب نہ ہو سکتا تھا۔

محمد قلی نے بچپن سے محل کے ناز و نعم میں پرورش پائی اور اگر وہ بھاگتی والا قصہ صحیح ہے (جس کی رو سے بھاگ متی کی خاطر اس نے زبردست طغیانی

کے باوجود وہ موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا اور بعد کو اس جرات کی پاداش میں محلِ سرا میں نظر بند کر دیا گیا اور وہاں ملک ملک کی حسین و شیزاؤں کو اس کے ساتھ چھوڑ دیا گیا تاکہ اس کا دل بہلائیں اور رقصہ چھلیم کا خیال اس کے دل سے دور کر دیں تو ظاہر ہے کہ عنفوانِ شباب کے ساتھ ہی وہ مہم جہینوں کے ماحول میں رہنے لگا جن میں سے ہر ایک اس پر جان و دل فدا کرنے تیار تھی۔ اس حسین و رنگین ماحول کے ثبوت خود محمد قلی کے کلام سے بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ ہر تقہریب میں اس کے اطراف خوبرویوں کا جھگڑا رہتا اور مضامین اور محرم کے مہم جہینوں کے سوا اس کی زندگی کے بہت کم لمحے ایسے ہوں گے جب شاید و شراب و نعمت اس سے دور رہتے ہوں۔ اتنا ضرور ہے کہ رمضان اور محرم میں وہ شراب قطعاً ترک کر دیتا تھا اور عیش و عشرت چھوڑ کر ایسا زاہد متواضع اور منتہی پر ہیز کار بن جاتا تھا کہ اس کے زہد شاید باز ہونے پر شاید شبہ ہونے لگتا۔ یہ اس کی طبیعت کا استقلال اور تربیت کی خوبی تھی۔

بھاگ منی کے متعلق تفصیل سے آئندہ لکھا جائے گا لیکن اس کے علاوہ سلطان محمد قلی کی بیسیوں اور معشوقانہ تھیں جن میں سے حسب ذیل کے نام یاد عرف اس کے کلیات میں بار بار دستیاب ہوتے ہیں :-

(۱) نخعی (۲) ساونلی (۳) کونلی (۴) پیاری (۵) گوری (۶) جیبیلی
 (۷) لالا (۸) لالین (۹) موہن (۱۰) محبوب (۱۱) بلقیس زمانی (۱۲) حاتم
 (۱۳) ہندی چھوری (۱۴) پدنتی (۱۵) سندر (۱۶) سجن (۱۷) رنگیلی (۱۸) مشری
 (۱۹) حیدر محل۔

ان بیویوں میں جہینوں میں بارہ ایسی ہیں جو خاص طور پر اس کی منظور نظر
 تھیں۔ کیونکہ احمد قلی بارہ اماموں کی رعایت سے ہر چیز میں بارہ کے عدد کا
 لحاظ رکھتا تھا چنانچہ جب اس نے حیدر آباد کے جانب جنوب کی خوش منظر
 پہاڑی پر (جہاں اب قصر فلک منو واقع ہے) ایک عالی شان قصر محل کوہ طور
 کی تعمیر کی تو اس میں انہی دوازدہ ائمہ معصومین کی رعایت سے بارہ برج بنائے
 تھے چنانچہ اس محل سے متعلق اس نے ایک نظم بھی لکھی ہے جس میں ان برجوں کا
 ذکر اس طرح کرتا ہے :-

”چونکہ ان بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی لئے

ان پر ایمان کی تہل جھلکتی رہتی ہے“

اس کا شعر ہے :-

بارہ بروج پر ہے بارہ امام شہیدیؑ تو اس پر جھلکتا ایمان کا آجلاؑ

بارہ پیاریوں کی تخصیص کے متعلق بھی اس کے کلام سے مستند شہادت ملتی ہے۔

شہر حیدرآباد کی تعمیر کے وقت محمد قلی نے کئی عالیشان قصر تعمیر کئے تھے اور خاص کر اپنے لئے ایک رفیع الشان محل بنوایا تھا جس کا نام خدا داد محل رکھا تھا۔ اس محل کی آرائش و زیبائش کے متعلق اس کی ایک نظم اسکے کلیات میں موجود ہے (دیکھو صفحہ ۲۱۱) اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس محل میں آکر رہا تو اپنے ساتھ صرف ان بارہ پیاریوں کو لے آیا تھا جو اس وقت اس کی منظور نظر تھیں۔ اس نظم کا ایک شعر ہے۔

معاذی اللہ! بارہ اماں کرم تھے کرویش جم بارہ پیاریوں سو بار

اسی طرح عید میلاد النبی کی ایک نظم (دیکھو صفحہ ۳۹) میں بھی اس نے ان بارہ مجبینوں کا پھر بارہ اماں ہی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

مبارک منج اچھو یو عیت موزو لو پدیمبر
 طے ہیں قطبوں بارہ اماں ہوزگار خوش

ان بارہ پیاریوں میں سے چند کی خصوصیتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

پہلے تنہی قابل ذکر ہے۔ اس کی تعریف میں محمد قلی نے کسی نظمیں لکھی ہیں اور اکثر نظمیں اور غزلوں میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:

نہی کی جیسی حسین نو آسمانوں میں بھی نہیں۔ سرو اس کے قد کے مقابل
 کبھی نہیں آسکتا۔ اس نے بدن پھول کے رنگ کی ساڑی باندھی جو جس کے
 کنارے عجیب و غریب موتی ٹپکے ہوئے ہیں۔ اس کی یاد کی سستی قلبیہ
 کو چڑھی ہوئی ہے اور وہ اس کو رکھانے کی خاطر دوتا رہے پر عجیب تان
 بجاتا ہے۔

ایک دوسری نظم میں کہتا ہے :-

اے سکھو! میں نہی کے پریم میں موتی بکھیرا ہوں تم سمیٹ کر ان کو
 خوشی سے گوندھو۔ نہی میرے ساتھ عشق کا دوا کیسلی ہے اور اپنے
 چاند سے چہرے پر نئی بہار دکھاتی ہے۔ اے نہی میں تیرے جسم کی خوشبو
 کا ذکر کروں یا تیرے راز کی کہانی بیان کروں۔ کیونکہ تیری خوشبو کی
 ہر کاٹ عاشق کی روح کو جھکا دیتی ہے خوشبو تیرے جسم سے اسی طرح ہکتی
 ہے جیسے سانس کی بارش سے ہکتی ہو تیری آنکھوں کی چمک میں کابل
 بہت سہانا نظر آتا ہے اور یہ تو اس لئے لگاتی ہے کہ رقیبوں کے منتر
 تجھ پر کام نہ کریں۔

ایک نظم میں نہی کے ہنستے کھیلنے اور ڈلنے ہوئے پیالہ پلانے کا ذکر کیا ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ وہ بڑی ہنس مکھ ظریف اور حاضر جواب تھی۔ وہ شراب کی صراحی ہاتھ میں لینے یا قطب شاہ کو پیالہ بھر بھر کر دینے کو پسند نہیں کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ قطب شاہ زیادہ شراب نہ پینے اس لئے طرح طرح سے مالتی رہتی تھی۔ اس کا ذکر سالگرہ کی ایک نظم میں بھی کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۵۸) یہ تو بند کے اوصاف تھے ابتدا میں تھی کی کیا حالت تھی اور بادشاہ نے اس کو ننھی کا لقب کیوں دیا تھا۔ اس کا علم ان دو نظموں سے ہوتا ہے جو صفحات ۲۲۸ تا ۲۳۱ میں درج ہیں جنہیں وہ کہتا ہے کہ :-

اے نازک ننھی تو ابھی عجبیت سے ناواقف ہے۔ تیری آنکھیں کا جل کی وجہ سے چمکتی ہیں لیکن تو نہیں جانتی کہ یہ کیا جادو جگا رہی ہیں۔ تیرے دل عشق و عاشقی کی طرف بھی مائل نہیں، نہ توشیش و پیالہ میں شراب بھرتی ہے اور نہ میری عرض مانتی ہے۔ لیکن مجھے تجھ سے آس ہے۔ اگرچہ تو دل لگانے کے طریقوں سے ناواقف ہے لیکن میرا معشوق تو ہے۔ تجھے اپنے بچپن کے کھیلوں کا مول نہیں معلوم نہ یہ جانتی ہے کہ تیرے ہونٹوں میں آپ حیات ہے۔ اس لئے تو منہ سے صاف صاف بات نہیں کرتی سچ تو یہ ہے کہ تجھے ابھی اپنی قیمت معلوم نہیں۔ تجھے چاہئے کہ قطب زماں کو

جانے محبت کی باتوں کو پہچانے اور عشق کی سیوا کرے تو کب تک
اسی طرح اپنے کو کھینچتی رہے گی۔

ایک اور نظم میں محمد قلی نے ننھی کے متعلق لکھا ہے کہ :-

جب چین میں ننھی مخو خرام ہوتی ہے تو شرم کے مارے آئینہ ڈال لیتی
ہے معلوم نہیں کہ اس ننھی ڈالی پر ابھی سے شباب کے پھل کیوں لگ
گئے! جب وہ غصہ یا ناز سے خط سرمہ کے اشارہ سے بات کرتی ہے اور
اس کے ہونٹ عرق آلود ہو جاتے ہیں تو دل چاہتا ہے کہ اس کو گن بکھو
میری محبت کے نو نہالوں میں سے ایک کو اپنے پھل رتن لگے ہیں۔ اے
خدا وہ میرے باغ کا ایک سرو ہے اس کی حفاظت کر۔ اس کی ہشتی خوشبو
سے جگ کے تمام پھول کھلتے ہیں۔ اس کی خوشبو خطا اور متن بھی نہیں
پا سکتے اے ننھی تیرے چہرے سے سب خوب رویوں کو روشنی ملی۔ تیرے چہرے
کو زیور و جواہر کی کیا ضرورت! جب تو چاندنی میں نکلتی ہے تو چاند چھپ
جاتا ہے اور تارے آسمان پر سے تجھ پر شمار ہونے کے لئے آتے ہیں۔
میں نہیں جانتا کہ تو کیسے نور سے پیدا ہوئی ہے۔ سب پرند تیری چکاچوند
روشنی کے لئے اپنا اپنا وطن چھوڑ آئے ہیں۔ تو غصہ سے کیوں بیٹھ

بھوں کی کان پڑھا کر دیکھتی ہے۔ تجھے تو چاہئے کہ نازہ غمزے کے ساتھ مجھے
اپنے ہونٹوں کا بوسہ دے۔

کلیات میں نتھی کے بعد سانولی کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ اس کے متعلق حریفی نے
لکھا ہے کہ :-

میری سانولی من کی پیاری نظر آتی ہے کیونکہ وہ رنگ روپ میں بالکل
کوئی عورت ہے۔ سب ہیلیوں میں اس کا قد ایسا بالا ہے کہ معلوم ہوتا ہے سر کو
اُس پر سے شمار کر دیا گیا ہے۔ جب وہ مکھیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلتی
ہے تو اس کے چہرہ کی روشنی میں چاند ذلیل و خوار نظر آتا ہے۔ کوئل اسکے
بولوں کے مقابلے میں باری ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کی اچھی چال رے کے
دل کو بھاتی ہے اور وہ اپنی ساتھیوں میں ایک نادر پھول نظر آتی ہے۔
اگرچہ مکھیوں نے اپنے چہرہ کو طرح طرح سے غارہ لگایا اور اپنے جسم کو رنگین
بنایا لیکن اس کے قدرتی رنگ کی بات کسی عورت میں نہیں آتی۔
دوسری نظم میں لکھا ہے :-

سانولی پیاری نے اپنے سبز رنگ میں نزاکت دکھا کر ہمارے دل کو موہ لیا۔

اس کے ہونٹوں پر پان کی رنگیلی دھڑی ایسی سہانی معلوم ہوتی ہے کہ
دنیا کی تمام رنگیلیاں اس پر ریچھ جاتی ہیں۔ جب وہ ہنستی ہے تو اس کے
کنول جیسے منہ سے موتی جھڑتے ہیں اور ان موتیوں سے عالم چمکنے لگتا ہے۔
تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :-

جب سے اے سانولی تجھ پر نظر ہے ہوش و حواس گم ہیں اور بخیر
ہو گیا ہوں۔ جب تو اپنی شوخ آنکھوں سے ناز و غمزہ کرتی ہے تو میرا
رواں رواں اس سے منتشر ہو جاتا ہے۔ جب تو ناز سے ہنستی ہے تو تیرے
دانٹوں کی چمک چاند کی طرح جھلکتی ہے۔ تیرا سرو جیسا قد جب تو خرام تو
ہے تو تیرے بالوں کا لمبا جوڑا چنور کا کام کرنے لگتا ہے۔ جب تو لباس
پہن کر صحن میں نکل آتی ہے تو تیرے چکدار کپڑوں سے آسمان روشن
ہو جاتا ہے۔ جب تو موتی کے رنگ کی نیم تنی پہنتی ہے تو مجھے ایک ہنسی ہو
نظر آتی ہے۔ قطب شہ تیری نزاکت سے ناواقف نہیں۔

سانولی کے بعد محمد قلی کوتلی کی تعریف میں رطب اللساں کا یہ لکھنا ہے۔
کوتلی اپنے ہاتھ میں پیالہ لے کر کھڑی ہے اور اتنی دلی بستی ہے کہ

ہوا سے بل رہی ہے۔ وہ بالوں میں پھول جھاتی ہے اور چوٹی میں دونوں
 بالاباندھتی ہے اپنے کونٹائے ہوئے چہرہ پر وہ اپنی یہودوں کو اس طرح
 چڑھاتی ہے کہ نورانی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اگرچہ بظاہر شرم وازت سے
 کھینچتی کھچاتی کھڑی ہے لیکن آغیل کے اندر سے اپنی آنکھوں کی چنچیل تپیلوں
 کو بچا رہی ہے۔ اس کے جسم کے رنگ سے نورتن کو روشنی ملی ہے۔ اور
 اس کے گلے میں چاند سویت کے تامل بنا کر ڈالے گئے ہیں۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :

اے کونلی تیرا قد دیکھ کر چین کے سر و اشارے کرنے لگتے ہیں تیسرا
 قد باغ فردوس کے لئے بھی باعثِ رغبت ہے۔ میں نے اپنی پلکوں کو
 نکلے بنا کر رکھا ہے تاکہ اے ہندی تیری تو میری آنکھ میں آکر آرام کرے
 تیرے دونوں ہونٹ ایسے رنگیلے ہیں کہ یا قوت نے ان سے رنگ مانگا
 اور عقیقوں نے مین میں ان سے بھیک لی۔ تیری باریک کمر کے عشق میں
 میں بال کی طریت باریک ہو گیا ہوں۔ یہ اتنی باریک ہے کہ پیرہن کا کوئی تان
 اتنا باریک نہ ہوگا۔ دکھن کی اس کونلی سکھی کو دیکھ کر میری ختنی کالی اور گوی
 سہیلیاں تھیں میں ان سب کو بھول گیا۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :-

اے اچھی پیاری جب تو نظر بازی کرنے کے لئے آنکھ سے آنکھ ملا کر کھڑی
 ہوتی ہے تو میرے لئے نظر ٹکانا دشوار ہو جاتا ہے۔ تو کندنی رنگ کی ایک
 پتلی ہے۔ جس کا روپ کونلا ہے۔ تیری گلابی آنکھوں میں سمندر موجیں مارتا
 رہتا ہے۔ اور تیرے سورج سے گالوں میں دانت نورتن کی طرح جڑے
 ہوئے ہیں تو بالے بال رنگازنگ اور چنچل ہے۔ خوب رویوں پر راج کرنا
 تجھے سجتا ہے اے گلابی آنکھ والی سہیلی تو میرے دل کی پیاری ہے۔
 ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ :-

یہ شگفتہ چنچل پھر میرے یہاں سبز آنچل اوڑھے اور پھولوں کی
 کلفنی لگائی ہوئی آئی۔ اس کی اٹھڑ چال سے شراب کا خمرا اور آنکھوں
 میں رنگ کے ڈورے نظر آ رہے ہیں۔ اس حسین کی محبت اور اس کے
 پاؤں کی جھنکار دل کے لئے امید تن کے لئے عیش اور کان کے لئے
 ذوق کا باعث ہے۔ وہ گالی دیتی ہے اور دکھ سے کاری ہو کر گھات
 کرتی اور لاکھ خوشامد اور لوح سے دروازے میں میرے آڑے آتی ہے۔
 یہ سب میں ہوشیار غورت ہے کیونکہ بھید کو جانتی عشق کو پہچانتی اور

اپنے گھر میں تخت پر بیٹھتی ہے۔

پیاری بھی محمد قلی کی نہایت چھیتی تھی لیکن وہ اپنے حسن و نزاکت پر اتنی مغرور تھی کہ ہمیشہ محمد قلی کو ترساتی اور ستاتی رہتی تھی اور وہ ہمیشہ اس کو منانے کی فکر میں رہتا چنانچہ کہتا ہے کہ :-

اے سیکو تم آج جا کر پیاری کو سمجھا منا کر لے آؤ کیونکہ تمام غشوہ طرازوں کا تاج اُسی کے سر پہنا ہے۔ اس سے کہو کہ قطب شد نے اپنے مکان کو بہت ہی زیبائش و آرائش سے سنوارا ہے لیکن تیرے بغیر گزرا نہا مشکل ہے اگر تجھے عشق سستا ہے تو آ اور دیوانہ بنالے کیونکہ یہاں تیرا ہی راج ہے تیرا لباس حسن ایسا عجیب ہے کہ اس کے ماتھے پر غشوے تجھے زیب دیتے ہیں۔ تو اپنے روپ کی وجہ سے شاہِ خواباں ہے اس لئے سب تجھے خراجِ عشق ادا کرتے ہیں۔ جس وقت میں تیرے چہرہ کا نور دیکھتا ہوں تو وہ ایک لمحہ میرے لئے سو برس کی عمر کے برابر ہے۔

”سری نظم میں کہتا ہے :-

اے پیاری تو تجھ سے غرور نہ کر جب یہ جوانی چلی جائے گی تو خمیدہ

ہو جائے گی۔ یقین جان کہ یہ بات دنیا میں مشہور ہے کہ ٹوٹے ہوئے موتی
کا مول کم ہو جاتا ہے۔ جوانی اور جوین اسی لئے ہے کہ اپنے سائیں کیلئے
باعث عیش ہو۔ تو اپنے دل میں سائیں کی محبت قائم رکھ کیونکہ تیری ہی
وجہ سے اس کا عیش ہے۔ جب تو عشوہ و ناز کے ساتھ شگھار کر کے آتی ہے
تو تیرے چہرے پر پسینہ کی بوندیں اسی طرح بھلی معلوم ہوتی ہیں جس طرح
پھول پر شبنم۔ تو اپنی شرابِ جن سے سکیوں کو فیض یاب کرتی ہے اور تمام
خبر و یوں میں اپنا علم سرفرازی بلند رکھتی ہے۔

دوسری نظم میں یوں لکھا ہے :-

اے پیاری تیرے پچھڑنے کی وجہ سے مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی
تجھے قدرت نے ایسا اچھا گھڑا ہے کہ تیرے بغیر مجھے ایک گھڑی بھی محبت
نہیں بھاتی۔ جو دل سے تیرا عشق ہے اس کو رات اور دن کچھ بھی سجا
نہیں دیتا تیری یاد کچھ اس طرح لگی ہوئی ہے کہ پھر کچھ بھی یاد نہیں آتا۔
تیرے بیمارِ محبت کا علاج اتمان بھی نہیں کر سکتا۔ جب تک تو اپنے ہونٹوں کا
شربت نہ چکائے گی تیرے عاشق کو کیونکر صحت ہوگی؟ یہ سچ ہے کہ تیرے
ساتھ ایک رات رہنا میرے لئے سورتوں کے برابر ہے۔ تو ہی کہہ جب تو

مجھے اپنے سیج پر نہ بلائے تو میں پھر کس کے سیج پر رہوں۔ تیری اس وقت کی آگ میں میرا دل موم کی بنی کی طرح پگھل رہا ہے۔ لیکن تو مصری کی طرح سخت اور کھٹ بن اور خود کو ذرا بھی نہیں گھملاتی۔

تیری رفتار تیری گفتار تیرے میوز طرح طرح کے ہیں۔ تو جو کچھ برا بھلا کہنا چاہتی ہے کہہ لے لیکن مجھے ناامید نہ کر۔ تجھ کو خدا نے اتنی قدرت دی ہے کہ تو قطب شاہ کو سمجھا لے سکتی ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے :-

میں پیاری تیرا بول مجھے مارے ڈالتا ہے۔ تیری ہر بات مجھے کٹا
نظر آتی ہے۔ تیری چوٹی ناگ کی طرح ہے جس کا زہر کڑوا ہوتا ہے۔ تو
کھیلے وقت اپنی اس ناگ جیسی چوٹی کی وجہ سے سچ سچ سنبھرا معلوم ہوتی
ہے۔ میں بھنورے کی طرح تیرے اطراف پھیر پھیر کر تیری خوشبو لیتا ہوں کہ
اس خوشبو میں زگس کی طرح نما نہیں ہے۔ تیرے جسم سے صندل اور
مشک کی خوشبو نکلتی رہتی ہے۔ تو کانچ کی چوڑیاں پہنی ہوئی ہے اور ہاتھ
میں اچھری باندھی ہے۔ ٹھیکری اور کانچ میں وہ ہندوی گنوار کیا فرق
کر سکتی ہے (پھر بڑا کر لکھتا ہے) تیرے بول میں نمک اور تیرے ہونٹوں میں

دس نہیں ہے۔ تیری چولی کسی ہوئی نہیں ہے اور تیری چوٹی اندھیرا ہے۔

مجر قلی کی بارہ پیاریوں میں ایک گوری بھی ہے۔ اس کی نسبت ایک نظم میں لکھا ہے :-

گوری کا چہرہ جن کی وجہ سے اس قدر سہانا معلوم ہوتا ہے کہ اس
چاند سے چہرہ سے شرمنا کر خود چاند نقاب پوش ہو جاتا ہے۔ وہ سر و جیسا
قد نہیں بلکہ ایک کنڈنی درخت ہے جس سے سورج جیسی روشنی نکلتی
ہے۔ اے گوری تو رنگ اور رس کے باغ کی کلی ہے اس لئے تیرے
چہرہ سے زندگانی کا پانی ٹپکتا ہے۔ تیرے رسیلے ہونٹوں میں شراب
بھری ہے۔ یہ عاشقوں کے دل کو جلا کر کیاب بنا دیتے ہیں۔
ان کو میں زلفیں کہوں یا تازہ سنبل جو تیرے پھول جیسے چہرہ پر
اس طرح بکھرتی ہیں جیسے چاند پر ابر۔

تیری سنسان چال سے ہاتھی شرماتے ہیں کیونکہ ان میں یہ ناز اور شوخی
نہیں۔ اے قلب نبی کے مددے میں تجھے گوری ملی ہے تو اس کے گلے میں
باہیں ڈال اور اس کے ساتھ شراب پی۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :-

گوری عشق کی ایک نگیلی پستلی ہے جو تمام غوبرویوں میں چھبیلی نظر آتی
 ہے۔ تجھے پاشیوں کے پہروں کی نرم آرائیاں زیب دیتی ہیں۔ کیونکہ تو چاند
 جیسی سموت لکھنے والیوں میں سب سے زیادہ ریلی ہے سولہ ستر کا صرف
 تیرے جسم کی سچ و میج کو دیکھ کر بنائے گئے ہیں کیونکہ تمام مرجینوں میں تو ہی
 سب سے زیادہ حسین ہے۔ تیرے سر پر نور کا جلوہ برستا ہے۔ تیری جیسی سند
 پہلی اور کوئی نظر نہیں آتی۔ نبی کے صفتے میں تو اب شاہ سے ایسی پیاری
 خن کا پراواپن آتی۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :-

اے عشق کی بچی تو میرے دل میں گھائی ہوئی ہے۔ اور عشق کی وجہ سے
 تجھے تو پر لاک گئے ہیں۔ اس تپلی کو عشق و محبت پر ناز کرنا زیب دیتا ہے۔
 وہ عشق بازی کے لئے کمر باندھ کر تیار اور جو بن کے پیالے اپنے ہاتھ میں
 لے کر کڑی ہوئی ہے۔ اے پریم کی دہلیو تیا کو کہ پریم کے باغ میں یہ
 پیار ہی جتنی ہے کہ نہیں اے گوری تیرے جسم پر متا قدم پھول ہی پھول
 ہیں۔ تو اپنی پرستش اس لئے کے لئے گھڑی ہے۔ تو جسے عشق کی سمیتوں میں

پیالہ پلا۔ مجھ پر تیرے عشق کی بھٹی کی مستی چڑھی ہوئی ہے۔ نبی کے صدقے میں
مجھے ایسی گوری ملی ہے کہ سورج اور شتری جس کے عکس ہیں۔

اسی طرح بارہ پیاریوں میں سے ہر ایک پر کئی کئی نظمیں لکھی ہیں جو کلیات
کے صفحات ۲۲۴ تا ۲۶۴ پر درج ہیں اور ان خاص پیاریوں کے علاوہ اور
دوسری پیاریوں پر بھی اس کی نظمیں موجود ہیں جو کلیات کے صفحات
۲۶۵ تا ۲۸۱ پر شائع ہوئی ہیں۔

ان سب پیاریوں کی نظموں کے خاکے یا خلاصے پیش کرنا موجب طوالت
ہے اس لئے ہم یہاں اس کی صرف خاص خاص پیاریوں کے سراپا اسی کی
نظموں سے اخذ کر کے نہایت مجمل الفاظ میں پیش کر دیتے ہیں :-

۱۔ ننھی | بالاقدم چاند سا روشن چہرہ چکدار آنکھیں جسم میں ایک
خاص خوشبو۔ ابتدا میں نہایت شرمیلی اور سیدھی سادھی لڑکی

تھی جو بہت جلد عنوان شباب کو پہنچ گئی۔ ملنے اور بات کرنے سے ہنسنے لگی تھی
شراب سے نفرت کرتی تھی اور شراب کی صراحی اور پیالہ ہاتھ میں لینے اور پینے
پلانے سے ہمیشہ بچتی تھی۔ آنکھوں میں کاجل لگاتی اور خط سر پہنچتی تھی۔

مدن پھول کے رنگ کی ساری باندھتی جس کے کنارے عجیب و غریب مرقی

ٹنگے جوتے۔ وہ بند کو بڑی ہنس مکھ ظریف اور حاضر جواب ہو گئی تھی۔

۲۔ ساڈلی | بلنہ بالاق۔ دلفریب ساؤنڈا سونارنگ جس کی وجہ سے وہ
بہت نازک اور کونلی معلوم ہوتی تھی۔ خوش آواز۔ خوش
خرام۔ موتی کی طرح دانت۔ شوخ آنکھیں۔ زرق برق لباس پہننے والی۔ موتی
کے رنگ کی نیم تنی زیب بر کرتی۔

۳۔ کونلی | ایسی ڈبلی پتلی کہ ہوا سے بٹنے والی۔ جسم کو شرم و ناز سے اتنا
چراغے لگتی کہ کر کے جوتے نہ ہوئے کا شبہ ہوتا۔ کئی مرتبہ
کندنی رنگ۔ گلابی آنکھیں جو رنگین ڈوروں کی وجہ سے ہمیشہ خماری نظر آتیں
چڑھی ہوئی بھوئی یا قوت اور عقیق مین کو شرمائے والے ہونٹ۔ چمکدار رخسار
نورتن جیسے دانت۔ سہا پارنگارنگ اور چمکیل۔ سبز آنکھیں اور ہستی۔ بالوں کو
پھولوں سے سجاتی۔ بہت ہی ہوشیار۔

۴۔ پیاری | ہمیشہ روٹھنے اور کھڑنے والی۔ بہت ہی خوبصورت اور اپنے
حسن پر بہت مغرور۔ روشن چہرہ۔ جب بن سونور کر نکلتی تو
چہرہ پر پسینہ کی بوندیں ایسی چمکی لگتیں جیسے پھول پر شبنم۔ تندرماج اور
سلیخ گفتگو کرنے والی۔ ناک کی طرح سیاہ بل کھائی ہوئی لابی چوٹی۔ خوشبودار

جسم۔ کانچ کی چوڑیاں پہنتی اور ہاتھ میں اچھری باندھتی۔ سیدہ عشوہ طراز۔

۵۔ گوری | چاند سا چمکتا چہرہ۔ روشن پیشانی۔ پراگندہ زلفیں۔ ریلے
ہونٹ مستانہ چال۔ ابھرا ہوا سینہ۔ تیلی جیسا خوبصورت

اور بھولوں کی طرح نرم و نازک اور شکفتہ جسم۔

۶۔ جھبیلی | رخسار پر تل۔ شرولیدہ زلفیں شیکار تکی نکلیں خط مہر مکنی ہوا۔

۷۔ لالا | ہونٹوں میں آب حیات۔ کلاالی بھولوں کی طرح دانست۔
سرپستان سے جوانی چمکتی ہوئی۔ مست کرنے والی چال

ہنسی سے رات کو دن بنانے والی عشق و محبت کی پیاسی۔ غمزدہ
فراق۔

۸۔ لالین | نقل جیسے ہونٹ۔ منہس جویری چال۔ پیول کی گلی سے
نازک کم عمر اور ناداں۔

۹۔ موہن | جادو سے بھری ہوئی آنکھیں عشوہ طراز اور کن والی چہرہ
پر عیش وصال کی کیفیت نمایاں۔ آنکھیں رات کی نہاری

سے متوالی۔ بہانی بزم رانی جس پر شفق بہک کی کنائی لگی ہوئی۔ بخت بیا
دیوانی۔

۱۰۔ محبوب | کتاب کے پھول ایسے کال۔ باریک کر۔ زریں پتکے کی ہوئی
یوسف سے زیادہ حسین۔

۱۱۔ مشتہری | ان دنوں کا تکرار و تکرار و تکرار سے آئے گا۔
۱۲۔ حیدر علی |

ان پیروں نے عمارت جماعتی نے متعہ و تھیں ایسی بھی لکھی ہیں جو اس کی
عیش و عشرت کی ترغبات ہیں اور عشق عاشقی کی زنا کی کی دلچسپ داستانوں کا
کام دیتی ہیں۔ ان انگوٹوں میں ہنس بہت حیران میں بن ہیں اس لئے وصال کے
پر کیف مرتعہ پیش کئے ہیں۔ اور ہنس تھیں اس کی جوانی کی راتوں اور ملا دوں
کے دنوں کے تنہا پہلی اور دلچسپ نظام عمل میں ہیں۔ عشق کے راز و نیاز کا شائد
ہی کوئی موضوع ہو جو عجیب سے کیا ہو۔ شہب کی۔ نگار نگاہوں اور جذبات کی
جولانیوں کے انہما میں اس کا قلم غیر معمولی قدرت رکھتا تھا۔ اور یہ قدرت
تخیلی یا فرضی عشق عاشقی سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ محض قلمی مسنون میں اس میدان
کا مروجہ تھا۔ اس کے رفیع اثرات نخل نہ تھے بلکہ اہل میں بین قومی حسن و نعمت کی
وسیع اور آراستہ و پیراستہ نمائش کا ہیں تھیں۔ ان میں کئی ملکوں اور کئی مذہبوں
اور ہر وضع و قطع کی نازنینیں آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ اپنے حسن و جمال کی

آراش و زیبائش میں مصروف و نہمک اور عشق و مستی کی عجیب و غریب
 کیفیتوں اور جوانی و رعنائی کے بے پناہ جذبات کے مظاہرے کرتی رہتی
 تھیں۔



بہارِ مہرِ مولیٰ محمد تقی آصفیہ دہلی

(۹) بھاگ متی یا حیدر محل

تعجب ہے کہ قطب شاہی تاریخوں کے علاوہ کلیات محمد قلی سے بھاگ متی کے واقعہ کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ محمد قلی قطب شاہ اپنے اشعار میں اپنے متعدد محبوبوں کے نام لئے ہیں اور ان میں سے بعض کی تعریف و توصیف میں کئی کئی نظمیں بھی لکھی ہیں لیکن بھاگ متی کا نام کہیں فطر سے نہیں گزرتا۔ بعض شعروں سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ :-

”قطب شاہ اپنے اس بخت پر نازاں ہے کہ اُس کا معشوق اس کی محفل میں رقص بنا جس کے شکرانہ میں وہ اس کے طاق ابرو میں سجدہ کرنا چاہتا ہے“
ایک اور شعر میں لکھا ہے :-

”قطب شاہ کو ایک ایسا بے بہا درل گیا جو اپنے قص میں کامل الفن ہے“
ایک اور جگہ لکھا ہے کہ :-

”نبی کے صدقے میں اے معشوق میں اُس شہر میں رہتا ہوں جو تیرے

محبت میں آباد ہوا ہے اور جس کے مقابلہ میں مجھے کوئی شہر پسند نہیں آتا۔
 بھاگ کا لفظ اس نے کئی اشعار میں استعمال کیا ہے لیکن اس کے معنی حصہ
 یا قسمت کے ہیں اور اکثر جگہ یہ لفظ اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے تنجیسات
 بیٹھتا ہے اس لئے یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بھاگ متی ہی کیلئے
 ہوگا۔ اس سلسلہ میں محمد قلی کے حسب ذیل شعر قابل ذکر ہیں :

ٹیلار سوچ پٹانی ات بھاگ کی نشانی کن موقی بن نورانی نہاد و شتر کی
 نبی صدقے تج نہ شہر میں قطب نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ
 بھواں کے طاق میں سجد کروں ہوں سائیں میری محفل میں قافل
 قطب شہر پایا ہی یہ بہادر ہوئی اپنی تپ تپے کمال میں قافل
 شب برات کے موضوع پر سلطان محمد قلی نے منشی و نظمیں لکھی ہیں جن میں
 ایک نظم بھاگ متی سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :-

شب برات کی شبانی تقدیر میں میری محبوب ایک اور بار میرے گھر
 آ رہی ہے۔ اور اپنے نازق برق کپڑوں کی وجہ سے اپنے ساتھ آسمان کی
 چاند اور سورج سے زیادہ روشنی والے لاکھوں جانا اور سورج کے آدھی ہفت
 جس کی وجہ سے کیا تعجب کہ زمین آسمان پر اعلیٰ دنیا سے کیوں نہ فیہ پیار تھی

زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح جھلکا دیا ہے۔ اور میری سکیموں کو اپنے چین اور دکھ کے لیے
جن جن چیزوں کی آرزو تھی ان سب کو اس نے ان کی خواہش کے مطابق ہیا کر دیا ہے۔
دنیا سال بھر سے اس کے دشمن کی شائق تھی اس نے اسے اپنا دیدار رکھا کر میری دنیا کو اپنا دلا دیا۔
اس نے پھول جیسے جسم کو عروسی خوشیوں سے خوب ہیکالیا ہے تاکہ میں لطف کے ساتھ اس سے لے سکوں۔
اے قطب شاہی کے صدیقی میں بھاگ تھی سے مل کر تو اپنے ہو کے یا ہوس کے مطابق رصال کے مزے
اڑا کر دکھو خود کو قطب شاہی کی دسی بچہ کر خوب سچ بھاگتا ہے۔

بھاگ تھی کے ساتھ عشق عاشقی کا تذکرہ سب سے پہلے خود محمد قلی قطب شاہی کی زندگی
میں "تاریخ فرشتہ" اور قطب شہری دو کتابوں میں لکھا گیا قطب شہری کے مصنف نے تو اس واقعہ کو
استعارہ کے پیرایہ میں بیان کیا لیکن مورخ فرشتہ نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ :-
"وہ قطب فلک اقبال و راویں پادشاہی برفا شہ بھاگ تھی عاشق شدہ ہزار ہوار
ملازم اور گردانیدہ باطریق امرائے کبار بہ دربار آمد و شد می نمود و باشندہ و در آن
آہام چون از زبونی آب و مہوانے گرگنہ خلایق متغیر و پرا ندوہ بودند قطب شاہ در چہار
کر و پتہ بلند مذکور شہ ساختہ موسوم بہ بھاگ تھر گرگنہ آیندہ۔ دور آخر ازاں
امرشہان گشتہ موسوم بہ جید آباد ساختہ لیکن در میان خلایق شہور بہ بھاگ تھر گشتہ نہ جید آباد"
(صفحہ ۱۷۳)

محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد گوکنڈہ میں جو تاریخیں لکھی گئیں ان میں بھاگ تھی کا
حال درج نہیں ہے۔ البتہ بعد کی تاریخوں مثلاً حدیقتہ العالم، تاریخ قطب شاہی و قادریاں،

اور گلزار آصفی میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ مگر لاکھ کر تاریخ میں ابراہیم قطب شاہ کے بیان میں لکھا ہے :-
"پل دریا سے موسیٰ بسبب عشق شہزادہ محمد قلی کے بہتیں جانفزائے بھاگ تھی طوائف میلے
کلی داشت تیار گردید حقیقت اس میں کہ شہزادہ مذکور بر طبق عادت مہود کہ مہود اصلت
نقیہ لذت بسیار میدہد مہود بوقت شب از قلعہ محمد نگر بجائے طوائف مذکورہ در موضع محکم
کہ آبادی بلند جید آباد بر زمین ہون موضع واقع است آمد و شد می داشت۔ روزے
موسم باران موافق معمول خود بوقت شب قلعہ نمودہ چون بر سر دریا سے موسیٰ رسید و بد کہ
طنیانی آب از حد زیادہ است کہ نیل نہ دستی کو بہیکر نمی تواند قدم اندر و نش گذارد و فوراً

درجہ برعزت و محبت اس پر سواری خود را بے اندیشہ در ملاحظہ توجہ آب انماخت و بنور
خط حقیقی سلامت برآند" (صفحہ ۱۵۱۴)۔

یہ واقعہ حیدرآباد میں زبان اردو خاص و عام ہے اور راقم الحروف نے اس تاریخی واقعہ
کو افسانے کی شکل میں پیش کر کے "چچلم کی رفاقت" کے عنوان کے تحت کتاب سیر کو لکڑہ میں
شامل کیا ہے۔

گلزارِ صفی سے تقریباً پچاس سال قبل حیدرآباد میں ایک اور تاریخی حقیقتہ العالم

لکھی گئی تھی اس میں بھی بھاگ منی کا ذکر موجود ہے کہ :-
"بارشاہ در آن ایام بزمانہ بھاگ منی نا متعلق خاطر داشت چنانچہ بہرہ و اولاد و گروانید
تا انچہ اولاد کے بار بدر بار آمد و شد می نمود و باشند ہذا نسبت آں دشمنہ حیدرآباد را
بہ بھاگ منی مگر موجود ساخت و منتظر رہی طاعت خود گروانید و بعد چنانچہ کہ بھاگ منی
ازیں چہاں ارگندشت تبت شد و تبتہ علی آں نام حیدرآباد نمود" (صفحہ ۲۱۵)

ان شہادتوں کے مقابلے میں ماہ نامہ کی یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ محمد قلی قطب شاہ
نے شہر حیدرآباد کا نام اپنی ماں بھاگیدہ رقی کے نام پر بھاگ منی رکھا تھا۔ کیونکہ ماہ نامہ سے
تقریباً دو سو سال قبل فرشتہ نے اور پھر ماہ نامہ کی کم و بیش ساری تاریخوں، حقیقتہ العالم
تاریخ قطب شاہی، افادہ رخاں، اور گلزارِ صفی میں ہی بھاگ منی مجبہ بھمہ قلی کے نام پر اس
شہر کا موسوم ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اس مجبہ بھاگ منی کے علاوہ محمد قلی کی ماں کا نام
بھاگیدہ رقی میں بھی لفظ بھاگ منی شامل ہو۔

لے جلال تہی کا ذکر ہو یہ علی صغیر ص ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳

غرض اس طرح دوناموں کے لحاظ سے اس شہر کا نام بھاگ نگر رکھ دیا گیا ہوگا اگرچہ یہ بات یقینی نہیں ہے کہ محمد قلی کی ماں کا نام بھاگیہ رقی تھا بھی یا نہیں۔

بہر حال موجودہ معلومات کی بنا پر تین نقین سے کہا جاسکتا ہے کہ محمد قلی غنغوان شہر میں اپنی ۱۲ سال کی عمر میں بھاگ مٹی پر عاشق ہوا اور اس کی خاطر طغیان روموسمی میں اپنا گھوڑا ڈال دیا جب اس خطرناک جرات کی خبر اس کے باپ ابراہیم قطب شاہ کو ہوئی تو اس نے لڑی پر پل بنوادیہ اس کے کچھ دن بعد ہی ابراہیم کا انتقال ہو گیا اور محمد قلی نے تخت نشین ہوتے اپنی محبوبہ کے اعزاء و اکرام میں اضافہ کی خاطر ہزاروں اس کے یہاں متعین کر دیئے جو ہر وقت اس کے جلوس میں رہتے اور وہ اسی شان و شوکت کے ساتھ موضع چلیم سے گولکنڈہ آیا کرتی تھی اور محمد قلی بھی اس کے یہاں جایا کرتا۔ اسی اثناء میں اس نے اپنی محبوبہ کے گاؤں کو ایک عظیم الشان شہر میں تبدیل کرنے کی ٹھانی اور جب یہ شہر بن گیا تو اسی کے نام پر اس کا نام بھاگ نگر رکھا۔ حیدرآباد میں خود دولت خانہ عالی اور دیگر محلات کے بن جانے کے ساتھ ہی محمد قلی نے بھاگ مٹی کو اپنے حرم میں داخل کر لیا اور شادی کے بعد شتری اور بعد کو حیدر محل کا خطاب دیا۔ اور اس کے لئے ایک خاص محل بھی بنوادیہ جس کا نام حیدر محل یا حیدر منڈوہ رکھا گیا۔ پھر اس خطاب کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام بھی حیدرآباد میں تبدیل کر دیا گیا۔ بعض مورخین کا یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ محمد قلی نے بھاگ مٹی کے انتقال کے بعد پشیمان ہو کر

شہر کا نام بدل دیا کیونکہ اس نے خود اپنی نظموں میں اپنی محبوبہ حیدر محل کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھاگ منی ہی کو دیا جاسکتا تھا جو آخر وقت تک جملہ مورخین کے قول کے مطابق اس کی چہیتی محبوبہ تھی۔ اتنا ضرور ہے کہ حیدر محل کا خطاب دینے کے بعد محمد قلی نے اس امر کی کوشش کی تھی کہ بھاگ منی اور بھاگ نگر کا نام لوگوں کے ذہن سے محو ہو جائے اور حیدر آباد رائج ہو جائیں چنانچہ جب وہجی نے بھاگ منی سے عشق عاشقی کا قصہ لکھا تو اس میں بھی اس نام کو چھپائے رکھا اور خود محمد قلی نے بھی اپنے کلیات میں اس نام کے بجائے جگہ جگہ حیدر محل کا نام لکھا ہے۔ ورنہ لازمی تھا کہ جب وہجی منشی کے سامنے محمد قلی کی معشوقاؤں کا تذکرہ کرنا ہے تو بھاگ منی کا بھی ضرور ذکر کرتا لیکن اس نے تو خود بھاگ منی ہی کو منشی کے نام سے ظاہر کیا ہے۔ اور اس منشی یا بھاگ منی کے متعلق محمد قلی نے اپنے کلیات میں دو نظمیں اور مختلف جگہوں پر شعرا لکھے ہیں۔

نظمیں کلیات کے صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۴ پر دیے ہیں۔ ایک نظم میں وہ منشی کو اپنی

آنکھ کی پتلی کہتا ہے اور اس کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ :-
 سب کو نیر جو بن سے عشق ہے۔ میں نے ہونٹ کو شہ کا پیالہ پلانے میں ان پر محبت کا
 نشان ہے اور ان کے چہرے سے نیرت نہ مچاتی ہے ہوشیا سے ہوشیار تو ہیں
 تو ہوشیا ہے اسی لئے میں تجھے نہا کہ اپنے دل میں بٹھاتا ہوں وغیرہ :-
 ایک دوسری نظم میں وہ کہتا ہے :-

اے قطب شاہ تو اپنے عشق کی ملازمتی کے لئے اے کاروبار کے جینے سے

تمام دنیا پر تیری فرمانروائی ہے۔ زندگی اس کا نام ہے کہ جسم میں دل ہو۔ اور ہمارا دل
 ہمارا معشوق ہے جس میں عشق کی ہستی ہے جس کی وجہ سے وہ ہمارا دل میں مرے ہے جس
 پائے ہوئے ہے جہاں اس کا نور سچ کی شمعوں سے زیادہ روشن اور روشن ہے۔ رطل نے
 بہت سے دشمنوں کے طالعوں کو میٹ دیا ہے اور شتری کے طالع کی وجہ سے ہمارے طالع
 بقا حاصل ہے۔ اس لئے، خدا قطب ثناء کے اس تارے کو اپنی غایت سے سرفراز رکھے۔
 ان نظموں کے علاوہ محمد علی نے مختلف جگہوں پر حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے کہ:-
 اس قطب ثناء تو شادی و خوشی کر کہ تیرا رشتہ اس کے رشتے سے بندھا ہوا ہے اور
 شتری تیرے لیے باعث برکت ثابت ہو رہی ہے۔
 تو ثانی سیماں ہے اور تنوع و فیروز تیرے ہی لئے ہے۔ اور تو نے اپنا منظر نظر بنا کر
 شتری کو بھی شرف یاب کر دیا۔

اس کے شعور میں ہے

رشتہ تراکس رشتہ سوں ہے بند مسانی شادی و خوشی کر کہ ہے شتری تیری راس
 توں سیماں ثانی و تنج بہت فیروز و فتح شتری پایا شرف تیری نظر منظور ہے
 بعض شعروں میں یہ شتری کو اپنی بزم میں رقص کناں ظاہر کرتا ہے جس سے یقین
 ہو جاتا ہے کہ یہ بھاگ نئی ہی کا پہلا خطاب تھا۔

ع کرے شتری رقص مجہ بزم میں نت ع زہرہ و شتری سوں پا تر نہ بھا چاؤ
 ندی رومانی موتیاں کی آتی بھر کر سوزہرہ شتری کے منٹ لاؤ لائے آج
 اسی طرح حید محل یا حیدر پیاری کے متعلق بھی اس کے کلیات میں میں نے مختلف

اشعار و نسیاب ہوتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیدر محل میں موسیقی کی ماہر تھی اور محفل کی خاص مشوقہ و دایک نظم میں لکھا ہے کہ :-

حیدر محل محبت سے کبات گھولتی اور روز بروز عیش و عشرت کے ساتھ عشق کے بلبل

بجاتی ہے۔ اس کے سرو جیسے قد پر نورتن کا جلوہ نظر آتا ہے اور سب مشوق قایم اس کو

دیکھ کر شرماتی ہیں۔ وہ اپنی پیشانی پر عین کا ٹیکا دھندلکا رہی ہے اور چاروں طرف

نورتن کے تار بچھے ہیں وہ عشق کی چادر اوڑھ کر یہ دعویٰ کی طرح نہ بنی نظر آتی ہے۔

اسے قطب شہ نورشکر کہہ دینا کی غلامی کی وجہ سے بچ کو یہ جیتیں ہی جس کی وجہ سے

تیرے سر پر تاج سجنا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۱۲۵)

ایک دوسری نظم میں لکھا ہے کہ :-

نئی کے صدف میں حیدر پیاری لی ہے جس نے اپنے مخالف ان سے میرے دل کو اپنے

دل سے باندھ لیا ہے۔ عشق کے پر سے آگ کا قیہ اس نے بال میں لکھ لیا

کی تازگی اور آفتاب کی چمک ہے وہ اپنی جوں میں یہاں لکھ لکھتی ہے۔ یہ ہم نہیں

رنگ کی تنگ چولی پہنتی ہے۔ اور آنکھوں کے ڈھانچے کے ذریعے سے یہ دل پر

حملہ کرتی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۱۲۵)

ایک دوسری نظم میں جو نائل دستیاب ہوئی ہے لکھا ہے کہ :-

حیدر محل محبت و عشق کا جلوہ دکھانے اور اپنی فوج بجاتی ہے اس نے اپنے ہاتھ میں

کے لئے لنگن پہن رکھا ہے اور اپنی آنکھوں کی تیلیوں کو سیلوں کی طرح نیچا دیا

(دیکھو صفحہ ۱۲۵)

محفل نے اس میں نسل با حیدر پیاری کے لئے ایک محل بھی بنا دیا تھا جس کا نام

حیدر محل یا حیدر بند وہ رکھا تھا اس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔ اس نظم میں لکھا ہے :-

حیدر محل میں حیدر پیاری کا جلوہ کاؤ اور کس خوشی میں زمین آسمان پر

فتح و نصرت کا طبل جانا اسے مانتی ہے یہی ہمیں ہے حق ہے آواز پہ لے کی

رہنشی میں مجھے اپنے سائیں کی صورت دکھا۔ (یہ قاعدہ ہے کہ جلوہ کے وقت
آئینہ میں دو لمحا کو دلہن کی صورت دکھاتے ہیں)۔ اور سوچ کے طبق سے لے کر نقل و
شراب اپنے خنداں میں رکھ لو اور پیارنی کی محبت کے ہار پیارے کے گلے میں ڈالو۔
اس نیک ساعت میں بنوں پر پستانیں زیب دیتی ہیں۔ دودھ اور مٹھی سے
آجیا کی ان گھٹوں کو بھر دو۔

اس جلوے کے وقت بادشاہ اتنا اچھا نظر آتا ہے کہ بدینیاں اور چیتیاں
سب شاہ کے روپ کی دیوانی ہو گئی ہیں۔ اے سکھو ان کے ہاتھ سے قول کا بیڑا اٹھا
شہ کو کھلاؤ۔ بنی کے صدقے میں آج قطب شاہ کو جلوے میں بیٹھنا نصیب ہوا ہے
اس لئے نوروں اور پیروں کو چاہئے کہ شہ پر سے خود کو واریں۔ (صفحہ ۲۱۰)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظم سید رحیل کے ساتھ شادی کرنے کی تقریب میں لکھی گئی ہے۔ اور
بھاگ تھی کو نکاح کے وقت ہی حیدر محل کا خطاب دیا گیا تھا۔ اور بعد کو اسی کے خطاب
کے لحاظ سے بھاگ نگر کا نام حیدر آباد میں تبدیل کر دیا گیا۔

بھاگ تھی نے محمد قلی کی زندگی میں ۱۷۱۵ء سے قبل چالیس یا پچاس سال ہی کی
عمر میں وفات پائی کیونکہ تاریخ فرشتہ اور قطب شہری دونوں کی تصنیف کے وقت اس کا
اقتال ہو چکا تھا۔ اس کے زمانہ وفات کا یہ اندازہ اس وجہ سے صحیح لگتا ہے کہ

بعض مورخوں نے شہر کے نام کی تبدیلی کو بھاگ منی کی وفات سے لازم و ملزوم قرار دے کر بتایا ہے کہ تعمیر کے تیرہ سال بعد اس کا نام حیدر آباد رکھا گیا۔ گویا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۱۶۱۷ء کے لگ بھگ گوکلف ڈو کی یہ مشہور مہمیں اپنے عاشق جانناز کو داغ منازقت دے گئی۔

۱۷ "اریخ قطب شاہی مولفہ قاریاں بیدی ۱۲۴۹ء میں لکھا ہے :-
 "بعد ہفتہ سال حیدر آباد موسوم گردید" (صفحہ ۱۶)

(۱۰) مذہبی میلان اور مخالفیت

کلام کے مطالعہ سے محمد قلی قطب شاہ کے مذہبی تشغف اور دینداری کے متعلق جو تفصیلی معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ نہایت بیش بہا اور مفید ہیں۔ نہ صرف اس لئے کہ اس نے مذہبی معاملات میں ایک اجتہادی شان پیدا کر لی تھی بلکہ اسکے معتقدات کی پختگی اور اہل بیت نبی و ائمہ معصومین کے ساتھ دلی اور محکم ارادت کی وجہ سے اس کو بعض دفعہ مشکلات اور بغاوتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ وہ واقعات ہیں جن کے متعلق تاریخوں سے زیادہ علم حاصل نہیں ہوتا۔ محمد قلی کی امن و امان اور عیش و عشرت کی زندگی میں اگر کہیں کوئی خلل نظر آتا ہے تو وہ انہی مذہبی اعتقادات کے اختلاف کا اندیشہ ہے جو کبھی کبھی اس کو سخت پریشان کر دیا کرتا تھا۔ لیکن اس میں اس نے ہمیشہ کامیابی حاصل کی۔ اور ہر کامیابی کے وقت وہ خوشی سے پھولانہ سماتا تھا۔ وہ ہر موقع پر مستح و نصرت کی طویل اور بلند آہنگ نظمیں لکھتا اور اپنے ہم مشربوں کو مبارکباد اور مخالفوں کو بددعا یا

دشنام دیتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیجا پور یا احمد نگر سے مقابلہ کرتے وقت اس کو اتنی تشویش اور فکر نہ ہوتی تھی جتنی اپنے عقاید کے خلاف آواز بلند کرنے والوں اور بغاوت کی دھمکی دینے والوں سے ہوتی تھی۔ محمد قلی اپنی اس فکر و تشویش میں حتیٰ بجانب بھی تھا کیونکہ ہمایہ سلطنتوں کے ساتھ جب اس کو مقابلہ کرنا پڑتا تو یہ اس کی ذات کا کوئی سوال نہ ہوتا۔ ایسی صورت میں فتح و شکست کا اثر سلطنت پر پڑتا اور شکست کے موقع پر زیادہ سے زیادہ اس کا ایک قطعہ ملک غنیم کے قبضہ میں چلا جاتا۔ لیکن جب خود اس کی رعایا کا ایک حصہ نہ ہی اختلاف کی بہت پر اس کے خلاف ہو جاتا اور اس کے بھائیوں میں سے کسی کو تخت نشین کرنے کی سازش کرتا تو خود اس کی بادشاہت بلکہ زندگی خطرے میں پڑ جاتی تھی۔

تاریخ کے مطالعہ سے ہم کو صرف اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے خلاف دو وقت خاص اہتمام کے ساتھ علم بغاوت بلند کیا گیا۔ لیکن نہ معلوم ایسی اور کتنی دفعہ ناکام کوششیں کی گئیں جو تاریخ میں درج ہونے کے قابل نہ تھیں۔ جن دو باغیانہ کوششوں کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے ان میں سے ایک وہ ہے جو سلطنت میں اس کے بڑے بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب کے نام سے کی گئی۔ اور غالباً دعویٰ کیا گیا کہ بڑا بھائی زندہ ہوتے ہوئے چھوٹے کو

تحت نشیں کرتا انصاف کے خلاف ہے اور دوسری باغیانہ سازش محمد قلی کے
 حقیقی بھائی خدائندہ کی بغاوت ہے جو شک کا واقعہ ہے۔ ان دونوں بغاوتوں
 کے انفجیلی حالات تاریخوں میں درج نہیں۔ اتنا ضرور معلوم ہے کہ میدانے کے مشائخ
 اور گولکنڈہ کے بعض عمائدین نے محمد قلی قطب شاہ کے مقابلہ میں ایک عہدیدار سلطنت
 کو طعنے لگے کہ اس کا بڑا بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب تھا جو
 اپنے باپ کی زندگی میں سلسلہ میں مورد عتاب ہوا تھا اور باغیانہ مقابلہ میں
 جان سپا کر فرار ہو گیا تھا۔ قطب شاہی تاریخیں لکھتی ہیں کہ وہ لڑائی ہی میں مارا
 گیا۔ لیکن محمد قلی کی اس ولی تشویش سے جو کلیات کے بعض اشارے ظاہر
 ہوتی ہے شبہ ہوتا ہے کہ شاید محمد قلی بھی اپنے اس رقیب کو زندہ ہی سمجھتا تھا
 اور اس لئے اسے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ اور یہ خطرہ اس وجہ سے اہمیت
 رکھتا تھا کہ شاید وہ ڈر تارہتا تھا کہ کہیں دکن کے طاقتور سنی امرا اس کے شیوہ ہونگی
 وجہ سے اس کے خلاف متحدہ کوشش نہ کریں جس طرح اس سے قبل یوسف عادل شاہ
 کے خلاف کی گئی تھی۔ چنانچہ جس خطرہ کو وہ محسوس کرتا تھا وہ واقعہ بن کر اس کے
 سامنے پیش بھی ہوا۔ یعنی جب اس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے نام سے

۱۔ اس بحث میں یہ شہادتیں اور کتب کے مؤلفین کے حوالہ دینا اور ان کے نفع الملک حوالہ دینا
 حسن علی وغیرہ نے تصدیق کی ہے لیکن محمد قلی نے جو اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا شاہ صاحب کو اپنے
 دلائے لیکن خداوند سبحان نے اسے ہر گز تمام نواہد و نیہات سے محروم نہ کیا۔

علم بغاوت بلند کیا گیا تو ملک و بیرون ملک کے اکثر امرا و عمائدین و مشائخین کو اس نئے
 دعویدار سلطنت سے ہمہ دی پیدا ہو گئی۔ یہ سمجھ میں نہ آیا کہ سنی امرا و مشائخین مثلاً خاندان
 خاں حبشی، خیرات خاں سپرد لاہور خاں اور شاہ نعمت اللہ کے اہل خاندان محمد قلی سے
 کیوں ناراض ہو گئے تھے۔ تاریخ سے اس بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں البتہ
 کلیات محمد قلی سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی شیعیت پر بہت زور دیتا تھا اور ساتھ
 بعض جگہ سنیوں کو خارجی کے نام سے یاد کر کے برا بھلا بھی کہتا تھا۔ لیکن یہ سب شتم
 ان کی بغاوت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا ہو گا۔ سنیوں کی مخالفت کے آغاز کی وجہ
 سمجھ میں آ سکتی ہے وہ یہی ہے کہ محمد قلی تخت نشین ہونے کے ساتھ ہی اپنی شیعیت
 پر فخر و میاں داری کرنے کے ساتھ شیعہ عقاید کی ترویج و اشاعت پر زور دینے لگا ہو گا اور
 یہ چیز گو لگتہ کے لئے نئی تھی۔ کیونکہ محمد قلی سے قبل کے حکمران ابراہیم قلی، جمشید قلی
 اور سلطان قلی تینوں میں سے کسی نے اس امر پر زور نہیں دیا تھا۔ اور خاص کر

لے اس بارے میں دیکھو حصہ قصائد اور خاکر قصیدہ ملائی صفحہ ۱۲۱ اور قصیدہ بہشت صفحہ ۳۶۔

لے قطب شاہی تاریخوں میں جہاں یوم عزاکا ذکر ہے ماہ محرم کے جملہ رسوم و لوازم کے آغاز کا سہرا
 سلطان محمد قلی کی کہہ رہا تھا ہے۔ چنانچہ حدیقۃ السلاطین میں ذکر ماتم و تعزیرہ دشمن کے سلسلہ میں
 ”تخموماء از زمان خاقان جنت بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ“ لکھا ہے۔

ابراہیم قلی نے تو ایک ایسی بین قومی فضا پیدا کر دی تھی کہ کسی کو شکایت کی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی۔ اہل ریشہ خاموش فضا کو شاید محمد قلی کے مذہبی جوش نے متحرک کر دیا تھا جس کی وجہ سے سوئے ہوئے فتنے جاگ اٹھے۔

شبہ بنو تاتے کہ محمد قلی بھی بچپن سے شیعوں کا پیرو نہیں تھا۔ اور جیسا کہ ہم ابھی کہا کہ اس کے باپ ابراہیم قلی کو کسی خاص عقیدے سے دلچسپی ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ چونکہ اس نے محض اپنی ذاتی مقبولیت اور ہندو اور مسلمان دونوں کی مدد کو بادشاہت حاصل کی تھی اس لئے وہ عموماً وسیع المشرب رہا۔ سینوں شیعوں اور سنیوں کے برابر کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور اس کی بیانات میں بھی ہر مذہب کی عورتیں شامل تھیں۔ چنانچہ ماہ نامہ کی روایت کے مطابق محمد قلی کی ماں بھاگتی ایک ہندو عورت تھی۔ اسی طرح شاہ عبدالقادر کی ماں کلبہ کے کی مشائخ زادہ تھی۔ یہ ابراہیم قلی وسیع المشرب ہی کا ثبوت ہے کہ اس نے اپنے ایک لڑکے کا نام عبدالقادر رکھا اور اپنی لڑکیاں سنی عالم دین اور مشائخین مثلاً حسین شاہ دہلی شاہ قطب الدین وغیرہ کو بیاہ دیں۔ ان حالات کے پیش نظر یہ امر ممکن ہے کہ محمد قلی بھی بچپن میں شیعہ عقیدہ نہ رکھتا ہو اور اس شبہ میں اس وجہ سے بھی تقویت پیدا ہوتی ہے کہ اس نے اپنے کلام میں ہنس ایسے شعر چھوڑے ہیں جو اس قیاس کو یقین کی طرف مائل کرتے ہیں۔

وہ عید مولود علی سے متعلق ایک نظم میں حضرت علیؑ کی ولادت اور اس کی خصوصیتوں کے ذکر کے سلسلہ میں صاف صاف لکھتا ہے :-

میں نے اپنا دین چھوڑ کر اس دین کا راستہ پکڑا ہے ورنہ میں ایک
ایک ہندو ہوتا۔ چونکہ میں نے آپ (حضرت علیؑ) سے میل پیدا کر لیا ہے
اس لئے خوشی و خرمی کی طرف میلان ہے۔ (پھر رقیبوں سے کہتا کہ)
اے رقیبو تم اپنی بڑائی اپنی حد تک ہی رکھو کیونکہ خاتمہ قطب شاہ کو نیک
تحصیل عطا کر دی ہے۔ اس کے شر میں سے

اتولد ہوئے آج کے دن امام دیسے جیوں نو اچند ایروئے فرخ
میں اپنے دین چھوڑ کر پڑیا اس دین کا مارگ نہاتے ابھوں ہو کو ہندوئے فرخ
ہمن میل باندے تمن میل سیتی اسی تھے ہمن میل ہے سنے فرخ
رقیباں بڑائی تمن تم اچھونت دیا حق معافی کے تئیں نمئے فرخ آ
اسی طرح ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :-

اے قطب شاہ تجھ پر ہزاروں دمتیں ہوں کہ تو نے حیدر گزار کا دامن
پکڑا ہے اور اس وجہ سے تجھے دونوں عالم میں سرفرازی ہے۔

بہراں حمت ہی تجھ پر جو حیدر کا دامن قطب شاہ کی جگہ میں سرفرازی ہی تھی وہ سرفرازی تھی
تھی اس

ایک اور شعر میں لکھتا ہے کہ :-

قلب شاہ نے علی کا دامن کپڑا لیا ہے کیونکہ وہ ہر جگہ کے رہبر اور

چھڑانے والے ہیں ۔

نبی صدقہ قلب نے علی کا کپڑا لیا ہے امن کہ او منجاوں چھڑاؤں اور ہر بٹھار رہبر ہے
ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :-

میں ایک جان اور ایک دل کے ساتھ حیدر پرایان لایا ہوں

یک دنیا ایک چست دل اور جیو میرا حیدر سوں سلق لایا صلوات بر محمد -

بارہ امام خستین کا بہر جم باجو منج سیں چھاؤں چھایا صلوات بر محمد -

اوپر ایک جگہ اس نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر میں اس راستہ پر نہ پڑتا تو اب تک ہندو

ہوتا اس سے یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ وہ پیٹے ہندو تھا۔ لیکن ہے کہ ہندو ماں کے بطن سے

ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کہتا ہو یا شاید سنی ہونے کو وہ ہندو ہونے کے برابر سمجھتا ہو۔

اکثر شعروں میں اس نے خود کو ابتداء سے مسلمان ظاہر کیا ہے۔ عید غدیر کی ایک

نظم میں وہ کہتا ہے کہ :

اگرچہ میں ازل سے مسلمان اور غلام مصطفیٰ ہوں یعنی میرا نام محمد علی

ہے ایک اور شعر میں اس نے سنی کے ساتھ فرقہ وارانہ لفظ بھی استعمال کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۱۱ قصائد)۔

یا غلام محمد ہے لیکن میں اب آپ کا بندہ ہو گیا ہوں اس لئے لے امیر آپ
میرا ہاتھ پکڑیں۔

اس کا شعر ہے ۛ

از ازل تھے ہو غلام مصطفیٰ قطبِ زمان
مج غلام کمترین کو دست پکڑ دیا امیر
اس امر کا امکان ہے کہ ابتدا میں اس کو شیعہ عقائد کی نشر و اشاعت کرتا دیکھ کر
سنی امر و علمائے اس کو اہل سنت کے عقائد کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی ہو اور
اس کا میلان نہ پا کر اس کو مخالفت کا ڈر بھی بتایا ہو چنانچہ وہ عیبہ غدر ہی کی نظم میں ایک
جگہ کہتا ہے ۛ

رکھ مجھ کو حضرت کے صدقے یا الہی امن میں
ہو رکھ ایسا دست دو جگ میں ہو منجھ نصیر
ساتھ ہی اپنے امامیہ ہونے کے اعلان ترک مذہب نہ کرنے کی طرف اشارہ اور
سینوں کی دشمنی کا ذکر بھی کر دیتا ہے۔ اس کے چند شعر ہیں ۛ

ۛ ہے محمد قطب بارہ اماماں کا غلام
میں عاجز و اس تیرا علی منجھ دستگیر
منجھے پائے نہیں پن کھوتے اس چاہ زنجیر میں
کریں کیوں ترک لے مذہب ازل تھی یا امیر ملت
ہیں میں شیعہ کر کرتے نواج دشمنی سب
علی ابن ابی طالب ان کوں اور بہت نصرت
یہاں یہ امر واضح ہے کہ دکن میں غریبوں کے وجود کا کبھی پتہ نہیں چلتا۔

اس لئے محمد قلی کے کلیات میں جہاں خارجی کا ذکر ہے وہاں غالباً سنی ہی مراد ہے
چنانچہ بعض شعروں میں اس نے دونوں لفظ اس طرح استعمال کئے ہیں کہ ان کے
مخاطب ایک ہی سمجھے جاسکتے ہیں مثلاً

سنی کافر کے بتخانے ٹوٹے ہیں اس کھڑی سب سو معجز تھے خواجہ کون ہی ہیبت گر پڑی کا
محمد قلی اپنے کلام میں بار بار اس امر پر زور دیا ہے کہ (دوسرے بھائیوں
کی موجودگی میں) اس کو جو بادشاہت نصیب ہوئی وہ محض شیعہ ہونے کی وجہ سے
اس کے اس قسم کے چند اشعار یہ ہیں

پایا ہوں اماں کی دعا تاج شہانی	مج تاج میں ہی نور الہی جھلکا را
حق کی نظر تھے طلبا تیرا بڑا ہے رتبا	تسلی نے نبی علی ہے تیج باعث ہو رانی
بارہ امام خیتن کا مہر جسم ہما	تیج سیس چھانو چھایا صلوات بر محمد
سدا بارہ اماں میسرے نگہ دار ہیں	ہو اموں ان کی غلامی تھو قطب راج دھیرا
قطب ہے تیج غلام میں غلام کمتریں	دیو میرت کپڑ جلوا سکل شامانی
اماں میا ہے محمد قطب پر	نبی ہو علی کی دیا سوں سہایا
خدا قطب کوں شہنشاہ کر کر	سوسا رکبت میں ورا ہی پھرایا
محمد قطب کے سار دنیاں کوں	سونا بود کر رکبت تھے گنوا
دشمنوں کو	

✓ پایا ہوں ملک کوٹان پیا برنجیوں منج کوں ہر مدحیدر کرا معاذ
محمد بال پن تھے ہے محمد کے غلاماں میں توجیتا داو میں پتھالوں سا سنیان سیتیں
نبی کانوں ہر تیرا محمد قطب شہ نادر قصہ موسیٰ و فرعون شیعہ کن ہے زہر بکا
نبی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ بچپن کے سکل شاہاں کا سوسر تاج ہو مشہور دستار
نظر آتا

نبی ہو رآل کے صدقے علی کا داس ہو قطبیا

✓ تو جگ میں پایا رتبہ جو جم خاقاں سکندر کا

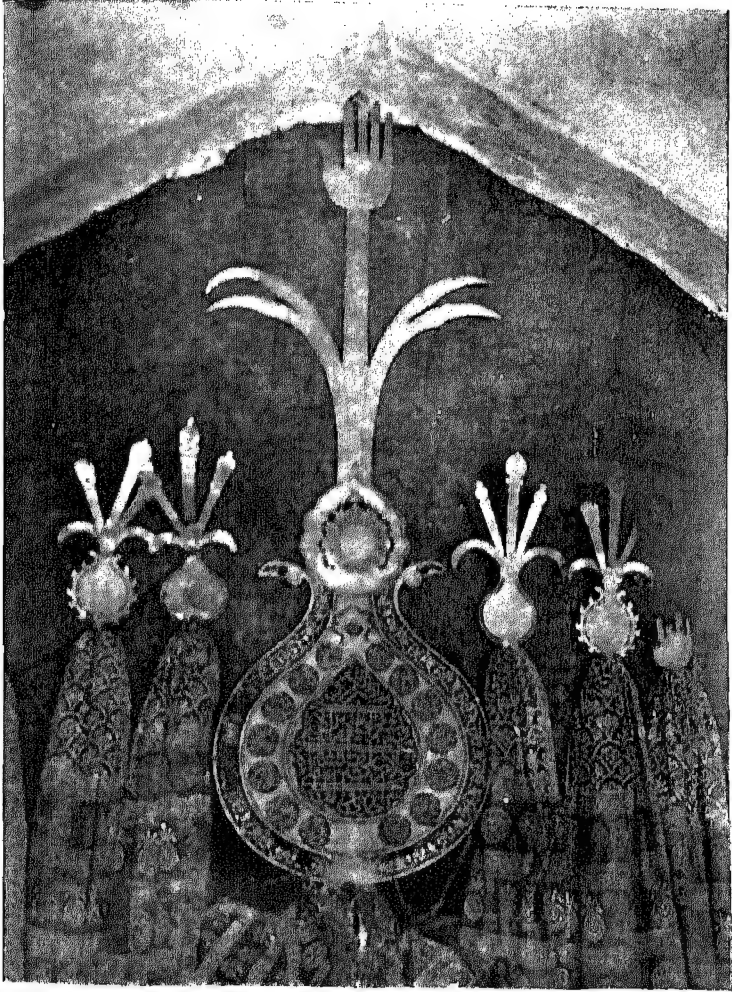
جب نبی صدقے ہوا ہر داس قنبر کا قطب دو جگت میں ہیں ترکا عاقبت محمود کا

اس آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاید پہلے قنبر کا غلام نہیں تھا جیسے
غلام قنبر ہوا ہے اس کی عاقبت محمود ہو گئی۔ اور اسی طرح وہ کہتا ہے کہ جو کوئی عید میلاد
علی کرنا ہے اس کے طالع مسعود میں ع جن کرے یہ عید ہے وہ طالع مسعود کا

ایک اور شعر ہے ۷

صدقے نبی کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم حیدر کی برکت تجو سب جگ پر فزاں کرو
غرض نہ صرف حکومت کو بلکہ زندگی اور دولت اور عروج ہر چیز کو وہ حضرت علی
اور بچپن اور بارہ اماموں پر عقیدت رکھنے اور ان کی نظر عنایت کا ثمرہ سمجھتا ہے ۷

✓ دعائے اماں تھے منج راج قاہم خدا زندگانی کا پانی پلایا



حسینی علم (گواندہ)

سب سے پہلا علم جس پر محمد علی قطب شاہ کا نام اور تاریخ درج ہے

قطب کوں میا کر دیا سوں پنجتن د ائم حیات ہو بر بخت دولت سو خضر نے جلالتے ہیں
آخر میں ایک شعر اور درج کر دیا جاتا ہے جس میں وہ شیعیت کو قبول کرنے کی طرف
ایک اور دفعہ اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ :-

اسی وجہ سے میری پیش کی انگوٹھی میں چاند اور سورج کو نگینہ کی طرح

جڑ دیا گیا ہے ۔

قطب پنجتن کی غلامی قبول کیا تو اس پیش کی انگوٹھی میں چند سوراخ

۱۔ چھپائی لئے اپنے شیعہ عقائد کی تبلیغ کے لئے میں مکمل کی جب کہ اس نے گو لکندہ

میں پہلی دفعہ دوازدہ ائمہ معصومین کے نام کا علم استاد کیا یہ شاندار تاریخی علم ایک

موجود اور حسینی علم کے نام سے مشہور ہے اور ہر سال محرم میں گو لکندہ کے قدیم عاشق و خاں

میں استاد کیا جاتا ہے اس علم پر و بشر المؤمنین نصر من اللہ فتح قریب کے

نیچے غلام علی محمد قلی قطب شاہ اور سادات الف منقوش ہے ۔ اور اس

درمیانی طغے کے اطراف پندرہ تختیوں میں پنجتن اور دوازدہ ائمہ کے اسماء

منقوش ہیں ۔ ۲۔

شیعہ عقائد کے قبولنے یا ان پر زور دینے کی وجہ سے اسکو جن مشکلات کا

سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے اہم اس کے مخالفوں کی لگائی ہوئی آگ کو بجھانا اور

اپنے رقیبانِ سلطنت کے فتنہ کو کچل دینا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے دیوان کو اسی واقعہ کے اظہار سے شروع کرتا ہے۔ پہلی ہی غزل اس کی ان سیاسی پریشانیوں کا آئینہ ہے جس میں وہ خدا سے توقع رکھتا ہے کہ :-

وہی مجھے کامیاب کرے گا اور میرے مرادوں کے جاموں کو بھرے گا
خواجه کی لگائی ہوئی آگ کو اپنے قہر کے پانی سے بجھائے گا
مجھ کو ابراہیم کی طرح اس آگ میں بھی سکھ اور آرام بخشے گا اور جس دل میں علیؑ اور
آل علیؑ کی محبت نہیں اُسے خونِ جگر پلائے گا۔ اے قلیب شاہ تو زمانہ
کی مخالفت کا غم نہ کھا خدا تجھے کامیاب کرے گا اور بہشتی میں سے
تجھ کو بلند کرے گا۔ اے قلیب شاہ تو قیہوں کے دوا دینے سے غم نہ کھا
خدا تیرے سارے رقیبوں کے گلے میں پھانسی ڈال دے گا۔

اسکی غزل کے چند شعر ہیں :-

دلا منگ خدا کن کہ خدا کام دویگا	تمن من کے مرادوں کے بھرے جام دویگا
خواجه کی آگن قہر کے پانی سو بھجگا	ابراہیم من جگلوں سکھ آرام دویگا
پسے دل میں محبت علی و آل علی ماہ	اُسے خونِ جگر زار وئے ناکام دویگا
نہ کھا غم توں زمانے کا ترا کام اندو	بہاں پستی منے جگلوں بلند نام دویگا

قیماں کے دھکوں سے قطب توڑ کر غم خدا سے قیماں کے گلے دام دو یگانہ
 ان دشمنوں کے خطرے کا اہلکار اس نے اپنے اکثر اشعار میں کیا ہے جب وہ آسمان پر
 نیا چاند دیکھتا ہے تو اس کو خنجر کی تشبیہ سمجھائی دیتی ہے اور اس کے دل کا خطرہ فوراً
 اس شعر میں ظاہر ہوتا ہے ۔
 نئی صدقے قطب کے دشمنان کوں کاٹنے گھسن جو نواچند کا بلی خنجر پکڑ کر ہست میں آیا ہے
 یمن قطب شاہ کے دشمنوں کو گھاس کی طرح کاٹنے کے لئے نیا چاند کا بلی خنجر ہاتھ میں
 لے کر آیا ہے ۔

ایک نظم میں بناب امیر تہ خواج کے اس فتنے اور بغاوت کے خلاف مدد
 مانگتا ہے ۔
 لکھنا شہ ان دل رک منے ملتے خواج اک منے منجکوں سوں دونوں جگ منے تچ بن نہیں کوئی یا علی
 اپ پائے اپنے ہم غم تھے ہو کر بے غم تھے توں ہر دم ہر دم منے تچ بن نہیں کوئی یا علی
 وہ اس قدر اسخ الحفیدہ تھا کہ اسکو یقین تھا کہ دشمن اگر میرے ساتھ دشمنی
 پر اثر آئی گئے تو حضرت علی کی تلوار ان کے گھر بار کو تباہ کر دے گی وہ کہتا ہے ۔
 دشمن ار منج پر کرے گا دشمنی کی جیب نظر
 مدافعتی کے گھر گ تھے گھر بار اس ہو گا تباہ

معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں پر اس نے ماہ گرامیں فتح حاصل کی تھی اور جب گمی کے ختم پر برسات کا آغاز ہوا اور مرگ لگا تو وہ معمول کے مطابق اس سال بھی برسات کا استقبال ایک نظم سے کرتا ہے، لیکن اس دفعہ اسکو دونی خوشی تھی ایک تو آمدِ بہار کی اور دوسرے دشمنوں پر فتحیابی کی۔ چنانچہ وہ اس نظم میں اپنی اس خوشی کا اظہار یوں کرتا ہے کہ :-

آج پھر مرگ، سلطانِ سارہ بن کر آیا ہے۔ اور سب درخت پھر سے
سر سبز ہو کر سروں پر لال تاج رکھنے لگے۔ اس موقع پر لعل کے چہرے پر بھی
لال رنگ زیب دینے لگا کیونکہ اس رنگ سے سوچ شرمناک ہر رات منہ
چھپا لیتا ہے۔

اے قطب شاہ تیرے چہرہ پر بادشاہانِ کدو فرجِ ملک رہا ہے اس
وجہ سے ترکستان کے بادشاہ بھی تجھے خراج دیں تو کیا تعجب۔ تیری تلوار
سے آج تیغِ رستم بھی پرست ہے۔ تو تمام رستموں میں شجاعت و
بہادری کا چراغ نظر آتا ہے۔ تیری تلوار کی چمک بجلی ہو کر آسمان پر
چمکے تو عجب نہیں۔ کیونکہ اسکے کراکنے کی آواز سے سب دشمنوں پر
تیرا راج قائم ہے۔

اے محمد قطب شاہ تو اپنی دعاؤں سے ناامید سا ہونے لگا تھا لیکن
اب تیری دعا بامعاث ثابت ہوئی ہے اور تو محمد کی طرح اب کامیاب
حکومت کر۔

اس نظم کے چند شعر یہ ہیں۔
برگِ سلطانی تاراہ جگ میں آیا پھسر کر آج
لال نگ کھلیا ہر کھ پر لال کے لعل بخش
تیرے کھ پر خسروی فرمنور دیتا
تج کھرگ تھے تیغ رستم پست ہے عالم منے
ووکھرگ جھلکا زبلی ہو کے جھکے کھن منے
اے قطب توں دعا تھے ہو رہیا تھا ناامید
تج دعا بامعا ہے کر محمد نے راج
اسی طرح کی ایک اور نظم میں لکھا ہے کہ:۔

اب کے بارش اندازِ اطمینان سے آئی ہے کیونکہ دشمن پامال ہو چکے ہیں اور
غریزہ و شحال میں آسمان کے کنارے یہ شفق کا رنگ نہیں ہو بلکہ دشمنوں کے آگ
جانیکی وجہ سے ان کا خون اچھل کر جاگتا ہے۔ آسمان پر یہ گرج کی آواز نہیں ہے بلکہ
نامحیست ہو کر خلیلاڑ رہا ہے کہ بادشاہ کے رہے ہے دشمنوں کو بھی پامال کر دے۔

انکی مدافعت کی مجھے ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود اب ساتویں پاتال کے نیچے جا چھپے ہیں
 یہ قوس قزح نہیں ہے بلکہ مجھے سلطنت دینے اور دشمنوں کو مارنے کیلئے کمان تانی
 لگی ہے چونکہ بادشاہ نے سب دشمنوں پر فتح پائی ہے اسلئے زہرہ خوشی سے نوزد ہے
 اے قطب شاہ اب تو کوئی غم نہ کر کیونکہ علی اور ان کی آل ہمیشہ تیرے حفاظت کرتی رہی
 جس نظم میں یہ خیالات ظاہر کئے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہے ۔

انداں سیتے بھی آیا مرگ سال دنیاں پامال عزیزاں ہو خوشحال
 کنائے آسماں کے میں شفق رنگ دنیاں مارے گئے اچھلیا کرت لال
 فلک میں گڑا گڑا مات ہو بہت کشتہ کے درجناں کو کرنے پامال
 ان کے دفعہ میں کچھ میں مجھے کام کہ آپ سب تھپے اس پیت پاتال
 کہاں قوس قزح دینے ملک کوں دنیاں مارن کوں لا محوئے ترسحال
 نظر شہ پائے کرب درجناں پر خوشی سوں گا مے زہر فتنے برمال
 نبی صدقے کو کر غم توں قطب علی ہو رآل داہم تیرے رکھوال

یوں تو کلیات محمد قلی میں متعدد نظمیں اور بیسیوں شعرا سے ملتے ہیں جنہیں
 فتح و نصرت کی خوشی کے دماغ بجائے گئے ہیں لیکن یہاں انہی اشعار اور نظموں کا ذکر کیا
 گیا جو اس موقع سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتی ہیں ۔

بھاگ نگر یا حیدر آباد

اور

اسکی زیبائش و آرائش

شہر حیدر آباد کی تعمیر و ترمیم سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ایک زندہ جاوید کارنامہ ہے لیکن تعجب ہے کہ جس طرح بھاگ متی کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوئیں بھاگ نگر یا حیدر آباد کی بنا کے متعلق بھی محمد قلی کے موجودہ کلام سے بہت کم علم حاصل ہوتا ہے۔ خاص کر بھاگ نگر کا تو محمد قلی قطب شاہ نے کہیں نام بھی نہیں لیا۔ البتہ ایک جگہ ”شہر حیدر“ کا ذکر کیا ہے گویا حیدر آباد کا۔ وہ کہتا ہے کہ قطب کے اشعار

سے سلطان محمد قلی کے علاوہ قطب شاہی تاریخوں میں بھی بھاگ نگر کا نام نہیں ملتا۔ البتہ اُس دور کی دو سرکاری تاریخوں حیدر آباد کو بھاگ نگر بھی لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو قطب شاہیوں نے کوشش کی کہ اس شہر کا نام حیدر آباد مشہور ہو جائے۔ لیکن بیجا پوری اور منغل تاریخوں نے اس نام کو مٹنے نہ دیا۔

یہ بہا ہیں۔ کسی شہر میں ان کا مول نہ ہوگا، اس لئے اگر فروخت کی توقع ہو تو حیدر آباد
میں لے آؤں۔

رژن قلیا کے پرنس مولیٰ نہیں کس شہر میں آئے لے کر آؤں جو بکھرا ہوئے اس کا شہر حیدر میں
یہ شہر حیدر یا حیدر آباد سلطنت قطب شاہیہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لحاظ
سے دسویں صدی ہجری کے اواخر میں خود بخود آباد ہونے لگا تھا۔ کیونکہ اس سلطنت کے
پایہ تخت گولکنڈہ میں مزید آبادی کی گنجائش نہ رہی تھی اور سب سے پہلے وہاں کے
امرا نے اس قلعہ کے اطراف و جوانب میں اپنے لئے باغ اور شہستان تعمیر کرنے شروع
کردئے تھے۔ خاص کر قلعہ کے جانب مشرق موسیٰ ندی کے کنارے کنا سے یہ آبادی بڑھنے
لگی یہاں تک کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے سنہ ۱۵۱۸ میں سرکاری طور پر ایک عالی شان
شہر کا سنگ بنیاد رکھا۔ اگرچہ حیدر آباد جیسے وسیع شہر کی زمین کئی قصبے اور گاؤں
آگئے ہوں گے لیکن جس جگہ اب چار منار واقع ہے وہاں وہ موضع چچیم واقع تھا جس

لے شہر حیدر آباد کی وسعت اور شادابی کا اندازہ تاریخ ظفرہ کے حسب ذیل بیان سے ہو سکتا ہے:-

کنزت خلائی دو فور بدائع مواضع و نزاوانی باغ و بائیں بدرجہ انجاسید کہ

ساحت کوہ و درشت سمت تضائق پذیرقت۔ چنانچہ از دار السلطنت حیدر آباد تا

بعض تاریخوں کے بیان اور مشہور روایتوں کے مطابق بھاگ متی رہا کرتی تھی۔
 اس موقع پر یہ امر واضح کر دینا ضروری ہے کہ ماہ نامہ کے مصنف نے بھاگ متی
 کے قصہ کو غلط بتا کر یہ لکھا ہے کہ اصل میں محمد قلی قطب شاہ کی والدہ کا نام بھاگ متی
 تھا اور اُس نے اسی کے نام پر شہر بھاگ متی آباد کیا۔ اس اختلاف روایت کا تصفیہ
 اُسی وقت ہو سکے گا جب چند اور قطب شاہی تاریخیں دستیاب ہوں گی اور محمد قلی کا
 مکمل کلام مل جائے گا۔ بحالت موجودہ اتنا تو یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ماں ہو
 یا محبوب، بھاگ متی ہو یا بھاگ متی، محمد قلی نے اپنی محبت کی یادگار کے طور پر بھاگ متی
 کو بسایا تھا۔ اُس نے سب سے پہلے شہر کے وسط میں چار منار کا سنگ بنیاد رکھا۔
 یہ عمارت ۸۹ فیسٹ بلند ہے۔ اور اس کے اوپر ایک مسجد اور مسجد کے ساتھ ایک
 حوض بنایا گیا تھا جس میں تالاب جل پل سے پانی پہنچایا گیا۔ اوپر کا یہ حوض اسی وقت
 باقی نہیں رہے لیکن یہ ۱۸۵۷ء تک موجود تھا۔ چنانچہ تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے کہ :-

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قصبہ ترکھوڑہ ابراہیم پٹن و بھونگیر و پٹن چروکہ در پٹن
 واقع است و مساحت بقدر دہ فرنگ است مجموعہ فضائے دشت و مہراباغ و بنا
 شدہ و کثرت احداث مساجد و بقاع و سرائے دلکش و نزاہت ریاض فردوس
 غیرت افزائے سپہر اخضر گردید (عنا)۔

حوضے است در غایت لطافت و صفا۔ آب نہر تالاب جلیلی در آں سیر (ملا)
 اس بالائی حوض کے علاوہ نیچے بھی ایک گول حوض بنایا گیا جس میں ایک
 بہت بڑا فوارہ پتھر میں تیار کیا گیا جس میں دو ہاتھی اور دو شترزے (جو پتھر کے
 تراشے گئے تھے) ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ایک دوسرے پر پانی پھینکتے تھے۔
 یہ فوارہ مغل قبضہ کے بعد بت پرستی کی علامت سمجھ کر توڑ دیا گیا اور ان ہاتھیوں
 اور شترزوں کے شکستہ پتھر عہدِ صفیاء ثانی تک چار منار کے قریب (جہاں اب
 پولس کا ٹھانڈا ہے) پڑے ہوئے تھے۔

چار منار کی تعمیر میں ایک روایت کی رو سے تین لاکھ اور دوسری کے مطابق
 دو لاکھ ہاون ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ یا حافظ سے اسکی تاریخ نکلتی ہے۔
 چار منار کے ساتھ ہی شہر میں چار بازار ترتیب دئے گئے جن میں چودہ ہزار
 دکانیں بنائی گئیں۔ گلزار آصفی میں لکھا ہے کہ :-

”امر فرمود کہ دست بدست بنائے شہر مشعل بر چہار بازار و بر سر
 ہر بازار طاق و رواق با چہار دہ ہزار و کاکین و ایوان و سابا و دواز
 ہزار محلہ تساوی الاضلاع با حداثہ در آرنند“ (۱۹)



چار مینار۔ جسکو محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد کے ساتھ تعمیر کیا تھا

ایک ایسے عظیم الشان شہر کی تعمیر جس و لولہ اور بے تابانہ شوق سے ہوئی اور اس کی جلد سے جلد تکمیل و آبادی کے لئے جو کوششیں کی گئیں اس کا اندازہ خود محمد قلی کے کلام سے ہوتا ہے چنانچہ وہ ایک جگہ مناجات میں خدائے تعالیٰ سے جہاں بہت سی باتوں کی التجا کرتا ہے اپنے شہر کی معموری کے لئے بھی دعا کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو اپنے آباد کئے ہوئے شہر سے کتنی محبت تھی اور وہ اسکی آبادی اور آرائش و زیبائش کے لئے کتنا بے چین تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :-

اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اُسی طرح معمور کر دے جس طرح

تو نے سمندر میں ٹھیلیاں بھردی ہیں۔

بڑی اچھی مناجات لکھی ہے جس کے چند شعر ہیں :-

مناجات میرا تو سن یا سمیع منجے خوش توں رکھ رات دیا سمیع

مے دو تار کوں تو نت دے جنت مے دشمنوں کوں اگن یا سمیع

ابا دان کر ملک میرا سو توں بسا سو توں دیا میرا سن یا سمیع

سکل تخت پر میرا یوں تخت کر انگوٹھی پہ جوں ہے نکلن یا سمیع

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر رکھیا جوں توں دریا میں یا سمیع

مرا دات کا جم ترنگ مار قطب اُسے سار بہت دے عنین یا سمیع

عید میلاد النبی کے سلسلہ میں محمد قلی نے کسی نظمیں لکھی ہیں جن میں سے ایک میں وہ بازاروں، محلوں اور قصروں کی زیبائش و آرائش کا ذکر کرتا ہے وہ کہتا ہے

سنو اے جگت سب جنت چو جنت لیا نگارے سو بازار قصراں محلات
بازار اور محلے جس شوق سے تمیر کئے گئے اس کا ذکر تو گذر چکا ہے اب قصروں کی تعمیر کے سلسلہ میں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ سب سے پہلے چار منار کے جانب شمال مغرب دولت خانہ عالی بنایا گیا جس کے جلو خانہ میں چاروں طرف چار بلند کمائیں کھڑی کی گئیں اور وسط جلو خانہ میں ایک بہشت پہلو حوض تھا کہ فوجیوں اور ان کے جانوروں کو ہر وقت کافی پانی میسر آ سکے۔ اس جلو خانہ کے مغرب کی طرف محلات شاہی کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ اس طرف کی کمان دروازہ دولت خانہ یا دروازہ شیر علی کہلاتی تھی۔ اس کمان میں ۶۰ فیٹ بلند اور ۶ فیٹ چوڑے شب کی طرح سیاہ و مصفا ڈونگ خارا کھڑا کر کے اور انکے اوپر ۳۶ فیٹ کا ایک اور پتھر رکھ کر باب عالی کی چوکھٹ بنائی گئی۔ اس چوکھٹ میں صندل، ماتھی و انت، اور سونے کا ایک دروازہ لگایا گیا۔ اس دروازے سے اندر داخل ہوتے تو ایک وسیع فضا میں کئی قصر نظر آتے۔ یہاں جنوب کی طرف دفتر خانہ شاہی اور مغرب کی طرف جامدار خانہ

اور کارخانہائے عامرہ وغیرہ بنائے گئے۔ اس وسیع فضا میں جانب شمال ایک دوسرے وارہ لگایا گیا تھا جس میں داخل ہونے کے بعد ایک اور وسیع میدان ملتا جس کے چاروں طرف لشکریوں، عوالم داروں، شب نویوں اور سجداروں کے لئے بڑے بڑے ہال یا ایوان بنے ہوئے تھے۔

ان سے گزرنے کے بعد چندن محل تھا جو ایک ”عمارت رفیع و دلکش“ تھی۔ اس محل میں بھی چند سجدار نوبت بہ نوبت جمع رہتے۔ چندن محل کے آگے گلشن محل تھا جو نہایت وسیع تھا اور اس میں خاص ترک، عرب اور دکنی سجدار حاضر رہتے اس کے بعد صدر صفہ تھا جس میں مقرب و معتبر ملازمان قدیم ہی ٹہر سکتے تھے۔ صدر صفہ کے بعد سجن محل تھا جو نہایت خوبصورت اور عالیشان عمارتوں پر مشتمل تھا جن میں اعیان و فضلا مقام کرتے تھے۔ اس محل کے جانب مشرق میں جو فیٹ طویل ایک ہال تھا جس میں رات اور دن مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور تقریباً دس ہزار مجلسی سادات، علماء، فضلا اور امرا ہر روز اس شاہی دسترخوان پر کھانا کھاتے۔

یہ تو دولت خانہ عالی کی بیرونی عمارتیں ہوئیں۔ اصل شاہی قیام گاہ خداؤ محل تھا جس کے متعلق محمد قلی کی ایک نظم دستیاب ہوئی ہے اس لئے بعد کو اس کا

ذکر کیا جائے گا۔ دولت خانہ عالی کی عمارتوں کے علاوہ محمد قلی نے ایک داحل بھی بنایا تھا جو انہی محلات کی پشت پر یعنی مغرب اور جنوب کی طرف بنایا گیا تھا اور قلعہ گو لکنڈہ سے جو سڑک چار منار کو آتی ہے اس کی طرف اس کا رخ رکھا گیا تھا۔ حیدر آباد کے موجودہ محلہ چوک و شاہ گنج و محبوب گنج کی جگہ قطب شاہی دور میں ایک وسیع میدان تھا جس کے درمیان ایک عالیشان حوض ۸۰ فٹ طویل اور ۱۲۰ فٹ عریض بنایا گیا تھا اور اس میدان کے اطراف بازار بنائے گئے تھے۔ داحل کا رخ اسی میدان اور بازاروں کی طرف رکھا گیا چنانچہ اس کے وسیع ایوانوں کے دروازے اسی طرف کھول دئے گئے تھے تاکہ مظلوموں اور آفت رسیدوں کو بلا روک ٹوک بادشاہ کی نظروں کے سامنے پہنچنے میں سہولت ہو۔ اور وہ اعیان و اکابر و درباریان شاہی کے توسط کے بغیر راست سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچ کر اپنا دکھڑا بیان کر سکیں اور بادشاہ اکثر اسی کے بیرونی جھروکے میں بیٹھا رہتا تھا۔

داحل چار منزلیں تھا اور اس طرح بنایا گیا تھا کہ سامنے سے چار جدا جدا محل نظر آتے تھے۔

داحل کے سامنے جو تالاب نما حوض بنایا گیا تھا اس کی تعریف میں اس

زمانہ کے سیاح اور مورخین خاص طور پر طب اللساں ہیں۔ چنانچہ فرونی استر آبادی
 اسی زمانہ میں حیدر آباد آیا تھا اور وہ اپنی تاریخ فتوحات عادل شاہی میں نورپور
 کی تعریف کے سلسلہ میں دوسرے شہروں کی عجائبات کا بھی تذکرہ کرتا ہے اور حیدر آباد
 کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ :-

”دریاچہ کہ در برابر داخل قرار دادہ اند، نوعے کہ قبیلے از طلا ساختہ اند
 چنانچہ آب از خرطوم فل مثل فوارہ لایق قطع در دریاچہ می ریزد کہ برہو ساختہ
 اند نوعے کہ طاقہ زودہ اند کہ حوضے بدیں بزرگی را کہ زیر او خالی ست و
 محل مرور مردم است پرواختہ اند۔ در اں عمارات و مواضع، اعجب بہ کار
 را وقت بسیار بکار رفتہ“ (نسخہ برٹش میوزیم ورق ۲۱۷)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حوض سطح زمین سے کافی بلندی پر بنایا گیا تھا اور اس کے
 نیچے بلند کمانیں بنادی گئی تھیں جن میں سے لوگ گذرتے تھے۔

یہ محل زوال سلطنت تک باقی تھا اور مغلوں کے قبضہ کے بعد توڑ دیا گیا۔ چنانچہ
 لچھی ناراین شفیق نے اپنی کتاب احوال حیدر آباد میں (ج ۲۱۲ء کی تالیف ہے)
 جہاں اس روایت کو نقل کر دیا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کی نظر حب و محل
 پر پڑی تو اس کی زبان سے نکلا :-

”ایں بلند بلند چہیت“

نعمت خاں عالی نے عرض کیا: ”داو محل است“

اورنگ زیب نے کہا: ”آرے شداو محل است“

داو محل کے توڑنے کا بھی واقعہ ان الفاظ میں درج کیا ہے:۔

ہر گاہ داو محل را شکستند، در عرصہ سی سال شکست رسید.... اکثر عمارات

عمدہ شہر تباہ شد و ہنوز نہ خانہ ہائے آں بعضے جا قائم۔“

غرض محمد قلی قطب شاہ کے بنائے ہوئے جن محلوں کا اب تک ذکر کیا گیا وہ سرکاری محل تھے۔ لیکن اس نے کئی ایسے محل بھی بنائے تھے جو خود اس کی حسنگی ضرورتوں اور ذوق کی تکمیل کی خاطر وجود میں آئے تھے۔ انہی میں ”ندی محل“ بھی شامل تھا جو موسیٰ ندی کے کنارے پانی کا نظارہ کرنے اور خانگی تفریح کی خاطر بنایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ محل کوہ طور“ بھی ایک خانگی محل تھا جس کا ذکر آگے آئے گا۔ افسوس ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کے طویل قصبیدے، مثنویاں اور ترجیع بند دستیاب نہ ہو سکے ورنہ اس موضوع کے تحت ہم اور کچھ لکھ سکتے۔ کیونکہ اس نے اپنے محلوں، باغوں، اور دیگر عمارتوں پر تفصیل سے قصبیدے اور مثنویاں لکھی ہیں۔ اس وقت اس کے کلام سے جو مواد ہمیں مل سکا ہے وہ صرف چھ سات محلوں

(یعنی خدا و ارحم، سبحن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، محل کوہ طور، قطب منہ اور حنا محل) اور ایک باغ محمد شاہی کی تعمیر و آرائش سے متعلق ہے۔ لیکن ان میں بھی صرف تین کے متعلق اس نے تفصیل سے لکھا ہے اور باقی کی نسبت بہت ہی کم لکھا ہے۔ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سبحن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، حنا محل اور قطب منہ پانچوں اسکی رہائش گاہیں تھیں۔ اور غالباً ان میں سے اکثر (سوائے قطب منہ کے) ایک ایک بیگم کے لئے مخصوص تھے۔ البتہ قطب منہ ایک ایسا مقام تھا جہاں خود بادشاہ رہتا تھا اور جہاں بڑی بڑی محفلیں اور تقریبیں انجام پاتی تھیں۔ لیکن یہ محفلیں اور بزم آرائیاں بھی زمانہ ہوا کرتی تھیں۔ مردوں کی محفلوں اور دربار آرائی کیلئے جو مقام مقرر تھے وہ دوسرے ہی تھے جن کا ذکر گزر چکا ہے اور جن پر کوئی نظم افسوس ہے اس وقت تک دستیاب نہ ہو سکی۔

خدا و ارحم اور محل کوہ طور کی زیبائش و آرائش کے بارے میں محمد قلی کے کلام سے نہایت مستند اور مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ باغ محمد شاہی پر جو قصیدہ محمد قلی نے لکھا تھا وہ بھی نامکمل دستیاب ہوا ہے۔ اسی طرح اور باغوں اور محلوں پر بھی اس نے لکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کا مکمل کلیات کتب خانہ آصفیہ میں اکتے موجود نہیں ہے۔

خدا و محل | محمد قلی کے کلام میں سب سے پہلے نظم خدا و محل قابل ذکر ہے۔ یہ
حیدر آباد کا سب سے بڑا اور عظیم الشان آٹھ منزلہ محل تھا۔ اس محل کے بائیں میں
مورخین لکھتے ہیں:۔

مہمارانِ نادرہ کا متصل بہ عمارت "داحل" طرح منزل عالی انگندہ
در اندک زمانے سقف عالیش از ایوان کیوان گذرانیدہ بذروہ لامکان
رسانیدند۔ از زیر تا بالا ہفت طبقہ..... مشتمل بر قصر ہائے مہرئس و
غرف ہائے عالیٰ حسن زینت پذیرفت مجموعہ این طبقات بہ "خدا و محل"
موسوم گردید..... ہر یک از این طبقات را بہ این وجہ موسوم ساختند طبقہ
ہفتم کہ پہلو از عرش می زد بخطاب الہی محل مشرف گردید۔ طبقہ ششم بہ لقب
محمدی محل..... طبقہ پنجم بہ حیدر محل..... طبقات چہارم و سوم.....
یعنی حسنی محل و حسینی محل..... طبقہ دوم جعفری محل و طبقہ اول موسوی محل
نامزد شد۔ چون این قصر عالی اتمام یافت شاہ کامکار بادل شاد جشن
شامانہ آراستہ ارکان دولت و خاص و عام سلطنت را از احسان
و انعام سرفراز گردانید۔ در آن مجلس میرک معین سہروردی حاجب نظام شاہ
کہ در غنوری دست رس داشت تا بیخ تازہ بعضی رسانیدہ صلہ گراں بابہ

یافت۔ رباعی تالیخ سے

ایں قصر کہ بہت رشک فرمائے بہشت ایام بآب زندگانی شہرشت
تالیخ مرتب شدنش کلک قصا بر لوح بقایائے جان بخش نوشت

(تالیخ ظفر ۱۶)

مشہور قطب شاہی تالیخ حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :-

”قصرائے الہی محل و محمدی محل و حمید محل و توابع و لواحق آں کہ بہشت
طبقہ خاقان جنت مکان سلطان محمد قلی قطب شاہ ساختہ بودند و چند لک

ہون خرچ آں شدہ بود مثل آں قصر برابر روئے زمین بنانہ شدہ“ (مطبوعہ ۲۲)

اس عجیب و غریب محل کے متعلق خود اس کے بانی نے جو لکھا ہے اس سے زیادہ معتبر و
مستند کسی مورخ کا بیان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ میں جو نظم خداداد
محل کے متعلق موجود ہے اُس میں قطب شاہ لکھتا ہے کہ :-

محمد نے خداداد محل کو سنوارا اور اس میں جنت سے حسینوں کو لا کر رکھا
تاکہ محل کی آرائش ہو۔ اس محل کی بلندی آسمان جیسی ہے جس کی وجہ سے
سورج چاند اور ستاروں کی رونق بڑھ گئی ہے۔ روئے زمین پر ایسا محل
کسی نے نہ دیکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس کو بھی قدسیوں نے زمین پر

لاکر رکھ دیا ہے۔ اسکی آٹھ منزلیں آٹھوں ہشتوں کی طرح ہیں جن میں
 آب حیات کے چشمے بہتے رہتے ہیں۔ یہ محل اتنا ہوا دار ہے کہ اسکی آٹھوں
 منزلوں میں دم عیسیٰ جیسی ہوا میں چلتی رہتی ہیں تاکہ دنیا کو زندگی بخشیں۔
 اس محل میں جو نازنینیں رہتی ہیں اُن کے رتھار لعل بدخشاں کی برابری
 کرتے ہیں اور وہ سورج اور چاند جیسے پیالوں میں آب حیات بھر کر پلاتی
 ہیں۔ ان کے چہرے مین ہیں تو ان کے ہونٹ عقیقہ مین۔ اور ان کا
 مکھڑا ہریل مین کی طرح روشنی پھیلاتا ہے۔

یہ ساری خوبریاں جنت کی تھیں کیونکہ ہوا سے زیادہ نازک
 اور پانی سے زیادہ تلی (لطیف) ہیں۔

جب یہ نعمت زن ہوتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے زہرہ
 زمین پر گانے بجانے کے لئے اتر آئی ہے۔ جب یہ نازنینیں ہاتھوں
 اور آنکھوں سے اُرت دکھاتی ہیں تو فرشتے ان کا نظارہ کرنے کے لئے
 آسمان کی کھڑکیاں کھول کر جھانکنے لگتے ہیں۔

یہ چھبیلیاں آسمانی ڈوپٹے یا ساڑیاں باندھتی ہیں جن کے کنارے

لہ آسمانی رنگ قطب شاہی رنگ تھا اور محفل اپنے کام میں اس کا خاص طور پر کئی جگہ ذکر کرتا ہے۔

سوج کی کرنوں کی طرح جھلک کرتے رہتے ہیں۔ ان کی بھویں آسمانی کمان
کا کام کر کے رقیبوں کے دلوں کو ہدف بنا کر گھائل کرتی ہیں۔

اے قطب شاہ نئی کے صدقے میں اور بارہ اماموں کے کرم سے تم
اس محل میں اپنی بارہ پیاریوں کے ساتھ ہمیشہ عیش کرتے رہو۔

اس نظم سے ایک چیز نئی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خدا واد محل آٹھ منزلہ تھا نہ کہ سات
منزلہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے۔ البتہ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ آٹھویں محل کا نام کیا
تھا؟ ایک چیز اور قابل ذکر ہے وہ ہر ایک منزل کا نہایت ہوادار اور کافی بلند ہونا۔
اس خصوصیت پر محمد قلی نے بہت زور دیا ہے اور تاریخیں ساکت ہیں۔
افسوس ہے کہ ایسا عجیب و غریب محل محمد قلی کے جانشین سلطان محمد کے
عہد میں عین اُس روز جل گیا جب کہ سلطان محمد کے یہاں اس کی دوسری بیوی (جو
ابراہیم عادل شاہ کی دختر تھی) کے بطن سے شاہزادہ ابراہیم مرزا پیدا ہوا تھا۔ اسکے
متعلق مورخ لکھتا ہے کہ :-

”شعلہائے آں بفلک اشیر سید و مدت چند روز کہ می سوخت احدے

را میسر نبود کہ ہزار قدم و دوی ہزار قدم راہ بکوالی آں گذار نماید و ایں قضیہ

از قضایائے عجیبہ و غریبہ روزگار بود“ (حدیقۃ السلاطین ص ۲۲)

خداداد محل کے ساتھ نہ معلوم فنون لطیفہ کے کیا کیا خزانے جل گئے کیونکہ اسکی بہر منزل بجائے خود کسی نہ کسی آرٹ کی نمائش گاہ تھی۔ ایک میں کتب خانہ تھا ایک میں مصوروں اور نقاشوں کے کمالات جمع تھے اور ایک میں جلد سازوں اور کاغذ کوٹا اور مزین کرنے والوں کی نشست تھی۔ یہی وجہ ہے کہ محمد علی کے عہد اور اس سے قبل کی اردو کتابیں بھی دستیاب نہیں ہو رہی ہیں۔ بعد کو اس نقصان عظیم کی تلافی کرنے کی کوشش کی گئی چنانچہ اس محل کی جگہ پر سلطان محمد نے بجائے ہشت منزلہ عمارت کے صرف چہار منزلہ عمارت بنا دی۔ لیکن یہ قصر بھی زوال کو لگندہ کے بعد تباہ و تاراج ہو گیا۔ اور آج خداداد محل کا نام و نشان بھی حیدر آباد میں باقی نہیں۔

محل کوہ طور | یہ بھی حیدر آباد کے عظیم الشان محلوں میں سے تھا اور اسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب قصرِ فلک نما واقع ہے جو جدید حیدر آباد کا سب سے بہتر محل سمجھا جاتا ہے۔ محل کوہ طور نہ منزلہ تھا۔ اس محل کے متعلق تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے:-

در جانب جنوب کوہے مانند کوہ طور پر فیض و سرور بود خضر و زماں

فرمود کہ برآں کوہ والا شکوہ عمارتے شانانہ ترتیب دادہ اطراف و جوارب

آں انہار و آبشار حوضبائے نوارہ دار و اسار بے شمار تیار سازند

ہنرمندان ماہر بموجب اشارہ ہمیں اہتمام شہر یار جہاں با تمام سازند

نیشن کوہ بریں و گلگشت آں سرزمین بفر قدم و جلوس خسرو نو آئیں بجایت
مطبوع و شیریں می نمود۔ اکثر مجالس شرب مدام مدام در آں مکان می بود

(تاریخ ظفر مشاہیر)

اس محل کے متعلق سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کی تاریخ حدیقۃ السلاطین
میں ذرا تفصیل سے لکھا ہے کہ :-

جانب جنوب متصل بدروازہ دارالسلطنت کو ہے واقع ست پندی
خلقت اور از روز ازل با جزائے عشرت و سرور نمودہ اند۔ و اجار و طین
اور از لال خرمی و شادی خمر و منجہ ساختہ اند، ہموارہ فیوضات نامتناہی
از مہبط انوار الہی بر فراز آں کوہ نازل و غایت فرح و نہایت شادمانی از
سیر آں نزہت گاہ خاقان جہاں راحل و سلطان علیین بارگاہ محمدی
قطب شاہ طالب شراہ بر بالائے آں کوہ عمارت و قصرے بجایت رفیع، مشعل
بر سر طبقہ دیوانہائے وسیع و شاہ نشینہا، و غرفہا بہ تکلفات گوناگون تھیں
موزوں ساختہ اند۔ و پیش آں قصر فلک منظر طاہرے بلند ساختہ فضائے
وسیع محاذی آں از آہک و سنگ ترتیب داوہ اند و بر زیر آں حوضے
بطول پنجہ گز و عرض سی گز بستہ اند و در اندرون آں قصر و ایوان ہا

دشاہ نشینہا محضہا ساختہ بجر ہائے ثقیل آب را از نشیب آں کوہ بفراز برہ
 جمیع محضہارا از آب محلو ساختہ فوار ہائے بلند را از ازل لال کوثر مشال
 جوشندہ و چون ابر بطیر در فضا ئے ہوا و سطح آب بارندہ گردانیدہ اند در دامنہ
 کوہ فلک شکوہ مشابہ بروج عمارات دیگر کہ تجلات سلطنت و اثاثہ پادشاہی
 در اں گنجد جا بجا بنا نمودہ اند و آں جیل پر صفا و نور را مسمی بہ کوہ طور گردانیدہ

اند - (۷۵)

مطلب یہ کہ کوہ طور بہت پر فضا جگہ تھی۔ وہاں کی سرسبزی و شادابی کو دیکھ کر
 محمد قلی قطب شاہ نے وہاں ایک سہ منزلہ محل بنوایا جس کے ایوان وسیع، اور شاہ نشین
 اور کمرے نہایت پر تکلف تھے۔ اس محل کے سامنے اونچی اونچی کمانیں بنا کر سامنے کے
 صحن کو پتھر اور چوڑے سے ترتیب دیا۔ اس کے نیچے ایک بہت بڑا حوض ۵۰ فٹ
 لایا اور ۹۰ فٹ چوڑا بنایا گیا۔ اس محل میں اور اس کے حیلہ یوانوں اور شاہ نشینوں
 میں ہر جگہ حوض اور فوارے بنائے گئے۔ اور نیچے سے پانی اوپر اس طرح پہنچایا گیا کہ
 تمام فوارے بادل کی طرح فضا میں پانی برساتے رہتے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں بھی
 بروجوں کی طرح عمارتیں بنائی گئیں تاکہ دوسری شاہی ضرورتوں کے کام آئیں۔
 تاریخ محمد قطب شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محل کے شاہ نشین کا طول ۹۰ فٹ

اور عرض - ۶ فیٹ تھا۔ اور اس کا عرض ۱۳۵ فیٹ لایا اور ۹۰ فیٹ چڑا تھا
 اور اس کی عمارت میں چار ایوان تھے۔ (نسخہ نواب سالار جنگ بہادر صفحہ ۲۶۹)
 محمد قلی قطب شاہ نے جو نظم محل کوہ طور لکھی ہے اس میں اس نے حسب ذیل
 باتیں بیان کی ہیں :-

چونکہ کوہ طور پر ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی تجلی نظر آتی ہے اسلئے خلق
 خدا اس کو دیکھنے آتی ہے اور اسکی روشنی سرمہ بنکر لوگوں کی آنکھوں
 کو روشن کرتی ہے۔

اس طور کا منظر بہشت بہشت کے مانند ہے۔ آسمان کی روشنی
 اس کے نور کے تلے چھپ جاتی ہے۔

اس محل کو دیکھ کر سب لوگ اپنی بھوک پیاس بھول جاتے ہیں
 ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر شاہ مرداں کی تجلی جھلک رہی ہے۔
 اس کے بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی وجہ
 اس محل پر ایمان کی روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اس محل کا ہر ایک کنگورا اتنا بلند ہے کہ اس پر چڑھنے سے اسطرح
 تمام عالم نظر آتا ہے جس طرح جام جہاں نما سے نظر آتا تھا۔ اس کے ہر

منارے پر شاہ کنتاں کا تہن جھلکتا رہتا ہے۔

یہ محل اپنی بلندی اور روشنی کی وجہ سے ساتویں آسمان کا قطب تارا
معلوم ہوتا ہے۔ اور تختِ سلیمان اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے جو
فرامین نکلتے ہیں وہ اُجالے کی طرح تمام عالم میں جاری ہو جاتے ہیں۔
اس محل کا صحن آئینہ سکندر ہے جس میں ایران و توران کی روشنی
بھی منعکس نظر آتی ہے۔

اس محل کے اطراف جو میدان ہے وہ اتنا نورانی اور بارونق ہے کہ
اس کے مقابلہ میں چاند اور سورج بھی خود کو بے رونق سمجھ کر اسکو دیکھنے
کے لئے روزانہ بیتاب ہو کر آتے ہیں۔

ساتوں اقلیموں میں اس محل کی نظیر نہیں۔ اس کی روشنی کے آگے
سورج کا اجالا تارے کی روشنی نظر آتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت سے چاند اور سورج کو لیکر اس محل کی
بنیاد میں رکھ دیا گیا ہے اسی لئے یہ روشنی کی ایک کان نظر آتا ہے جسکی
روشنی جو اہرات کی تمام کانوں میں بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس محل کے کنگورے اتنے بلند ہیں کہ غرش کے قدم سے جا لگے ہیں

اسی لئے اس جگہ کا اجالا تمام دنیا کے لئے قبلہ گاہ بن گیا ہے۔

اس محل کے ہر شہ نشین میں اور ہر برج پر بادشاہ کے حکم سے ہر روز
مدحیہوں کی مجلس آرائیوں کیوجہ سے روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں تو اس محل میں آرام و اطمینان سے

زندگی بسر کر کیونکہ اس میں شیریں دال کی بجلی بھی چمکتی رہتی ہے۔

اس نظم سے ظاہر ہوتا ہے کہ محل کو ہر طور اصل میں ایک شہستان کا کام دیتا تھا۔

جہاں بادشاہ اپنی پیاریوں کو لے کر اپنی زندگی عیش و نشاط کے ساتھ بسر کرنے

جاتا تھا۔ ایسی اچھی تفریح کا مقام شاید پوری سلطنت میں کوئی نہ تھا۔ کیونکہ وہاں

سے نہ صرف شہر حیدر آباد اور گولکنڈہ کی آبادی نظر آتی تھی بلکہ اطراف و اکناف

کے باغوں اور محلوں کی اور رات کے وقت پورے پایہ تخت کی روشنی پیش نظر ہوجاتی

تھی۔ اس مقام کی ان خصوصیتوں کی طرف قطب شاہی مورخ نظام الدین احمد نے

بھی خاص طور پر توجہ کی ہے اور اس کی حسب ذیل فارسی عبارت محمد علی قطب شاہ

کی اردو نظم کا بعینہ ترجمہ ہے۔ کیا تعجب ہے کہ یہ عبارت لکھتے وقت مورخ کے

پیش نظر بانی محل کی اصل نظم بھی ہو! مورخ لکھتا ہے: —

”بربالائے آں کوہ و عمارتِ فلک شکوہ برآمدہ جہاں بین و خرم و

عمارات و حضرت بیتین و باغات چند انکہ حس بصر شاہدہ نماید از
اطراف بنظر آورده از غایت فرح و نشاط عیش و عشرت انبساط فرمود
و ماہر و یان زہرہ جہیں و شاہدان حوالہ عین بہ اطراف اورنگ شہریار
خسروائیں حلقہ زدہ بخدمت قیام نمودند۔ و صراحی ہائے راج ارغوانی
چوں آفتاب نورانی بر فراز آں کوہ تجلی نمود۔ و جاہما چوں بدر منیر از
آب آتش انگیز لبریز شد۔ صلائے نوشا نوش بہ محبوبان بادہ نوش
در دادند“ (مشہ)

یہ محل اور اس کے باغ کی سرسبزی و شادابی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے
عہد میں بھی اسی طرح بہار پر تھی اور وہ اسی طرح استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ سلطان
عبداللہ نے ۳۰۰ سالہ کے موسم برسات میں وہاں ایک مہینہ تک قیام کیا اور اپنے
ناما محمد علی کی سنت کو (بقول حدیثہ السلاطین) ”در اں عشرت سرار و شب
بہ عیش و عشرت و طرب اشتغال نمودند“ پورا کیا۔

قطب شاہی سلطنت کے خاتمہ کے بعد یہ محل بھی ختم ہو گیا اور اسی کے
کھنڈروں پر بعد کو قصر فلک نما بنایا گیا۔ نواب شمس الامرا کا قصر جہاں نا بھی
محل کوہ طور ہی کے احاطہ میں تھا۔ اور امر کی فرود گاہ کے کام آتا تھا۔ ان ہی

لکھنڈروں پر جہاں نما بھی آباد ہوا ہے۔

خداداد محل اور محل کوہ طور کے بعد سجن محل کا ذکر ملتا ہے۔ یہ ان مجموعہ محلات میں سے ایک تھا جو شہر کے وسط میں تعمیر کئے گئے تھے اور جبکہ دولت خاں عالی کہتے تھے اور جبکی تعمیر اور خصوصیتوں کی تفصیل کا بیان اوپر گزر چکا ہے۔ سجن محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ :-

”درگاہ ہفتم سجن محل است۔ عمارت عالی مقدار با صفا کہ برشک

فردوس بریں بروئے زمین تزیین یافتہ جمعی از اعیان و فضلا در آن

مکان مقام دارند“ (تاریخ ظفر ۱۳)

اسی سجن محل سے متصل جانب مشرق ۳۰۰ فیٹ لانا بدہ مشہور و معروف ہال تھا جہاں صبح و شام مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور دس ہزار اشخاص (جن میں زیادہ تر سادات، علما، فضلا، امرا اور مجلسی شریک تھے) ہر وقت شاہی دسترخوان سے بہرہ مند ہوتے۔

سجن محل کے متعلق محمد قلی نے جو نظم لکھی ہے اس میں محل سے زیادہ اس نازنین کا تذکرہ کیا ہے جو اس محل میں اس کے دل پر قابض ہو گئی تھی۔ اس نظم کے مطالعہ سے مورخوں کی وہ توضیح مثبت ثابت ہوتی ہے کہ اس محل میں اعیان

فصل لٹھا کرتے۔ یہ محل اصل میں شاہی زمانہ محل تھا جیسا کہ خود نام سے بھی ظاہر ہے۔ مزید ثبوت خود یہ نظم ہے جس میں بادشاہ لکھتا ہے کہ :-

میری پیاری سجن محل میں بن سنور کر ناز و غمزہ کے ساتھ آئی۔ اور میری
بانِ جاں بن کر اُس نے مجھے زندگی کا پیلا لایا۔ اس کا اثر میرے سر
پھر سے چڑھ گیا ہے۔ کیونکہ پھر اس نے اپنی خماری آنکھوں کی بھٹی ناز
چڑھائی ہے۔

اس نے اپنے بالوں میں چاند اور سورج اور تاروں کی طرح پھول
گوندھے ہیں۔ ان پھولوں اور ان بالوں سے مجھے ایک دوسرا آسمان
نظر آنے لگا۔

بہوؤں میں گرہ ڈال کر مجھ سے کہتی ہے کہ پیلا لپیو اور اپنے ہونٹوں کے
نُقل کے ساتھ مجھ کو ملائی کھلاتی ہے۔

اپنے گلہالی کالوں پر اس نے پھولوں کا طرہ گوندہ کر لگایا ہے
اپنے گلے میں نورتن کے ہار ڈالے ہیں اور اپنے آنچل کی چمک میں ہزاروں
بجلیوں کا منظر پیدا کر دیا ہے۔

سجن محل اُس وقت لٹ گیا جب سلطان عبداللہ کے عہد میں مغلوں نے حیدرآباد پر چا

حملہ کیا اور بادشاہ کو یکایک محلات چھوڑ کر قلعہ گو لکٹنڈہ میں پناہ لینی پڑی اور حملہ آور و
حیدر آباد کے شاہی محلات کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

اعلیٰ محل اور حیدر محل کی نظموں میں بھی بجائے محل کی زیب و زینت اور
خصوصیات کا بیان کرنے کے اعلیٰ سکی اور حیدر پیاری کی تعریف کے گن گائے ہیں
اسی طرح قطب مندر کی نظم میں بھی زیادہ تر اپنے محبوبوں کی تعریف اور اپنی محفلوں
کی رونق کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ”اس کے محلوں میں ہر جگہ آئینے لگے
ہوئے تھے اور موتیوں کا فرش رہتا تھا۔ اور اس کی بیگمات راتوں کو چاند کی طرح
چمکتیں اور باتوں باتوں میں شراب کے پیالے پی جاتیں۔ اُن کی آنکھوں کی ضیا
آسمان تک پہنچ جاتی اور یہ آنکھیں باغ فردوس کو قطب مندر کے مقابل میں پہنچ
دیکھ کر بسنے لگتیں۔ جواہرات ان کے نور تن جیسے جسموں پر رہ کر خوشیاں مناتے۔“
اور اسی طرح کے مضامین مسلسل کئی اشعار میں باندھنا چلا گیا ہے۔

یہ تو محلات شاہی سے متعلق نظموں کا ذکر تھا۔ ان محلات کے علاوہ عید قربا
کی ایک نظم میں ایک اور محل کا ذکر کیا ہے اور وہ حنا محل ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
محل میں بھی وہ ایک عرصہ تک فروکش رہا تھا۔ اور بقرعید کی محفل اسی میں سجائی

۱۔ حیدر محل کا نام حیدر منڈ وہ بھی تھا اور یہ بھی ریت تماشا اور فریح کیلئے کام آتا تھا (گلزار صفحہ ۱۲)
یہ خدا داد محل کا پانچواں طبقہ ”جیدی محل“ نہیں بلکہ ایک بالکل دوسرا محل تھا۔

تھی۔ وہ عید قرباں کی نظم کے آخر میں کہتا ہے :-

اے قطب شاہ تو نے نبی کے صدقے میں حنا محل میں عشرت کو

پکڑ کر بسا دیا ہے۔

اس کا شعر ہے :-

صدقے نبی کے قطبا حنا محل میں عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمد

حنا محل محل میں حنا محل ہے۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ بادشاہ نے لفظ حنا کو تشدید

کے ساتھ حنا کیوں استعمال کیا ہے۔ یہ محل اس جگہ بنایا گیا جہاں اب سرکاری نہانہ

دواخانہ یا زچلی خانہ واقع ہے۔ یہ محل میں محمد قلی کے سپہ سالار ملک امین الملک کا

باغ تھا اور اسی لئے امین باغ کے نام سے کئی سو سال سے مشہور ہے۔ اور اب بھی

بعض پرانے لوگ اس کو امین باغ ہی کہتے ہیں۔ ملک امین الملک کا باغ مذہبی کے

کنارے سے لیکر خداداد محل اور دولت خانہ عالی تک پھیلا ہوا تھا۔ غالباً ملک امین الملک کے

انتقال کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اس باغ میں ایک حنا محل بنایا جائے چنانچہ

ایک مہینہ کے اندر ایک مکمل عمارت تیار کر دی گئی۔ اس کے متعلق لکھا ہے :-

معماران در مدت یک ماہ قصر مکمل حنا محل را در حسن تقطیع بنات

وسیع اسکاں نہادہ غیرت افزائے فردوس بریں ورشک پیسرائے

نگارخانہ چیں مانتند۔

قطعہ

زراں رفیع آمد چو قصر چرخِ ابر عالم مقام کز علو قدر بانی بازی گوید بنا
از ہوائے اوصیا بوسے گرفتِ میدد خاک را پیر نہ سربوئے جوانی از جفا
اہل دولت را فضاے دلکشائے ادب در لطافتِ پیچوجنت در لغوز و جانفزا (تاریخ غفر) ^{۱۹}

نوٹ۔ بعض تاریخوں میں محمد قلی کے ایک جناں محل کا بھی ذکر ہے، معلوم نہیں کہ محمد قلی نے نظم خان محل
خامنہ سے متعلق لکھی تھی یا جناں محل سے متعلق یا یہ کسی اور محل سے متعلق ہے جس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں۔

محلات شاہی کے بعد ہیں کلیات محمد قلی میں باغ محمد شاہی سے متعلق
ایک نظم ملتی ہے جس کے مطالعہ سے اس زمانہ کے باغوں و درختوں پھلوں اور پھولوں
کے متعلق دلچسپ علم حاصل ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ نظم بھی مکمل نہیں معلوم ہوتی ورنہ
آج سے ساڑھے تین سو سال قبل کے دکنی باغوں کی تفصیل عہدِ حاضر کے صاحبانِ ذوق
کی حین بندوبست میں مفید ثابت ہوتی۔

محمد قلی قطب شاہ کا ذوق کتنا بے پناہ تھا کہ اس نے کشادہ بازاروں، نفیس
حماموں اور عالیشان محلوں کے ساتھ حیدرآباد کے شایانِ شان باغ بھی تعمیر کئے
تھے۔ اس کی اس نظم سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ اس زمانہ میں

باغوں کے اطراف چار دیواری ہوتی تھی جو زیادہ بلند نہ ہوتی۔ کیونکہ اس پر سے تمام درخت اور ان کے پھل اور پھول نظر آتے تھے۔ چار دیواری کے ساتھ ساتھ سڑک بنائی جاتی جہاں سے باغ کے مناظر دکھائی دیتے تھے، اور جس پر اس کے پھولوں کی خوشبو مچکتی رہتی۔ پھولوں میں اس نے چنیا کلی کا خاص کر ذکر کیا ہے۔ اور پھولوں میں انگور، انار، کھجور، پیاری، ناریل، جامن، اور محمد پھل کا۔ محمد پھل سے مراد غالباً بادام ہے کیونکہ اس سے آنکھوں کو تشبیہ دی ہے۔ تعجب ہے کہ محمد قلی نے آم اور جام (امروہ) کا ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آم ہی کو محمد پھل کہا ہو۔ انگور اور کھجور عہد حاضر کے جدید آبادی باغوں میں کم نظر آتے ہیں۔

باغ محمد شاہی کا محل وقوع تارینوں سے اس جگہ معلوم ہوتا ہے جہاں اب میر عالم کی بارہ دری، نئے پل کا دروازہ، یوسف گنج اور چمنہ واقع ہے۔ یعنی دلی دروازہ کے جانب مغرب تو ملک امین الملک کا باغ تھا اور جانب مشرق باغ محمد شاہی۔ یہ باغ ندی سے لیکر بلدیہ اور دارالشفاء کی عمارت پرانی حویلی اور دیوان ڈیوڑھی تک پھیلا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دارالشفاء شاہی اور ندی کے درمیان کوئی عمارت نہ تھی بلکہ باغ ہی باغ تھا کہ مرینوں کو کھلی اور صاف ہوا ملے۔ اس باغ میں ایک طرف کو ایک محل بھی بنایا گیا تھا۔ یہ محل غالباً اسی جگہ واقع ہوگا جہاں

ابنواب میر عالم کی مشہور و معروف بارہ دری کھڑی ہے۔ اس باغ کے متعلق تاریخ
ظفرہ میں لکھا ہے :-

”باغ و بہستاں در اطراف آں قصر ہویدا است۔ رشک افزائے

خلد بریں و میوہ ہائیش چوں عنقا قد پرویں۔ مثنوی

خاکش از نیکوئی عبیر سرشت میوہ ہائیش چوں میوہ ہائے بہشت

تا کہ انگور کج نہا دہ کلاہ ویدہ در حکم خود سفید و سیاہ

شاخ نارنج و برگ تازہ ترنج نخل بندے کشادہ بر سر گنج

شاہ جم جاہ اکثر اوقات دریں باغ فردوس صفات باری چہرگان

دل ربا و اسیران ماہ لقا نہال طرب و چین لہو لعب نشاندہ جرعه شاد

بر عالم فانی می افشاند۔“

باغ محمد شاہی پر جو نظم لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے واضح

ہوگا محمد قلی کس پایہ کا شاعر تھا اور وہ درختوں، پھولوں اور پھلوں پر کیسی نظم لکھ

سکتا تھا :-

محمد قلی کا یہ تمام چین محمد کے نام سے سرسبز و شاداب ہو رہا ہے۔ اسی

وجہ سے اپنے طوبی جیسے درختوں کی وجہ سے یہ چین جنت کی طرح سہانا

معلوم ہوتا ہے۔

جس طرح فانوس کے اندر سے چراغوں کی روشنی خوبصورت نظر آتی ہے اسی طرح دیواروں کے پیچھے سے میوؤں اور پھولوں کے جسم نظر آرہے ہیں۔

پھول لگانے کے لئے اس چمن کی ہوا دم عیسیٰ کا کام کرتی ہے اور سرسبز نہالوں کی خبر مشاطہ کی طرح لوگوں تک پہنچاتی ہے تاکہ لوگ آکر ان کی بہار دیکھیں۔

سڑک سے جب میں باغ کو دیکھتا ہوں تو خوشی سے میرے دل کی کلی کھل جاتی ہے اور اس کی خوشبو سے دنیا ہلکنے لگتی ہے۔

چمن میں پھولوں کو کھلتا ہوا دیکھ کر سکيوں کا منہ یاد آتا ہے اور محمد پھل کی طرح اُن کی آنکھیں زیب دیتی ہیں۔

چنپا کی کلی ناک کی طرح نظر آ رہی تھی جس کی دو پتیاں دو پہلوؤں کی طرح ہیں اور اس جگہ بھنورے کوتل کی طرح دیکھ کر سب کا دل حیران ہو گیا۔

لاکھوں انگوروں کے خوشے شریا اور سنبہ کی طرح دکھائی دیتے ہیں

اور اس انگور کے منڈوے کی تازگی کے سامنے آسمان پرانا نظر آتا ہے۔

اناروں میں دانے ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں جیسے یا قوت پتلیوں میں۔ اور کھجوروں کے خوشے مرجان کے بیجوں کی طرح نظر آتے ہیں اور سپیادوں کے لال خوشے دن اور رات کی طرح سیاہ و سفید نظر آتے ہیں۔ ناریل کے پھل زمر کے مرتبانوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور اسکے تاج کو اہل دکن پسالہ کہتے ہیں۔

جامن کے پھل بن میں سالم نیلم کی طرح نظر آتے ہیں اور اس کو اس لئے رکھا ہے کہ دوسرے میوؤں کو نظر نہ لگے۔ اس باغ کی تعریف و توصیف کے لئے سوسن نے بھی دس بابیں لکھ لی ہیں اور دکن اپنی سب سدریوں اور حینوں کی وجہ سے کھلی ہوئی نرگس کی طرح بارونق ہو گیا ہے۔

چمن کا شہر سن کر بابل سب آپس میں خوشی سے الاپ رہے ہیں اور ان کی آواز سن کر جنت کی حوریں رقص کر رہی ہیں۔ جس کو دیکھ کر دخت مست ہو رہے ہیں اور اپنے پتوں جیسے ہاتھوں سے تالیاں بجا رہے ہیں۔ ڈالیاں پھولوں کی شراب جیسی خوشبو سے مت ہو کر ڈول رہی ہیں۔

شاید شیشم کی شراب ہے یا کسی کے ہونٹوں کے عرق کا پیالہ۔ یہ بھی اچھا ہے اور وہ بھی اچھی بشرطیکہ اچھو بتیرے ساتھ ملکر پینے کا موقع ملے۔
 باغ محمد شاہی کے ذکر کے ساتھ ہی اس واقعہ کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کو سرسبزی و شادابی سے خاص دلچسپی تھی۔ وہ برسات اور پانی کا دیوانہ تھا۔ جہاں جہاں پانی مل سکتا تھا وہاں اُس نے محل، باغ، اور عمارتیں بنوائیں اور جہاں پانی نہیں پہنچ سکتا تھا وہاں تک پانی لانے کی جبر ثقیل وغیرہ کے ذریعہ ایسی ایسی ترکیبیں کیں کہ آج عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ایسے قدیم زمانہ میں یہ کیونکر ممکن تھا۔

چار منارا اور کوہ طور جیسی بلندیوں پر حوض بنا کر ان میں پانی پہنچانے کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ اس کے علاوہ واد محل، دولت خانہ عالی اور محل کوہ طور کے عجیب و غریب حوضوں اور قواروں کے احوال بھی درج ہو چکے ہیں۔ اس طرح بہتے ہوئے پانی سے لطف اٹھانے کیلئے اُس نے موسیٰ ندی کے کنارے ایک ندی محل بھی بنایا تھا جس کی تعریف میں مورخین رطب اللساں ہیں۔ شاہی محلات کے علاوہ محمد قلی نے عوام کے لئے بھی بازاروں میں پانی کی نہریں دوڑا دی تھیں اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ شاہ جہان آباد اور نہر چاندنی چوک کی تعمیر میں

ابھی نصف صدی سے زیادہ زمانہ باقی تھا۔

حیدرآباد کے اکثر بازاروں میں درنوں طرف پانی کی تہریں بہتی رہتی تھیں
اور ان کے کنارے سایہ وار درخت لگائے گئے تھے۔ ایک مغربی سیاح ولیم میتھولڈ
لکھتا ہے کہ :-

”شہر حیدرآباد اپنی خوشگوار آب و ہوا اور پانی کی بہتات کی بدولت
ہندوستان کا بہترین شہر ہے“ (گوکلنڈے کے تعلقات ص ۹)
ہمد اور نگ زیب کے مورخ خانی خاں نے لکھا ہے کہ :-

”سو منہائے آں شہر لطافت و آب و ہوائے آں سرزمین و حسن
نملکین آں بنز فام و سیر حال آں مرز بوم اگر پردازم از سر رشته سخن
باز می نامم“ منتخب اللباب جلد دوم ص ۳۶۸۔

اسی طرح شہنشاہ اورنگ زیب کے خاص مورخ محمد ساقی نے بھی جو فتح گوکلنڈہ کے
وقت ہمرکاب تھا حیدرآباد کی اس خصوصیت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا
ہے :-

”رطوبت ہوا و غدویت روانی چشمہا شادابی سبزہ بہ تربہ کہ

لے حدیقتہ العالم مقالہ اول ص ۲۱۵ مطبوعہ مطبعہ سیدی حیدرآباد دکن۔

پنداری گل و سبز و این سرزمین را آب و رنگ زمر و لعل است“ (ماثر عالمگیر ص ۳۲)
 افسوس ہے کہ محمد قلی کے بنائے ہوئے محل آج حیدر آباد میں باقی نہیں ہیں لیکن
 جو محل قلعہ گوکنڈہ میں اب تک شکستہ و بوسیدہ حالت میں موجود ہیں ان کے دیکھنے سے
 ثابت ہو جاتا ہے کہ چھ چھ سات سات منزلہ عمارتوں میں بھی اور پر تک پانی پہنچانے کی
 انتظامات موجود تھے اور بعض محلوں کی چھتوں پر اب تک حوض موجود ہیں۔ ایسا
 معلوم ہوتا ہے کہ تمام قطب شاہی سلاطین پانی کے بے حد دلدادہ تھے اور ان میں
 بھی محمد قلی کو تو خاص طور پر اس سے دلچسپی تھی۔ جس کا مزید ثبوت اس عنوان کے
 تحت ملے گا جو محمد قلی کی مصروفیتوں اور آغاؤں باراں سے متعلق آئندہ صفحات میں
 درج ہے۔

حوضوں اور نہروں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد حمام مسجدیں، عاشر خانے،
 لنگر خانے، مدرسے، ہمان خانے، کارواں سرائیں، اور دواخانے بھی بنائے
 تھے۔ جن میں سے چند حماموں، اکثر مسجدوں اور عاشر خانوں، متعدد کارواں سرائوں
 اور شاہی دارالشفاء کی عمارتیں یا ان کے آثار اب تک باقی ہیں۔ اور اس شکستہ
 حالت میں بھی ظاہر کرتے ہیں کہ محمد قلی کس اعلیٰ ذوق اور شان و شوکت کا بادشاہ
 تھا۔ وہ نزاکتوں سے زیادہ شکوہ اور بڑائی کا دلدادہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ



دارالشفاء- حیدرآباد کا قدیم ترین دواخانہ جو محمد قلی قطب شاہ نے
شہر حیدرآباد کی آبادی اور تعمیر کے بعد بنایا تھا۔

حیدرآباد اور گولکنڈہ کی اکثر عمارتیں جسامت مضبوطی اور بلندی کی وجہ سے ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن اس مضبوطی اور بلندی کے ساتھ ساتھ خوبصورتی اور لطافت کا بھی خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا۔ چنانچہ ابوالقاسم فرشتہ جس نے اکبر اعظم کے بنائے ہوئے ”آگرہ“ لاہور اور فتح پور سیکری جیسے عظیم الشان مغلیہ شہروں میں بودوباش کی تھی حیدرآباد کے متعلق لکھتا ہے :-

”شہر ہے کہ در تمامی ہندوستان شرقاً و غرباً مثلاً و جنوباً مثلاً
در لطافت و صفا ہرگز یافت نمی شود“ (تاریخ فرشتہ مقالہ سوم ص ۱۷۳)

موسیو ٹیورنیئر فرانس کا رہنے والا تھا جس کا پایہ تخت پیرس قدیم زمانہ ہی سے عروس البلاد سمجھا جاتا ہے۔ یہ جب حیدرآباد آتا ہے تو اپنے بیاحت نامہ میں لکھتا ہے کہ :-

”شہر نہایت سلیقہ سے بنایا گیا ہے اور اس میں بڑے بڑے رستے
ہیں..... چارپانچ کاروان سرائیں موجود ہیں جو دو منزلہ
ہیں.....“ (جلداول ص ۱۲۳)

آخر میں حدیقہ العالم کا ایک بیان نقل کروں گا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جس کے مطالعہ سے سلطان محمد قلی کے ذوق تعمیر اور شہر حیدرآباد کی ابتدائی حالت کا اندازہ

ہو سکتا ہے :-

”در ہر بازار سے چند چہار سو کہ بہ ہندی چوراہا گویند مساوی الاصلع
 و سوائے آں بازار ہائے دیگر۔ و کا کین چہار وہ ہزار گفتہ اند اور
 پیش ہر دوکان ایوانے و ماورائے اس از محلہ ہا و حمام ہا و خانقاہ و
 مدرسہ و مسجد و لنگر و مہمان خانہا۔ دو دو از وہ ہزار مکان بر لوح مہارت
 کشیدند۔ مجموع عمارات کو چہ و بازار و غیرہ را از سنگ و آہک
 بہ تکلف ہر چہ تمام تر بر آوردند۔ و منازل یا دشاہی بہ نوع ساختند کہ
 مسافران اقا لیم سیمہ نظیر آں در ہر بیچ ملک نشان نمی دہست۔“

(مقالہ اول ص ۲۱۵)

عیدوں اور تہواروں کی ترویج

سلطان محمد قلی قطب شاہ کو خدا نے قلب و دماغ کی نہایت اعلیٰ قوتیں و دیعت کی بخش دی وہ نہ صرف ایک بہت بڑا بادشاہ تھا بلکہ ایک زبردست صنعتکار تعمیر کار اور شاعر بھی تھا۔ ساتھ ہی ایک بلند مرتبہ مصلح قوم مجتہد وقت و صنعتکار رعایا پرور اور فیاض و رحمدل بھی تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں کسی کو سزائے موت نہیں دی۔ اس کے دسترخوان پر کسی وقت ایک ہزار سے کم آدمی نہ ہوتے اور اس کے دسترخوان کی طرح اس کے دربار اور داخل کے دروازے بھی ہر وقت ہر کس و نا کس کے لئے کھلے رہتے۔ مشہور مورخ ابوالقاسم فرشتہ نے اگر دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں اس کو حلیم الروف لکھا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس میں خدا نے ایسی عجیب و غریب اور متضاد و مختلف خصوصیتیں یک جا کر دی ہیں کہ تاریخ میں ایسی ستجیع الصفات شخصیت بہت کم نظر سے گذرتی ہے۔

ابھی ہم نے اس کے عظیم الشان شہر حیدرآباد کی تعمیر و آرائش و زیبائش کے متعلق لکھا ہے اور اب ہم اس کی تنظیمی قابلیت اور ثقافتی ذوق کے متعلق چہند معلومات فراہم کریں گے۔ یہ ہم کو معلوم ہے کہ اس کے عہد میں کبھی کبھی کچھ لڑائیاں اور بغاوتیں ہوئیں لیکن اس نے اپنی طبعی صلح پسندی کی وجہ سے ان کو بڑھنے نہ دیا اور کثرتِ شائی کے مقابلہ میں صلح و آشتی کو ترجیح دی اور آخر کار ایسے کام کئے کہ رعایا کے دلوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اسی سلسلہ میں اس نے متعدد عیدوں اور تہواروں کو رائج کیا تاکہ اس کا ملک عمرانی اور سماجی نقطہ نظر سے بھی ایک خاص سطح پر پہنچ جائے۔ اور اہل ملک کو سال بھر میں مختلف مواقع ایسے حاصل ہو سکیں جن میں وہ دل کھول کر اپنے انسانی جذبات کا اظہار کر سکیں۔ ایسے مواقع یوں تو سال میں کئی دفعہ آتے ہوں گے۔ لیکن محمد قلی کے کلیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بارہ چودہ ایسی اہم تقریریں مقرر کر دی تھیں جو خاص اہتمام سے منائی جاتیں۔ اور عوام کے علاوہ خود بادشاہ بھی ان میں ذاتی دلچسپی لیتا۔ یہ تقریریں حسب ذیل ہیں :-

- ۱۔ محرم ۲۔ عید میلادِ نبی ۳۔ عیدِ بعثتِ نبی ۴۔ عیدِ سوری ۵۔ عیدِ مولود علی ۶۔ عیدِ غدیر ۷۔ شبِ برات ۸۔ عیدِ رمضان ۹۔ بقر عید ۱۰۔ نوروز ۱۱۔ بخت ۱۲۔ ساگرہ بادشاہ ۱۳۔ مرگ سال (آغازِ برات) ۱۴۔ شبِ معراج۔

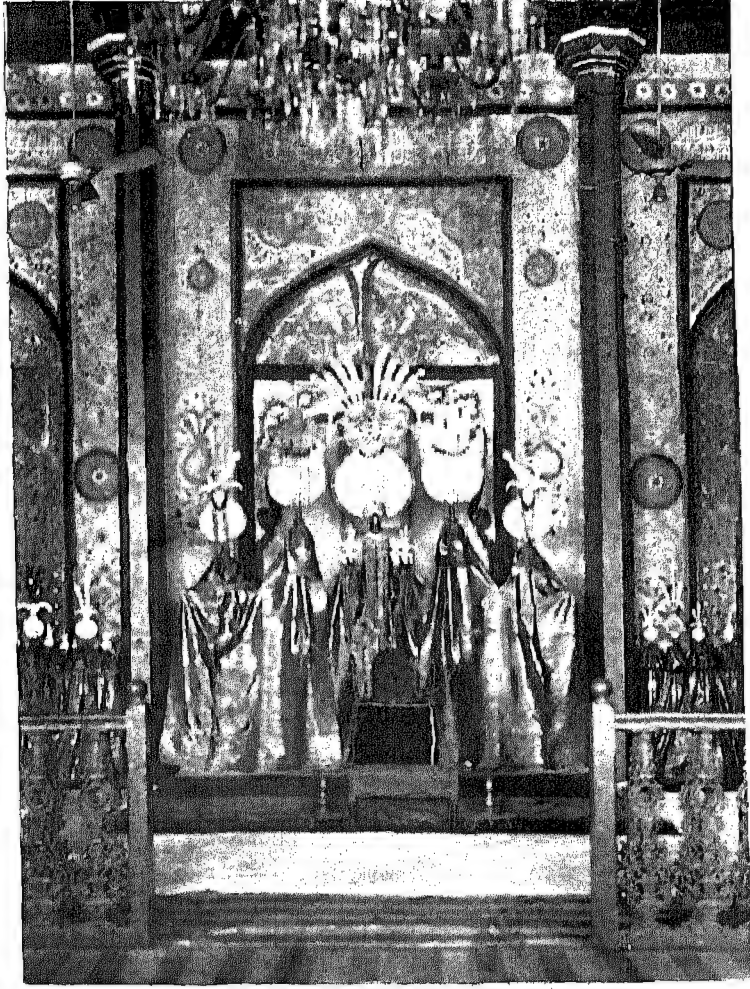
ان میں چار ایسی تختیں جو بین قومی سمجھی جاتیں اور جن میں ہندو اور مسلمان سب شریک ہوتے، یعنی :- ۱۔ ساگر بادشاہ ۲۔ آمد برسات ۳۔ نوروز اور ۴۔ محرم۔ محرم کی نسبت خود محمد قلی کے موجودہ کلام سے کچھ زیادہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اس کے صرف چند ہی مرثیے ملے ہیں۔ حالانکہ اس نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے جو اس کے مکمل دیوان (کذب خانہ آصفیہ) میں موجود تھے۔ اور حجلہ تاریخوں میں یہ امر وضاحت کے ساتھ درج ہے کہ حیدر آباد میں محرم کی تقریبوں کا آغاز سلطان محمد قلی قطب شاہ ہی نے کیا تھا۔ تعزیرہ داری اور مجلس اسی کی قائم کی ہوئی ہیں جو آج تک جاری ہیں۔ حیدر آباد میں سب سے پہلا علم اس کا بٹھایا ہوا ہے جو اب تک موجود ہے اور جس کا ذکر گزر چکا ہے۔

محرم کے مراسم کو محمد قلی نے اس خوبی سے رائج کیا کہ شیعوں کے علاوہ سنیوں اور ہندوؤں نے بھی ان ایام کو خاص اہتمام سے منانا شروع کیا اور خاص کر محرم کے ابتدائی دس بارہ روز تک تو ایسی مصروفیتیں رائج ہو گئیں جن میں سلطنت قطب شاہیہ کا ہر تنفس (خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو) حصہ لیتا تھا۔ اس کے متعلق موجدین لکھتے ہیں کہ :-

”قطب شاہی سلطنت کا قدیم طریقہ ہے اور خاص کر محمد قلی قطب شاہ کے

زمانہ سے یہ رواج ہے کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی خود بادشاہ بھی اورنگ زرنگار
 اتر جاتے اور لباس شاہی کو جامہ عزا سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور تمام
 ممالک محروسہ میں حکم نافذ ہے کہ کہیں کوس، نقارہ، طبل یا دما نہ بجے،
 اور گانے بجانے والے بھی اپنے آلات کو غلافوں میں رکھ دیتے ہیں۔ شاہی
 اور عام باورچیانوں میں گوشت کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ سلاطین سیندھی
 بھنگ اور دیگر نشہ آور چیزوں کی دکانیں بند کر دی جاتی ہیں، نہ تفتا
 لوگ گوشت بیچتے ہیں اور نہ تنبولی پان۔ اسی طرح شہر کے محالوں میں حمام بھی
 اپنا کام بند کر دیتے ہیں۔ ”و احکام مذکور بجمع مسلم و کافر طبقات انام
 دریں ایام غم انجام در ممالک محروسہ جاری می دارند“ (حدیث السلاطین قطب شاہی)
 ایام محرم میں محمد قلی قطب شاہ کی دریا ولی میں اور اضا فہ ہو جاتا تھا۔
 چنانچہ لکھا ہے کہ :-

۱ بارہ اماموں کے لنگریں ۶۰ ہزار ہون مجادروں اور خادموں کے
 وظیفوں اور دیگر امور میں صرف ہوتے۔ اور محرم کے بعد بارہ ہزار ہون
 اور خرچ کیا جاتا جو زر عا شوری کہلاتا۔ اس کے علاوہ نجف اشرف
 کر بلائے معلیٰ اور دیگر مقامات کو ہر سال ایک لاکھ ہون تقسیم کے لئے



بادشاہی عاشورخانہ جسکی دیواروں پر محمد تقی قطب شاہ نے کار کاہشی
کا نہایت نفیس کام کرایا ہے۔

روانہ کئے جاتے۔ ۲ (تاریخ نظر ۷۱)

عزاداری کو شایانِ شان طریقہ پر منانے کے لئے محمد قلی نے محل کے عاشورخانہ کے علاوہ ۳۰۰۰ میں ایک ہاؤس بھی عاشورخانہ بھی تعمیر کرایا جس میں ساٹھ ہزار روپیہ صرف ہوئے۔ یہ عمارت بارہ گز (یعنی ۳۶ فٹ) بلند رکھی گئی اور اب تک موجود ہے اس میں چودہ معصوموں کے نام کے ۱۴ علم اتنا دئے گئے۔ ان علموں کو استادانِ ناد اور ہنرمندان ماہر نے اپنے اپنے کارناموں کے طور پر بنایا ہے اور چودہ گز کے زینتی نخان جن میں شاہی شعر بافوں نے قرآنی آیتیں اور ادعیہ ماثورہ نہایت کمال کے ساتھ بن دی ہیں، ان علموں کو پہنائے جاتے ہیں اور عاشورخانہ کے صحن میں طاقتوں کی دس صفیں ایک دوسرے کی متوازی بنادی گئی ہیں اور ہر صف میں تقریباً ایک ہزار طاقتے ہیں تاکہ اتنے ہی چراغ روشن ہوں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ پہلی شب میں پہلی صف روشن کی جاتی ہے، اور دوسری میں پہلی اور دوسری۔ اسی طرح دسویں کی رات کو پوری دس صفیں روشن ہو جاتی ہیں اور دس ہزار چراغوں کی روشنی سے عاشورخانہ بقعہ نورین جاتا ہے۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے چراغدان بھی بصورت اشجار پر شاخ بنائے گئے جن میں سے ہر ایک میں ایک سو بیس شمعوں اور چراغوں کی روشنی کا انتظام

کیا گیا اور ان پیتلی جھاڑوں کو عاشور خانہ کے دالانوں کے برابر رکھا جاتا ہے۔ اور خود ایوان میں اور حوض کے اطراف قد آدم سے بھی بلند کا فوری شمعیں بہررات روشن کی جاتی ہیں۔

[عاشور خانہ میں سیاہ پوش عزاداروں کا صبح و شام اثر و ہام رہتا تھا۔ خوش آواز ذکر اور خوش خواں نغمہ پرداز دلسوز مرثیے اور غم اندوز اشعار اس درد و اثر سے پڑھتے رہتے کہ سننے والوں پر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی۔ عصر کے وقت خود بادشاہ بنفسی رنگ کا لباس پہن کر آہستہ رفتار سواری میں یا سیاہ مغل کے سنگاسن میں بیٹھ کر جملہ سیاہ پوش مقرروں، مجلیوں، امیروں اور وزیروں کے ساتھ الاوہ میں آتا اور دو خوش آواز ذکر شاہی سنگاسن کے دونوں طرف خود بادشاہ کے مصنفہ مرثیے پڑھتے ہوئے آتے۔ جب بادشاہ عاشور خانہ کے دروازہ میں داخل ہوتا تو سواری سے اتر کر برہنہ پا آتا اور اپنے ہاتھ سے علموں پر پھول چڑھاتا اور شام کے وقت تمام کا فوری شمعوں اور ایوان کے برابر کے چراغوں کو بھی اپنے ہاتھ ہی سے روشن کرتا۔ اس وقت مرثیہ خوانی ہوتی رہتی اور ائمہ معصومین کی مدحیں پڑھی جاتیں۔ چیراغ روشن کرنے کے بعد ایک فصیح و بلیغ خطیب کھڑے ہو کر شہدائے کربلا کی ارواح کے لئے باوازا بلند

فاتحہ پڑھتا۔ جس کے بعد بادشاہ دولت خانہ عالی کی طرف واپس ہو جاتا اور وہاں کے عاشور خانہ میں امر و وزرا کے ساتھ آدھی رات تک ماتم و مرثیہ خوانی میں بسر کرتا۔ یہاں کندوری جو بغیر گوشت کے قسم قسم کے تکلفات سے تیار کی جاتی اور شربت اور ٹنگ مک وغیرہ کی تقسیم عمل میں آتی۔ (حدیقہ ص ۴۴)

یہ اوقات حدیقۃ السلاطین میں دراصل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے متعلق درج ہیں۔ لیکن اس بیان کی ابتدا میں صاف صاف لکھ دیا ہے کہ یہ دستور محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ سے جاری ہے۔ اس لئے سلطان محمد قلی بھی کم و بیش اسی طرح عمل کرتا ہوگا۔ کیونکہ سلطان عبداللہ کے متعلق جملہ تاریخوں میں یہی لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ سے زیادہ اپنے نانا محمد قلی کی پیروی کرتا تھا اور کوئی تعجب نہیں کہ محرم کے جملہ مراسم میں اس نے اپنے نانا ہی کی پیروی کی ہو۔

اس تفصیل سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ خود بادشاہ کے مرثیے بھی ایام محرم میں پڑھے جلتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ سلطان محمد قلی نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے جملہ مرثیے دستیاب نہ ہو سکے۔ لیکن جو ملے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محرم کے آغاز کے ساتھ ہی مرثیہ نگاری شروع کر دیتا تھا۔ چنانچہ دیوان کے پہلے مرثیہ میں لکھتا ہے :-

محرم کے مہینے میں اماموں کا غم پھر سے آیا ہے جس کی وجہ سے زمین او
آسمان میں دوبارہ رنج و الم کا دور دورہ ہو گیا۔ ۴

زمین پر اس ستم و بلا کی وجہ سے اتنا شور و غوغا پیدا ہوا اور دلوں میں
اتنا دکھ بھر گیا کہ سانس اندر جانے کے بعد باہر نکلتے ڈرتی ہے۔

سورج اماموں کے غم میں جل جل کر آگ کا شعلہ بن گیا ہے اور پر غم کے
چاند نے اس غم میں خود کو کونلے کی طرح جلا دیا ہے۔

اے مسلمانو اپنے آنسوؤں سے ندیاں بہاؤ کیونکہ اماموں پر غم او
بلا پھر سے آئی ہے۔

اے مسلمانو تم کبھی محرم کا نام نہ لینا کیونکہ اس مہینہ نے قیامت
بن کر علم قیامت کو بلند کیا ہے۔

حوروں کو جنت میں کوئی دکھ درد نہ تھا لیکن حسینؑ کا غم کرنے کیلئے
وہ دوسرا جہنم لیتی ہیں۔

یہ مرثیہ ناقص الآخر ہے۔ لیکن اس کے ابتدائی اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گذشتہ
محرم میں بھی کوئی مرثیہ لکھ چکا ہے۔ دیوان کا مندرجہ دوسرا مرثیہ ناقص الاول
وشتیاب ہوا ہے۔ اس میں محمد قلی لکھتا ہے :-

بی بی فاطمہ حسین کے لئے لہور روتی ہیں اور اس لہو کی سرخی ساتوں
آسمانوں پر شفق بن کر چھا گئی ہے۔

اے مسلمانو! اماموں پر جو دکھ ہوا ہے اس کا حال نہ پوچھو کیونکہ ہر ایک امام
پر طرح طرح کے دکھ اور ظلم ہوئے ہیں۔

افسوس کہ دنیا میں ان پر کیا ظلم ہوا اور یہ سب ظلم و بلا صرف فاطمہ کبریٰؑ
اے محرم تو گیارہ مہینوں کی طرح کیوں نہیں ہے؟ سب مہینوں میں خوشیاں
کرتے ہیں لیکن تو آکر دلوں میں دکھ بساتا ہے۔

اے محرم تو نے اماموں کی ایسی مہمانی کی کہ کربلا کے جنگل میں ان کے لئے
تمام بلاؤں کو جمع کر دیا۔ مسلمانوں کے لئے اس مصیبت سے بڑھ کر کوئی نہیں
کیونکہ اس میں آنسوؤں کے لہو سے پیالے بھر کر پینا پڑتا ہے۔

بد بخت شامی کافروں نے امام سے قول طلب کیا اور خود بے ایمان
اس لئے خدا نے ان کے لئے دوزخ بنائی ہے۔

اس مہینے میں مہینہ حسن کے زہر کی وجہ سے ہرے لباس پہنتے ہیں جنکی
چھاؤں آسمان پر رنگ بھردیتی ہے۔

اے خدا تو اماموں کی حرمت میں قطب شاہ کو بخش دے کیونکہ انکی مدح کا

حلقہ غلامی اُس کے کانوں میں زبیر دیتا ہے۔

اگرچہ فرشتے امام کی مدد کرنے آئے تھے مگر انھوں نے قبول نہ کی سوج
ان کا ماتم کرنے والوں کی آہ سے ہر روز جلتا رہتا ہے اور چاند اس شرم
کے مارے گل کراپنا سر نیچے جھکا لیتا ہے۔

یزیدیوں کے ظلم کا قصہ کوئی بیان نہیں کر سکتا کیونکہ شیطان نے
بچپن سے انہی کے یہاں جا کر تعلیم پائی ہے۔ یزید اور شمر جیسے کام شیطان
بھی نہ کر سکیگا۔ اس شخص پر ہزاروں لعنتیں جبکہ ایسا لڑکا پیدا ہوا۔
تبیہ امر شیعہ ناقص الاول ہے۔ نہ معلوم کس طرح ابتدا کی تھی؟ اس میں لکھ
ہے کہ:-

ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے بارہ اماموں کو اتنا دکھ دیا کہ غافلہ کا ہوا
اس لہو سے دھل گیا۔ قیم پیاس پیاس پکارتے ہوئے مل کر روتے رہے
اور اس دکھ درد کے آنسوؤں نے ان کے حلق کو سکھا دیا۔

زندگی کو تو ایک چراغ سمجھ جو اس غم کی وجہ سے جل رہا ہو۔ اسی غم میں
پریاں اور حوریں بھی اپنی آنکھوں سے لہو کے آنسو پکاتی ہیں۔
اماموں کا قصہ بیان کرنے کی زبان میں بھی طاقت نہیں کیونکہ شہید

غم کی وجہ سے درد و غم کے بادل تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں۔
 اے خدا تو ان ظالموں سے باز پرس کر اور ہماری آہ و فریاد کو سن
 کیونکہ انھوں نے بن باپ دادا کے یتیموں پر جفا اور ستم توڑا ہے۔
 اے مسلمانو اگر تم اپنے ایمان کے دعوے کرتے ہو تو دم بدم روتے جاؤ
 کیونکہ یہی دوزخ کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔
 اے خدا اماموں کی وجہ سے قطب شاہ کو تو شفا دے کیونکہ شہیدوں کی
 دوستی کی وجہ سے تمام بادشاہوں میں اسکی تعریف ہوتی ہے۔“

اس مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک محرم میں بادشاہ کی طبیعت ناساز تھی۔ اس
 ناسازی مزاج کا اس نے دوسری نظموں میں بھی ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکثر
 بیمار رہا کرتا تھا۔ اسکی تصویر سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دوسرے قطب شاہوں کے مقابلہ
 میں نحیف تھا۔ اس موضوع پر آئندہ بحث کی جائے گی۔
 چوتھے مرثیے میں محمد قلی لکھتا ہے :-

اے ماتیمو آؤ ہم سب مل کر اس غم میں لہور دیں اور وایا امام کے
 در میں اپنے دل کھودیں۔ آہ ہمارے درد سے ہریا کو بھی جوش آتا ہے
 اور ماتیموں کے لہو کی بوندوں سے سب آگ بجھ جاتی ہے۔

سب دکھوں کی حد ہوتی ہے لیکن اس دکھ کی کوئی حد نہیں کیونکہ فرزند
فاطمہ کے بغیر اس دنیا میں کہیں نور نہیں ہے۔ فاطمہ کے دکھ میں عرش و کرسی
بھی غم کے آنسو دتے ہیں اور ساتوں آسمانوں اور زمینوں میں آگ بھڑک
اٹھتی ہے۔ مصطفیٰؐ کے باغ کے پھولوں کو پانی نہ دیکر سکھا دیا گیا اور مصطفیٰؐ
و مرتضیٰؑ و فاطمہ کے دل کو دکھایا۔

تمام پیغمبروں نے اس غم میں نیل کے پیرے پہن لئے ہیں۔ کیونکہ جسطرح
نبیوں میں مصطفیٰؐ ہیں، اماموں میں حسینؑ ہیں جنھوں نے کفر کو توڑ کر اسلام
کو رائج کیا۔

یہ مرتبہ بھی ناقص الآخر ہے۔ محمد قلی کا ایک اور مرتبہ خاص کر قابلِ ذکر ہے
یہ نہایت طویل اور مکمل ہے اور اس میں اُس نے نوحہ کے طرز میں اس امر کو ثابت
کیا ہے کہ تمام دنیا اماموں کا غم کرتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :-
دو جگہ کے اماموں کے غم میں سب کے دل آہ و زاری کرتے ہیں۔ او
سب کے جموں کا رواں رواں جلتا ہے۔ ساتوں آسمان آٹھوں جھنڈیں
ساتوں سمندر اور ساتوں قلیں ایک سے بڑھ کر ایک اس غم سے متاثر
کعبہ نے بھی اس غم میں سیاہ پوشی اختیار کر لی ہے اور ظلمات بھی اسی

دکھ میں سیاہ و تاریک ہے۔

دل
لوح قلم عرش و کرسی قدسی اور غلمان سب اسی غم میں ہیں۔ اور با
اوز بکلی بھی ساری رات اسی لئے پکارتے اور روتے پلاتے رہتے ہیں۔

آسمان کا چھجی جل گیا اور خورشید کو آگ لگ گئی۔ چاند پر بھی جلنے
کی وجہ سے سیاہ دھبہ پڑ گیا۔ پرندوں نے اپنے سب پر جھڑا دیے اور گھربا
چھوڑ کر نکل گئے اور سمندر روتے روتے بھر پور ہو گئے۔

پھول اس دکھ میں سوکھ گئے اور بلبلیں خاموش ہیں اور حسین کوئل
اسی غم میں بن بن پکارتی پھرتی ہے۔ اے انسانو دیکھو کہ پرندوں نے
غم کے مارے دانہ چکنا چھوڑ دیا ہے۔ تمام دنیا نے ماتم کی ایک دوکان
کھول دی ہے۔ دونوں جگ خراب و خستہ ہو گئے، حیوان رنج و غم میں
کباب بن گئے، اور سمندروں نے سراب بن کر موج زنی ترک کر دی۔
اس غم کی آگ سے دنیا بن کی طرح جل رہی ہے اور آسمان اور زمین
بل رہے ہیں اور بہشت میں فرشتے بے اختیار ہوکرتڑپ رہے ہیں۔

اس کے بعد امام حسن اور امام حسین کی خصوصیات و مناقب تفصیل سے بیان کیے
ہیں اور آخر میں اپنے لئے دعا کی ہے۔ یہ مرثیہ نہایت اہم اور سب سے بہتر ہے۔

[علوئے تخیل اور خوبی اسلوب کے لحاظ سے محمد قلی قطب شاہ کی بہترین نظمیں میں سمجھا
 گیا کہ اس نے محمد قلی کے ایک فارسی مرثیے کے چھ بند اور ایک فارسی نوحہ بھی موجود ہے۔
 ان تمام مرثیوں کے مضامین اس لئے پیش کر دئے گئے کہ یہ اردو زبان کے
 پہلے مرثیے ہیں اور ان میں محمد قلی کے وہ خیالات ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے ہیں جن کو
 اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے ملک میں رائج کر دیا اور نہ صرف اپنے ہم خیالوں بلکہ
 تمام اہل ملک کو محرم کی تعظیم و تکریم اور شہدائے کرام کے غم و الم میں حصہ لینے کی طرف
 راغب کروایا۔

محمد قلی نے ان مرثیوں اور تعزیر داری کے علاوہ محرم میں ایسی لہجہ تقرر بھی
 رائج کی کہ تمام اہل ملک ان میں حصہ لینے لگے۔ مثلاً روشنی کپڑوں، کھانوں، بیسوں
 وغیرہ کی تقسیم اور چھٹی محرم کو دارمحل کے سامنے کا عظیم الشان منظر (جو رفتہ رفتہ ایک
 میلے کی شکل میں منتقل ہو گیا) ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے محرم کو سلطنت قطب شاہی کا
 ایک ناقابل فراموش عنصر بنا دیا۔ چنانچہ جملہ سیاح اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔
 ان سلسلہ میں قطب شاہی تاریخ حقیقۃ السلاطین سے دارمحل کے سامنے کا عظیم الشان
 منظر کی نسبت کچھ معلومات بھی لکھ دی جاتی ہیں۔

”چھٹی محرم کو الافہ بیرون دولت خانہ کے علم (جن کا اہتمام کو تو وال کے ذمہ ہوتا ہے)
 نے یہ فارسی ترکیب بند اور نوحہ کلام الملوک میں شائع ہوا ہے (دیکھو صفحات ۴۷ تا ۵۵)۔

میدان دلکشائے وسیع الفضاء داخل میں لاتے ہیں۔ اور اس میدان کے اطراف اکناف کے بازاروں اور راستوں پر چراغاں کئے جاتے ہیں اور تابوت اور گنبدوں (یعنی تغزیوں) کو بہترین زیبہ زینت اور قسم قسم کی نقاشی اور نگارشات سے آراستہ کر کے اور ان کے اندر اور باہر بہت سی شمعیں روشن کر کے لے آتے ہیں۔ اور لکڑی سے بڑے بڑے درخت اور عظیم الشان ہیکلیں بنا کر ان میں بھی روشنی کرتے ہیں۔ فانوسوں، مشعلوں اور چراغوں کا ایک انبوہ علموں کے سامنے چلا آتا ہے۔ اور کثیر تعداد میں عربی اور عجمی لوگ اور شیعیان و محبان ائمہ مطہراتوں میں شمعیں لئے ہوئے دونوں طرف اور ان کے درمیان ذاکران و مداحان مرثیئے اور مدح پڑھتے ہوئے داخل کے میدان میں آتے ہیں۔ داخل کیے نیچے دو طرفہ چراغ روشن رہتے ہیں اور علم درمیان میں جن کے اطراف تمام سیاہ پوش عزاواران و ذاکران وغیرہ کھڑے ہوتے ہیں۔

داخل کی چوتھی منزل پر سے جب بادشاہ اس چراغ زار پر نظر ڈالتا ہے جو تائبوں کے پرداغ سینے کے مشابہ ہے تو عزاواروں کے شور و ثیون سے اس پر بھی رقت طاری ہو جاتی ہے اور وہ سیاہ پوشان و لفکار کے لئے اپنے یہاں سے نازیدہ کے خوان روانہ کرتا ہے۔ اور کو تو ال تمام مجمع کے ساتھ بادشاہ اور سلطنت کی بقا کے لئے دعا کرتا ہے۔

لے اس جگہ اب چوک کی مسجد گھڑی محبوب مارکٹ اور عزائمہ عامرہ واقع ہے۔

اسی طرح ایام عاشورہ کے ختم تک شہر کے جملہ محلوں کے علم اس میدان میں آتے رہتے ہیں۔
ساتویں محرم کی صبح میں بادشاہ ندی محل میں برآمد ہوتا ہے، شاہ نشین میں کھڑا
رہتا ہے اور ایران اور ہندوستان کے حاجب طلب کئے جاتے ہیں۔ اور جملہ مجلسی امیر
وزیر مقرب اور ہر طبقہ کے ملازمین سب پوش ہو کر حاضر ہوتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ کھڑے
ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تمام شہر و مضافات کے علم طلب کئے جاتے ہیں اور علموں کے
ساتھ شہر کی تمام مخلوق دروازہ بارہ امام میں سے داخل ہوتی ہے۔ ہندو اور مسلمان
سب کو داخلہ کا بارعام دیا جاتا ہے اور یہ مجمع ندی محل کی فضا میں روزِ عشر کا انبوہ نظر
آتا ہے۔ علموں کو ترتیب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے سے لیجاتے ہیں اور اس وقت سائیں
کا ماتم اور شور و شیون اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ عرشِ اعظم تک پہنچتا ہے۔ اس وقت علموں کا تال
گنبدوں اور تعزینوں کو دیکھ کر میدان کر بلا میں اہل بیت کی گرفتاری اور پریشانی کا
منظر دیکھنے والوں کی آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور وہ بے اختیار روئے لگتے ہیں۔ بادشاہ
بھی متاثر ہوتا ہے اس کی طرف سے ہر علم کو ایک ابریشمی ڈسٹی باندھی جاتی ہے اور
خادموں کو ایک خربطہ زر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ظہر کے وقت تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔
نویں محرم کی رات میں دولت خانہ عالیہ کے اندرونی الاوہ کے علموں کو میدان
دربار خسروی (یعنی چار کمان کے میدان میں) لے آتے ہیں۔ اس رات بادشاہ پھول

چڑبانے اور علموں کو آراستہ کرنے کے بعد خاصہ کی کافوری شمعیں جملہ جلیوں مقربوں اور حجابِ عظیم الشان کو اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا ہے اور شاہی سپہ سالار کے ہاتھ سے کل سلیحہ داروں اور عساکر میں تقسیم عمل میں آتی ہے۔ سرنخیل شاہی کے ہاتھ میں شمشیر خاصہ دی جاتی ہے اور تمام مجلسی سردار اعیان و اکابر اور دولت خانہ شاہی کے جملہ چھوٹے بڑے ملازم ہاتھوں میں شمعیں لئے ہوئے نکلتے ہیں اور دروازہ الادہ میں سے میدانِ دربار چار کمان میں بے شمار مشعلوں چراغوں اور فانوسوں کے ساتھ علموں کو لے آتے ہیں۔ میدان کے ایوانوں کے سامنے چالیس پینتالیس فٹ بلند ہاتھی شیر اور درخت سرو وغیرہ کی عجیب و لپید برشکلیں بنا کر روشن کی جاتی ہیں اور اس میدان کی چاروں کمانوں پر سرسے پاؤں تک طاقتور تھراپوں اور طرح طرح کے درختوں کے نقشے اتار کر ان میں روشنی کی جاتی ہے۔ اور تمام میدان میں بھی لکڑیاں باندھ کر چراغ لگائے جاتے ہیں۔

محل کی اس چوڑی دیوار پر جس کے برابر سے علموں کو میدان میں لیجاتے ہیں بادشاہ تقریباً پانسو قدم علموں کے ساتھ جاتا ہے اور آخر کار اس کمان پر جو چارمینار کے مقابل (اب بھی موجود) ہے پہنچ جاتا ہے۔ وہاں سے تمام میدان اور دوسری کمانوں کا منظر سرتاپا چراغاں نظر آتا ہے۔ اور بے حد و حساب مخلوق خدا جس میں شریف و وضع چھوٹے بڑے عورت مرد سب ہی شامل ہوتے ہیں اس وسیع میدان میں جمع ہو کر اس چراغاں

اور آتشیں گشتاں کا تماشا دیکھتے ہیں۔

علموں کو بیچ میدان میں لانے کے ساتھ ہی ذکر اور مداح حلقوں میں تقسیم ہو کر ذکر و بیچ پڑھتے ہیں اور دو گھنٹے کے بعد بادشاہ اُسی مکان اور دیوار پر سے چلتا ہوا علموں کے ساتھ واپس ہوتا ہے اور سب لوگ دعا و فاتحہ کے بعد واپس ہو جاتے ہیں۔

دسویں کی صبح کو بادشاہ پورا سیاہ پوش اور پابرہنہ ہو جاتا اور جب اس کے سیاہ پوش امیر مقرب، وزیر ملازم اور خاص غلام زاری و شیون کرتے اور مرتبہ پڑھتے ہوئے علموں کے لگے الاوہ حضور کی طرف آتے ہیں تو بادشاہ بھی ماتم کرتا ہوا ایوان الاوہ کے قریب کی مسجد میں پہنچتا ہے۔ وہاں ”قصد شہادت اور گرفتاری حرم محترم“ سنا ہے جس سے دل غویاب اور آنکھیں سیلاب بن جاتی ہیں۔ ذکر کے بعد خطیب نہایت فصاحت کے ساتھ باواز بلند شہدائے گئے فاتحہ اور شاہ کے لئے دعا پڑھتا ہے اور بادشاہ دولت خانہ مراجعت کرتا ہے جہاں زیارت حضرت سید الشہدا اور روزِ عزا کی نماز پڑھ کر خاص و عام کو کندوری تقسیم کرتا اور حکم دیتا ہے کہ دوسو یتیم سیدزادوں کو پیش کریں جن کو نفیس لباس اور رقم دی جاتی ہے۔

اگرچہ یہ تمام تفصیل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے اوقاتِ محرم کی ہے لیکن ان کا آغاز محمد قلی ہی نے کیا تھا اور یہی باتیں کم و بیش اُس کی تمام زندگی میں جاری رہیں۔

ہم کو یہ معلوم ہے کہ سلطان عبداللہ اپنے نانا کے قدم بقدم چلتا تھا اسی لئے اس نے وہ تمام باتیں دوبارہ رائج کر دیں جو اس کے باپ کے زمانہ میں موقوف ہو گئی تھیں یہی وجہ تھی کہ مورخوں اور شاعروں نے اس کو ”محمد قلی کا سچا جانشین اور نمونہ“ ثابت کیا ہے۔ چنانچہ غلامی نے اپنی مشہور کتاب طوطی نامہ میں سلطان عبداللہ سے مخاطب ہو کر لکھا ہے کہ تیرے حالات و واقعات دیکھ کر لوگ کہتے ہیں کہ پھر دنیا میں محمد قلی آگیا ہے۔ اس کے شعر ہیں :-

شریائے تارک پہ اس کا ہے پاؤں	[مہاراج سلطان عبداللہ نازوں
ہے مہر مہ چند سور کے نین کا	شرافت میں گرد اس کے نعلین کا
صفا دار روشن دلاں آج کے	دیکھت زور و طالع اس راج کے
کہ پھر جگ میں آیا محمد قلی	کہیں یوں بختی علی ولی
ہیں اس کیچ آشمار تہجہ میں تمام	سچیں آج اے خسرو نیک نام

.....

نکل آئے تہج دور میں تیر کے	ڈوبے تھے ہنرمند سو پیر کے
کیا دور سینیاں پوکے زنگ کوں	دیا جو پھر راگ ہو رنگ کوں

(طوطی نامہ مطبوعہ صفحہ ۶ تا ۹)

عید میلاد نبی

ایام عزاکم طبع سلطان محمد نے محمد قلی کے انتقال کے بعد عید میلاد نبی کی مصوم و صام اور نمائشوں کو بھی ختم کر دیا تھا اور اس کے اخراجات میں جتنی رقم صرف ہوتی تھی وہ علماء و فضلا و صالحا و اتقیا میں تقسیم کر دی جاتی تھی اس کے مستحق حدیقتہ السلاطین میں لکھا ہے کہ :-

”در زمان سلطنت خاقان جنت مکان علیین بارگاہ سلطان محمد شاہ

..... میزبانی و سور مولود حضرت میدا و لا آدم موقوف و متروک

بود و خلایق از ایں عیش و عشرت مجبور و محروم بودند و وجہ دایر کے خراجا

آں را بہ علماء و فضلا و صالحا و اتقیا قسمت می نمودند“

اور جب سلطان عبداللہ تخت نشین ہوا تو اس نے فرمان دیا کہ :-

”ہتھیہ جشن و سور و میزبانی و استمداد آئین بندی مولود برگزیدہ

حضرت چناں کہ در سنوات سابقہ بود باز واید و لواحق“

و تکلفات دیگر اضعافاً مضاعفہً بکنند“

اس کے بعد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی قطب شاہ عید میلاد نبی کی بزم آرائی

اور آئین بندی فضائے دلکشائے میدانِ داد محل میں کیا کرتا تھا۔ یہ میدان محل کے

جانب جنوب نہایت وسیع مربع مستطیل تھا۔ اس کے زمینوں طرف جواہر و نفاس کی

دوکانیں تھیں۔ اور اس کے مشرقی اور مغربی پہلوؤں میں دو رفیع چہار مندرہ عمارتیں ایک دوسرے کے مقابل بنائی گئی تھیں جن میں سے ایک چاوڑی تھانہ اور دوسری کوتوال خانہ کہلاتی تھی۔ ان دونوں کے آگے نہایت بلند منڈوے یا دالان بنائے گئے تھے اور ہر ایک میں خاص نشیمن یا نشست گاہیں بھی ترتیب دی گئی تھیں۔ ان دونوں عمارتوں کو نیچے سے اوپر تک اور میدان کے اطراف کی دوکانوں کو بھی بڑے تکلف سے سجایا جاتا تھا اور میدان کے بیچ میں داد محل کے عین سامنے چالیس ستونوں اور چار سوطنا بول کا ایک خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اس کا وسطی حصہ نخل و اطلس سے اور اطراف کا زردوزی نقش و نگار سے مزین ہوتا تھا۔

عید سیلا والنہی کی آمد سے بہت قبل ہی صنائع ہنرمند اور استادان صنعت و حرفت ان دونوں عمارتوں کے سامنے اپنے عجیب و غریب کمالات کی پیش کشی میں مشغول ہو جاتے اور آخر کار جب روز مولود یعنی ربیع الاول کی سترہویں تاریخ آجاتی تو کوسوں دماموں، نقاروں، نفیریلوں اور قرناؤں کی آوازوں سے میدان داد محل گونج اٹھتا۔ تمام شہر اور اطراف کے لوگ اس میدان میں جمع ہوتے اور منوعات و حیرت کے کرشموں کا تماشا دیکھتے۔ اور ان دُور دکشا قصروں کی تصویروں کی سیر کرتے۔ ان

لے محمد قلی قطب شاہ نے ہر ربیع الاول کو صبح ترین تاریخ پیدائش آنحضرت صلعم قرار دیا تھا۔

دونوں قصروں کی دیواروں پر تصویریں اتاری گئی تھیں۔ درمیان میں خود قطب شاہ کے دربار کی تصویر تھی جس میں مقربانِ سریر، نزدیکانِ تخت، مجلیانِ عظام، بزرگانِ رفیع اور امرا و وزرا کو اپنی اپنی جگہ بتایا گیا تھا۔ اس کی دائیں طرف خسرو ایران کے دربار اور بائیں طرف شہنشاہ مغلیہ کے دربار کی تصویریں بھی اسی اہتمام سے بنائی گئی تھیں۔ ان عظیم الشان تصویروں کے علاوہ مذہبی اور تاریخی واقعات کو بھی بذریعہ رنگ کاری پیش کیا گیا تھا۔ ان تصویروں کی خصوصیتیں اور مناظر کی تفصیل حدیقتہ السلاطین میں درج ہے اور اگرچہ یہ تاریخِ سلطان عبداللہ کے عہد میں لکھی گئی لیکن جشنِ میلاد نبی کے احیاء کا تذکرہ ۱۳۰۰ھ کے واقعات کے ساتھ درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی تھیں کیونکہ اس وقت سلطان عبداللہ کی عمر صرف ۵ سال کی تھی اور اس کو تخت نشین ہونے سے صرف دو سال ہوئے تھے۔ اور یہ عرصہ ایسی عظیم الشان تصویروں کی تیاری کے لئے ناکافی تھا۔ اس کے علاوہ سلطان محمد جیسے زاہد تو اس کی

لحمہ حیدر آباد کی یہی تصویریں تھیں جن کی تقلید میں بعد کو سلطان حیدر علی اور شیو سلطان نے اپنے قصر دریا دولت باغ کی دیواروں کو تصویروں سے آراستہ کیا تھا۔ اور اب ہمارا جرمیور اپنے محل کو مصور بنا کر شیو سلطان کی تقلید کر رہے ہیں۔

تو قہ ہی نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ محلوں کی دیواروں پر تصویریں اتروائے گا۔ اسلئے یہ تصویریں سلطان محمد ظلی ہی کی بنوائی ہوئی ہوں گی۔ البتہ سلطان عبداللہ نے اس میں ضرور اضافہ کیا ہوگا جس طرح بادشاہی عاشورخانہ کے نقش و نگار میں اضافہ کیا تھا جس کے ثبوت اب تک موجود ہیں۔

اس قصر مصور کی چھت پر بھی طرح طرح کے نقوش بنائے گئے تھے جن میں فرشتوں کی صورتیں اور طبقہ ہائے نور کی دلفریبیاں قابل ذکر ہیں۔ اس قصر کے ستونوں کو طلائی اور لاجوردی نقاشی سے مرصع کیا گیا تھا اور خود عمارت میں جگہ جگہ تمام روئے زمین کے بادشاہوں کی محفلوں اور مجلسوں کو اُن ہی کے خاص لباسوں اور مخصوص اُوروں کے مطابق سجایا گیا تھا۔ اور قطب شاہی بادشاہ کی سواری کے نقشے بھی اسلئے گئے تھے جن میں بادشاہ کہیں ماتھی پر اور کہیں عربی گھوڑے پر اپنے خیل و شہم و لشکر و خدام کے ساتھ جاتا دکھائی دیتا تھا۔

ایک جگہ شکار گاہ کا منظر تھا۔ شیروں، ببروں، چرندوں، پرندوں اور سوار اور پیادہ شکاریوں اور دوڑتے ہوئے اور گرتے ہوئے شکار کی تصویریں بھی پہنچی گئی تھیں۔ غرض یہ عجیب و غریب تصویریں نقوشِ اجنڈے سے کم قابل قدر تھیں اور بہترین صناعی کا نمونہ تھیں۔ ہم یہاں باقی ماندہ تصویروں کی فہرست بھی

اصل قطب شاہی تاریخ سے نقل کر دیتے ہیں :-

۱۔ مجلس سلیمان و مجمع دیوان و آدمیان و وحوش و طیور۔

۲۔ معراج حضرت نبی طیل و صعود براق و جبریل و افواج ملائک۔

۳۔ مجلس زلیخا، زنان مصر و طشت و آفتابہ در دست یوسف و یرید
زنان ترنج با کف دست۔

۴۔ شیریں با زنان در میان آب و یریدن خسرو پرویز و اوراد در میان
آب دیدن۔

۵۔ مجنون در محراب مومن و القت اوبا آہوان مطبوع موزون و آمدن
لیلی بدیدن او۔

۶۔ جنگ رستم بادیوسفید و غار و باشکبوس در معرکہ کارزار۔
اس کے بعد مورخ لکھتا ہے کہ :-

”والمثال ذلک بے حد و نہایت در این دو عبارات تصویر نموده اند“

و ہیا کلی عظیمیہ و صوریہ فیل و شیر و آدم و اسب و چندین صور مختلفہ

البنیات در ہر ضلع از اشلاخ آل ابداع و اختراع نموده اند“ (ص ۵۲)

عید مولود نبی میں عوام ان تمام تصویروں کو دیکھنے جمع ہوتے تھے۔ ان مصوٰر و شقوش

قشروں کے سامنے میدان میں اس تقریب سعید کے لئے جو خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا اسکے
 وسط میں ایک شامیانہ باندھا جاتا جس میں تخت شاہی رکھا جاتا تھا جو تمام وکمال
 ہونے کا تھا اور قیمتی جواہر سے مرصع۔ اس کے اطراف شاہی تھیل و لوازم کے مناسب
 زیب و زینت کی جاتی اور اس طرح مذکورہ بالا دونوں مصور و منقوش عمارتوں
 کے ایوانوں میں بھی صفہ بادشاہی آراستہ کئے جاتے اور گانے اور ناچنے والیاں اطراف
 سلطنت سے جمع ہو کر اپنا اپنا کمال فن دکھاتیں۔ ان دونوں ایوانوں اور خیمہ
 کے صفہ ہائے شاہی کے سامنے کوئی ایک ہزار رقاصائیں اور حینانِ نغمہ طراز اپنے
 اپنے گانوں اور ناچ سے مجلس عشرت و انبساط کو گرم کرتی رہتیں۔ ان صاحبانِ
 حسن و جمال کے علاوہ تمام ملک کے دوسرے صاحبانِ کمان مثلاً بازگیر، ریسما
 باز، لعبت باز، حقہ باز، مقلد اہل ہزل، مخرے اور شرب باز وغیرہ اس موقع پر
 حیدرآباد میں جمع ہو جاتے تھے اور میدان وسیع الفضاء و دکشائے داو محل میں
 اپنے اپنے کرتب دکھاتے رہتے۔ جن کے حیرت انگیز کرشموں کو دیکھنے کے لئے شہر
 کی تمام مخلوق رات اور دن اس میدان میں جمع رہتی۔ حیدرآباد میں رنگ اور
 ناچ کے جو جلسے عہد سلطان العلوم آصف جاحہ سابع کے آغاز
 تک محرم میں ہو کرتے تھے وہ دراصل عہد قطب شاہی کے ان ہی عید میلاد نبی کے

جلسوں اور رنگ ریلیوں کی یادگار تھے۔

میدانِ دلکشائے داو محل کے علاوہ عید میلاد النبی کی خوشی میں میدانِ عالم پہنائے دروازہ شیر علی (یعنی میدانِ چار کمان) میں بھی آسمان کی طرح بلند اطلسی خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اور چوتھرہ پر مسند ترتیب دے کر بڑے بڑے عہدہ دار بیٹھے رہتے اور یہاں بھی رقص و سرود کی محفلیں سجائی جاتیں۔

اسی طرح محلِ خاص، ہشت محفل، چار صفہ، لعل محل، گلن محل، چندن محل، صد صفہ اور سخن محل وغیرہ میں بھی ڈیرے اور شامیانے لگائے جاتے۔ پر تکلف مسندیں بچھائی جاتیں۔ اور ہر جگہ بڑے بڑے سلحدار اور حوالدار مجلس آرائیاں کرتے۔ ان تمام خیموں، محلوں اور صفوں میں زعفران، صندل اور مشک وغیرہ کو طلائی و نفروئی بادیوں میں بھر کر ہر روز ایک ایک طبق پان خاصہ کے ساتھ تقسیم کرتے۔ جو ہر محل میں سو ہزار سے زیادہ صرف ہوتے۔ ساتھ ہی ہر روز قسم قسم کے کھانوں کے دسترخوان بچھائے جاتے اور تمام خاص عام کو شاہی کندوری سے فیض یاب ہونے کا موقع ملتا۔

یہ تو بیرونی محلات اور خیموں کی مجلس آرائیاں تھیں۔ خاص شاہی محل میں مخصوص اور منتخب و مہجہال رقاصائیں اور استادان خواندہ و سازندہ ملک ایران و ہندوستان ہی بار پاسکتے تھے۔

اس ماہ جشن و میزبانی کے آخر میں بادشاہ کی سواری نکلتی تھی تاکہ دونوں میدانوں اور عمارتوں کی آئین بندی اور آرائش و زیبائش کی سیر کی جائے۔ اس موقع کے لئے مخصوص فیلبان پانچ گز کے خاص شاہی ماتھی کو زعفران اور صندل سے دھو کر طلائی زنجیروں موتیوں کی جھول، مرصع کلنی، اور دوسرے زیوروں سے آراستہ کر کے لے آتے تھے عصر کے وقت بادشاہ اس ماتھی پر سوار ہو کر میدان کی طرف نکلتا اور جملہ ارکان دولت مقربان تخت، سردارانِ عالی شان، وزیرانِ رفیع مکان، حوالہ دار، سطح دار، لشکری اور ہر طبقہ کے بے شمار ملازمین اس شاہی ماتھی کے اطراف پیادہ چلتے۔ اندرونی و بیرونی محلوں کی طوائفیں اور سب گانے بجانے والے ایک خاص سرخ لباس پہن کر جو اس تقریب میں بادشاہ کی طرف سے ان تمام کو عطا کیا جاتا تھا شاہی ماتھی کے آگے آگے قس کرتے اور گاتے ہوئے نکلتے تھے۔

اس سواری کی دھوم دھام اور بادشاہ کو دیکھنے کے لئے تمام شہر و اطراف کی مخلوق جمع ہو جاتی اور بازاروں، دوکانوں، مکانوں، اور چھتوں پر سوائے انسانی سروں کے اور کچھ نظر نہ آتا۔ خاص کر میدان میں ایک عظیم الشان مجمع رہتا۔ جب ان لوگوں کی نگاہیں بادشاہ پر پڑتیں تو وہ بے ساختہ دعائیں دینے لگتے اور تعریف کرتے۔ اس طرح میدان چار کمان سے نکل کر یہ سواری چار منار سے ہوتی ہوئی داخل کے میدان نکلتی

پہنچتی تھی بہاؤ چاؤڑی خانہ و کوئال خانہ کے پاس تھوڑی دیر کے لئے شاہی ہاتھی
ٹھہرایا جاتا۔ اس وقت عہدہ دار زر و جواہر کے طبقہ بادشاہ پر سے شمار کرتے اور مندر
گزرانتے تھے۔ میدان کے اطراف و اکناف کے سوداگر اور تجارت بھی (جو اس موقعہ پر اپنی
اپنی حیثیت کے شایان شان اپنی دکانوں کو آراستہ و پیراستہ کرتے تھے) بادشاہ کی
بارگاہ میں اچھے اچھے تمنغے پیش کر کے تشریف و انعام سے سرفراز ہوتے تھے۔

اس تقریب کی آخری رات میں میدان داو محل ایک تناول خانہ عام کی صورت
میں منتقل کر دیا جاتا تھا اور گروہ درگروہ لوگ ان دسترخوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ وقت
میدان میں چاروں طرف چراغاں کئے جاتے اور دولت خانہ شاہی کے اندر اور باہر
بے حد آتش بازی جلائی جاتی۔ غرض صبح تک کھانے، گانے، بجانے اور تماشہ کرنے
کا سلسلہ جاری رہتا۔ میلاد نبی کی خوشی کا یہ جشن بارہ روز تک دن اور رات جاری
رہتا تھا اور اس میں تینس ہزار ہون خراج ہوتے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو حدیقۃ
السلطین قطب شاہی صفحات ۴۹ تا ۵۶)۔

یہ تو تاریخوں کا بیان تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ خود سلطان محمد قلی ان کے
باسے میں کیا معلومات چھوڑ گیا ہے۔ اس کے کلام میں چھ انطیس ایسی ملی ہیں جو اس
عید کے موقعہ پر لکھی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک عالیشان قصیدہ بھی اسی تقریب کے

متعلق موجود ہے۔ اس طرح گویا سال کی عید میلاد کے متعلق اس کے خیالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس عید کی تقریب میں اس نے ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی اس طرح جملہ تینتیس نظمیں لکھی ہوں گی۔ افسوس ہے کہ بقیہ نظمیں دستیاب نہ ہو سکیں۔ جو نظمیں ملی ہیں ان کے خلاصے یہاں درج کئے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ خود اس عید کو کیا سمجھتا تھا اور اس میں کس طرح مصروف رہتا تھا۔ عید میلاد النبی کی ایک نظم میں وہ لکھتا ہے :-

”آنحضرت کی ولادت کی خوشی میں عرش و کرسی کو سوارا جاتا ہے اور فرشتے ساتوں جنتوں کو ستاروں سے سجاتے ہیں۔ عرش پر عشرت کے طبل بجتے لگتے ہیں اور تمام دنیا والے اپنی اپنی مرادیں پانے کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ دنیا خوشی کے مارے اپنے پیر میں نہیں ساقی۔ اور تیوں جگ اپنا تن من آنحضرت پر سے نثار کرتے ہیں۔ چونکہ محمد قلی قطب شاہ نہایت اہتمام سے مولود کرانا ہے اس لئے لوگ صف در صف جمع ہو کر اس کی عمر و دولت کی ترقی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اور فرشتے اور جن بھی صدق دل سے دعا کرنے کے علاوہ اعتراف کرتے ہیں کہ ایسا بادشاہ دین اور دنیا میں بھی نہیں ہے۔ اسی خلوص کی وجہ سے بادشاہ نے اپنا نام دونوں دنیاؤں میں

بلند کر لیا ہے۔ اور حوریں نور کے طبق لے کر بادشاہ پرشار کرتی ہیں۔ چونکہ
نبی کے صدقے میں محمد قلی قطب شاہ نے آج دعوت کی ہے اس لئے علی کے
صدقے میں اس کے ستارے دونوں عالموں میں بلند ہیں۔“

ثابت ہوا کہ وہ وسیع پیمانہ پر دعوت عام کرتا تھا اور لوگ صف در صف جمع ہو کر
اس کے لئے دعائیں مانگتے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ہر روز دسترخوان پر ہزار آدمی سے کم
نہ ہوتے تو اس دعوت عام میں کتنے لوگ جمع ہوتے ہوں گے اس لئے اس کو فرشتوں اور
جنوں کے شریک ہونے کا بھی خیال پیدا ہوا ہوگا۔ بادشاہ ایک دوسری تنظیم میں
حسب ذیل خیالات کا اظہار کرتا ہے:-

”ہر گھڑی خوشی اور رونق ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا پر
چاروں طرف سے خوشی و خرمی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ روشنی سے
تمام ملک جگمگانے لگتا ہے اور ہر طرف شادی و خوشی کا غل سناؤ دیتا ہے
چونکہ آج گنہگاروں کے بچانے والے کی پیدائش کا دن ہے اس لئے
فقیر و بادشاہ سب مل کر اپنی بختایش کی دعا کرتے ہیں۔“

لوگ دوسری عیدوں میں بھی خوشیاں مناتے ہیں لیکن اس عید کی
خوشی کے برابر کوئی خوشی نہیں۔“

خود بادشاہ اس عید کی دعوت کے اہتمام کا یوں ذکر کرتا ہے کہ :-
 ”جب ہمایوں محمد قطب شاہ ترکمان عید مولودہی مناتا ہے تو تمام
 جنت کی طرح سجائی جاتی ہے ۔ بازار قصر اور محل سب لہن بن جاتے ہیں
 اور خوبصورت عورتیں بن سنور کھوروں کی طرح ہر طرف سے جمع ہونے
 لگتی ہیں ۔ شاہ کی نازنینیں شہاب محبت کی متوالی ہو کر لاکھوں عشوہ انداز
 کے ساتھ شامیانے کے نیچے ہوا کی طرح بیک رفتار چلی آتی ہیں ۔ ان کے
 جو بن سونے کے ایسے گڑھ دکھائی دیتے ہیں جن کو دیکھ کر لوگ
 حیران ہو جائیں ۔ ان ہنس مکھ ہیلیوں کی چال ڈھال اور بات چیت
 پر ہنسیں اور کومیلیں لپٹے دلوں کو بطور تحفہ پیش کر دیں تو کوئی تعجب نہیں ۔
 جب بادشاہ اس تقریب میلاد میں آسمان کی طرح سرائی چتر کے نیچے
 بیٹھتا ہے تو اس کے آگے بڑے بڑے مدبرین وقت اور ہرے اور لال حیر
 والے ملوک زمین بوس ہوتے ہیں ۔ جب بادشاہ ان ملوکوں کے ساتھ مجلس
 کرتے ہیں تو راستہ کے دونوں طرف ہندو راجا ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے
 ہیں ۔ جب حوض خانے میں لعل بدخشاں کے رنگ کی شراب بھری جاتی ہے
 تو اس کی روشنی سے جام اور شیشے بھی رخشاں نظر آتے ہیں ۔ عجب نہیں جو

شراب کا نام سن کر آسمان کا جی بھی لپچائے اور مستوں کو مے پتیا دیکھ کر
وہ بھی پیالے پینے لگے۔

شاد کی اس بزم کا تماشا دیکھنے کے لئے آسمان سے لاکھوں فٹ
خوشی خوشی چلے آئیں اور شہ کے عیش و عشرت کو دیکھ کر کہیں کہ اسے
قطب شاہ تمہارے دن اور رات اسی طرح چین سے گزریں اور نہی کی
مہربانی سے قیامت تک تم نہی کے لاکھوں مولود گواؤ۔

معلوم ہوتا ہے کہ دعوت عام کے علاوہ دربار عام بھی کیا جاتا تھا جس میں دیگر
ملکوں کے نمائندے اور کبھی کبھی بیجا پور اور احمد نگر کے سلاطین اور اطراف کے ہندو
بھی شریک ہوتے تھے جس طرح گو لکنڈہ کا شاہی رنگ آسمانی تھا بیجا پور کا سبزو
احمد نگر کا سرخ تھا۔ اس نظم میں محمد قلی نے تینوں سلطنتوں کے شاہی رنگوں کا ذکر
کر دیا ہے۔ ایک اور نظم کے آغاز میں وہ اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیتا ہے کہ وہ
ہر سال عید مناتا اور اس سے متعلق نظمیں لکھتا ہے۔ اس کا بیان ہے :-

”اب کے پھر حضرت نبی کی عید ولادت اپنے ساتھ عیش اور اندلے
آئی ہے۔ اس یوم سعود کی وجہ سے تمام عالم میں پھر عیش و عشرت کا دور
دورہ ہو گیا۔ گھر گھر میں تیاری اور اس کا ج کے لئے زیبائش و آرائش

ہو رہی ہے، آج کے دن کے لئے بہت ہی سجاوٹ کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا پر چاروں طرف عیش و آرام بادل بن کر چھا گیا ہے۔ اس تقریب میں خود خوشی و مسرت خوش ہیں، عیش متوالا ہو گیا ہے اور عشرت بھی آئند کے الاپسُن کرنا چنے لگی ہے۔

ہم جس طرح کا آرام و راحت چاہتے تھے پروردگار نے ہم کو اس سے لاکھ درجہ بڑھ کر مسرت و عیش عنایت کیا۔

چین کے تمام درخت آج کی خوشی میں ہمارے شریک ہو کر متی سے بھول رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عید کی خوشی نے ان کو لالو کے پیالے بھر بھر کر ہو کی شراب پلا دی ہے۔

میرے من کی مرادیں اور مقصود کے غنچے عید مولود نبی کی وجہ سے کھل کر پھول بن گئے ہیں۔ کیونکہ اس عید کی مسرت نے امیدوں کی برسات کی جھڑی لگا دی ہے۔

ہماری قسمتوں کے بنانے والے نے جس روز ہر ایک کا حصہ تقسیم کیا اسی دن سے لے قطب شاہ تمہاری قسمت میں یہ عیش اور اندھ بھی لگا گیا۔

دوسری عیدیں

(۰)

محرم اور عید میلاد النبی کے متعلق تاریخوں سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں
 ویسی کوئی معلومات دوسری عیدوں کے بارے میں نہیں ملتیں۔ ان کے متعلق بہاری
 واقفیت کا واحد ذریعہ محمد قلی قطب شاہ کا کلام ہی ہے جس میں اتفاق سے بعض
 بے حد لچپ اور ضروری معلومات محفوظ ہو گئی ہیں۔ یوں تو محمد قلی نے کئی عیدوں
 پر نظمیں لکھی ہیں لیکن ان تقریبوں میں اس نے حسب ذیل چار پر خاص کر زور دیا ہے۔
 ۱۔ عید بعثت نبی ۲۔ عید میلاد علی ۳۔ عید غدیر ۴۔ شبِ براء
 اب ہم خود بادشاہ ہی کے بیان سے ان عیدوں کے متعلق معلومات قلمبند
 کرتے ہیں۔

عید بعثت نبی | اس موضوع پر پانچ نظمیں کلیات میں موجود ہیں۔ ان سب کا
 خلاصہ خود محمد قلی ہی کی زبان میں درج ہے :-

لے ہوا ابو خوشیاں کر دے عیدِ بعثت رسول آئی ہے اور اپنے ساتھ
 طرح طرح کے عیش و آرام لے آئی ہے۔

پہلی عید شبِ برات، دوسری عیدِ رمضان، تیسری عیدِ قرباں اور قطبہ
 موالی جس کا رتبہ شاہوں میں عالی ہے خاص اہتمام سے مبعثِ رسول کی عید
 بھی مناتا ہے۔ اور خواںِ خلیل کا احسان اپنے عہد میں دکھا کر دنیا و دین کو
 رُجھا لیتا ہے۔

اس عید کے زمانہ میں ایسی خوشی منائی جاتی ہے کہ غم کا نشان کہیں
 ڈھونڈنے پر بھی نہیں ملتا کیونکہ آج ہی کے دن سے دین اور ایمان آشکارا
 ہوئے اور اسی دن کے فیض نے تمام امت کے دل و جان کو روشن کر دیا۔
 عیدِ بعثت کی خوشی سوریں بھی مناتی ہیں جس کی وجہ سے جنت کی
 خوشبو تمام عالم کو مہکا دیتی ہے۔

عالم میں خدا کا نور پھیل جاتا ہے اور اس کی رحمت کی چھاؤں چھا جاتی
 ہے کیونکہ اسی وقت جبریل خدا کے یہاں سے اُس کے حبیب کے پاس وحی
 لائے تھے اور بڑی خوشی سے کہا تھا کہ اے بھائی خوشی سے ہونٹ کھولو اور دُ
 حرف بولو کیونکہ یہ بعثت کا دن ہے اور خدا نے تم کو سب نبیوں میں وِ
 بخشی۔ تم تمام انبیاء کے خاتم ہو اس لئے اقراء پڑھو۔ عرش نے تمہارے
 پانچ گویوں (پنجتن) کی وجہ سے روشنی پائی۔ اور اب فرشتوں کو تمہارے

سو کسی اور نبی پر رو د پڑنے کی اجازت نہیں ہے۔

جب حضرت تخت پیغمبری پر جلوہ گہوئے تو آسمان شمس والضحیٰ کے قدم چومنے لگے۔ فرشتوں نے خوشی کا چتر سر پر تان لیا اور دنیا خوشی و خرمی سے باغ فردوس کے ہم سر ہو گئی۔ اسی لئے شاہ اور گدا انسان اور فرشتہ سب کا دل آج خورند رہتا ہے۔ اس تقریب میں عالم منور ہو گیا اور کائنات آئینہ کی طرح روشن ہو گئی اور تمام ستارے چاند اور سورج کی طرح چمکنے لگے۔

بعثت مسطفیٰ کے دن خوشیوں کی عید ہوتی ہے اور آنحضرت کے صدقے میں تمام شیعہ گھرے گھر عیش و عشرت مناتے ہیں کیوں کہ اسی روز جبریل نے جناب پیغمبر سے یہ بھی کہا کہ ”روز ازل سے مرضی علی کو تمہارا نائب بنا دیا گیا ہے تاکہ ان کی ذوا افتقار سے کافروں کو مار کر ان سے خراج لیا جائے۔ جبریل تمہاری پوری صفت نہیں بیان کر سکتا اور اس طرح اس سے حدت میں چوک ہو گئی اور اسی لئے وہ سب خد متکاردوں سے زیادہ شرمندہ ہے۔ ہر شخص بشت نبی کی عید یکسوئی اور صدق دل سے مناتا ہی اس کے دل پر ملنے کا بیان روشن ہو جاتا ہے۔ جب قطب شاہ بشت رسول کی یہ خوشی مناتا ہی تو اس تقریب میں سکیاں خوشی و خرمی کے لاکھوں فمرد کھائی دیتی ہیں۔

عیدِ بیداد علی اس موضوع پر نو نظمیں کلیات اردو میں موجود ہیں چونکہ شاعر کو حضرت علی سے خاص عقیدت تھی اس لئے ان نظموں میں بڑے خلوص اور جوش کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ :-

مصطفیٰ اور مرتضیٰ دونوں کی پیدائش کا دن ایک ہی سا ہے۔ اس لئے

یہ عید منانا طالع مسود ہونے کی دلیل سمجھا جاتا ہے کیوں کہ جس دن یہ بر
رحمت عالم پر فیض بار ہوا وہ روز شیعوں کے لئے روز بہبود تھا۔ چونکہ حضرت
کعبہ میں پیدا ہوئے اس لئے کعبہ کو دنیا میں شرف حاصل ہوا۔ اور اس لئے
مومنوں کو اس روز دل و سر سے اس طرف سجدہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ ظاہرِ لہا
کی عید کا دن ہے۔ کعبہ میں پیدائش کا شرف کسی نبی کو بھی حاصل نہیں ہوا۔
آپ کی پیدائش کے بعد جب آپ حضرت آپ کو دیکھنے آئے تو آپ کی
والدہ حضرت فاطمہ نے کہا کہ بچہ نادانی سے آپ پر ہاتھ مار رہا ہے۔ آپ نے
جواب دیا کہ نہیں مجھ پر نہیں۔ اگر یہ ہاتھ ماریں گے تو کافر بادشاہوں پر
ماریں گے۔ ان کی پیدائش سے میرا دین قوت پا گیا اور اب مجھے کفار کے
کاموں سے کوئی ڈر باقی نہیں رہا۔ اس ولادت کی وجہ سے خدا کا عرش
زیادہ جھلکنے لگا۔ اور آسمان وزمین میں چاند سورج سے زیادہ روشنی پھیل گئی

دنیا جنت سے زیادہ آراستہ ہو گئی۔ اور ساتوں آسمانوں سے نور کی بارش
ہونے لگی۔ حضرت علی کی پیدائش کیا ہوئی کہ باری تعالیٰ کا نور عرش سے
کعبہ میں اتر آیا اور اس دن ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس کا طواف
کرنے کے لئے جمع ہو گئے۔

اس روز سے مومنوں کے دلوں نے اسی طرح بتلی پانی جس طرح
صبح صادق آفتاب سے روشنی پاتی ہے اس خوشی کے دن ہر طرف خوشی کی
آوازیں بلند ہوں۔ اس روز خوشیاں میری جہان رہیں۔ بلہار کی خوشبو
پھیلے۔ لوگ خوشی سے رنگ ڈالیں۔ اور مولود علی زور زور سے لہن
داؤدی کے ساتھ گائیں تاکہ اس گانے کی آواز تارا نڈل کی گرج کی طرح
ساتوں آسمانوں میں گونج اٹھے۔

عمیدِ غدیر اس موضوع پر آٹھ نظمیں موجود ہیں جن میں شاعر لکھتا ہے کہ:-

اس کو خلافت علی کا دن سمجھا جاتا ہے کیونکہ رسول نے خود ہی جناب
امیر کو اپنی خلافت دے کر ان کی شرافت کا تذکرہ کیا۔ اس روز فرشتوں نے
مل کر اونٹ کے زینوں کے ساتھ آسمان کے منبر کو بھی سنوارا کیونکہ پیغمبر کو
منبر پر چڑھ کر دادِ فصاحت دینی تھی۔ چنانچہ دو جنگ کے شاہ نے مرقعی کو

من کنت مولا کہا اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ
آپ کے رتبہ کو ظاہر کیا۔ اس خوشی میں فرشتے منگل گاتے اور عرش
مثدل بناتے ہیں کیونکہ شاہ سنے اپنا فیض عنایت کر کے حضرت علیؑ
کو سب میں افضل کیا۔

حق نے نبیؐ سے کہا کہ علیؑ کی یاد ناد علیؑ کے ذریعہ سے کر کے
علیؑ میری قدرت کا یہ بہا منظر ہے۔ قطبِ زمانِ نبیؐ کے صدقے سے
علیؑ کی منقبت لکھا کرتا ہے کیونکہ دنیا و دین میں یہی اس کی سعادت کی
نشانی ہے۔

[عیدِ غدیرِ شیعوں کے لئے عیدِ کبیر ہے اور خواجہ کے لئے باعثِ غم
اس کو مل کر خوشیاں منانی چاہئیں۔ اس خوشی کے آگے دوسری تمام
خوشیاں چھوٹی نظر آتی ہیں۔ تمام مومن شہبانی کو تزیین کرتے
اس عید میں ایک عالم کی میزبانی کی جاتی۔ مطرب گاتے اور محفل میں
عبیر لائی جاتی۔ سب مومن اس عید میں بھائی بن کے صیغے پڑتے۔ اور
تمام عیدوں کی خوشی اس ایک عید میں بھری ہوئی نظر آتی۔ اس عید کے
طبل ساتوں جنتوں میں بجتے۔ اور چاند سورج اسی لئے جگمگ کر روشنی

پہنچاتے ہیں۔ اس عید کے دنوں کے سوا کوئی دن دعا کے قابل نہیں۔ اعلیٰ
دعا کرتا رہے کہ الہی مجھ کو امن میں رکھ اور میرا ایمان درست رکھ اور دونوں

عالم میں میری مدد کر۔
ایک نظم میں لکھتا ہے :-

نبیؐ نے خلافت دے کر کہا کہ میرے بعد نبیہ رہیں جو تمام مومنوں اور
مسلمانوں کے لئے دو عالم میں رہبر ہیں۔

آج علیؑ کے لئے خدا نے اپنی عنایت سے خلافت بھیجی جس کا اعلان
عرشِ دکرسی اور نوآسمانوں کے منبر سے کیا گیا۔

علیؑ کفر کے توڑنے والے تھے اس لئے دین کی بنیاد لگ گئی۔ اگرچہ
دین کے گھر میں تو علیؑ اس گھر کے نگہبان ہیں۔

سب اولیا ایک دل سے آپؐ کے معتقد ہو کر کہتے ہیں کہ ہم سب
کے سر پر ولایت علیؑ کا چھتر سا یہ بان ہے۔

اس طرح جملہ آٹھ ائمہ میں حضرت علیؑ کی منقبت اور ان کی فضیلت کو قلمبند کیا ہے۔

شبِ برات | یہ ان موضوعوں میں سے ہے جن پر محمدؐ قطب شاہ نے دل
کھول کر اپنی طبیعت کی جولانی دکھائی ہے۔ چنانچہ کلیات میں

اس کے متعلق دس نہایت دلچسپ اور اہم نظمیں موجود ہیں۔ محمد قلی کو پانی اور سبزہ کی طرح
روشنی سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ وہ ہر اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا جس میں اُسے
جشن چراغاں سے لطف اندوزی نصیب ہو سکتی تھی اور شب برات میں تو وہ جی کھول کر
چراغوں آتش بازیوں اور شانہ رنگ رلیوں میں منہمک ہو جاتا تھا۔ وہ کہتا
ہے کہ :-

جہاں شب برات آئی کہ خوشی و خرمی کی روشنی تمام دنیا میں پھیل گئی
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شب برات اپنے ساتھ خوشیوں اور عشرتوں ایسی بڑی
لے کر آتی ہے کہ ان کی روشنی سے تمام عالم جگمگانے لگتا ہے [چونکہ محمد قلی
پر ائمہ معصومین کی نظر عنایت ہے اس لئے وہ نبی اور علی کے کرم کی وجہ سے
پھلتا پھوٹتا رہتا ہے۔ اور خود عیش و عشرت اس کی بارگاہ میں خوشی
کے مارے ٹمٹمیاں بجانے لگتے ہیں] اسی وجہ سے خدا قطب شاہ کو
شاہنشاہی کا رتبہ دے کر اس کی رہائی یا اس کی آفاقی کا اعلان تمام
کائنات میں پھرانے لگا ہے۔ اور اس کے دشمنوں کو دنیا سے نہایت و نابور کر کے
مفقود کر دیتا ہے۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :-

شب برات کی وجہ سے تمام راتوں کو شرف حاصل ہوا اور سب راتوں میں شب برات ہی کو شرف حاصل ہے۔ کثرتِ چراغوں کی وجہ سے رات ایسی منور ہو گئی کہ معلوم ہوتا ہے بغیر سورج طلوع ہوئے دن نکل آیا ہے۔ زمین کے ان چراغوں کا عکس جب آسمان پر پڑا تو وہ بھی آئینہ کی طرح جھلکنے لگا۔ آتش بازی اور چراغوں کی وجہ سے دنیا ایسی روشن ہو جاتی ہے کہ اس اُجالے کو دیکھ کر آفتاب شرمایا گیا اور اسی شرم کے مایے رات کو کبھی اپنا منہ نہیں دکھاتا۔

شب برات میں جو مہتاب چھوڑے جاتے ہیں تو ان کی تابانی ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے ظلمات میں آپ حضورِ گلشن میں جب پھول بازیاں چھوڑی جاتی ہیں تو زمین پر سو بج چاند اور تارے اُتر آتے ہیں اور ان کی روشنی کی جھلک آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ خدائے تعالیٰ نے قطب ستارہ کو ایسی تجلی بخشی کہ اُس نے رات کو دن سے زیادہ روشن کر کے چمکا دیا۔

یتیری نظم میں کہتا ہے :-

شب برات کی مبارک رات اپنے ساتھ اپنے روزی خوار و یا ملازمین
یعنی خوشی عیش اند اور عشرت کو براتی بنا کر لے آئی ہے۔

محمد نے جنگ اُحد میں علیؑ کو ساتھ لے کر کامیابی مآل کی کیونکہ انکی تاؤا
کے چکنے سے تاریکی کی فوجیں بھاگ گئیں۔

اس رات میں مشوقوں کے دہن پستے آنکھیں شکر کی طرح شیریں،
اور ہونٹ گھڑوں کی مصری کی طرح نازک نظر آتے ہیں۔ اوزان کے
چہرہ پر پسینہ کی بوندیں خشخاش کی طرح باریک نظر آتی ہیں۔

سہیلیوں کی کامل لگی ہوئی آنکھیں سیاہ باداموں کی طرح، ٹھوڑی
سیب کی طرح اور وانت چارولیوں کی طرح نظر آتے ہیں۔

اسی طرح پوری نظم میں سہیلیوں کے حن اور لباس کی تعریف کی ہے۔ ان کا آتش بازی
چھوڑنا اور اس کی جھلک سے ان کے جسم پر زیوروں کا جگمگا اٹھنا نہایت تفصیل سے
بیان کیا ہے۔

جو تھی نظم کا تذکرہ بھاگ متی کے ذکر میں کیا جا چکا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا ہے کہ
شب برات کی تقریب میں دربار اور ڈیوڑھی کی خاص خاص طوائفیں بڑے اہتمام
کے ساتھ سچ دھج کر کے اور شاہی طمطراق کے ساتھ اپنے اپنے مکانون سے آتی تھیں۔
بھاگ متی کی نسبت تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ وہ جب دربار کو آتی تو اس کے ایک ہزار
سوار اس کی جلو میں رہتے۔ جب اس کی معمولی آمد اس شان سے ہوتی تھی تو شب برات

کی تقریب میں وہ جو کچھ انتہام کرتی کم تھا۔ اسی لئے بادشاہ نے اس موضوع پر ایک خاص نظم لکھ دی ہے جس میں اس امر پر زور دیا ہے کہ :-

”وہ اپنے ساتھ آسمان کے مہر و ماہ سے زیادہ روشنی رکھنے والے
لاکھوں چاند سوچ اپنے ساتھ لاتی ہے۔ کیا تعجب کہ زمین آسمان پر
لاف زنی کرنے لگے کیونکہ وہ زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح
بھلکا دیتی ہے“

پانچویں نظم میں محمد قلی لکھتا ہے کہ :-

شب برات پھر سے مبارک سلامت کی خبر لے آئی ہے۔ کیونکہ اس
رات میرے بخت کا طالع سوچ کی طرح جھلکنے لگتا ہے۔

میری سکی کے چہرہ کی روشنی کے سامنے اس عید کا آجا لاٹھ مانے لگتا
ہے۔ اس عید میں نیکھ اور اند کا نور از سر نو مجھ پر چتر کی طرح چھایا تا ہی۔

دنیا دلہن بن کر اند کرنے والی دوشیزاؤں کے ہاتھ سے مئے عشرت
پلواتی ہے اور زہرہ الحان کے ساتھ بادشاہ کے لئے نغمہ گانے لگتی ہے۔

شب برات کے عیش کی آمد نے اپنے حسن کی ایسی جھلکاریں دکھائیں کہ
دنیا کے دل میں پھر سے زندگی کا نور پیدا ہونے لگا۔

شاہ کی سب پیاریاں عید کا سنگار کرتی ہیں تاکہ بادشاہ کو ایک کا سنگار
دوسرے سے زیادہ پسند آئے۔

آئند کے بھیدوں اور چادروں کی وجہ سے پیاری (ایک ماں
سہیلی) میرے دل میں کھیلنے لگتی ہے کیونکہ وہ اپنے جوبن کے چمن میں
خوشبو جہاں لیتی ہے۔

نئی کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ لاکھوں عیدیں دیکھتی نصیب
ہوں، کیوں کہ عیسیٰ کی دعا اس کے لئے گلِ مسرت کی خوشبو لے آئی ہو۔
چھٹی نظم میں بادشاہ نے اپنی ایک سہیلی پیاری کے آتش بازی
کھیلنے کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں شبِ برات کی آتش بازیوں کے بہت سے
نام بھی ہمارے لئے محفوظ کر دیئے ہیں۔ کہتا ہے :-

شبِ برات نے کوہِ طور کے نور کو اب تمام عالم میں پھیلا دیا ہے
اور خضر نے اپنے ہاتھ سے مجھ کو آبِ حیات پلا دیا۔

شبِ برات اپنے ساتھ ساتھ خوشی کی برائیں لے آئی ہے۔ اور
قطب شاہ ان براتوں کو لے کر رات اور دن انہ کے ساتھ گزرتا ہے
پیاری کا سرو قد ہوائی کی طرح (بندی کی طرف مائل) اور اس کے

ناک کی پھلڑی پھلڑی کی طرح ہے۔ پیشانی پر مہتاب کی طلع ٹیکہ لگائی ہے اور ہونٹوں پر سورج جیسی چمک دمک نظر آتی ہے۔

اس کے رات جیسے سیاہ بالوں میں کیوڑا بھنورے کی طلع نظر آتا ہے۔
تالوں اور پٹا تھوں کی آوازوں سے آسمان کے اند میں خلل پڑتا ہے۔
اس کی چوٹی کا پھندنا طاؤس کی طرح ناچ رہا ہے۔ ہوائی کو اپنا حاجب بنا کر وہ اپنی درائی (مالکی) کا اعلان کرتی ہے۔

اُس کے بالوں کے جوڑے میں پھولوں کی جولا بیاں ہیں وہ
ٹوکر یوں کے جھیلے کی طرح ہیں۔

لے قلوب شاہ تجھ کو نبی کے صدقے میں بڑی اچھی پیاری ملی ہے۔
ساتویں نظم کی ردیف ہی لفظ روشن ہے جس کی وجہ سے تمام نظم شب
براست کی روشنی سے جگمگا رہی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس غید سے قبل
بادشاہ کو کسی جنگ میں کامیابی نصیب ہوئی تھی جس کی طرف منقطع میں اشارہ
کرتا ہے کہ :-

دشمنوں کے سینے پھاکنوں کی طلع کیوں نہ پھوٹیں اور بڑھیں جبکہ
خدا نے قلوب شاہ کو ایک روشن فتح اور کامرانی عطا کی ہے۔

آٹھویں نظم طویل ہے اور اس موضوع کی اچھی نظموں میں شمار ہوتی ہے اس میں محمد قسلی لکھتا ہے کہ:۔

شبِ برات لے آ کر تمام عالم اس طرح روشن کر دیا ہے جس طرح
نور موسوی کی وجہ سے دادی امین روشن ہو گئی تھی۔

آپ رخسار کی جھلکیں دکھا کر عاشقوں کی آنکھوں کو ایک نور سے معمور
گلشن بنا دیا ہے۔ چونکہ اس رات کو زلفِ خواباں کے ساتھ نسبت ہی
اس لئے جس طرح معشوقوں کے جسم پر زیبائش و آرائش کی وجہ سے
نور جھلکنے لگتا ہے۔ اسی طرح اس رات کو بھی نورانی لباس زیب تیا
اس عید کی لطف اندوزی کی ہوں کا دنیا کو ضبط ہے کیونکہ اس
محبت کی ہواؤں کے جھونکے تن اور من کو شگفتہ کر دیتے ہیں۔
نبی کے صدقے میں اے قطب شاہ تو لاکھ سال خوش و خرم زندہ
رہ کیونکہ تیری ہی وجہ سے اس عید میں شمعِ عیش روشن رہتی ہے۔

محمد قسلی کی "شبرات" سے متعلق تو یہ نظم شاعرانہ کمال کا بہترین نمونہ ہے۔
یہ نظم نہایت مرتع ہے اور اس میں ایسی اعلیٰ پائے کی تشبیہیں استعمال کی گئی ہیں
کہ اس کو اردو شاعری کے شہ پاروں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ نثر میں اس کی

تمام خوبیوں کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ تاہم قوت تخیل کا کچھ نہ کچھ پتہ چل سکتا ہے
وہ کہتا ہے :-

میری ماہ رویوں نے اپنے چہروں کی روشنی سے شبِ برات کو
روشن کر دیا ہے۔ ان میں سے کوئی سوچ نظر آتی ہے، کوئی چاند او
کوئی ستارہ۔

ہر طرف سے ہر ایک نازنین نورتن کا لباس پہن کر آئی ہے تاکہ
بادشاہ کے ساتھ چین میں نکلے۔ شرابِ عشق پینے سے ان کے جسم جھلکنے
لگے ہیں۔ وہ اپنے نوجوان چہروں کے آب و رنگ اور آفتاب جیسی
جھلک سے مہتاب کو بے تاب بنا کر بگلا رہی ہیں۔

نازنین اس انداز سے محو خرام ہے کہ اس کی زلفوں کے لہرنے
کی وجہ سے خوشبو آسمان تک پہنچی ہے اور سارا آسمان مہک گیا ہے
جس کی وجہ سے فرشتے فریفتہ ہو کر لاکھوں کی تعداد میں اتر آئے ہیں۔

ایک سے ایک کے پستان زیادہ خوبصورت ہیں جن پر سیاہ
بارلوں کی لیٹیں ایسی نظر آتی ہیں جیسے پہاڑیوں پر کالے کالے باد
چڑھائی کرنے آئے ہوں۔

ناز میں کے رخسار مہتاب اور پھولوں کے ہار پھول جھڑیاں نظر آتے ہیں۔ اس کے دونوں بھوجا بھوں کی طرح ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہیں۔

علیٰ جیو کہہ سہاں سے یہ حکم لے آئے ہیں کہ یہ جہان امن و اماں کے ساتھ ہمیشہ قطب زماں کے حکم کے تلے رہے۔

شب برات کی نظموں کے سلسلہ میں آخری نظم آتش بازی کی بہت سی اصطلاحوں کی آئینہ دار ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ ان میں سے اکثر اصطلاحیں اب بھی رائج ہیں۔ اس نظم کے چند شعر ذیل میں درج ہیں جن میں اصطلاحوں کے نیچے خط کھینچا گیا ہے۔

ہوایاں سوکے بنگریا چکراں جو	گھڑیاں بازیاں سواچن کریں
نین مستی کے گلزیاں سو جس کر	نلی طاووس چک چمن کریں
پھلی ناسک جھکنے تھے ہے شب را	دھرت کوں آج سن جوں مکھن کریں
لڑیا موتیاں کیاں تہ منے کیا جھیل	تو جھیاں تھے جگت درین کریں

مذہبی عیدوں کے بیان کے آخر میں عیدِ رمضان اور عیدِ اضحیٰ کا کچھ ذکر بھی

ضروری ہے۔ کیونکہ اسلامی دنیا میں یہی عیدیں بہت اہم سمجھی جاتی ہیں۔

عیدِ رمضان | اس عید کی پہلی پہلی اور سرکاری و درباری مصروفیتوں کے متعلق تاریخوں سے کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں

لیکن محمد قلی قطب شاہ کی نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں رمضان کا چاند دکھائی دیتا تمام قطب شاہی سلطنت میں لہو و لعب ختم ہو جاتے۔ شراب کی دکانیں اور سینہ صحنے بند کر دئے جاتے۔ رمضان مبارک کے احترام کا یہاں تک خیال تھا کہ خود محلات شاہی میں بھی شراب اور عیش و عشرت موقوف رہتی۔

محمد قلی قطب شاہ خود روزہ رکھتا تھا اور اس کی تقلید میں تمام بیگمات و محلات شاہی بھی صوم و صلوة کی پابند ہو جاتیں۔ رمضان کے تیس دن گزر جانے کے بعد جب شوال کا چاند آسمان پر نظر آتا تو خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔ عیش و عشرت کے شادیانے بجنے لگتے۔ مصری پسنے، بادام، دووہ اور کھجور خاص اہتمام سے منگوائے جاتے اور شیر خرا اور سیویوں سے ایک دوسرے کی ضیافت کی جاتی۔

ہر عید کے وقت بادشاہ اردو میں ایک نظم بھی لکھا کرتا تھا۔ چنانچہ اس وقت عیدِ رمضان کے متعلق سلطان محمد قلی کی گیارہ نظمیں موجود ہیں۔ جن میں سے چند کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے کہ :-

اے ساتی لوگ کہتے ہیں کہ آج آسمان پر چاند دکھائی دیا اور چارچرخ
نے نور کے ورق پر لکھ دیا کہ انگور کی کنواری یعنی شراب وصل مجھے ملتا
چاہئے۔ ایک مہینہ سے میرا دل اس کا منتظر تھا اب کہیں چل کے تے
چاند کا پیالہ حاصل ہوا ہے۔

اس موقع پر ساتی کنول کے پیالے میں گلال بھر کر چاروں طرف
پھیر رہا ہے تاکہ گلرخوں کے گالوں کو لال لال کر دے۔ اور سکیوں سے
پوچھے کہ خود تمہارے ہونٹوں میں تو مصری شیر خرما اور پیستے موجود ہیں
پھر تم روزے کیوں رکھتی ہو۔

اے محنت آج تو یہ نہ کہہ کہ جے پینا شرع میں منع ہے۔ اے ساتی
اپنے نمکین ہونٹوں کے بوسے دے اور شراب کو حلال بنا دے۔

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے :-

چاند نے عین عید کی آمد کی بشارت دی اور بہوں بن کر ساتی کو
اشارہ کیا کہ شراب پلائی جائے۔

ہونٹوں کے شراب خانے کو قفل پڑا ہوا تھا اس کو آنکھوں کے خطِ سر کی

کو بخی سے کھول کر عمارتِ دل کی حالت دکھا دی۔ (یعنی ہونٹوں سے
 بوسے دیکر دل کے جذبات کو ظاہر کیا)

شراب کی چھیلی جو ایک ماہ سے چھپی ہوئی تھی اس نگار کو عید نے
 آکر اور مشاطہ بن کر آج دکھا دیا۔

مجھے چاہئے کہ اب اطمینان سے پیرمناں کی سیوا کروں، کیوں کہ
 اس نے مجھے خاں کی اجازت دے دی۔

مہذبئی کے فیض سے آج عید نے آکر محمد قلیب کو مجلس کی ساری
 عطا کی۔

تیسری نظم کا خلاصہ ہے :-

عید کی رات جلوہ گر ہوئی اور روزوں کے دن گزر گئے۔ اس لئے
 لے ساقی نئے چاند جیسے ساغروں میں شراب بھر۔

میں بہت دن سے صوم و صلوٰۃ کی پابندی کی وجہ سے نہ پانی
 کا ترکب ہو کر بدنام ہو رہا تھا اس لئے اب تو مجھ تکے پیالے پلا کر
 مجھے نیک نام کر۔

(ماہِ رمضان کی وجہ سے) سراجی رست ہو کر سرکشی کرنے لگی تھی

لیکن اب پھر جام کی طرف جھک جھک کر سلام کرنے لگی ہے۔
 ان تئیں دنوں کا خمار توڑنے کے لئے اے ساتی تو مجھے کم کم شراب دے
 بلکہ دم بدم پیالے بھر بھر کر دیتا جا۔

نبی کے صدقے میں قطب شاہ کو مے ٹھہر ملی اور امام کے صدقے میں کوثر
 سے بھرا ہوا ساغر مل گیا۔

دوسری نظموں سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے روز خوشی کے دما مے اور طبل بجائے
 جاتے ہیں۔ لوگ باغ کے پھولوں کی طرح شگفتہ ہو جاتے ہیں اور ستوالوں کی طرح آئینہ دوسرے
 سے ملتے ہیں۔ سب لوگ رنگین لباس پہنتے ہیں اور سیویوں اور شیر خرا سے بھر پور
 پیالے پیتے اور پلاتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل بھی رمضان کی عید میں
 شیر خرا اور سیویوں کا دستور تھا۔ ایک نظم میں تو رمضان کی عید کو سیوی کی عید لکھا ہے
 چنانچہ کہتا ہے :

عید سیوی لیا سب خوشیاں اند اس انداں سوں کریں خواہاں اند

شیر خرا، بادام اور پستوں وغیرہ کا ذکر ان اشعار میں ملتا ہے :

۱۰ ابان شیر خرا پستے، شکر اور مھر کیوں روزے رکھتی تکیا کر کر سوال ساتی

نرم خوشیاں سوں شہوے کی سیو یا پھر پری ساقی پلا پیا کہ تہا ہلالِ عید
 تنج خندہ کا شکوے منجے شیر خرے میں شربت پلا او صرستے گھلایا گلالِ عید
 شیر خرا قند باماں پستے جیواں ملا کر
 صنعت ہوں کیتا صانع لب لال مومنیان کے

عیدِ قرباں عید رمضان کی طرح بقر عید سے متعلق بھی تاریخوں میں کوئی مطلقاً
 درج نہیں ہیں۔ لیکن محمد قلی نے اپنے کلام میں اس عید کی
 سروریتوں کو بھی زندہ جاوید بنا دیا ہے۔ اس موضوع پر اس کی گیارہ نظمیں ہمیں
 دستیاب ہوئی ہیں۔ جن میں سے دو تو نہایت اعلیٰ پایہ کے قصیدے ہیں۔ اور عجیب
 بات یہ ہے کہ ایک قصیدہ میں تو اس نے اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ
 شاید سورج میری اس مجلسِ عید کی تاریخ نہ لکھے پھر قصہ خواں اس شاندار عید کے قصے
 کیوں کریں ان کرے گا۔

عیدِ قرباں کی نظموں میں حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل کے واقعات کی لمحوں
 جج کے لئے سفر کعبہ کی وجہیت اور حج اکبر کی فضیلت کے اظہار کے ساتھ ساتھ اپنی
 مجلسِ آرائیوں کا ذکر بھی ہے۔ یہ سب ماحولِ عید پر اس زمانہ میں جو عید

تقسیم کی جاتی تھی اس کی طرف کئی جگہ اشارہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب سے چند سال قبل تک حیدر آباد میں بچوں کے لئے عیدی لانے کا جو طریقہ رائج تھا وہ محمد قلی کے عہد میں عام طور پر موجود تھا۔ اس عید کی تقریب میں بھی محمد قلی مجلس آرائی کرتا تھا اور پھولوں اور خوشبوؤں سے اس کی محفل ممکنہ لگتی تھی۔ تمام ملک میں عام طور پر لوگ دعوتیں مناتے، سیخوں کے کباب کھلاتے، جاتے یا درجی خانوں میں آگ ہمیشہ روشن ہتی اور راتوں پر ہر طرف عزیز و اقارب کے لئے حصوں کے خوان جاتے دکھائی دیتے۔ دسترخوانوں پر جنت کی نعمتیں چن دی جاتیں جن کو دیکھ کر ترلوک بھی حیران رہ جاتے۔ لوگ تو دوں پر کباب تلنے تلنے آفتاب کو بھی ایک تو اسمبھنے لگتے۔ عید بقرہ کی پہلی نظم میں وہ لکھتا ہے :-

میرے لئے خوشیوں کے ساتھ بقرہ عید کی خبر بھی آئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بقرہ عید میری خوشیوں پر سے قربان ہونے کے لئے آرہی ہے۔

پھول میری مجلس سے رنگ پا کر سہانے دکھائی دیتے ہیں کیوں کہ اس محفل میں باقی اپنی آنکھوں کے پیالوں سے شراب پلا کر مجھے رجماتا ہے۔
سہیلیاں جامہ محبت کی رنگینیوں سے خود کو سنوارتی ہیں کیوں کہ بقرہ عید کی آمد آمد سے تمام دنیا میں طبلِ عشرت بجنے لگتے ہیں۔

میری مٹی کی ماتی سکیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلنا مجھے زیب دیتا ہے۔
اور دنیا اس عشق کو دیکھ کر اچھٹھے میں رہ جاتی ہے۔

چونکہ مجھے آندا اور خوشی کے راگ اور رنگ زیب دیتے ہیں اس لئے عید کی
مستی میرے قدموں پر اپنا سر رکھ کر میرے دل کو راضی کر لیتی ہے۔

نبی کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ عیدستانہ زیب دیتی ہے کیونکہ
میرے سر پر ہمیشہ چتر شاہی سہانا نظر آتا ہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں عید کی تیار یوں خوشیوں اور رنگ ریلیوں کی طرف
شاعرانہ انداز میں اشارے کئے گئے ہیں۔ اور قربانی کے لحاظ سے دشمنوں اور مخالفوں
کے یاد شاہ پر سے قربان ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔

پانچویں نظم ذرا طویل بھی ہے اور اہم بھی۔ اس میں بادشاہ نے اپنے شاہانہ
جاہ و جلال فاتحانہ سطوت و اقبال اور عید کے کروڑوں بڑے کمال سے ظاہر کیا ہے۔
وہ کہتا ہے:-

اے بادشاہ بقر عید آئی ہے تاکہ دشمن تجھ پر سے قربان کر دیے جائیں
زمین خوش دل آسمان خوش حال اور تمام جگہ شاد و اُرخند ہے۔
چونکہ تو ابراہیم کا تیسرا فرزند ہے اس لئے حضرت اسماعیل کی طرح

حق تعالیٰ تیری اوزیرے دوستوں کی اپنی مہربانی سے ہمیشہ نگہبانی کرتا ہے۔
تو علیؑ کا شیر ہے اس لئے تیرے رعب و جلال اور ہیبت کی وجہ سے
آسمان کے شیر (اسد) کو مزید تجھ پر سے زبان کر دیتا ہے۔

خدا نے تمام ہندستان کو عیدی کے طور پر تجھے دے دیا ہے اس لئے
تیرے ملک میں قیامت تک روز بروز آبادی بڑھتی رہے گی۔

جو کوئی تیرا موافق نہیں وہ محمد (محمد علی) کا دشمن ہے اور جو محمد کا دشمن
ہوتا ہے وہ ہمیشہ غوار اور پریشان رہتا ہے۔

تو موسیٰ کی طرح ہے تیری تلوار عصائے موسیٰ کا کام دیتی ہے اور تیرا
چہرہ بدیضا کی طرح روشن ہے۔ تو عیسیٰ کی طرح ہے، سوج تیرا گھوڑا ہے
اور آسمان تیری جولا نگاہ ہے۔

تیری بزم میں داؤد کی طرح ہمیشہ نغمے سنائی دیتے ہیں اور خوشیوں پر
خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔

خدا نے تمام پرپیوں دیووں اور وحوش و طیور کے علاوہ انسان اور
جن اور چاروں عنصر کو بھی تیرے حکم کے تلے کر دیا ہے کیوں کہ تو سچ مج
سلیمان ہے۔

اگر تیری تلوار کا عکس دشمن پر پڑ جائے تو اس کے جسم کا خون جم کر عقیق
اور لعل و مرجان بن جائے۔

جو کوئی تیرا دعا گو ہے اس کے لئے تمام دنیا دعا کرتی ہے اور جو کوئی تیرا
شناخواں ہے تمام عالم اس کی ثنا کرتا ہے۔

اے قلب شاہ نبی کے صدقے میں کچھ اس طرح گھر گھر خوشی اور جگہ جگہ
اطمینان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا تیرے گھر میں بقرعید لاکھ سال کیلئے
مہمان بن کر آئی ہے۔

غرض بقرعید کی تمام نظمیں اور دونوں قصیدے بھی نہایت دل چسپ ہیں
اور تعجب ہوتا ہے کہ اس یک گونہ خشک موضوع پر بھی محمد قلی نے کس خوبی سے طویل
نظمیں لکھی ہیں۔

نوروز اور بسنت

یہ بات پہلے بھی بیان کی جا چکی ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے حیدر آباد میں ایک بین قومی فضا کی ترویج میں بڑا حصہ لیا تھا اور ملک کے جملہ طبقتوں کا دل موہ لیتے کے سلسلے میں تو وہ اپنے باپ سلطان ابراہیم سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ اس کا لباس وضع قطع اور معاشرت بالکل ہندوستانی تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر ابراہیم کے بعد محمد قلی جیسا حکمران تخت نشین نہ ہوتا تو گولکنڈہ کا بین قومی تمدن اس انتہائی عروج کو نہ پہنچ سکتا جس کی وجہ سے سرزمین دکن اب تک مشہور ہے۔

اس بین قومی تمدن کے پیدا کرنے کے لئے محمد قلی نے مذکورہ خالص سلامتی عہدوں کے علاوہ اور بھی تقریبیں زور و شور سے رائج کیں جن میں نوروز ^{بسنت} اور آمدِ پرسانت کی تقریبات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ موخر الذکر کا تذکرہ آئندہ ایک علیحدہ عنوان کے تحت کیا جائے گا یہاں صرف نوروز اور بسنت کی مصروفیتوں کی نسبت کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

افسوس ہے کہ ان دونوں موضوعوں کے بارے میں تاریخوں سے کوئی مدد

ملتی۔ ان کے متعلق ہماری معلومات کا واحد ذریعہ کلیات محمد قلی قطب شاہ ہے۔
نوروز عید نوروز کے موضوع پر محمد قلی کی تین نظمیں اور دو اعلیٰ پایے کے قصیدے
 دستیاب ہوئے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس روز وہ کسی مذہبی
 عید سے کم خوشی نہیں مناتا تھا۔

ان نظموں میں شاعر نے علم نجوم کی اصطلاحوں کا دل کھول کر استعمال کیا ہے۔
 اور برج حمل میں آفتاب کی تحویل سے متعلق شاعرانہ انداز میں خیال آرائی کی ہے۔
 سمجھایا جاتا ہے کہ جب آفتاب بارہ برجوں کی گردش کرتا ہوا خط اتوا پر آجائے تو
 ایک پورا سال ختم ہوتا ہے اور جس روز آفتاب یازمین کا ایک دور ختم ہو کر نیا دور
 شروع ہوتا ہے اس کو نو سو و نو کہتے ہیں اور اس دن دوسرے تمام سیارے جن جن
 مقامات پر ہوں ان کے لحاظ سے آنے والے پورے سال کے حالات کے متعلق
 پیش قیاسی کی جاتی ہے۔ گو لکندہ کے ماہر ان علم نجوم پر نوروز کی خاصیتوں اور اس کے
 اثرات کے متعلق دربار میں تفصیل سے معلومات پیش کرتے تھے جن کی بنا پر نوروز کے
 ساتھ ہی یہ سمجھا جاتا تھا کہ دنیا ایک نئی کروٹ بدل رہی ہے اور یہاں کی ہر چیز اب
 نر و تازہ اور نئی ہو جائے گی۔ آفتاب کے برج حمل میں داخل ہونے کے وقت کو نہایت
 مسودہ سمجھا کر اور دو وظائف پڑھ جانے اور دعائیں کی جاتیں۔ ان سب باتوں کو محمد قلی نے اپنی

نظموں میں پیش کیا ہے۔

چنانچہ پہلی نظم کے چند شعروں کا خلاصہ یہ ہے :-

نورانی نوروز نور کے جلووں کے ساتھ آیا اور حل اس کے شایان شان
 لوازم سے آراستہ ہو گیا۔ تمام عالم میں نور جھلک رہا ہے اور سارا چین چاند
 کی طرح جگمگ کر رہا ہے۔ ہر طرف ہر قسم کی چیزوں کی ہوا بند ہی ہوئی
 ہے۔ اور ہزاروں ہرے بن لہلہا رہے ہیں۔ بادشاہ کی سہیلیاں ایک
 دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ملائے چین میں صف در صف انھلائی جا رہی ہیں
 گویا عقد ثریا جیسے ستارے اتر آئے ہیں جس طرح آفتاب اور برج حمل
 کی قربت سے نئے نئے اثرات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح
 قطب شاہ اور قدرت خدا کی قربت نے قاف تا قاف قطب شاہ کا حکم
 جاری کر دیا ہے۔

اس نظم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے دوسرے شعر کے اکثر لفظ حرف ج
 سے 'تیسرے' کے م سے، چوتھے کے ک سے، پانچویں کے ہ (ہائے ہوز) سے، چھٹے
 کے س سے، اور ساتویں کے ق سے شروع ہوتے ہیں مثلاً :-
 ۱۳ مہر مہستی سیاسوں منوہر بدن من کی مجلس میں مہتر منڈایا۔۔۔ م

۱۵) ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جہت کا ہوس سوہرے بن ہزاروں ہلایا ۸
 ۱۶) قرب سوں قطب شاہ قدرت خدا سوں قضا قوس تجھے قاف تا قاف پایا ۹
 دوسری نظم ذرا طویل ہے اور طویل بحر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں نوروز کی وجہ
 سے دنیا پر جو سرسبزی، تازگی اور رونق پیدا ہو گئی ہے اس کا نہایت خوبی اور
 تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً کہتا ہے کہ :-

نئے نورنگ کے نوروز نے نہ صرف کلی کلی کو کھلادیا ہے بلکہ ایسا معلوم
 ہوتا ہے کہ حین عورتوں کے جو بن بھی پھر سے بہار پر آگئے ہیں۔ پھولوں کے
 خوش رنگ پیالوں کو شبنم سے دھو کر ان میں گلابی شراب بھر کر سبز رنگ
 نہالوں جیسی حینوں کے ہاتھ سے پلا رہا ہے۔

چمن میں ہلبلیں جگہ جگہ ایسی دکھائی دے رہی ہیں جیسے حینوں کی
 آنکھوں میں تلیں۔ پھولوں کے گچھوں میں کالے کالے بھونرے ایسے نظر
 آتے ہیں جیسے کالی کوئلیں ہری ہری ڈالیوں میں اڑتی پھر رہی ہوں.....

تیسری نظم میں بھی اسی طرح کے مضامین باندھے ہیں۔ اور کہتا ہے اس سال
 پھر نوروز خوشیوں کی بشارت لے کر آ رہا ہے کیونکہ اب کے برج حمل میں اس کا

شرفِ عزم ہی ظاہر کر رہا ہے۔ اس کی وجہ سے میرے دل کے چین میں امیدوں کے پھول کھل گئے ہیں۔ وغیرہ

نوروز کے موضوع پر محمد قلی قطب شاہ کے قصیدے نہایت اعلیٰ پایہ ہیں۔ اور یہ دونوں قصیدے اس کی انتہائی خوشی اور مسرت کے ترجمان ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک ایسے موقع پر لکھے گئے ہیں جب نوروز اور عیدِ رمضان ایک ہی روز یا قریب قریب آئے تھے۔ دونوں قصیدے چونکہ ایک ہی موضوع پر ہیں اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا ایک ہی وقت میں یہ قصیدے لکھے گئے تھے یا دو دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ نوروز اور عیدِ رمضان مل کر آئے تھے۔ پہلا قصیدہ سنیستیں اشعار پر مشتمل ہے۔ اور اس میں صاف طور پر عیدِ رمضان اور نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کا ذکر درج ہے۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے :-

اے بادشاہ نوروز عید کے روز اگر عید کے آنے کی خبر لے آیا ہے اور پھر سے سکھ کا کاروان اپنے ساتھ لے کر گویا عید کے اہتمام کا سامان لایا ہے۔
تمام عیدوں کے دنوں میں یہ روز عید اچھا ہے اس لئے نیشکر کی طرح اپنی کمر باندھ کر عید کا خراج لے آیا ہے۔

یہ عید اتنی اچھی ہے کہ اس میں دوسری تمام عیدیں غلامی کا حلقہ اپنے کان میں ڈال کر عید کا گلدستہ پکڑی کھڑی ہیں۔

ان دونوں شعروں میں محمد قلی نے اپنی عیدوں کے رسم و رواج کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ کس طرح اس کے ماتحت راجا اور امیر لشکر کی طرح کریں باندھ کر سلطنت کے خراج داخل کرنے کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اسی طرح شاہی تقریبوں اور مجلسوں میں غلام (جن کے کانوں میں حلقے پڑے ہوتے) اپنے ہاتھوں میں گلدستے لئے کھڑے رہتے تھے روز عید اور نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کے متعلق اور دو شعروں میں کہتا ہے:-

یوم عید کے پھولوں میں نوروز کے پھول بھی کھلے ہیں اور ان پھولوں کی خوشبو کی وجہ سے دل عید کی طرف راغب ہو گیا ہے۔

نوروز اور یوم عید آپس میں بھائی پن کا صیغہ پڑھ کر ایک ہو گئے ہیں اور عید کی خوشیاں اپنے ساتھ لائے ہیں۔

اس قصیدے میں ماہرین نجوم کے اس خیال کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ جب آفتاب برج حمل میں داخل ہونے لگتا ہے تو اس کو ساعت نیک کہتے ہیں اور اس مبارک وقت میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے ماہرین نجوم کہتے ہیں کہ اس وقت صاف و پاک جگہ پر خوشبودار بخور روشن کر کے اور پاک و صاف لباس پہنکر

کسی اسم الہی کا درد کریں اور آخر میں حصول مدعا کے لئے دعا مانگیں تو وہ ضرور بامراد ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مسعود وقت کے لئے عامل لوگ منتظر رہا کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں بڑے روپے کماتے ہیں۔ اسی لئے محمد قلی کہتا ہے کہ :-

اس عید کے روز امید کے پھول کھل گئے ہیں اس لئے دعا مانگو۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے دنوں کے مقابلے میں یہ دن بہت نمایاں ہے۔
دعا کرو کہ امن و اطمینان کی بارش ہو تاکہ میرے درخت ہرے ہو جائیں
اور میرے دل کے چین کی روشوں میں گل دریاں کھلنے لگیں۔

عید نوروز سے متعلق دوسرا قصیدہ ناقص الاول معلوم ہوتا ہے اس میں جملہ گیارہ شعر ہیں۔ اس سال غالباً پنجابیوں نے بادشاہ کو خبر دی تھی کہ اس کے زائچہ کے لحاظ سے یہ نوروز بہت ہی مبارک و مسعود ہے کیوں کہ اس کے برج میں زہرہ اور مشتری واقع ہوتے تھے۔ بادشاہ خوش ہے اور یہ قصیدہ ایک طرح کا نعرہ مسرت ہے جس میں شاعر پکاراٹھتا ہے کہ :-

خدا مجھے عید کی جیسی راتیں اور نوروز جیسے دن عطا کرتا ہے اور میرے دل کی بلبل کے لئے نئی نئی عشرتوں کے پھول کھلاتا ہے۔

لیکن پھولوں کی عید اور چیز ہے اور نوروز کی خوشی اور۔ کیونکہ نوروز

کو وجہ سے ساقی عیش کی طرح اندازی کر کے میرے دل کو محبوب سے ملا دیتا ہے۔

چونکہ میرے برج میں زہرہ اور مشتری آئے ہیں اس لیے اس دفعہ نوروز

کو بڑائی حاصل ہو گئی ہے اور وہ نوروزی صفائی بخش رہا ہے۔

اے مرغ دل ذوق و شوق سے پرفتناں ہو کہ نوروزی برائیں آئیں جو

بہت بد بدمی براتوں کو پھاڑ کر تباہ کر دیں گی۔

بست اس عید کی تقریب میں بادشاہ کی نو نظمیں ملی ہیں جن میں ایک تو
قصیدہ ہے اور دوسری نظم بقرعید اور بست دونوں کے ایک ساتھ آئے پر لکھی
گئی ہے۔

بست در اصل ہندوؤں کی عید ہے جو موسم بہار کی آمد پر منائی جاتی ہے۔

ہندوستان میں بہار کا موسم وسط مارچ سے مئی تک سمجھا جاتا ہے جب کہ پھول کثرت
سے کھلتے ہیں۔ بست اصل میں سنکرت لفظ و سنت ہے جس کے معنی ہیں سال کی

پہلی فصل جو چیت اور بیا کھ تک رہتی ہے اس زمانے میں چونکہ پھولوں کی کثرت

ہوتی ہے اس لئے ہندو پھول جمع کر کے دیوتاؤں کے مندروں یا ٹالابوں کو لے جاتے

تھے۔ اس طرح رفتہ رفتہ یہ ایک عید یا میلان گیا۔ جس کو حضرت امیر خسرو کے زمانے

سے دلی کے مسلمانوں نے بھی منانا شروع کر دیا تھا اور وہاں بزرگوں کی درگاہوں پر

مسلمان پھول لے جا کر چڑھاتے تھے۔

محمد قلی قطب شاہ نے گوکنڈہ میں اس تقریب کو خاص اہتمام اور شان و شوکت سے جاری کیا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ ہندو تائیت کو بہت پسند کرتا تھا بلکہ اسکی طبیعت عیش و عشرت کی طرف زیادہ مائل تھی اور اس عید میں اس کے فطرتی رجحانات اور دل کی انگلیں جس خوبی سے ظاہر ہو سکتی تھیں شاید ہی کسی اور تقریب میں ہو سکتیں۔ موسم کا اثر انسان کی طبیعت پر ضرور پڑتا ہے۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول کا بندہ ہوتا ہے۔ پھر محمد قلی جیسا حساس انسان جو اپنے اطراف و اکناف کی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے متاثر ہوتا تھا! فرق اتنا ہے کہ وہ ماحول کا بندہ بننے کی جگہ اس خوش اسلوبی سے اپنے ماحول کو کام میں لاتا تھا کہ صبح معنوں میں اس کا آقا بن جاتا۔ اس کی رعایا میں ہندوؤں کی کثرت تھی اور اس کے محل میں بھی ہندو عورتوں اور ملازموں کی کمی نہ تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کی خاطر بسنت نہیں مناتا تھا بلکہ خود اپنی خاطر اس تقریب میں بے تکلفی سے حصہ لیتا تھا۔ بسنت کی نظموں میں اس نے جس بے ساختگی اور رنگینی کے ساتھ خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اپنی آپ نظیر بے بسنت کی آمد آمد کے ساتھ وہ پھولوں نہیں سماتا تھا۔ چونکہ اس موسم میں شہوانی جذبات بھی برائے گتہ ہو جاتے ہیں اس لئے ان نظموں میں بعض جگہ اظہار خیالات کے لئے وہ بہت

عریاں پیرا یہ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ اس خصوص میں وہ عہد حاضر کے شبابی شاعروں کی بہت شاہد ہے۔
 ان نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی اس موسم میں پھول کھیلنے کے علاوہ اپنی
 محبوباؤں اور کنیزوں کے ساتھ جی کھول کر رنگ بھی کھیلتا تھا۔ محلوں اور باغوں
 میں پھولوں کے انبار جمع کر دیئے جاتے تھے اور حوضوں کو رنگوں سے بھر دیا جاتا۔
 جن بے تکلف جلوں میں راگ، رنگ، اور شراب و شاہد کے افراط کے ساتھ محمد قلی جیسا
 رنگیلا بادشاہ ہو ان کی رنگینی کا کیا پوچھنا! لیکن ان رنگینوں اور رنگ ریلیوں کی کامیاب
 ترجہانی بڑے سے بڑے شاعر سے بھی ممکن نہ تھی۔ یہ تو محمد قلی ہی کا حصہ تھا۔ دنیا کا کوئی
 شاعر اپنے کلام میں اپنی زندگی کو اتنا عریاں نہیں پیش کر سکتا تھا جتنا محمد قلی نے کیا۔
 اس کا کلام اس کے قلب کی گہرائیوں سے نکلتا تھا۔ اس کو مبالغہ نہ تھیں، یا آورد
 کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ وہ ریاکاری کے ذریعے سے خود کو پاکباز یا زاہد مرقاض
 ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہر جگہ خود کو ایک رنڈ شاہد باز ظاہر کیا ہے۔

قلعہ گوگندہ سے متعلق نئے قلعہ میں جو پر فضا تالاب اور وسیع مرغزار ہے اس
 میں اب بھی بسنت کے زمانے میں ایک میلہ لگا رہتا ہے۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر
 سے ہندو عورتیں بناؤ سنگار کر کے اور پھولوں کی ٹوکریاں لئے ہوئے گاتی اور
 اٹھلاتی چلی آتی ہیں۔ چونکہ یہ عہد قطب شاہیہ میں ایک سرسبز و شاداب باغ تھا اس لئے

یقین ہے کہ محمد قلی کی بسنت کی مجلسیں یہاں بھی منائی جاتی ہوں گی اور آج بھی جب کہ محمد قلی کو اس دنیا سے گزرے تین سو اسی برس گزر گئے اس جگہ ہر سال بسنت میں میلہ لگارتا ہے۔ یہاں کی چہل پہل موسم کی تروتازگی اور ماحول کی شگفتگی دیکھ کر خیال گزرتا ہے کہ کیا تعجب ہے جو محمد قلی جیسے بسنت کے شیرانی کی روح اب بھی اس پر کیف منظر کے دیکھنے کے لئے اس میلے میں شریک رہتی ہو۔

بسنت کی نظموں میں سب سے پہلے قصیدہ بسنت قابل ذکر ہے۔ کیونکہ بادشاہ کو فخر ہے کہ اس نے اس میں بڑے اچھے شعر نکالے ہیں۔ چنانچہ آخر میں وہ کہتا ہے کہ خدا نے تجھ کو فن شعر میں ایسی نزاکت بخشی ہے کہ اے معافی شہ ہوتا ہے کہ شہر تبرہ ہیں یا خاقانی کے۔

اس قصیدے کا آغاز بسنت کی آمد آمد کے ذکر سے کیا ہے اور لکھتا ہے:-

بسنت کا پھول یا قوتِ رمانی کی طرح کھلا ہے اس لئے اے سہلیو!
سب مل کر بسنت کو اپنے یہاں ہمان رکھو۔

بسنت کی رُت نے اپنے ساتھ خوشیاں لاکر فراق کی آگ کو بجھا دیا،
اے نولیو آج ایک نئی مجلس شاہانہ ترتیب دو۔

بسنت کی آمد آمد کی وجہ سے تمام درختوں کو جواہر کی طرح پھول لگے ہیں۔

تاکہ تم اپنے پیار پھولوں کو موتیوں کی طرح بچھاؤ کرو۔

اے ساقی! بسنت کے پھولوں پر کی شبنم کو شراب کی طرح صراحی میں
بھرنے لانا کہ اس شراب کے پینے سے ایسی منہی ہو کہ ہمارا رنگ نورانی ہو جائے۔
صرای سے شراب اندھیلے وقت غلغل کی ایسی آواز نکلتی ہے گویا بادل
مست ہو کر گرج رہا ہے۔ اس غلغل کی آواز کو ایریساں کی آواز سمجھ کر پیالہ پیٹتے جاؤ۔
اے ساقی! شراب پلانا تاکہ مجھ کو کشف ہونے لگے کیونکہ شراب مکی وجہ
سے مجھے پوشیدہ راز بھی نظر آنے لگتے ہیں۔

عزیزِ عود، مشک، زعفران کا رت آیا ہے اسی وجہ سے ان سب کی خوشبو
دنیا کو گلستان بنا رہی ہے۔

اے ہیلیبو! تم سب مل کر چاند اور سورج کے حوض خانوں کو بھی آبِ حیات
سے بھر دو تاکہ ہم افشانی رنگ کھلیں۔ بسنت کے پھولوں کی مالابہن کر چیں
صحن میں نکلی آئی ہے جس کے پھولوں کے نقش و نگار کو دیکھ کر مانی بھی حیران ہے۔
سورج کی کرنوں کو پھولوں کی چھڑیاں بنا کر ہم ایک دوسرے کو مارتے
ہیں۔ ہیلیبو کے ساتھ پھیل خدا کرے کہ میں ہمیشہ کھیلنا رہوں۔“

اس نظم کو لکھتے وقت بادشاہِ خوشی کے مارے اتنا آپے سے باہر ہو جاتا ہے کہ

اس کو اپنے دشمنوں کی شکست اور اپنی کامرانی یاد آ جاتی ہے اور کہتا ہے کہ :-
 قطب شاہ پر مصطفیٰ اور مرتضیٰ کی نظر ہے اسی لئے اس کے دشمن کی
 پیشانی پر حرفِ پشیمانی لکھ دیا گیا ہے۔
 ان کے دشمنوں پر ازل ہی سے لعنت بھیجنا واجب ہے خواہ وہ
 مرقدی ہوں یا بخارائی یا ملتانی۔

نظموں میں پہلی نہایت پر لطف ہے اس میں اس نے اپنے بسنت کھیلنے کا طریقہ
 اور اس کے رسوم سب صاف صاف بیان کر دیے ہیں۔ یہ نظم جذبات کے اظہار سے
 معمور ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب بادشاہ اور اس کی سہیلیاں بسنت کھیلتی تو
 تو مہربان محوش گلو اس نظم کو گاتی رہتی تھیں۔ وہ لکھتا ہے :-
 ”اے پیارے! آؤ عشق کی بسنت کھیلیں کیونکہ تم چاند ہو اور میں نارا ہوں۔
 میرا جسم خالص کنڈن کی طرح چمک رہا ہے اور میں سنگار کر کے اور ہر طرح کے
 چھند بند کے ساتھ تیار ہوں۔

ہم اور ہمارا ساجن اس طرح بسنت کا رنگ کھیلیں جیسے آسمان شفق کی
 وجہ سے رنگِ رنگ ہو جاتا ہو۔

شفق کے رنگ کے پیچھے سے جس طرح تارے بھٹکنے لگتے ہیں اسی طرح
 ہمارا سورج کی کرتوں جیسے زر کے تاروں سے بنا ہوا لباس بھٹکنے لگا۔
 پیاری بخت کو پیا کے قدموں سے مل کر لے آئی اور کچھ اس طرح
 بخت کھلی کے رنگ رنگ کو سنگار حاصل ہو گیا۔
 اپنے جوین کے خوض خانوں میں عشق کا رنگ بھر کر جسم کے رویں رویں میں
 بجلی کی رود وڑا دیتی ہے۔

رنگ سے بھگی ہوئی چولی میں سے سرپٹیاں رات کی نشانی بن کر
 سیاہ نظر آتی ہے اور اس کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ سورج (جیسے پستان) کے
 بیچ میں رات کو کیسی جگہ مل گئی۔

بختی رنگ کے جسموں اور کندنی گالوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
 کیسر کی آگ کی بہار پھل پھول رہی ہے۔

نئی کے صدقے میں قطب شاہ نے ایسی دھوم دھام کی بخت کھلی
 کہ تینوں عالم رنگیلے ہو رہے۔

بعد کی دونوں نظموں کے بعض مصرعے پڑھے نہیں گئے۔ ان نظموں میں محمد قلی

لکھا ہے کہ بسنت کی ہوا آئی اور سکیوں کے تن مشک و زعفران کی خوشبو سے معطر ہو گئے۔
 چاروں طرف ہرے رنگ کی ہوا چھا گئی۔ کوئلیں نغمے گانے لگیں۔ سور کی اچھے رس
 دالی آواز عالم کا دل بھانے لگی۔ طرح طرح کے گلابی رنگ کے لباس رنگیلی پھیلیوں
 کے قد پر زیب دینے لگے۔ اور موتیوں کی بارش عجیب منظر دکھانے لگی۔ سپہا
 میٹھے میٹھے گیت گانے لگی۔ پھول جیسے ہونٹوں کے پیالوں سے شہد جیسا رس
 ملنے لگا۔ پیاری اور پیا ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سرو کے بن میں گلاب کے پھولوں کی مالا
 پہن کر نکلے۔ کوئلیں کے گلے اچھے اچھے نغمے الاپنے لگے کہ متن متن متن متن
 تلالا۔ ایسے گوسائیں کی ہمیشہ سیوا کرنا چاہئے جو نحوست کو دور کر کے نہال کر دیتا ہو۔
 قطب شاہ کو بسنت کھیلنا اور عیش منانا ہوا دیکھ کر کیا تعجب کہ دشمنوں کے سینوں
 میں دکھ کے بھالے سکتے ہوں۔

پانچویں اور چھٹی نظمیں مکمل ہیں اور ان میں بھی بسنت کی مصروفیتوں کو بڑی
 خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہے۔ ساتویں نظم بڑی طویل بحر میں اور بہت پر زور
 لکھی ہے۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے:۔۔

بادشاہ کے مندر میں بسنت سعادت کی خبر لے کر آیا۔ بسنت کے آنے

کی وجہ سے آنکھوں کی پتلیوں کا چمن پھولوں اور پھلوں سے معمور ہو گیا۔

بنت کے پھول نے تمام پھولوں کو ہمان بن کر آنے کی دعوت دی
 اور اس دعوت میں گلاب کو پیالہ بنا کر خدمت کرنے کی غرض سے لے آیا۔
 بنت کی روشنی سے تمام دنیا میں پھول کھل گئے اور آسمان پر لال
 رنگ چھا گیا۔ سورج کی دھوپ میں بنت ہی کا رنگ نور بن کر بھلکتا ہے
 اور چاند کے حوض کو بنت نے چندن بھر کے ہکا دیا ہے۔
 بنت کی وجہ سے ہر گھر میں موتیوں اور باتوں کے انبار لگ گئے۔ ایسا
 معلوم ہوتا ہے کہ بنت نے ہر گدا کو خاقان کے ہم پلہ بنا دیا۔
 اے معافی خدا کا شکر بجا لا کر تیرے مندر میں رات اور دن خوش
 اور آسند کے ساتھ بنت منایا جاتا ہے۔

ان سات نظموں اور قصیدے کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے ایک نظم بقرعید
 اور بنت کے ایک ساتھ آنے پر بھی لکھی تھی یہ بڑی اچھی نظم ہے اور اس میں بادشاہ
 نے بقرعید اور بنت دونوں کی مسرت کی ترجمانی کی ہے۔ دو موضوعوں پر ایک ساتھ
 خیال آرائی کرنے میں محمد قلی کو بڑا کمال حاصل تھا۔ اس کی اس قسم کی نظمیں اردو شاعر
 میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائیں گی۔ اس کا نوروز اور روز عید کا قصیدہ
 اردو زبان میں اپنی آپ نظیر ہے۔ اسی طرح بقرعید اور بنت کی نظمیں بھی نہایت ہی

پر لطف اور بلند پایہ ہے وہ لکھتا ہے :-

”بنت بکرید کے ساتھ مل کر عشرت کے پھولوں کی بہار لے آیا اور
اور بنت کا بکرید کے ساتھ آنا میری تمام رنگ بھری پہیلیوں کے دل کو بہت بھایا۔
اس کی خوشبو کی ہسکاٹ سے اس جگ میں بہار آگئی۔ بنت اور بکرید کی وجہ
سے عیش کے پھول باغ عالم میں چھا گئے۔

تمام گل آسمان کی طرح ہنر ہو گئے جن پر ناروں کی مانند پھول کھلنے لگے
بنت نے بکرید کے ساتھ زہرا کو مجبور کر دیا کہ وہ منگل کے ساز پر گامے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کھلتی ہوئی کلیوں کے نازک ہونٹ کچھ بھید بیان
کرنے کے لیے مل رہے ہیں۔ کیونکہ بنت بکرید کے ساتھ اس لیے آیا ہے کہ
دونوں مل کر بادشاہ کی تعریف بیان کریں۔ (جو ایک ہکا کے بس کی بات تھی)
جب بادشاہ خوبصورت سکیوں کے چہروں پر رنگ تھا یا ڈانٹا ہے تو
ان کی آنکھوں کی تلیں ایسی جھلکتی نظر آتی ہیں جیسے سورج نے رات میں ناروں
پر اپنی کرنیں ڈالی ہوں۔

ہماری بزم میں عشرت کے بادل اور آب حیات کی پھواریا جھڑی برسے
لگتی ہے کیونکہ بنت نے بکرید کے ساتھ آکر میرے دل کے چمن میں سکھ کی

کو نہیں اگائی ہیں۔

بنت اور بکرید دونوں حضرت نبیؐ کی نظر کرم کی وجہ سے ایک جگہ مل کر آئے

ہیں اور قطبِ زمان آئند اور سکھ پارہا ہے۔

**مرگ سال یا آمد
برسات**

اس کا تذکرہ بھی نوروز اور بنت کے بعد ضروری ہے۔ یہ

یہ اصل میں عوام کی عید ہے۔ اور خورداد اور تیر کی چیلانی گرمیوں کے بعد جب موسم

بدلتا ہے اور بارش شروع ہونے لگتی ہے تو زمین کے ذرہ ذرہ میں جان پڑ جاتی

ہے۔ پھر انسانوں کا کیا پوچھنا! اور دن میں تو موسم باراں ہی اصل میں موسم

بہار ہے یہی وجہ ہے کہ محمدؐ فلی نے بارش کے آغاز کو بڑی اہمیت دی اور جس روز

مرگ لگتا یا برسات کا موسم شروع ہوتا وہ بڑی دھوم دھام سے مجلس آرائی کرتا۔

شراب کے دور چلتے۔ سطر بان خوش نوا رقص و سرود کے کمال دکھاتے۔ باغوں میں

جھولے ڈالے جاتے عشق و شہینگی کے جذبات براگینٹہ ہونے لگتے۔ ہیلیاں مشک و

زعفران و عنبر مل کر اپنے جسم کو معطر بناتیں اور بیر بہوٹی کے رنگ کے سرخ

کپڑے زیب تن کرتیں۔ پھول اور پان کے طبق تقسیم کیے جاتے۔ تمام محلات شاہی

میں زمردی رنگ کی مندیں بچھا دی جاتیں اور ہر طرف خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔

محمد قلی نے اپنے شاعرانہ کمال کا بہترین اظہار اس موضوع سے متعلقہ
نظموں میں بھی کیا ہے۔ اس نے موسمِ باراں کی آمد آمد پر پندرہ نفیس نظمیں لکھیں
اور گرمیوں کے بعد موسم کی تبدیلی کی وجہ سے کائنات جس طرح متاثر ہوتی ہے
اُس کے ایسے پاکیزہ مرقعے چھوڑ گیا ہے جو اردو شاعری کے شاہکار سمجھے جاسکتے
ہیں۔ ان نظموں میں منظر نگاری کے بہترین نمونے دستیاب ہوتے ہیں۔ اس کی
یہ نظمیں زیادہ تر گائی جاتی ہوں گی کیونکہ ان میں موسیقیت کا بہت خیال رکھا
گیا ہے۔ اور قافیے اور ردیفیں ایسی استعمال کی ہیں جو لے کے ساتھ پڑھنے میں بڑا
اثر پیدا کرتی ہیں۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے :-

بارش کا موسم آیا اور کلیوں کا راج شروع ہو گیا۔ کیونکہ اب ہری ہری
ڈالیوں کے سروں پر پھولوں کے تاج پہنائے جائیں گے۔
مینہ کی بوندوں کا پیالہ ہاتھ میں لے لو کیونکہ ہر زمین بڑھ چڑھ کر
سج دہج کر رہی ہے۔

جسم ٹھنڈ کی وجہ سے لرز رہے ہیں اور جو بن کپکپا رہے ہیں۔ پیا
کا چہرہ دیکھتے ہی چولی خود بخود ہٹتی جا رہی ہے۔

نازنین کا چہرہ بجلی کی طرح چمکنے لگا جب وہ شرم کے مارے انجل
ہٹا کر پھر چہرے پر ڈال لینے لگی۔

اس کے بالوں میں پھول ایسے نظر آنے لگے جیسے آسمان پر تارے۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عہد کی پدہنی ہے۔

چاروں طرف گرج کی آواز سنائی دیتی ہے اور مینہ برستا ہے۔
عشق کے ترانوں سے موروں نے چمنوں کو معمور کر دیا۔

اے قطب شاہ حضرت مصطفیٰ کے صدقے سے برسات آئی ہے
اس دن عشق و عاشقی کے ساتھ حکومت کرو۔

آمد برسات کی بعض نظموں میں بادشاہ نے اپنی فتح مندی اور خوش طالعی پر
بھی بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے اور اپنی تعریف میں اننا زیادہ لکھا ہے کہ
خود ستائی تک پہنچ گیا ہے۔ ساتھ ہی بعض دشمنوں کی بڑی مذمت کی ہے اور
ان کی ذلت و رسوائی اور ناکامی کا تلخی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ اس سے پتہ
چلتا ہے کہ اس نے بارش سے قبل بعض اہم لڑائیوں میں فتح پائی تھی۔ چنانچہ
مدعیان سلطنت عبدالقادر عرف شاہ صاحب اور خدا بندہ (برادران محمد قلی)
کی بغاوت کے تذکرے میں بارش سے متعلق انہی نظموں میں سے ایک کا ذکر

کیا جا چکا ہے۔

بارش کی دوسری نظم میں اس نے جس طرح خود ستائی کی ہے اس کا اظہار پہلے کیا جا چکا ہے کیونکہ اس نظم کے بعض شعروں کا خلاصہ اس کتاب کے صفحہ ۱۰۲ پر درج ہو چکا ہے۔

مرگ سال کی پانچویں نظم تو صرف نام کو بارش سے متعلق ہے۔ ورنہ پوری نظم بادشاہ کی فتنہ دہی اور دشمنوں کی شکست کی خوشی سے معمور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عین بارش کے آغاز کے وقت اس کو کوئی بڑی فتح نصیب ہوئی تھی۔ یہ نظم اور اس کا خلاصہ اس کتاب کے صفحات ۱۰۳ و ۱۰۴ درج ہے۔

اسی طرح آٹھویں نظم کے خاتمہ پر بھی کسی کامیابی کی طرف اشارہ کیا ہے جب کہ کہتا ہے :-

اے محمد قطب شاہ خوشی کی خبریں آئی ہیں۔ اس لئے مرگ کے ساتھ فتح و کامرانی کی تقریب بھی منعقد کرو۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بحث تھی لیکن اس کا تذکرہ اس لیے چھیڑا گیا کہ گو لکندہ میں محمد قلی کے عہد حکومت میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں ملک کے حالات کے پیش نظر بارش سے قبل فتح حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اس طرح

عہد محمد قلی کی لڑائیوں کے ہمنیوں کا تعین کرنے میں ان نظموں سے مورخ کو بڑی مدد مل جاتی ہے۔

اصل موضوع یعنی آمد ہر سات کی رنگ ریلیوں کا بھی خود محمد قلی کی زبان سے کچھ حال معلوم کر لینا دیکھی سے خالی نہیں۔

گیارہویں نظم میں وہ مرگ کی تقریب منانے کے لئے اپنی سکیوں کو یوں دعوت دیتا ہے۔۔

مرگ کے بادل گرج رہے ہیں اے سکیو آؤ اور سنگار کرو۔ بارش کے
قطرے آہستہ آہستہ گرنے لگے تم ان سے اپنی چولی بھگالو۔ رتنا کہ تمہارے
جوبن کی بہار نظر آئے۔

عطارد نے ہواؤں کے جنگل میں پھولوں کے ٹبل کھول کر خوشبو کی جھکا
اٹھا دی ہے اس لیے تم پھر میرے دل میں چلے آؤ۔

جس طرح ڈالیوں پر سرخ پھول نکل آئے ہیں اسی طرح تم اپنے
بازوؤں پر بازو بند کے سرخ پھندوں کی بہار دکھاؤ۔

بادلوں کی وجہ سے آسمان اور زمین کا ایک رنگ ہو جانا !
بڑا اچھا منظر دکھائی دے رہا ہے۔ آج عیش کا دن ہے اس لیے

اے سکیو ہمارے گاؤ۔

تم سب سر سے پاؤں تک پر تکلف اور چکدار سرخ لباس پہن لو۔
جس طرح سورج شفق میں چمکتا ہے اس طرح اے سکیو تم میں سے ہر ایک
چمکے۔

ہونٹوں کی یا قوتی پیالیوں سے شراب محبت بھر کے نئے بادشاہ
محمد کو بھی پلاؤ۔ ناپچنے والیوں کو اپنی آنکھوں کی پتلیوں سے شراب پلا کر
مست بنا دو تاکہ وہ شاہی مندر کے صحن میں نٹوں کی طرح ناپچنے لگیں۔

یہ نظم محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے بعد ہی جب پہلی دفعہ مرگ لگا ہے اس وقت
یعنی ۱۸۵۷ء کی برسات کے آغاز میں لکھی گئی تھی۔ کیونکہ اس نے خود کو اس نظم میں نئے
بادشاہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اس طرح گویا وہ سو پھوین سال میں نوجا جب یہ نظم
لکھی گئی ہے۔ اور دراصل یہی نظم گوکنڈے میں مرگ کی تقریب منانے کا آغاز کرتی
ایک اور بہت اچھی نظم جو غالباً بہت بعد لکھی گئی اس سلسلہ کی نویں نظم ہے۔
اس کی تصنیف کے وقت اس تقریب کو رائج ہوئے عرصہ گزر چکا تھا کیونکہ اس میں
وہ آمد برسات کی خوشیوں کا تذکرہ اس طرح کرتا ہے جیسے کوئی بارہا ان تقریبوں سے
مخطوط ہو چکا ہو اور اب اپنے گزشتہ کے تجربے بیان کر رہا ہے۔ اس نظم کی

بحر طویل اور زمین بڑی پر لطف اختیار کی گئی ہے۔ اس میں کہتا ہے :-
 مرگ کے بارلوں کو گرختا ہوا دیکھ کر بالیاں (دوشیزائیں) چاروں طرف
 سے آئیں اور فوجوں کی طرح ایک جگہ جمع ہو گئیں۔ اور اپنے زرق برق
 لباس سے زمین پر بجلیاں چمکانے لگیں۔

ان نئی نئی اور شوخ دوشیزاؤں نے اپنی چولیاں پانی کی بوندوں سے
 بھگالی ہیں اور جھولوں میں پیچ کر چمک رہی ہیں۔

شراب عشق کے پیالوں، غزوہ کرنے والی آنکھوں کی چالوں، اور جوانی
 کے اُلاؤں (ترنگوں) سے مست ہو کر یہ دوشیزائیں آپس میں میٹھ مٹھ
 رہی ہیں۔

ان چھیلی پتلیوں جیسی دوشیزاؤں کے جوہن چولیوں کے بندے آزاد
 ہو کر نکل پڑے ہیں، ان کے جسم سے شراب عشق ابل رہا ہے، اور وہ
 اپنی آنکھوں سے فریفتہ بنا رہی ہیں۔

اپنے زرق برق لباس کی وجہ سے ہر لمحہ جگمگا رہی ہیں، رہ رہ کر بادشاہ کے
 گلے لگ رہی ہیں، اور پال میں ایسی دگمگا رہی ہیں جیسی کہ باولی لڑکیاں ہیں۔
 ایک سے زیادہ دوسری چمک دمک دکھاتی ہیں جس کو دیکھ کر دنیا کے

بڑے بڑے سیالے راہ بھٹک جائیں۔ جب یہ چلبلی لڑکیاں مت حرام
ہوتی ہیں تو ڈھلے ہوئے سوتی بھی ان کو دیکھ کر مارے شرم کے پانی پانی
ہو جاتے ہیں۔

نبی کے صدقے میں یہ پاک و صاف دوشیزائیں ناز و انداز کے ساتھ
رات اور دن قطب شاہ کے ساتھ رہتی ہیں اور اپنا من بھاتا سکھ حاصل
کرتی ہیں۔

اس نظم کی ردیف لفظ بابائیاں (یعنی دوشیزائیں) ہے۔ اور قافیہ چلبلیاں،
پتلیاں، نرلیاں، بجلیاں، ملیاں، اور بابولیاں وغیرہ۔
ایک اور نظم نمبر ۱۱۲ کی ردیف میں "اور قافیہ گلناں، چنناں، اور جونناں
وغیرہ ہیں۔ اس کی بحر بھی خاص ہے۔ چونکہ اس میں بارشش کے مناظر کے لیے
بڑی اچھی تشبیہیں استعمال کی ہیں اس لئے اس کے چند اشعار کا خلاصہ بھی درج
کیا جاتا ہے:-

آسمان پر فرشتوں نے مرگ کے ہینے کو دعوت دی اور اس خوشی میں
سمندر کے موتیوں کو آسمان سے برسیا جان سے ہمارے صحن بھر گئے۔
زمین نے سریرِ جواہر کی پگڑی باندھ لی اور آنگ میں کانچ کے رنگ

کی چولی پہن لی۔ اور رسل بین جیسی بیرہوٹیاں تمام ملکوں میں نکل آئیں۔
 ہر طرف ہرے بھرے جنگل دیکھ کر چاروں طرف سے موز کوک رہے
 اور رنگ برنگ کے پرندے چمنوں میں مست ہو کر نغمے گارہے ہیں۔
 ہرے جنگل میں لال لال پھول نہیں ہیں بلکہ زمرد کی لگنوں میں شبنمی
 نیل سے شمعیں جل رہی ہیں۔

اس نازگی اور طراوت کو دیکھ کر سوہنیاں اپنے خوش رنگ جسموں
 پر رنگ برنگ کے لباس پہنی، اپنے جوہنوں کی بہار دکھاتی ہوئی، ناز و
 انداز کے ساتھ محو خرام ہیں۔

ان کے آب حیات جیسے صاف و شفاف پتائوں کے ساتھ سیاہ
 بھیشتیں دسریستانِ عظمت کی طرح لگی ہوئی ہیں۔ یا جو بن کے پاک و صاف
 آسمانوں پر ڈوکالے کالے بادل چڑھ آئے ہیں۔

ہو کا نظارہ کرنے کے لیے مست ہیلیوں نے شراب پی لی ہے
 اور چنبیلی کے پھولوں میں بھنورے ملہار کے گیت گاتے پھر رہے ہیں۔
 یہ مشک جیسے سیاہ بھنورے نہیں ہیں جو پھولوں کو اپنا وطن بنائے
 ہوئے ہیں بلکہ چنبیلی جیسی نرل تھوڑیوں کی کالی کالی تلیں ہیں۔

زرینے کے لباس میں سکیاں سرسے پاؤں تک زرق برق نظر آرہی ہیں اور
 اُن کے گھنگرؤوں اور میچوں نے میرے دل کو بھرا کر پھلی کی طرح بے تاب بنا دیا۔
 آخرین ایک اور نظم کے تذکرے کے بعد اس موضوع کو ختم کیا جاتا ہے یہ نظم ایک ایسے
 وقت لکھی گئی تھی جب کہ عید میلاد نبی کے زمانے میں یعنی وسط ماہ ربیع الاول میں دھوپ کا اختتام
 ہو کر بارش کا آغاز ہو رہا تھا۔ بادشاہ اس سال آمد برسات کو خاص اہمیت دیتا ہے اور کہتا ہے:-
 یوم میلاد نبی میں آنے کی وجہ سے مرگ سال کو وہ وہ لطف حاصل ہوا جو عام طور پر دنیا میں نہیں ملتا۔
 مرگ سال نے یوم نبی کی خوشی میں چاروں طرف بادل کے منڈپ تان دیئے
 ہیں اور بجلیوں کے تار منڈل کر ج رہے ہیں۔
 اس دفعہ کچھ ایسے طریقے سے مرگ سال فضا پر چھایا ہوا ہے کہ زمین
 تازہ ہو کر مارے خوشی کے ہنس رہی ہے۔
 ہرے ہرے فرش پر مرگ سال نے خود فرش بن کر مونیوں کے بچھونے پچھاؤں میں بیٹیں۔
 اور دنیا میں جملہ مخلوق کو (مساوی طور پر فیض پہنچا کر ایک طرح سے عیش
 کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور پاک و صاف بارش کے قطروں کو گلاب بنا کر عالم کے سینے پر چھڑک دیا ہے
 قطب شاہ کو عید میلاد نبی منانا ہوا دیکھ کر مرگ بھی بڑے شوق سے نبی کا
 سہیلہ گار رہا ہے۔

رسم و رواج اور دیگر مصروفیتیں



عیدوں اور تہواروں کی دھوم دھام اور مصروفیتیں معلوم کرنے کے بعد ہمارا خیال محمد قلی قطب شاہ کی خانگی دلچسپیوں اور روزمرہ کی مصروفیتوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ جب ہم اس موضوع کی خاطر تاریخوں اور کلیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ امر یقیناً ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ محمد قلی گولکنڈہ یا قطب شاہی تمدن و معاشرت کا سب سے بڑا تعمیر کار تھا۔ اس کے عہد میں جو رسم و رواج چل پڑے وہ اس کے بعد بھی صدیوں تک باقی رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جس کو آج دکنی تہذیب و معاشرت کہا جاتا ہے وہ زیادہ تر محمد قلی ہی کی مرہون منت ہے۔

دکن میں شاہیوں کے سلسلے میں جو رسم اب تک رائج تھے ان میں سے اکثر محمد قلی کے رائج کردہ ہیں۔ یہ معلوم کر کے حیرت ہوتی ہے کہ حیدر آباد اور مضافات میں اب تک (یعنی ساڑھے تین سو سال گزر جانے کے بعد بھی) جلوہ کے وقت محمد قلی قطب شاہ ہی کے لکھے ہوئے گیت گائے جاتے ہیں ہندی اور ساچن کے رسوم بھی

اس نے بڑی دھوم دھام سے جاری کئے تھے۔ اور ساگرہ کی تقریب منانے پر تو اس نے خاص طور پر توجہ کی تھی۔

اس باب میں پہلے انہی مذکورہ رسوم سے متعلق معلومات پیش کرنے کے بعد محمد قلی کی دوسری روزمرہ کی مصروفیتوں اور دلچسپیوں کے متعلق اجمال کے ساتھ لکھا جائیگا۔

ساگرہ

محمد قلی اپنی ساگرہ کی تقریب بھی عیدوں اور تہواروں کی طرح بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام کے ساتھ مناتا تھا۔ یہ اگرچہ اس کا خانگی کاج تھا لیکن ہر طبقہ اور ہر قوم کی رعایا کے لیے یہ ایک مشترکہ قومی تقریب بن گئی تھی۔ خود بادشاہ نے اس کو تمام اہل ملک کے لئے ایک سرکاری عید کے طور پر رائج کر دیا۔ یوں تو محمد قلی قطب شاہ ۴۱۱ھ رمضان کو جمعہ کے دن پہلے پہر میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس کی ساگرہ کی تقریب ہر سال اسی تاریخ کو نہیں منائی جاتی تھی بلکہ رمضان کا چاند دیکھنے کے ساتھ ہی ماہرین نجوم کے مشورہ سے ستاروں کو دیکھ کر مبارک ساعت اور اچھی گھڑی کا تعین کر کے بادشاہ کی ساگرہ منانے کا دن تاریخ اور وقت مقرر کیا جاتا تھا۔

دن اور وقت کا تعین ہوتے ہی تمام محلات شاہی کو آراستہ کیا جاتا بڑے بڑے شامیانے یا منڈپ اور آسمان گیریاں تانی جاتیں جن کے اونچے اونچے

تھموں کے کلس چاند اور سورج کی طرح چمکتے رہتے تھے۔ خوشی کے دماے بچنے لگتے۔ ٹہنیاں بجائی جاتیں اور تارامنڈل چھوڑے جاتے۔

جہاں ساگرہ کے پھول پہنائے جاتے تھے اس جگہ نیلگوں رنگ (جو طلبہوں کا سرکاری رنگ تھا) کا چتر لگایا جاتا۔ اور جب بادشاہ مرصع لباس زیب تن کیے اور سر پر شاہی تاج رکھے اس چتر کے نیچے مندر پر بیٹھا تو سات ہیلیاں پھولوں کا منڈپ کڑی کھڑی رہتیں۔ یہ منڈپ نیشکر یعنی گتے کی چھڑیوں پر باندھا جاتا تھا۔ اور گتے کی ان چھڑیوں کو یہ سات نائینیں تھامی رہتی تھیں۔

بڑے بڑے بلقوں میں مشک و زعفران بھر کر لایا جاتا تھا جو بادشاہ کے ساتھ تمام حاضرین محفل کو بھی لگایا جاتا۔ اس دعوت میں بانی میں اتنے لوگ جمع ہوتے کہ تل دہرائے کو جگہ نہ رہتی۔ بادشاہ قبلہ رو بیٹھا تھا۔ اور چودہ ائمہ معصومین کے نام لے کر سہرا باندھتے۔ حضرت علی کا نام لے کر گلے میں ہار پہاتے اور مصری چبانے کے لیے پیش کیجاتی۔ اس کے بعد نظر اتاری جاتی اور زرد جوہرات شارکے جاتے۔

بادشاہ کے مصری چبانے کے ساتھ ہی تمام مخلوق میں مصری تقسیم کی جاتی تھی اس آئنا میں گانے اور ناچنے والیاں اپنے اپنے کمال دکھاتی رہتیں دعوت میراں کے آخر میں اتنے پھول پان تقسیم ہوتے کہ ان کا خرچ بکھنا مشکل تھا۔

جس روز بادشاہ کی سالگرہ منائی جاتی تمام ملک میں ہر مذہب و ملت کے لوگ سجدے کر کے یا ہاتھ اٹھا اٹھا کر بادشاہ کی درازئی عمر کے لئے دعا کرتے شاہی باورچی خانوں سے لال لال طباقوں میں الوان نعمت کی تقسیم عمل میں آتی۔ یہ تمام معلومات تاریخوں سے نہیں بلکہ خود محمد قلی قطب شاہ کے کلام سے حاصل ہوئی ہیں۔ اس نے اپنی سالگرہ سے متعلق ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی تھی جن میں دس کلیات میں شائع ہوئی ہیں ان نظموں کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں اس نے خدائے تعالیٰ کی عنایتوں کا بڑی عاجزی سے اعتراف کیا ہے۔ اس کے احسان مندی کے جذبات جتنے ان نظموں میں نمایاں ہیں کہیں اور نہیں۔ وہ ہر سالگرہ کے وقت سر تاپا عجز و انکسار کا پتلا اور خدا کا سپاس گزار بندہ بن جاتا تھا۔ وہ اپنی درازئی اور ترقی اقبال کے لئے بڑے عجز و الحاج کے ساتھ دعائیں مانگتا ہے اور اس کو نشین تھا کہ وہ اپنی ہر سالگرہ محض نبیؐ اور اہل بیت نبیؐ کے ہر و کرم کی وجہ سے دیکھ سکتا ہے۔ اس لیے وہ ان سب کی مدح و منقبت میں رطب اللساں ہے۔ ان نظموں میں اس نے خود ستائی بھی کی ہے لیکن اس میں بھی اس کو نبیؐ و آل نبیؐ ہی کی توصیف و حمد مقصود تھی مثلاً تیسری نظم میں لکھا ہے :-

خدا کی رضا سے سالگرہ آئی ہے۔ اس لئے تو اس کا ہزار بار شکر ادا کر۔

میرا راج اماموں کی دعا کی وجہ سے قائم ہے اور اسی لیے خدا نے گویا آبِ حیات پلا دیا۔

نبی کی دعا میرے سر پر ایک منڈپ کی طرح ہے اور اس منڈپ کی طبیں اماموں کی

دعائیں ہیں۔

تیرے جسم کا ہر رواں ایک زبان ہے اور تو ان تمام زبانوں سے شکر ادا کر کہ

تیری قسمت کے تارے کو شرف بخشا گیا۔

اے معافی تو محمد پر صلوٰۃ بھیج کیونکہ انہی کی وجہ سے تو بچپن سے دنیا میں سرخرو۔

اس سلسلے کی پانچویں نظم بہت اچھی اور اعلیٰ پائے کی ہے اس میں محمد قلی قلی شاہ کہتا ہے:-

صبیب حق کی عنایت سے میری سالگرہ کے دن آئے ہیں اور علی کی محبت

کی وجہ سے میری محفل معمور ہے۔

محمد قلی کے سر پر پھولوں کا منڈپ اس طرح اٹھائے کھڑے ہیں گویا خدا نے آسمان کو تاروں سے سجا دیا۔

میرے سر پر محمد کا نام لے کر ہر باندھا گیا اور گلے میں علی کے نام سے حایل پہن گئے۔

لیکوں نے اس تقرب میں اپنے سینے کے صدر پر جو نیوں کو پھولوں کی گیندوں

کی طرح ہزاروں پتھربند سے سجایا ہے۔

سہیل ساقی بن کر سبیل کی صراحی سے شہری کے پیالے میں شراب پلانے کے لیے آیا۔

فرشتے مجھے چکانے کے لیے آسمان کے طبق میں تاروں کے نقل بھر کر اپنے ساتھ لا آئے

سکیاں سرخ رخساروں کے طبق میں عشق و محبت کی نعمت رکھ کر اپنے
پیارے بادشاہ کو بڑے انداز سے کھلا رہی ہیں۔

آسمان کے طبق میں سورج اور چاند کے کاسے رکھ کر ان کو زعفران اور مشک
سے بھر دیا گیا ہے تاکہ میری محفل میں کام آئیں۔

آسمان نے بادلوں کے منڈل اور فرشتوں نے چاند اور سورج سے تالییاں
بجا کر میری دلچسپی کے لئے سکیوں کو نچایا ہے۔

محمد ظلی ہمیشہ محمد کا غلام ہے اور اس نے آج علی کی ہر بانی کی وجہ سے سکھ اور لائندہ
حاصل کیا۔

نبی کے مدتے میں اے قطب شاہ علی سے مدد مانگ تاکہ تو آج کے دن لاکھ برس
تک سالگرہ مناتا رہے۔

اسی طرح جہ نظموں میں خوشی کے لہار کے ساتھ ساتھ خدا نبی اور اہل بیت نبی کی منقبت
بڑی پاکیزگی سے قلمبند کی گئی ہے۔ یوں تو سالگرہ کی اکثر نظمیں اس قابل ہیں کہ ان کو پڑھ کر بادشاہ
کے خلوص اور تخیل کی صفائی سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں لیکن یہاں ایک اور نظم کا خلاصہ درج
کر کے بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ ساتویں نظم میں لکھا ہے :-

فرشتے عرش کے اوپر بادشاہ کی سالگرہ مناتے ہیں اور ساتوں آسمان کے مخلوق
ہیں بادل فراش بن کر فرش بچھاتے ہیں۔

پنجتن بارہ اماموں اور چودہ معصوموں کے کرم کی وجہ سے بادشاہ کو آج لاکھ
برس کی سالگرہ بڑی آرزو اور ارمان سے حاصل ہو رہی ہے۔

تمام خوروں نے سجدہ کیا تاکہ بادشاہ ہمیشہ زندہ رہے اور فرشتے ہاتھ اٹھا کر
اس دعا میں آمین کہہ رہے ہیں۔

آسمان پر غریبوں کے چہروں کے افشاں کی طرح تارے نہیں ہیں بلکہ بادشاہ
کی سالگرہوں کی گریں میں جو دو عالم کے لئے باعثِ زینت بن گئی ہیں۔

بادشاہ کے گھر میں ہمائی اور دعوتِ ہوتی دیکھ کر سورج اور چاند بھی جہان بن کر
آئے ہیں بجائیاں خوشی سے ناچ رہی ہیں اور عشرت کے بادل چھا رہے ہیں۔

چاروں طرف سے بادل مل کر دوڑے آ رہے ہیں گویا فرشتے اس تقریب میں
آسمان کے سینے کو لٹنے کے لیے منک لے آئے ہیں۔

پنجتن پاک قطب شاہ کو اپنی غایت سے حیات اور بخت و دولت و کبر و فخر کی طرح جلا کر
دیں۔

ہندی

اس موضوع پر ایک نئی نظم سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ جس میں وہ کہتا ہے کہ یہ۔

خوشیوں کے طبل بجائے جا رہے ہیں اور قطبِ زمان کو طرح طرح سے آبِ حیات پلایا جا رہا ہے۔

مجھے اس بارگاہ میں بٹھایا جا رہا ہے جہاں کارنگ بڑا ہمایا ہے اور جہاں نبی کا نام

کے کرسورج جیسی شمعیں لگائی گئی ہیں۔

وہاں کی سندیں زرنگار ہیں جس کے کندن میں تارے جڑے ہوئے ہیں۔ اور وہاں
سونے سے بنائے ہوئے سرو کے درخت خاص آرائش و زیبائش کے ساتھ سجائے گئے ہیں۔
اس بارگاہ کے صحن میں زہرہ کی طرح زرّی برق محافے روشن ہیں اور ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ سورج کی کرنیں چمک دمک کے ساتھ سر اٹھائی کھڑی ہیں۔

ایک خوبصورت رنگیلی بڑی نزاکت و رنگینی کے ساتھ بہت سے رنگ لاکر ہندی
بادشاہ کے پاؤں کو کئی ایک چاؤوں کے ساتھ لگاتی ہے۔

ہندی لگانے کے بعد تمام پیارے یکے بعد دیگرے بادشاہ پر سے بل بل جاتے ہیں
(دلائیں لیتے ہیں) اور خوش بخت سُندریاں رنگ اور برس کے ساتھ ناپختی ہیں۔

نئی کے صدقے میں قطب شاہ کو یہ خوشیاں زیب دیتی ہیں کیونکہ وہ ان خوشیوں اور
انند میں تمام دنیا کو شریک کر کے اپنا فریفتہ بنالیتا ہے۔

قطب شاہ
اس خلاصے کے بعد کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ ہندی کے رسم سے متعلق اور کچھ لکھا جائے یہ محمد قلی
کے شاعرانہ کمال کا طفیل ہے کہ اس کی زندگی کے اکثر واقعات کے نہایت نفیس اور مکمل مرقعے ہمارے محفوظ رکھے۔

جلوہ
اس موضوع سے متعلق محمد قلی نے جو نظمیں لکھی ہیں وہ بڑی دلاور ہیں۔ چچہ
نظمیں تو محض جلوہ پر ہیں اور ایک جلوہ کی گھڑیوں اور پہروں سے متعلق ہے جو تقسیم اوقاف کے عنوان سے درج کلیات

یہ تہقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ سب نظمیں محمد قلی نے اپنی شادیوں کی تقریب میں لکھی ہوں گی البتہ
 متناظر ہے کہ ان میں سے اکثر خود اس کی زندگی سے متعلق ہیں۔ محمد قلی نے دو تین شادیاں دھوم دھام
 شرعی طریقے پر کی تھیں جن کا ذکر تامل اور اولاد کے عنوان پر درج ہے۔ لیکن ان باضابطہ لکھنوں کے
 علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کئی نازنینوں سے جملہ رسوم کے ساتھ شادیاں رچائیں اور جلوہ کی نظمیں
 زیادہ تر انہی تقریبوں میں لکھی گئی ہوں گی۔ اس کی بارہ پیاریوں کا تذکرہ گذر چکا ہے چنانچہ ان پیاریوں
 میں سے بعض کے نام بھی ان نظموں میں اس نے لکھ دیے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری 'چوتھی'
 'پانچویں' اور چھٹی نظم علی السریب کنولی 'بیاری' موہن اور ننھی کے جلوے کی تقریب
 میں لکھی گئی تھی۔

ان نظموں کے مطالعے سے اس عہد کی دلہنوں کے بناؤ سنگھار اور رسم جلوہ کے طریقے
 واضح ہوتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف بڑے اہتمام سے جلوے کا تخت سجایا جاتا تھا
 اور چوکی کو چاروں طرف سے موتیوں سے آراتہ کرتے تھے۔ اور دوسری طرف مشاطائیں دلہن کے
 ہاتھوں اور پاؤں کو ہندی لگائیں کند فی کلیوں کے ہار گوندے جاتے۔ تمام عورتوں کو اس تقریب
 میں موتیوں کے کناروں کی ساڑیاں بندھوائی جاتیں۔

سات پہاگین مل کر دلہن کے بالوں میں تیل لگائیں، گنگھی کرتیں، چوٹی گوندتیں۔ ماگت میں
 موتی پروئے جاتے۔ مشاطہ ہاتھوں کا بناؤ سنگھار کرتی۔ پیشانی پر چاندی کی لکڑی لگایا جاتا۔ آنکھوں میں

کاٹل اور سرے کے خط بکھینچے جاتے۔ ایسے مہین کپڑے کا زرین لباس پہنایا جاتا کہ دلہن کا تمام جسم اس میں سے جھلکنے لگتا اور اس کے جوہن ایسے نظر آتے جیسے کہ سونے کے طبق میں پھولوں کی گیندیں کھڑی گئی ہوں اور ان پر دو کالے کالے بھونرے میٹھے ہوں۔ اس طرح آراستہ و پیراستہ کر کے ساتوں سہیلیاں دلہن کو جلوے کے تخت پر لاکر بٹھاتیں اور اس کے سر پر سہرا اور گلے میں پھولوں کے ہار پہنتیں۔ اس وقت اگرچہ دلہن کے جسم اور سر پر جلوے کی چادر یا انچل اوڑھایا جاتا تھا لیکن وہ بھی اتنے مہین کپڑے کا ہوتا تھا کہ سہرا اور گلے کے ہاروں کے علاوہ جگہ جگہ سے اس کا جسم ایسا جھلکنے لگتا جیسے کہ بجلیاں ابر میں چمک رہی ہوں۔ پھول پہنانے کے بعد دلہا اور دلہن دونوں کو شرٹ پلایا جاتا اور دونوں کے ہاتھوں میں پان کے بیڑے دئے جاتے تاکہ ایک دوسرے کو کھلائیں۔

اس تفصیل کے بعد نوٹوں کے طور پر جلوے کی صرف ایک نظم یہاں نقل کر دی جاتی ہے جو اس سلسلے کی پہلی نظم ہے۔

پریم پیاری کا جلوہ گاؤ سارے	اسے چند سورسوں پر یاں لگا رہے
سہاگاں بھاگ بھل منک کھلے ہیں	سہیلیاں آرتی تارے نوارے
رچا و تخت جلوے کا خوشی سوں	کہ چند ہرچوک موتیاں سوں سنوارے
چڑا و تیل اب ساتوں سہاگان	مشاطہ ہو کے زہرہ ہت نگارے
پلا شرٹ دیو ہاتاں میں بیڑے	بند او ساریاں موتیاں کنارے
محمد قطب شاہ ہو اس پر ہی کوں	خدا یا رکھ جداں لک ہیں نثارے

جلوہ کی نظموں کے سلسلے میں ایک اور طویل نظم کا تذکرہ ضروری ہے جو جلوے کی گھڑیوں

اور پہروں کی مصرعیتوں پر قلبند کی گئی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے :-

مازنین پہلی گھڑی میں سمانتی کی بارش کے موتی جیسے قطروں سے غسل کرتی ہے اور دوسری

گھڑی میں مٹتی کی چادر اڑھتی ہے ۔

تیسری گھڑی میں اپنے گلے میں برہم کی گسرا بندھتی ہے اور چوتھی گھڑی میں چوکی پر بیٹھ کر مجھ کو

شراب حیدری پلاتی ہے ۔

پانچویں گھڑی میں پانچویں رنگوں کو آگ کی طرح نمنوں سے روشن کرتی ہے اور

اور چھٹی گھڑی میں اپنی چھاتی کی غنبری خوشبوئیں لگھاتی ہے ۔

ساتویں گھڑی میں ساتوں سکیاں مل کر مجھے حیرا باندھتی ہیں اور آٹھویں

گھڑی میں بڑے پھندوں کے ساتھ ہوا کی چادر اڑھتی ہے ۔

گھڑیوں کو گنا چھوڑ کر میں اب پہروں کو گنتا ہوں پہلے پہر میں کنوئی کے

بالوں میں کیوڑے کے پھولوں کی خوشبو ہلکتی ہے ۔

دوسرے پہر میں سکی اپنے کان میں دو پہری پھول لگاتی ہے ۔ یہ شراب میرے

کس کام کی مجھے تو شراب کو تر پلانا چاہئے ۔

تیسرے پہر عبادت اور اللہ و محمد و علی کے ذکر کے لیے ہے جب کہ

غلامِ فخرِ خوشیوں کے پیالوں کی طرح بجنے لگتا ہے ۔

چوتھے پہر میں اپنی قطب زماں سے آکر لیتی ہے کیونکہ نبی کے صدقہ میں قطب

اس ہمد کا انور ہے ۔

۱۹۲۰ء

اس نظم کے ہم معنی اور ہم قافیہ ایک نظم جلوہ کی گھڑیوں پر سالہ سب رس بابتہ جولائی

میں شائع ہوئی ہے جس کو ایک صاحب جمال الدین جید نے اسی سال جگتیاں (ضلع غازی)

میں جلوہ کی رسم میں عورتوں کو گاتے ہوئے سنا تھا۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی محمد قلی ہی کی لکھی ہوئی ہوگی یا اس کے قریبی زمانے میں کسی نے اس کی نظموں کی تقلید میں یہ نظم لکھی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مروریام کی وجہ سے اس نظم میں چند الفاظ بدل گئے ہیں تاہم اس کا محمد قلی کی اس نظم سے مقابلہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی شخص یا ایک ہی زمانے کی تحریر ہیں۔ یہاں ہم ان دونوں نظموں کے چند شعر پہلو پہلو پیش کرتے ہیں تاکہ محمد قلی کے کلام کی مقبولیت کا اندازہ ہو سکے

محمد قلی کی نظم

عہد حاضر میں مستعملہ نظم

پہلی گھڑی سانس کی مینہ موتیاں ستی نہاتی پری	پہلی گھڑی سر نہاد ہو کر پھول بہنی جو نڈا ڈال کر
دوسری گھڑی میں شش چار اور ہے اوستری	تین سینے خوشنواؤں کر پھول بہنی چند امشتری
تیسری گھڑی باندھے پریم کی گلہری اپ کنٹھ میں	دوسری گھڑی پاؤں پانچا گھنگرو جو بختے رم جھما
چوتھی گھڑی چوکاں بچے پلاتی منج مد حیدری	گھنگرو کی صنعت کیا کہوں پاؤں بہنی چند امشتری
ساتویں گھڑی ساتوں سکیاں مل کر بند اور چہر منج	تیسری گھڑی ڈنڈے کرے مانگی کے موٹیوں جو
آٹھویں گھڑی چھداں ستی اوڑے پون کا چادری	چونسٹاراں یوں گھڑے اس مول اس کا بن دھری

کھیل کود اور دوسری مصرفیتیں

ساگرہ، ہندی، اور جلوہ وغیرہ کی رسموں اور مصروفیتوں کے بعد اب ہم محمد قلی قطب شاہ کی دوسری مصروفیتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم نٹوں اور بھانڈوں کی ایک مغل کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ نوٹا ہر ہے کہ

اس عہد میں ہر محفل اور ہر تقریب میں رقص و سرود ضروری تھا چنانچہ عیدوں اور
تہواروں اور رسوم کی جگہ محفلوں میں محمد قلی نے تاج اور گائے کا التزام سے تذکرہ کیا ہے لیکن رقصا
کے علاوہ ایک اور طبقہ نٹوں یا نٹوں کا تھا جو اپنے اعضا کی حرکتوں اور پھر نیلی اداکاری کے ذریعہ
سے عجیب عجیب کرتب دکھاتے تھے۔ جن کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے جسم میں ہڈی ہی نہیں ہے۔
ناٹک یا نٹوں کے کرتب | محمد قلی کے عہد میں بڑے باکمال نٹ یا نٹوں موجود تھے۔

اور وہ ناٹک کی طرح ایک محفل نر ترتیب دیا کرتا تھا جس میں یہ باکمال اپنی اداکاری کے جوہر دکھاتے
تھے۔ اس موضوع پر اس نے ایک اعلیٰ پائے کی نظم لکھی ہے جس کے حسب ذیل خلاصے سے اس
محفل کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔

آج بادشاہ زرین پر تکلف لباس سے آراستہ ہوا ہے اور اس کے جسم اور چہرہ کا نور
موتیوں کی طرح چاروں طرف جھلک رہا ہے۔
دنیا کے تمام باکمال رغبان ایشاد کے دربار میں خدمت گزاری کے لئے موجود ہیں
چاروں طرف یہ صفت جیسی صورت والے اوزنا زک اور کم عمر حسین ایشاد ہیں۔ ان کے
کے ہاتھوں میں موتی جڑے ہوئے لکشاں جیسے ڈانڈے (عصا) ہیں جن کے کلس
سورج جیسے چکدار اور جسم سونے کی طرح ہیں۔
زرتار کی ڈوریاں کرنوں کی طرح اور نٹوں کے درمیان میں تاروں کی طرح تھلاں
یہ تارے (یعنی نٹ) ایسا چکدار لباس پہنے ہوئے ہیں کہ ان کا نور سورج سے زیادہ
چمک رہا ہے۔ ان کو جب دور سے فرشتے دیکھتے ہیں تو بیچارے حیران ہو جاتے ہیں۔
ان کے کانوں میں بیللیوں کی ٹکڑیاں کی طرح آویزے چمکتے ہیں۔ اور یہ کئی طرح

کے چھند بند کر کے کو لائنٹ کھیلنے، کو لائیاں یا قلابازیاں کھاتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہ ہمہ پارے کیسے شوخ ہیں!

ان نٹوں نے اپنے چہروں کو اس طرح بنایا ہے کہ ان کی آنکھوں کے قریب سو کہ یا خط سرد ایسا نظر آتا ہے جیسے بھوجنگ (اژدہا) زبانیں نکالے کھڑے ہوں۔ آنکھوں کے لال رنگ کے ڈورے جگاریاں ہیں اور رخسار سعلے کی طرح دکھتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں جگہ جگہ ہندی کے بوند ایسے نظر آتے ہیں جیسے ہرے ہرے پتوں میں لال پھول ہوں۔ اداکاری کے ساتھ ساتھ یہ ایسی اچھی گفتگو بھی کرتے ہیں کہ گویا موقی جھڑ رہے ہیں جن کے رشک سے سمندر کھارے ہو گئے ہیں۔

طرح طرح سے چہرے بنا کر یہ نٹوے ایسی قلابازیاں کھاتے ہیں کہ ان کی پتلی کمر دیکھ کر دنیا والے جینے کی کمر بھول جاتے ہیں۔

یہ بھاری بھر کم ہاتھیوں کی طرح منہ اور تو مندی دکھاتے ہیں اور ان کے فدا لیے سیدھے ہیں جیسے تیر۔ جب یہ آہستہ چلتے ہیں تو پانی کی طرح اوتیزی میں آتے ہیں تو وہاں جاتے ہیں۔ نٹ ناٹک میں ایسا گاتے ہیں کہ سب خوش ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ ٹنپورے اور نال بجنے رہتے ہیں اور ڈھول کے دھماکوں کی آوازیں آتی ہیں۔

یہ ایسے خچل، چنتر، باکمال اور صاحب فن ہیں کہ لاکھوں لاک ان کے درشن کرنے والے ہیں۔ انہی نمائشوں نے قطب شاہ کو تمام عالم کے دل کا پیارا بنادیا ہے۔

ناٹک کے بعد قطب شاہ کے کلام سے میدانی اور خانگی کھیلوں

کھیل

کی نسبت بھی کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ایک نظم اس نے چوگان کھیلنے کے متعلق لکھی ہے لیکن اصل میں چوگان بازی کا استعارہ قرار دے کر عشق بازی کی طرف توجہ کی ہے۔ تاہم

اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اچھے موسم میں چوگان ضرور کھیلا کرتا تھا وہ کہتا ہے سہ
 ہر طرف رنگاں سیٹی کھلیئے ہیں پھول کھیلو چوگان اب کہ ہے بستان خوش
 یعنی ہر طرف رنگ رنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں اور بستان اچھا نظر آ رہا ہے
 اس لئے چوگان کھیلو۔ یہ نظم کلیات کے ص ۱۵۵ پر شایع ہوئی اور قابل مطالعہ ہے۔ اس میں
 گھوڑے کی سواری، گیند، میدان، اور زور کے چھند سے کھیل جیتنے کا تذکرہ کیا ہے۔
 چوگان کے ساتھ ان دو کھیلوں کا تذکرہ بھی ایک نظم میں
 پھو کڑی پھو اور ڈھان ڈھکنی
 لٹا ہے جس کا مطلع ہے۔

سکی تال دے منجھکنی کھڑی کہ ڈھان ڈھکنی کھیل کر ڈھکنی کھڑی
 پھر کہتا ہے کہ اس نے ابھی پھو کڑی پھو کھیلنا نہیں سیکھا اور ڈھان ڈھکنی کھیلنے آئی
 ہے۔ اول الذکر کھیل اب تک دکن میں لڑکیوں کا مشہور و مقبول کھیل ہے۔

حقہ اسی نظم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی خاں بھی پیا کرتا تھا

اس میں اس نے سکی کے حقہ بھر بھر کے دینے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تدبر و سیاست

محمد قلی قطب شاہ ایک اقبال مند بادشاہ تھا، لیکن اس کی اقبال مندی کی تعبیر میں اسکے قلب و دماغ کی صلاحیتوں کا بڑا حصہ ہے۔ اس کی سلامتی طبع اس کی صلح جوئی اس کی بہادری بروقت کام کرنا، باوجود عیش و عشرت کی فراوانی کے جملہ حالات ملک اور ہر سازش اور خفیہ کارروائی سے واقف ہو جانا اس کی دریا دلی اور رعایا پروری۔ وہ خصوصیتیں ہیں جو ایک شخص میں کم جمع ہو سکتی ہیں۔

اس کی معرکہ آرائیوں کے حالات معلوم کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ایک اعلیٰ مدبر اور سیاست داں بھی تھا۔ لڑائیوں کے اسباب، ان کا آغاز، مقابلے کے لئے جلد از جلد تیاری اور آشنائے جنگ میں بروقت فوجی کمکوں کا انتظام سپہ سالار اور سرداروں کا انتخاب نیز لڑائیوں کے اختتام کے طریقے اور مفتوحین کے ساتھ برتاؤ۔ یہ سب ایسے امور ہیں جن پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی نے کبھی افراط و تفریط سے کام نہیں لیا۔ نہ وہ کبھی مغلوب انصاف ہوا، نہ اسے ملک گیری کی ہوس تھی، نہ اس نے لوٹ مار کی خاطر کہیں

چڑھائی کی یا مفتوحین کے قلعوں اور شہروں کو تباہ و برباد کر دینے کا حکم دیا۔ حالانکہ اس کا ایک میر حلہ ملک امین الملک بڑا سخت گیر اور خشنک سپاہی تھا لیکن وہ خود ہمیشہ سلامت روی کو پسند کرتا تھا اور اکثر یہ تاکید کرتا تھا کہ دشمن یا باغیوں کو پہلے پوری طرح سے سمجھا منا کر لڑائی سے باز رکھنا چاہئے۔ چنانچہ کندراج کے مقابلے میں فوجوں کو بھیجتے وقت اس نے اس کی بڑی سخت تاکید کی اور آخر میں اسی خیال سے کہ شاید اس کے سپہ سالار اسکی اس حکمت عملی کا خیال نہ کریں گے وہ خود لڑائی کے میدان میں نکلنا چاہتا ہے۔ یہ طرح اس کا ایک دوسرا میر حلہ مرزا محمد امین اپنے پیشرو ملک امین الملک کے مقابلے میں ایک بہت بڑا عشرت پسند اور امن دوست امیر تھا لیکن محمد فلی کو لڑائی کے حالات میں ایسی سستی اور غفلت بھی پسند نہ تھی چنانچہ جب فتنہ انگیزی کی اطلاع ملتی ہے تو میرزا محمد امین کو تاکید کرتا ہے کہ باغیوں کی طرف سب سے پہلے توجہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ دوسری تمام مہمات سے اہم ترین مہم ہے۔

محمد فلی قطب شاہ کے نذر اور اعلیٰ فہم و فراست کا اندازہ کرنے کے لئے حسب ذیل موضوعوں پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس زمانے کے حالات اور سیاست کے مطابق محمد فلی نے ان کو اس خوبی سے سرانجام کیا کہ شاید ہی اس کی جگہ کوئی دوسرا بادشاہ کر سکتا۔

۱۔ دکن کے سیاسی توازن کا خیال۔ ۲۔ بیرونی تعلقات۔ ۳۔ ہندو رعایا کی سرپرستی

۴۔ ایرانیوں اور حبشیوں کی نگہداشت۔

در اصل یہی وہ اہم کام ہیں جن کی طرف ہمیشہ خوش اسلوبی اور کمال ہنرمندی کیسے متوجہ رہنے کی وجہ سے محمد قلی نے ایک کامیاب بادشاہت کی اور اپنی سلطنت کو ایک عرصے تک امن و امان اور ترقی کی شاہراہ پر چلا مارا۔

(۱)۔

دکن کی سیاسی توازن کا خیال

اس بارے میں محمد قلی نے اپنے پیشرو ابراہیم قلی

کی حکمت عملی کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس سلسلے میں بعض ایسے کام کیے کہ وہ بہت مستحکم ہو گئی۔ تالیکوٹ کی لڑائی کے بعد سے دکن کی مسلمان سلطنتیں ایک دوسرے سے درتہ گیر بنا ہو گئی تھیں۔ اور اس طرح فتح تالیکوٹ سے فائدہ اٹھانے کے مواقع ہاتھ سے نکلے جا رہے تھے۔ یہ طوائف الملوک جاری ہی تھی کہ یہی پور کے علی عادل شاہ اور گولکنڈہ کے ابراہیم قلی قطب شاہ کا انتقال ہو جاتا ہے اور سن اتفاق سے ان دونوں کے جانشین یعنی ابراہیم عادل شاہ نورس اور محمد قلی قطب شاہ ملک گیری اور جنگجوئی سے زیادہ امن و امان اور صلح پسندی کی طرف مائل تھے۔ اور دونوں میں تدبیر و فرارت کی کمی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سنہ ۱۷۰۷ء کے بعد سے دکن کی تہذیب و شائستگی کے جوہر ختم ہوئے وہ عرصے تک قائم رہے۔

پہلے پہل محمد قلی نے باپ کی حکمت عملی کے مطابق اور

چاند بی بی ہمیشہ محمد قلی کی
شاہی

افتقار وقت کے لحاظ سے نظام شاہیوں کی مدد کے لئے اپنی فوجیں روانہ کیں اور
 خود بھی میدان جنگ میں نکل آیا۔ لیکن جب عین میدان کارزار میں ابراہیم عادل شاہ کا
 مکتوب صلح وصول ہوا تو اس نے لڑائی سے ہاتھ دھو کر گوکنڈہ کا رخ کیا اور نظام شاہیوں
 کو بھی واپس چلے جانے کی ترغیب دی۔ اس طرح سے بیجاپور کے ساتھ گوکنڈہ کے
 تعلقات جو عرصے سے خراب تھے پھر اتنے خوشگوار ہو گئے کہ اس واقعہ کے تین چار سال بعد
 بیجاپور کی طرف سے ملک التجار خواجہ علی شیرازی گوکنڈہ آیا اور محمد قلی قطب شاہ کی بہن
 شہزادی چاند بی بی کو بیجاپور کے نوجوان حکمران ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں لے گئے
 پیام لے آیا۔ اس پیام مواصلت کی سب سے بڑی وجہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے
 یہی تھی کہ بیجاپوری سلطنت قطب شاہیوں کی مخالفت سے محفوظ رہنا چاہتی تھی چنانچہ
 اس گفت و شنید کی خبر معلوم کر کے نظام شاہی وکیل السلطنت صلایت خاں بہت چراغ بپا ہوا
 اور اس نے کنوش بھی کی کہ پیام و سلام کا یہ سلسلہ منقطع ہو جائے لیکن اس کو ناکامی ہوئی۔
 غرض ۹۹۵ھ میں خواجہ علی ملک التجار بیجاپور کے چند ایمان سلطنت کے ساتھ منعقد
 تحائف و ہدایا لے کر محمد قلی کے دربار میں حاضر ہوا محمد قلی نے دکن کے سیاسی توازن کیلئے
 اس نئے رشتے کو مناسب خیال کیا اور رفیع کے ذریعہ تصفیہ کرایا کے خود ابراہیم عادل شاہ
 گوکنڈہ کی سرحد پر قلعہ مندرگ تک آ کر دہن کا استقبال کرے اور وہاں عقد نکاح کے مراسم

طے پائیں۔ چنانچہ اس تصفیہ کے مطابق جب ابراہیم عادل شاہ کے قلعہ ندرگ کے پاس پہنچنے کی اطلاع ملی تو محمد قلی قطب شاہ نے میر امیر زبیل مصطفیٰ خاں انتہر آبادی ملک ابن اعتبار خاں یزدی ملک فخر الملک اور ابن خاں دبیر کو ۹۹۶ھ میں شہزادی کی پاکلی کیساتھ ندرگ کی طرف روانہ کیا۔ جب ابراہیم عادل شاہ کو شہزادی کی آمد آمد کی اطلاع ملی تو اس نے مقربان خاص کو انتقال کے لیے بھیجا اس کے بعد شریعت کے مطابق نکاح پڑھا گیا اور بادشاہ نے شاہ درگ پہنچ کر ایک ہفتے تک جشن شادمانہ منایا جس کے بعد قطب شاہی امر کو تشریف فاخرہ کے ساتھ گولکنڈہ کو واپس کیا اور ضلع مصطفیٰ خاں کو بارہ ہانچی اور بارہ ہزار ہون اور دیگر تحفہ دہایا کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ گولکنڈہ کی طرف سے بھی عادل شاہی امر کے لئے خلعتیں روانہ کی گئی تھیں۔

عادل شاہی شہزادہ اسماعیل	قطب شاہی شہزادی کے سچا پور جانے کے بعد
کی بغاوت	عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں کے تعلقات بہت

منتحکم ہو گئے۔ حالانکہ اس قسم کی سیاسی شادیاں دکن میں بھی ناکام ثابت ہوئی ہیں اور جہیز یا کسی اور مسئلہ سے متعلق ایسے جھگڑے کھڑے ہو گئے ہیں کہ اتحاد و یکجہتی کی جگہ الٹی لڑائی لڑنی پڑی ہے۔ لیکن محمد قلی نے اس شہنشاہ کو بڑی خوبی سے نباہا۔ چنانچہ اس شادی کے چند سال

سے سوخ فرشتہ لکھتا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ ندرگ تک نہیں گیا بلکہ امراء عادل شاہی گئے تھے۔

بعد ہی جب ابراہیم عادل شاہ کا چھوٹا بھائی اسماعیل تخت بیجا پور کا دعویٰ دار ہوا اور بھائی کے خلاف، رمضان سنہ ۱۰۱۷ میں علم بغاوت بلند کر کے بہت سے عادل شاہی امرا کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ساتھ ہی برہان نظام شاہ والی احمد نگر کو بھی مدد کے لیے طلب کیا تو یہ ابراہیم کے لیے بڑا نازک وقت تھا اس کے بڑے بڑے امرا و عمائدین مثلاً عین الملک، ایاس خاں، رومی خاں، دیونا نک، اور پنڈت آپا جی وغیرہ کے علاوہ خاص خاص ملازمین بھی غداری پر تلے ہوئے تھے۔ اور شمال سے شاہ احمد نگر ایک جہاز فوج کے ساتھ بیجا پور کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ان پریشانیوں میں ابراہیم کو محمد قلی یاد آیا اور اس نے فوراً اپنے ایک امیر شاہ توار خاں کو اس کی خدمت میں روانہ کر کے مدد طلب کی۔ محمد قلی امداد روانہ کر رہا تھا کہ ۶ ربیع الثانی سنہ ۱۰۱۷ کو شاہزادہ اسماعیل کو شکست ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا اس واقعہ کی اطلاع سن کر برہان نظام شاہ احمد نگر کی طرف واپس ہو گیا اور محمد قلی کو فوجی امداد کی کئی ضرورت باقی نہ رہی۔

علی برید حیدر علی
اسی طرح محمد قلی نے ایک اور دفعہ ابراہیم عادل شاہ کی خاطر

نظام شاہیوں کے خلاف اپنی فوجیں روانہ کیں۔ برہان نظام شاہ شاہزادہ اسماعیل کی شکست سے بالوں ہو کر واپس ہوا تھا کہ علی برید والی بیدار لے اس کو اپنی نائید میں بیجا پور پر حملہ کرنے کے لئے مدعو کیا۔ علی برید نے ابراہیم کو اسے قندھار اور کلبانی

دینے کا وعدہ کر کے بیدر پر دوبارہ قبضہ حاصل کیا تھا اور اب اس ڈر سے کہ کہیں ابراہیم ان قلعوں کو طلب نہ کرے برہان کی مدد چاہی۔ چنانچہ پہلی جمادی الاول ۱۰۳۱ء کو دس بارہ ہزار سواروں کی فوج روانہ کی۔ اب ابراہیم نے دکن کے سیاسی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے محمد قلی سے مدد مانگی اور چونکہ وہ اسی حکمت عملی پر کار بند تھا اس لیے بیدر پر حملہ ہوا۔ لیکن بعد کو جب علی برید کے ایما سے وینکٹا داری نے قطب شاہی سلطنت پر حملہ کیا تو محمد قلی کی فوجیں بیدر کا رخ چھوڑ کر کرناٹک کی طرف روانہ ہو گئیں۔

مغلوں کے مقابلے میں احمد نگر کی امداد

ان واقعات سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ محمد قلی نظام شاہیوں کا دشمن ہی بن گیا تھا۔ اب تک اس نے

ان کے خلاف جو کچھ بھی کیا وہ محض سیاسی توازن کے برقرار رکھنے کے لئے تھا۔ لیکن جب اس کے بعد ہی احمد نگر مغلوں نے حملہ کیا تو وہ گزشتہ چند سال کے ناخوشگوار تعلقات کو بالکل بھول گیا اور اپنے ایک ترکمان بہادر محمد قلی سلطان کے ساتھ چھ سات ہزار سوار اور ہزار ہا پیادے نظام شاہیوں کی مدد کے لیے روانہ کیے حالانکہ قطب شاہی سلطنت کے لیے خطرناک تھا کیونکہ وینکٹا تپی رائے پینکڈہ اس کی سرحد پر موقع کا منظر بیٹھا تھا۔ چنانچہ اس وقت اس نے فوراً حملہ بھی کر دیا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ کی اس کمک کی وجہ سے مغلوں کے مقابلے کیلئے ساٹھ تترہزار کی ایک ایسی بڑی فوج جمع ہو گئی جو جنگ تالیکوٹ کے بعد سے سہرزمین دکن میں

کبھی جمع نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس عظیم الشان فوج کے احمد گھر پہنچنے سے قبل ہی مغلوں نے چاندنی سے صلح کر لی کیونکہ وہ اتنی بڑی لڑائی کے لیے تیار نہ تھے۔ اس طرح لکھنؤ میں محمد قلی کا سپہ سالار ہمدانی قلی سلطان اپنی فوجوں کے ساتھ حیدرآباد واپس آ گیا۔

اس وقت اگر ملکہ چاند سلطانہ دکنی فوج کی آمد کا انتظار کرتی اور مغلوں سے صلح نہ کرتی تو شاید دکن کی تاریخ بدل جاتی۔ کیونکہ برار کا علاقہ مغلوں کو تقویت دینے کے صلح کر لینے میں سب سے بڑی خرابی یہ ہوئی کہ مغلوں کے قدم دکن میں جم گئے اور وہ دکن کی ان زمین باقی ماندہ سلطنتوں (نظام شاہی، عادل شاہی، اور قطب شاہی) کی سرحد پر بیٹھے ہوئے تاک میں گلے رہے کہ جہاں موقع ملے ان زمینوں میں سے کسی پر حملہ کر دیں۔

مغلوں سے لڑائی | چنانچہ اس صلح کے ایک سال کے اندر ہی مغلوں نے نقشب عہد کیا اور اکبر اعظم کی فوجوں نے قصبہ پاتری پر قبضہ کر لیا جو علاقہ برار کے حدود میں نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاند سلطانہ نے ابراہیم عادل شاہ اور محمد قلی قطب شاہ کو صورت حال سے مطلع کر کے مدد طلب کی۔ دونوں نے فوراً فوجیں روانہ کیں۔ جوہا آبادی ^{اثنافی} شہزادہ کو علی الصباح اندیر کے قریب دریائے گو داوری کے کنارے مغلوں کے مقابلے میں صف آرا ہوئیں۔ عادل شاہی فوجیں وسط میں اور میمنہ پر نظام شاہی اور میرہ قطب شاہی

۱۔ صاحب برہان مارنے اس قطب شاہی فوج کی تعدادیں ہزار پانچ سو اور دس ہزار سو ارب تھیں۔ صفحہ ۶۱۴

فوجیں جم گئیں۔

عصر کے قریب لڑائی شروع ہوئی اور سہیل خاں سپہ سالار بیجا پور کی بہادری کی وجہ سے
مغلوں کو شکست ہوئی۔ ان کے چار ہزار آدمی مارے گئے اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ
ان کی طرف کے دو بڑے سردار یعنی راجہ علی خاں والی برہان پور اور راجہ رام چند بھی میدان
میں کام آئے۔ لیکن دوسرے روز مغلوں نے پھر نئی منتشر فوجوں کو جمع کر کے قبل از طلوع آفتاب
دکنی فوج پر حملہ کر دیا۔ اس وقت طرفین نے دل توڑ کر ایک ایک پنج زمین کے لئے جان دی۔
اسی مقابلے میں خود سہیل خاں سپہ سالار فوج دکن زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور اس کی فوجیں
سے بے پناہ ہو کر شاہ درگ چلی آئیں۔ اور قطب شاہی فوج حیدر آباد واپس ہو گئی۔

امیر برید والی بیدکی | اگرچہ والی بیدر سے سلطان محمد قلی کے تعلقات کچھ اچھے نہ تھے
پناہ گزینی | لیکن اس خاندان کے آخری حکمران امیر برید ثانی کو جب شاہ

میں اپنے ایک باغی مرزا علی کی سازش سے اپنا پایہ تخت چھوڑنا پڑا تو وہ محمد قلی کے رحم و کرم کو پیش نظر
رکھ کر بیدر حیدر آباد چلا آیا۔ یہاں محمد قلی نے اس کے ساتھ بڑی ہمدردی کی اور اس کو اپنے
دربار میں شریک کر لیا۔ اس کی آمد کے سال ڈیڑھ سال بعد ہی محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا
ورنہ کیا تعجب کہ وہ امیر برید ثانی کو دوبارہ بیدر کا تخت و تاج حاصل کرنے میں مدد بھی دیتا
تاکہ دکن کا سیاسی توازن برابر باقی رہے۔

بیرونی تعلقات

محمد قلی کا اعلیٰ تدبیر و سیاست بیرونی ممالک سے اس کے خوشگوار

تعلقات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ مثل چونکہ دکن پر حملہ آور ہونے لگے تھے اور احمد نگر کی سلطنت ان کا نشانہ بن چکی تھی اس لئے محمد قلی قطب شاہ نے اندازہ لگایا تھا کہ اس سلطنت کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا دکنی سیاست کو کمزور کرنا ہے اس لئے ان کے برخلاف اس نے شاہ ایران اور دکن کے ہمسایہ سلاطین کے ساتھ رشتہ مودت باندھنے کی کوشش کی یہ خیال پوری طرح صحیح نہیں ہے کہ وہ شاہ ایران کو اپنا ہم مذہب سمجھ کر اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اور مغلوں کا اس لئے مخالف تھا کہ وہ دکنی تھے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مغلوں کے ہوس ملک گیری کی اس نے پیش قیاسی کر لی تھی اور سمجھتا تھا کہ اگر احمد نگر ختم ہو گیا تو دکن کی آزادی باقی نہ رہے گی۔ اس لئے وہ ہمیشہ احمد نگر کی مدد کے لئے فوجیں بھیجتا رہا۔ اور ایران سے اس لئے تعلقات برعکس کی کوشش کی کہ شاہ کسی روز اس کو یا اس کے جانشینوں کو مغلوں کے مقابلے میں شاہ ایران کی مدد کی ضرورت پڑے۔

اعز لو سلطان | اسی حکمت کے پیش نظر جب ۱۰۱۲ھ میں ابوالمظفر شاہ عباس

صفوی نے اعز لو سلطان کو اپنا سفیر بنا کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ

میں روانہ کیا اور یہ ایرانی ایلچی بندر گوا تک پہنچ گیا تو محمد قلی قطب شاہ نے امیر فیاض الدین محمد نیشاپوری

کو تشریف شاہانہ کے علاوہ سفیر ایران کو اپنے ساتھ لائے کے اخراجات دے کر روانہ کیا۔ امیر ضیا الدین کی شائستگی اور فہم و فراست کا محمد قلی بہت قدر دان تھا۔ چنانچہ یہ امیر کو پہنچ کر اغزلو سلطان سے بڑے نزک و اختتام سے ملا۔ اور مرستم تعظیم و لوازم مکرم بجا لا کر اپنے ساتھ گولکنڈہ لے آیا۔ راتے میں ہرنزل اور ہر مقام پر محمد قلی کے حسب ایما ضیافت کی گئی اور جب یہ سفیر قطب شاہی سرحد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے خاص امرا و خواتین کو استقبال کے لیے روانہ کیا۔ غرض ایران کا یہ سفیر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ جب دارالسلطنت آباد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ خود قلعہ محمد نگر تک آگے بڑھ کر کالاجپوترہ کے پاس اغزلو سلطان کو اپنے حضور میں باریاب کیا۔ اغزلو سلطان نے شاہ ایران کی طرف سے موافقت و مصداقت کا پیام پہنچانے کے بعد مکتوب شاہی اور بہت سے تحفے پیش کئے۔ ان تحفوں میں حسب ذیل زیور قابل ذکر تھے۔ اچھے چکرار موتیوں کا ایک تاج، نفیس جواہر سے مرصع خنجر اور چالیس عربی گھوڑے جن کی لگام اور زین مرصع اور عبا زربفتی تھے۔

اغزلو سلطان کے ساتھ اس ایرانی سفارت میں اور سوا صاحب بھی شامل تھے۔ محمد قلی قطب شاہ نے ان سب کو خلعت ہائے فاخرہ سے سرفراز کیا اور ہر ایک کے شایان شان دلکش انعامات سکونت کے لئے عین کیے۔ کالادیرہ میں ایرانی تحف و تحائف اور مکتوب شاہی ملاحظہ کرنے کے بعد بادشاہ نے دربار ہرخواست کیا اور حیدرآباد کی طرف روانہ ہوا یہاں

شاہ عباس کا ایرانی سفیر پانچ سال کے طویل عرصے تک مقیم رہا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس زمانے میں مغلوں نے احمد نگر پر پوشش کی تھی اور واپسی کا راستہ صاف نہ تھا۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ شاہ عباس نے اظہارِ مودت و یگانگت کے علاوہ محمد قلی قلیقلی شاہ کی دخترِ جیات بخشی بیگم کی شادی اپنے لڑکے کے ساتھ کر دینے کی بابت پیام بھی روانہ کیا تھا۔ اور شاہ محمد قلی عرصے تک اسی پس و پیش میں رہا کہ کیا جواب دیا جائے۔ تاہم فرشتہ اس کو ایک ہندوستانی بادشاہ کے لئے بہت بڑا اعزاز قرار دیتا ہے اور اس نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ محمد قلی نے اس پیام کو قبول کر لیا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو اس نے زیادہ تر حضرت میر یون کے مشورے سے یہ رائے بدل دی اور اپنی اکلوتی لڑکی کی شادی فوراً اپنے نوجوان بھتیجے شہزادہ سلطان مرزا ابن مرزا محمد امین سے بڑی شان و شوکت اور خاص اہتمام کے ساتھ کر دی حضرت میر یون اس جوان صالح کے بڑے مداح و قدردان تھے کچھ ان کی خاطر اور کچھ اس لیے کہ شہزادی جیات بخشی بیگم کی شادی کا سفیر ایران کی روانگی سے قبل ہو جانا ضروری تھا محمد قلی نے اس تقریب کو بہت عجلت کے ساتھ اور بڑے اہتمام سے انجام دیا چنانچہ اغزلو سلطان سفیر ایران نے بھی اس میں شرکت کی۔ اس طرح شاہ عباس صفوی کے پیام کا جواب دینے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ اور کوئی بدنامی بھی پیدا نہ ہو سکی کیونکہ یہ بیان کیا گیا کہ یہ شہزادی بچپن ہی سے شہزادہ سلطان مرزا سے منسوب تھی اور اسی لیے

بادشاہ نے اس شہزادہ کی تربیت خاص اپنی نگرانی میں کی تھی، اور ظل اللہ کا لقب عنایت کر کے اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ اس تدبیر سے اگرچہ شاہ ایران کے پیام کا خود بخود جواب مل گیا لیکن بادشاہ کے حقیقی بھائی خدا بندہ کی دل شکنی ہوئی جو بعد میں بغاوت کی شکل میں رونما ہوئی۔

غرض بغیر ایران اس شادی کے بعد ہی شاہ ایران میں حیدرآباد سے ایران کی طرف روانہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض اس مقصد کے لئے حیدرآباد میں اتنے عرصے تک ٹھہرایا گیا تھا۔ لیکن جتنے دن وہ حیدرآباد میں رہا اس کی آؤ بھگت اور خاطر داری میں کس طرح کی کمی نہ کی گئی۔ کیونکہ موقع بہ موقع انعامات کے علاوہ دو ہزار تومان سالانہ اس کو عطا کئے جاتے تھے۔ اس طرح جلد سولہ ہزار تومان تو بطور منصب یا سالانہ تنخواہ کے عطا کئے گئے اور ہر درباریانہ تقریب میں محمد قلی جیسے فیاض بادشاہ نے جن بیش بہا انعام و اکرام سے سرفراز کیا ہوگا اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔

ایلمچی کے واپس ہونے سے قبل محمد قلی نے ایک اور تدبیر یہ کی کہ اپنے متعمد خاص حاجی قنبر علی کو شاہانہ تحفہ و ہدایا کے ساتھ شاہ ایران کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ اغر لوسطان کی واپسی کی تعویق وغیرہ سے متعلق اگر شاہ عباس کے دل میں کوئی شبہات پیدا ہوئے ہوں تو ان کو رفع کرے۔ اس وقت جو تحفے روانہ کئے گئے ان میں جوہر آبدار اور ہندوستان کی نفیس ترین

اشیا شامل تھیں۔

جب انگریز سلطان واپس ہونے لگا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دربار کے ایک بڑے امیر ہمدی قلی سلطان کو اس کا رفیق سفر اور ایرانی دربار میں اپنا ایلچی بنا کر روانہ کیا۔ اس وقت شاہ عباس کے لئے کئی اعلیٰ اور نادر تحفے مثلاً گراں قیمت جواہر سے مرصع طرح طرح کے آلات اور پٹن کے بنائے ہوئے نقیس کپڑے جو خاص شاہ ایران کے لیے پانچ سال سے بنائے جا رہے تھے، بھجوائے گئے۔ لیکن ہمدی قلی سلطان کی ایران سے واپسی میں اتنی تعویق ہوئی کہ اس اثنا میں خود محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اور سلطان محمد قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد پھر شاہ ایران نے مرحوم بادشاہ کی تعزیت اور نئے بادشاہ کے جلوس کی مبارکباد دینے کے لئے اپنا سفیر روانہ کیا۔ اس طرح محمد قلی نے ایران کے ساتھ جو تعلقاں مستحکم کئے تھیں وہ باقی رہے اور اس کے جانشینوں نے اس کی حکمت عملی سے یک گونہ فائدہ اٹھایا۔

ایران کے اس ایلچی کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں دکن کی ہمسایہ سلطنتوں کے سفیر بھی کئی دفعہ حاضر ہوئے تھے اور ان سب کے ساتھ بادشاہ نے بڑے حسن سلوک اور فیاضی کے ساتھ برتاؤ کیا۔

میرک معین بنزوری سفیر احمد نگر

محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد احمد نگر کی طرف سے
میرک معین بنزوری جیسے مشہور و معروف شاعر کو سفیر بنا کر
گوکنڈہ روانہ کیا گیا تھا۔ اس وقت احمد نگر اور گوکنڈہ کی سلطنتیں ایک دوسرے کی حلیف
تھیں اور دونوں کی فوجیں بجا پور کے مقابلے میں میدان کارزار میں مصروف پیکار۔
میرک معین کی آمد کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ دکن کا سیاسی توازن برقرار رکھنے کے لئے
احمد نگر کی امداد اور رفاقت کی جس حکمت عملی پر محمد قلی کا باپ ابراہیم قلی کا رہنما تھا اسکو
جاری رکھنے کی اس نوجوان حکمران سے استدعا کی جائے۔

محمد قلی میں شروع ہی سے تدبیر و فراست کی کمی نہ تھی۔ چنانچہ وہ تخت نشینی کے
ساتھ ہی اپنے باپ کے مجرب اصول پر کاربند ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے اس سفیر کی
بڑی ادبگت کی۔ میرک معین اپنے اس سفر میں اتنا کامیاب رہا کہ بعد کوئی دفعہ گوکنڈہ
آیا۔ اور مہینوں قیام پذیر رہ کر محمد قلی قطب شاہ کے بدل نوال سے شاد کام ہوا۔ چنانچہ
جب اغرلو سلطان حاجب ایران کی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو میرک معین بھی گوکنڈہ آیا۔
اور ماہ ربیع الاول ۱۰۱۷ء میں محمد قلی قطب شاہ کی اکلوتی لڑکی کی شادی کی
تقریب میں شرکت کی۔ اس موقع پر متعدد شعرا نے مبارکباد کی نظمیں اور قصیدے سلطان
محمد قلی کی بارگاہ میں پیش کئے تھے۔ اور میرک معین نے بھی ذیل کا قطعہ تاریخ لکھ کر پیش کیا تھا جو

تاریخوں میں محفوظ ہے۔

دوش سرگردہ خیالم رہے چو بہشت ✽ اہل آں بزم چو حوران ہمہ لورانی چہر
بزم عیشی کہ ملائک بہ تماشا شد چشم ✽ سر برول کردہ چو انجم ہمہ از جیب سپہ
گفتم ایں بزم کہ عیش چہ تا بخش حیت ✽ کہ از افلاک بر ایام ہی بارد ہر
عقل کو بود چوں مت عیرت گفت ✽ عید مولودی و بزم شد و عقد ہر و ہر
چارہ بینی مکن ایں قطعہ معین می شاید ✽ در چمن نظم ترا بر گذر و فایہ سحر
اس واقعہ کے دو تین سال بعد جب ۱۰۱۹ھ میں خداداد محل کی تعمیر مکمل ہوئی
اور بادشاہ نے اس پیش خروانہ ترتیب دے کر ارکان مملکت اعیان دربار اہل اہل و اقارب
اور علما و شعرا کو طرح طرح کے انعام و اکرام سے سرفراز کیا تو اس مجلس عیش و طرب میں میر
سنہ داری بھی موجود تھا اس نے فی البدیہہ قطعہ تاریخ لکھ کر پیش کیا اور بہت بڑا انعام
حاصل کیا۔ قطعہ

این قصر کہ ہست شک فرما بہشت ✽ ایام آب زندگانیست سرشت
تاریخ مرتب شدش کلک قضا ✽ بر لوح بقا بنائے جاں بخش نوشت

۱۔ مولف تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ نے ۱۰۱۹ھ لکھا ہے جو غلط ہے۔ (صفحہ ۳۳۱)
۲۔ مولف تاریخ ظفر نے قافیہ سرشت لکھا ہے (ص ۱) لیکن تاریخ قطب شاہی اور حلیۃ السلاطین
میں نوشت لکھا ہے جو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔

خواجہ علی شیرازی سفیر بجاپور

۱۹۵ء میں ملک انجاء خواجہ علی شیرازی بجاپور سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں آیا تھا تاکہ اس کی ہمیشہ چاند سلطانہ کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح

میں لائے کے لیے درخواست کرے۔ یہ عمارت بھی کامیاب رہی۔ کیونکہ محمد قلی کے تدبیر و سیاست کا اقتضایہ تھا کہ دکنی سلطنتیں آپس میں متفق ہوں۔ اس سفار اور شہزادی چاند سلطانہ کی شادی کا تذکرہ اوپر ذکر چکا ہے (صفحہ ۲۴۲)۔

شہنواز خاں سفیر بجاپور

صفحات (۲۴۵-۲۴۶) دوسری سلطنتوں کے سفیروں کی آمد کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے

محمد قلی قطب شاہ کے سفیر

اپنی طرف سے جو سفیران سلطنتوں کو روانہ کئے ان کا بھی کچھ ذکر کر دیا جائے۔

کیونکہ مالی ہمیشہ دو ہاتھوں سے بچی ہے۔ اور اعلیٰ نڈر کا اقتضایہ تھا کہ دکنی سیاست کے توازن کو برقرار رکھنے کیلئے خود محمد قلی بھی موقعہ ہوتے ہی اپنے سفیر دوسری سلطنتوں کے یہاں روانہ کرتا۔

مولانا حاجی محمد اصفہانی ایک متبحر عالم و فاضل تھا جس کو محمد قلی نے احمد نگر کے دربار میں روانہ کیا۔

چنانچہ جس وقت مغلوں نے نظام شاہی حکومت پر حملے شروع کئے تو یہ وہاں موجود تھا صاحب برہان آثار جو احمد نگر میں اسے مل چکا تھا۔ اس کا ذکر ان القاب کے ساتھ کرتا ہے۔

افادت و افاضت اتباعہ و تحابق و معارف آگاہ مقرب درگاہ ربانی حاجی محمد اصفہانی (صفحہ ۵۹)

دوسری جگہ بھی اسی تعظیم و تکریم سے نام لکھا ہے۔

زبدۃ اصحاب صدق و ایقان مولانا محمد (صفحہ ۶۱۷)

۱۰۰۰ء میں جب احمد نگر میں تخت سلطنت کے لیے کئی دعویدار کھڑے کر دیے گئے تھے اور میان منجھو اور چاند بی بی کے آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا تو محمد قلی قطب شاہ کے اس حاجی نے چاند بی بی کا ساتھ دیا اور میان منجھو کی مخالفت کی۔

اس طرح جب مغلوں نے بزرگ لگا کر قلعہ احمد نگر کی تفصیل میں رخنہ ڈال دیا اور اس کے ذریعہ سے انکی فوجیں قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کرنے لگیں تو چاند سلطانہ یہ نفسیں اس نازک مقام پر کھڑی ہو گئی اور مردانہ وار مقابلہ کرنے لگی جب اس خطرناک حالت کی خبر احمد نگر میں ہو رہی تو حاجی محمد اصفہانی بھی اپنے ملازمین کو لے کر چاند بی بی کی مدد کے لئے اس رخنہ پر پہنچ گیا اور اگرچہ وہ ایک عالم و فاضل بزرگ تھا لیکن وقت پر بھجوا دیوں کی طرح سرفروشی کے لیے تیار ہو گیا اس واقعہ کی نسبت برہان ماثر میں لکھا ہے کہ :-

”زبدۃ اصحاب صدق و ایقان مولانا حاجی محمد حاجی علی حضرت سلطنت نصرت پناہ گزروں

محمد قلی قطب شاہ در منازل غویش ازین واقعہ خبر یافتند سرعت برق و باد بموسخ

شناقتند۔ و بفریب بیکان خارا گزاراہ آمد و شد بر جنود اعدا و مدد و مساعدتند“ (صفحہ ۶۱۷)

اس سچے چیتا ہے کہ محمد قلی شہنشاہ کی خدمت کے لئے نہایت وفادار و قابل اصحاب کا انتخاب کثرتاً تھا جو ہر

پرہی کام کرنے جو محمد قلی کے حسب مشاہدہ تھا۔

یہ بہت بڑا پرہی والا اور مدبر تھا چنانچہ مغلوں کے مقابلے میں جب محمد قلی نے اپنی

ہمدی قلی سلطان

فوجیں روانہ کیں تو اسی کو سپہ سالار بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی شجاعت و بہادری کی نسبت اس کے ایک ہم عصر علی بن عزیر اللہ طباطبائی کی اتنی اچھی رائے تھی کہ وہ اس کو ان الفاظ سے یاد کرتا ہے :-

”امارت و ایالت پناہ شجاعت و جلالت و سنگاہ ہمدی قلی سلطان طاش کہ در روم

دلاوری و مردانگی ناسخ داستان رستان بود“ (برہان ماثر صفحہ ۶۱۲)

احمد نگر کے مورخ کے یہ الفاظ حقیقت پر مبنی ہوں گے جب ہی تو محمد قلی نے ایک زبردست دشمن کے مقابلہ میں اس کو دو دفعہ روانہ کیا تھا لیکن ہمدی قلی صرف ایک بہادری نہیں بلکہ اعلیٰ مدبر بھی تھا کیونکہ اس کو ۱۰۱۸ء میں ایران کا سفیر بنا کر روانہ کیا گیا اور یہ ظاہر ہے کہ اس خدمت کے لئے اسے بہتر امیر محمد قلی کے یہاں کوئی نہ ہوگا۔ ورنہ وہ اس کو روانہ نہ کرتا جب کہ اس کو معلوم تھا کہ احمد نگر پر اچھی مغلوں کے حملے کا اندیشہ موجود ہے۔ ہمدی قلی سلطان کے ساتھ سلطان محمد قلی نے شاہ ایران کو جویش بہا تھے روانہ کئے تھے ان کا تذکرہ ابھی ابھی گذر چکا ہے۔

جنوب کی ریاستیں | محمد قلی قطب شاہ کے بیرونی تعلقات کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں اس نے شمال کی طرف مغلوں کے تنگ و تاز پر نظر رکھی اپنی سلطنت کے جنوب کی طرف سجا کر اور کرناٹک کے ہندو حکمرانوں کو بھی ابھرنے نہ دیا۔ چنانچہ وجیانگر کے جانشین بینکٹ پٹھ کی حکومت اس کے عہد میں جو طویل معرکہ ہوتے رہے وہ اسی حکمت عملی کا نتیجہ تھے۔ اس نے ہمیشہ بینکٹ پٹھ کے حکمران وینکٹ پتی کے ساتھ صلح و انتہائی کوثرائی پر ترجیح دی لیکن جب دیکھا کہ وہ اس کے باغیوں مثلاً

علی خاں لڑشانی، علم خاں پٹھان، اور کندراج والی کشمکوٹ کو پناہ دیتا یا ان کی مدد کے لیے فوجیں بھیجتا ہے تو برابر اس سے مقابلہ کرتا اور اس کی سازشوں کو اپنے ملک سے باہر رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ^{وقت} اس کو ایسے مواقع بھی دستیاب ہوئے کہ اس کی فوجیں دوڑتک پٹنکندہ اور وچیا نگر کے علاقوں پر حملہ کرتی ہوئی گھس گئیں اور وہ چاہتا تو مزید جلوں کے ذریعہ سے اس سلطنت کو ختم کر سکتا لیکن اس نے وینکٹ پتی کی صلح کی درخواستوں کو قبول کر کے اپنی فوجوں کو واپس بلا لیا۔

اسی طرح بعض باجگزار راجاؤں کو بھی ان کی بغاوتوں اور نافرمانیوں کے باوجود اس نے برقرار رکھا اور تدریجاً روالی پنا پور اور بھائی بندر والی کشمکوٹ کو وہ پہلے ہی ختم کر کے ان کے علاقے اپنی سلطنت میں شامل کر لیتا۔ اسی طرح رویلو اور قوم کی اسندھ پر اس نے اپنی فوجوں کو ان کے بالکل تباہ و برباد کرنے سے منع کر دیا۔ یہ اس کے اعلیٰ ندر کا نتیجہ تھا کہ اس نے ان ہندو ریاستوں کو قائم رکھا اور اس طرح اپنی ہندو رعایا کو اپنی سلطنت سے بدظن اور کٹے خاطر نہ ہوئے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آخر تک گولکنڈہ کی سلطنت کے استحکام و بقا کے لئے دکن کے ہندوؤں نے جان و مال کو کوششیں کیں اور اس سلطنت کو اپنی سلطنت سمجھ کر مغلوں کے مقابلے میں اس کا ساتھ دیا۔

(۳)

ہندو رعایا کی سرپرستی

اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں اکثر ہندو راجاؤں سے معرکہ آرائیاں رہیں اور بعض ہندو امرا نے بغاوت بھی کی لیکن یہ اس کے اعلیٰ تدبیر کا نتیجہ تھا کہ اس کے عائدین سلطنت اور فخر و ملازماں خاص میں ہمیشہ بہت سے ہندو شامل رہے۔ اور ان میں سے بعض تو اپنی فہم و فراست اور بہادری کی وجہ سے ایسے بلند مرتبے پر پہنچ گئے تھے کہ بادشاہ کو ان پر بڑا اعتماد تھا اور ان کی رائے اور اشارے سے بڑے بڑے مسلمان امیر اور سپہ سالار بھی بدل دیے جاتے تھے۔

محمد قلی نے اپنی ہندو رعایا اور امیروں کے ساتھ ہر وقت فراخ دلی اور لطف و کرم کا برتاؤ کیا۔ بعض موقعوں پر نواہیا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں امتیاز ہی نہ کرتا تھا۔ اور ہمیشہ دونوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتا۔ عجیب بات ہے کہ اکثر ہندو راجاؤں اور باغیوں کے مقابلے میں اس نے اپنے ہندو امیر اور بہادروں ہی کو روانہ کیا جنھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ بڑے سخت مقابلے کئے اور ان کی حکومتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ ہر مذہب و ملت کی رعایا کے ساتھ یکساں شفقت سے پیش آنے اور ان پر اعتماد کرنے میں محمد قلی نے کس اعلیٰ تدبیر سے کام لیا تھا۔ یہاں ہم نمونے کے طور پر اس کے درویش و متقدر ہندو امرا و عمائد کا تفصیلی اور نقیبہ کا سرسری ذکر کرتے ہیں جس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ محمد قلی کے حسن اخلاق اور مذہبی رواداری نے گو گن گندہ کے ہندوؤں میں بھی کیسے کیسے جاں نثار سورا اور اعلیٰ پایہ کے امیر پیدا کر دیے تھے۔

آسیرو

محمد قلی کے ان مقربین خاص میں تھا جنہوں نے خرمائے تنک اس کے دست بازو کا کام دیا اس پر بادشاہ کو اتنا اعتماد تھا کہ ششہ میں خود محمد قلی میدان جنگ میں نکلا تو یہ اس کے ساتھ تھا اور مسکورگ نندیاں، کلکور، کندری کوٹ، اور پٹکینڈہ کی لڑائیوں میں برابر دادرانگی دیتا رہا۔ آخر کار جب پٹکینڈہ کا محاصرہ اٹھا کر محمد قلی دارالسلطنت کی طرف واپس ہونے لگا اور واپسی سے قبل اپنے مفتوحہ علاقوں کا انتظام کرنا شروع کیا تو قلعہ مسکورگ پر آسیرو کو حاکم بنا کر اطراف و انکاف کا علاقہ اس کے تفویض کر گیا۔

آسیرو نے اس علاقہ میں ڈیڑھ دو سال تک قیام کر کے ہاں قطب شاہی حکومت کو اتنا مستحکم کر دیا کہ پھر مسکورگ میں کوئی اندیشہ باقی نہ رہا۔ اس اتنا وین ششہ میں جب سکندر راج والی کشم کوٹ نے بغاوت کی تو آسیرو کو بھی اپنی فوجوں کے ساتھ امین الملک میر حیلہ کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ کشم کوٹ، سیکاکوں، مدواڑہ، اور پتیا پور پر حملہ آور ہوا۔ اور جب پتیا پور کا راجہ راجندر مطیع و منقاد ہو گیا اور اس کے بعض علاقے قطب شاہی سرحد میں شامل ہو گئے تو ان علاقوں کے انتظام کے لئے آسیرو اور ملک نائب کو وہیں چھوڑ کر ملک امین الملک کشم کوٹ کی طرف واپس ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے علاوہ وزیر اعظم کو بھی اس پر پورا بھروسہ تھا۔

ششہ میں جب کشم راج ولد راوت راو کے اکسانے سے سکندر راج بنگالے کی طرف سے واپس ہو کر کشم کوٹ پر حملہ آور ہوا تو آسیرو کو زین العابدین پیر سالار کی مدد کے لئے روانہ کیا گیا۔

اور اس کی فوجیں کندراج کو شکست دینے میں قطب شاہی لشکر کے پہلو بہ پہلو رہیں۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آسیراؤ شاہی دربار میں نسلک اور زیادہ ترجید آبادی میں قیام پذیر رہا کیونکہ اس کے بعد تاریخوں میں آسیراؤ کا نام پھر اس وقت آتا ہے جب کہ محمد قلی کا عہد حکومت ختم ہو رہا تھا اس اثنا میں کئی میجر اور سپہ سالار بدل چکے تھے۔ اور عرصے کے امن و امان کے بعد ۱۷۱۸ء میں پرنسپل شاہی والی دستر نے قطب شاہی حدود میں دست اندازی شروع کی تھی۔ اس وقت جب عمال شاہی نے پانچ تخت کو اطلاع بھیجی تو مہرز احمد امین جملہ الملک نے اس مہم کو سر کرنے کے لیے قدیم جانا آسیراؤ ہی کا انتخاب کیا اور اس کو سپہ سالار بنا کر سید حیدر اور امجد الملک کو اس کے ماتحت روانہ کیا۔ اس وقت تک آسیراؤ بڑا مقتدر اور صاحب جاہ و جلال امیر بن گیا تھا۔ اور خود اس کی اپنی فوجیں نہایت کثیر التعداد تھیں۔ اس وقت اس کو شریف شاہانہ سے سرفراز کر کے روانہ کیا گیا تھا یا آخری خلعت تھی جو آسیراؤ کو محمد قلی قطب شاہ کے دربار سے عطا ہوئی تھی کیونکہ اس کے میدان جنگ سے واپس آنے سے قبل ہی یہ فرض دل بادشاہ انتقال کر گیا۔

عرض آسیراؤ ۱۷۱۸ء سے ۱۷۲۰ء تک مسلسل، اسال محمد قلی کی فوجوں کا سردار رہا اور آخر کا ۱۷۱۹ء میں تو سپہ سالار بھی بنا گیا یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ مسلمان امرا و عہدہ داروں نے امجد الملک اور سید حیدر وغیرہ اس کے ماتحت میدان جنگ میں روانہ کئے گئے۔

دہر ماراؤ | یہ ابتدا میں ایک معمولی شہر تھا چنانچہ ۱۷۲۰ء میں جب ردیو اتر قوم نے قطب شاہی حکومت

کے خلاف بغاوت کی اور راجمندی کا علاقہ خلی پا کر یوڑ نروول اور بھارلی میں ہنگامہ آرا ہو گئے
تو محمد قلی قطب شاہ نے رتھی نگر کے سپہ سالار عادل خاں اور سرنوبت چنگیز خاں کو حکم دیا کہ فوراً راجمندی اور
کا مورم کے علاقہ میں پہنچ کر مخالفین کو سزا دیں۔ اور بعد کو میزین العابدین اور عبدالکریم والد ارکو بھی انکی
مدد کے لئے راجمندی سے روانہ کیا غالباً اسی فوج کے سرداروں میں دھرماراؤ بھی شامل تھا۔ اس وقت
باغی دریا کے ایسے حصہ پر قابض تھے جہاں سے شاہی فوجوں کو عبور کرنا تھا۔ لیکن مخالفوں کی نڈرت
کی وجہ سے اس جگہ عبور کرنا مشکل ہو گیا اور کئی روز ساسی پریشانی میں گزر گئے تو سپہ سالار نے دھرماراؤ کو روانہ کیا تاکہ
کوئی دوسرا عبور کرنے کے قابل مقام تلاش کر آئے۔ چنانچہ دھرماراؤ نے دس بارہ کوس تک ندی کے کنارے
کناسے سفر کر کے ایک رات نہ نکال ہی لیا جہاں سے چنگیز خاں اور دیگر سردار دریا کو عبور کر کے باغیوں کے
سپر بچا بیچے غرض دیوار قوم کو مطیع کرنے میں دھرماراؤ کی بہادری اور فرست کا بھی کچھ حصہ ضرور تھا۔
اس کے بعد سے زین العابدین کی نظر خاص دھرماراؤ پر پڑنے لگی جس کو اس نے اپنے ساتھ ہی میلن
میں رکھا۔ اس اثنا میں منشیہ میں جب رات راؤ ملک امین الملک سے ناراض ہو کر حکومت کے خلاف
بغاوت کی اور ہری چندر کو بھی اپنے ساتھ لے گیا تو ہری چندر نے وساد دیو کو اپنی مدد پر بلایا۔ وساد دیو بڑا
مدبر اور طاقتور دشمن تھا جس نے نہایت ہوشیاری اور فن حرب کی پوری ہمار کے ساتھ قطب شاہیوں کا مقابلہ
کیا اور جگہ جگہ ان کو پریشان کیا۔ اس وقت زین العابدین نے دھرماراؤ سے کام لیا جس نے دوسرے سرداروں
نشاہ عبدالکریم چنگیز خاں اور بھالے راؤ کے ساتھ قلعہ حلوہ کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ وساد دیو کو قلعہ والوں کی مدد کیلئے

ایک زبردست فوج روانہ کرنی پڑی لیکن دہراؤ اور اس کے ساتھیوں نے ایسا مردانہ دانت بلیا کیا کہ بہت سے دشمن یا تو قید ہو گئے یا فرار ہو گئے۔ ان مسلسل ناکامیوں کو دیکھ کر دنا دیو نے دہراؤ سے پناہ مانگی اور اس کے توسط سے سپاس نہراہون اور سپاس ہاتھی پیدا لار کے یہاں روانہ کیے اور انتہائی خراج ہر سال ادا کرنے اور رابطہ گزار رہنے کا وعدہ کیا۔

اس صلح اور اطاعت گزاری میں معلوم ہوتا کہ دہراؤ کا بڑا حصہ تھا۔ وہ بہادر ہوتے کے علاوہ بڑا مدبر بھی تھا اور دشمن بھی اس کی رہنمائی پر بھروسہ کرتے تھے چنانچہ دہراؤ نے نہ صرف دنا دیو کو مطیع و متقاعد بنایا بلکہ ہری چند کے پیچھے بول بائز کو جو بانی فرما دیتا دنا دیو ہی کے ذریعے سے گرفتار کر لیا۔ اور اس کے بدلے میں دنا دیو کے اعزہ و اقربا کو آزاد کر دیا۔ یہ ایک ایسی سیاسی چال تھی جس کی وجہ سلطنت میں بڑا امن و امان قائم ہو گیا۔ اس خدمت کی بنا پر مہملی نے دہراؤ کی جو قدر افزائی کی ان فوسن کہ اس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں لیکن آنا ضرور یہ چلتا ہے کہ روز بروز دہراؤ کی شخصیت اور اہمیت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا چنانچہ اس کے بعد ہی سن ۱۸۴۵ء میں جب کشمکھ راج ولد رات راؤ نے بغاوت کی تو اس وقت بھی دہراؤ میدان جنگ میں اس کے مقابلے کے لئے موجود تھا۔ اور اب کے اس کی شخصیت اور اثر خود میزین العابدین سالار سے زیادہ اہم ہو گئی تھی۔ چونکہ کشمکھ کوٹ کے علاقہ پر قبضہ کر لینے کے بعد سے سل لڑائیاں جاری تھیں اور سمت مرتضیٰ لکڑی قطب شاہی فوج کا ان چین غائب ہو گیا تھا اس لئے موقع پر دہراؤ کی یہ رائے تھی کہ قلعہ داوڑہ کے فتح کرنے کی جتنیں اٹھانے کی جگہ بہتر یہ ہے کہ کشمکھ کوٹ کے بعض علاقے وہاں کے سابق دلا بھائی

کو عطا کر دیے جائیں اور اس سے مطیع و فرماں بردار رہنے اور سال بسال خراج روانہ کرنے کا وعدہ لیا جائے
میزین العابدین ایک جنگجو سپہ سالار تھا۔ وہ اس قسم کی مصلحت اندیشیوں کا قائل تھا۔ اس کا خیال تھا کہ
جب عرصہ سے ہم اس ہم میں سرگرم ہیں تو پورے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کرنے کے بعد ہی دم لینا چاہیے
معلوم ہوتا ہے کہ دہراراؤ نے اس کو بہت کچھ سمجھایا لیکن جب وہ اپنے خیال پر اڑا رہا تو سلطان محمد قلی
قطب شاہ کی بارگاہ میں عریضہ روانہ کیا کہ عرصے سے شاہی لشکر باغیوں کا مقابلہ کر رہا ہے اور اب صورت حال
اس امر کی متقاضی ہے کہ بھائی بلند کو پہلے کی طرح ایک باگدار راجہ بنا کر کچھ علاقے اس کے سپرد کر دیے جائیں۔
دہراراؤ بادشاہ کی طبیعت سے واقف تھا اور اسی لیے سپہ سالار سے مایوس ہو کر اس کے خلاف
اپنے اپنی رائے راسخ بارگاہ عالی میں روانہ کی۔ محمد قلی نے اس خط سے انشائلیہ کہ زین العابدین کو
سپہ سالاری سے ہٹا کر واپس بلایا اور حسین ابن مصطفیٰ خاں کو روانہ کیا۔ یہ منہا بلتہ کم عمر تھا اور چونکہ اس کو
شاہی خاندان سے قرابت تھی اس لیے دہراراؤ نے اس خیریت اور سپہ سالاری کی تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر بھائی
کے بھتیجے ہری چند کو معافی مانگ لینے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ ہری چند اس علاقے کے بہت سے بہادر
کے ساتھ دہراراؤ سے آملا۔ اور بھائی بلند کے بالکل تہ تیغ ہونے کے بعد اس کا مددگار ثابت ہوا۔ غرض دہراراؤ
کی ہوشیاری سے شتم کوٹ کا علاقہ پھر باغیوں سے خالی ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد آٹھ نو سال تک قطب شاہی سلطنت میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور دہراراؤ دربار شاہی
میں بار بار رہا۔ آخر کار اس نے اس میں جب و سنا دیا تو اس نے شتم کوٹ کے علاقے میں داخل ہو کر مانتاقت مارا کرنا

شروع کیا تو محمد قلی قطیشاہ نے دہراؤ اور چنگیز خان کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اس نے بہت فوج کے ڈر سے ونا دیو قلعوں میں محصور ہو گیا اور اس کے علاقوں کو شاہی فوجوں نے پامال کرنا شروع کیا۔ اس موقع پر بھی دہراؤ کی سیاسی جوڑ توڑ نے اپنا رنگ دکھایا۔ یعنی جس طرح پہلے بھائی بلند کے پیچھے ہری چند کو اس نے نیا نصیب سے توڑ لیا اسی طرح ونا دیو کا بھی کٹنا راج بھی اس جنگ میں شاہی لشکر سے آ ملا۔ اس دفعہ بھی نصیباً دہراؤ کا ہاتھ ہو گا۔ وہ خفیہ مراسلت اور نامہ و پیام کے ذریعے سے لوگوں کا دل موہ لینے میں اتنا دھما غرض جب کٹنا راج قطیشاہی لشکر کی طرف آیا تو دہراؤ اور حسین پالا دونوں نے بڑے اعزاز و اکرام سے اس کا استقبال کیا۔ اس قدر افزائی کا حال سن کر اور بہت سے ہندو بہادر بھی کٹنا راج اور دہراؤ سے آئے۔ اس واقعہ کا ونا دیو پر اتنا اثر پڑا کہ وہ بیمار ہو گیا اور آخر کار وفات پائی۔

اب دہراؤ کے تدبیر دیباست کے لئے ایک نئی جولانگہ نکل آئی۔ اس نے ایک طرف تو ونا دیو کے اعیان سلطنت کو کچھ بھیجا کہ اب لڑنا ہے سو رہے اس لیے اطاعت قبول کر لیں۔ اور دوسری طرف کٹنا راج کو وہاں کا راجہ بنانے کے امکانات پر غور کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود ونا دیو کے امرا

۱۔ دہراؤ کے خط کے الفاظ مایخوں میں اس طرح مرقوم ہیں :-
 ”خسرو زمان خان اعظم چنگیز خان را بشکر عظیم بعزم تسخیر آں بلاد روانہ فرمودہ است۔ بایک بدستور
 جمیع راجہاں بلاد مطیع و متقاد گردیدہ الگزار شوید۔ والا خان اعظم مملکت موروثی را
 از دست تصرف شما استراغ خواہد کرد“ تاریخ قطیشاہی ورق (۲۵۸) تاریخ حلیۃ العالم صفحہ (۲۵۳)

لے کر شہنشاہ کو جانشین بنانے کی استدعا کی۔ اور دہراؤ نے کٹناراج سے کہا کہ اگر تم کو ونا دیو کا جانشین بنائیں تو بادشاہ کی خدمت میں کیا مذروگے اور ہر سال کتنے باج روانہ کرو گے۔ کٹناراج کے لیے تو یہ ایک غیر متوقعہ خبر تھی اس نے جی بھول کر وعدہ کر لے اور ان کے ایفا کے لیے بڑی بڑی قسمیں کھائیں۔ غرض دہراؤ نے ہر طرح سے مطمئن ہو کر کٹناراج کو خود اپنے سامنے راجہ بنا کر ونا دیو کے پائے تخت کی طرح روانہ کیا۔ "سارنج کے حسبِ قیل جملہ سے کہ :-

"بنتِ شریفاتِ شاہانہ وارپ با زین زر و کلاہ و کمر از جامدار خانہ بادشاہی ہمراہ خود داشت سفر از شش گردانیدہ بانو کنت تمام بجا ب متعوض ونا دیو روانہ کر دیا۔ پتہ چلتا ہے کہ دہراؤ پہلے سے یہ سوچ کر نکلا تھا کہ کٹناراج کو ونا دیو سے توڑ لوں گا اور اس کو راجہ بنا کر روانہ کروں گا۔ ورنہ ان تمام لوازمات کے جامدار خانہ شاہی سے لے کر نکلنے کا کیا موقع تھا۔ اور نہ کسی دوسری لڑائی کے وقت فوج کے ساتھ ایسے لوازم کے روانہ کرنے کا ناہنجوں میں ذکر ملتا ہے۔ غرض دہراؤ اپنے منصوبے میں کامیاب رہا اور کٹناراج سے ایک سو پچاس ہزار ہون اور ایک سو پچاس ہاتھی وصول کر کے محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیے۔ اس کے بعد اگرچہ بقیہ نصف رقم اور ہاتھیوں کے دینے میں کٹناراج نے کچھ عرصے تک غدر کیا لیکن آخر کار وہ پوری طرح مطیع و متنا ہو گیا۔ اور پھر کبھی بغاوت نہ کی۔ اس طرح دہراؤ کے تدبیر نے محمد قلی قطب شاہ کے تحت ایک نئے

باجا راجہ کا اضافہ کیا۔

دوسرے سندھو امیر

۳۔ امیر آوا اور دہراؤ کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے اور بیس حسب ذیل تھے۔
امرا و عمائد بھی قابل ذکر ہیں۔ (۱) جگیت راؤ (۲) سری راؤ (۳) ساباجی

(۴) بھالے راؤ (۵) کندراج (۶) شکر راج (۷) بہری چندر (۸) راجندر (۹) راوت راؤ (۱۰) کرشنا راج
جگیت راؤ وہ قطب شاہی امیر ہے جس کو محمد قلی نے ۱۰۳۰ء میں قلعہ ننڈیال اور اس کے

اطراف و اکفاف کی حکومت سپرد کی۔ یہ قلعہ خود بادشاہ نے بڑے سخت منقلبے کے بعد فتح کیا تھا۔
سری راؤ ۱۰۰۹ء میں قلعہ کشم کوٹ اور اس کے اطراف کے علاقوں کا حاکم بنایا گیا

تھا۔ یہ قلعہ ساہا سال کی لڑائیوں اور تباہیوں کے بعد فتح ہوا تھا اور جب اس کی فتح کی اطلاع سیدین
پہلا لارے بادشاہ کے یہاں روانہ کی تو اس کی حکومت کے لئے اس نے فوراً اپنے اس امیر سری راؤ کو نامزد کیا۔

ساباجی قطب شاہی لشکر میں سرنوبت کے عہدہ پر فائز تھا اور جب محمد قلی ۱۰۳۰ء میں

موسلمورگ ننڈیال کنڈی کوٹ اور پٹیکندہ وغیرہ قلعوں پر معرکہ آرا ہوا تو یہ اس کے ساتھ تھا۔ اور جب بادشاہ
پانچتھ واپس آنے لگا تو اس کو دوسرے سرداروں کے ساتھ نئے مفتوحہ علاقے کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا تھا۔

اس کے بعد جب ڈیکٹ پتی نے قطب شاہی علاقے میں ریشہ دوانی شروع کی تو ساباجی کو بادشاہ نے حکم دیا کہ
اقتدار خاں یزدی کے ساتھ بیجا نگر کے علاقہ پر حملہ کرے چنانچہ ساباجی کی فوجوں نے بیجا نگر میں گھس کر قصبوں اور

دیہاتوں کو تباہ و برباد کیا۔ اس اثنا میں جب راجہ اوگیر منٹالے کے لئے نکلا تو ساباجی کو دوسرے سرداروں

کے ساتھ روانہ کیا گیا جنہوں نے ایسا دل توڑ کر مقابلہ کیا کہ دشمن کے تین چار ہزار سپاہی مارے گئے۔ اس سے
کے بعد سااجی قطب شاہی فوج کے ساتھ بیجا نگر کی سرحدیں ایک ہفتہ کا راستہ طے کر کے شہر کالیہر چلاؤڑ
اور اس دولت مند شہر کو لوٹ لیا۔

ان کامیابیوں کے کچھ عرصہ بعد جب کسٹنسہ میں سااجی کے بعض ساتھی شہر بھالے راؤ خانہاں
اور علم خانے میں الماک کی سختی سے تنگ کر قطب شاہی حکومت کے خلاف بغاوت کی نو غالباً یہی ان میں شریک تھا۔
اور بعد کو سانی مانگ لی چنانچہ کسٹنسہ میں جب راجندر ری میں دیوار قوم کی بغاوت کے لئے ترقی
سے فوجیں روانہ کی گئیں تو سااجی بھی ان کے ساتھ تھا اور اس نے سپاہیوں میں العابدین کی خواہش پر دہرا
کے ساتھ دریائے کرشنا کو عبور کرنے کا ایک نیا راستہ ڈھونڈ نکالا اور قطب شاہی فوج کو تباہی سے بچا لیا۔
بھالے راؤ | سااجی کا دوست اور رفیق کار تھا اور اپنی جاگیر واقع ترقی نگر سے باؤٹا

کے حکم پر پینکٹہ پر حملہ کرنے کے لئے اعتبار خاں کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ اور جب یہ مہم فتح ہو گئی تو ترقی نگر
ہی کے علاقے میں مقیم تھا کہ علم خان غیر کے ساتھ بغاوت میں شریک ہو کر بیجا نگر کی طرف بھاگ گیا بعد
شاید معذرت خواہ ہو کر پھر محمد قلی کی ملازمت اختیار کر لی تھی کیونکہ کسٹنسہ میں جب راؤ
اور دوسرے سرداروں نے بغاوت کی تو بھالے راؤ کو دہرا راؤ عبدالکریم اور چنگیز خاں کے ساتھ قلعہ
کے محاصرے کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ جہاں اس نے دو مہینوں تک ہل تلوار کا مقابلہ کیا۔

سااجی اور بھالے راؤ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کے لطف کرم کے بھروسے پر

ہندو امرا باغی ہو جانے پر بھی معافی مانگ لیتے اور دوبارہ شاہی نواز شاہ سے پیرو ہو جاتے تھے۔

مکندر راج | بھائی بلند روالی کشم کوٹ کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کے انتقال کے بعد

جب بارہ سال کی عمر میں کشم کوٹ کا راجہ ہوا تو نذر پیش کرنے کے لیے محمد قلی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بھائی بلند تیس سال سے شاہی خراج پابندی سے ادا کرتا رہا تھا۔ اس لیے جب اس کا لاکھ مکندر راج محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو بادشاہ اس کے ساتھ بہت لطف کرم سے پیش آیا اور اس کی جو قدر فرائض کی اس کا حال خود تاریخ کے الفاظ میں یہ ہے :-

”فرمان ہمایوں بنام امرا و راجا کہ کشم کوٹ شرف نفاذ یافت کہ حکومت اس بلا
بہ مکندر راج محنت فرمودیم باید کہ از اطاعت او تخلف نورزید..... بانحضاد ہدایا
لائق او بدر گاہ دالا آوردہ بشرف آستان بوسی شرف گشت۔ و تشریفات شاہانہ و اسپا
بازین زر و کلاہ و کمر و آفتاب گیر سر فراز گردید۔ بشوکت تمام مراجعت نمود“

لیکن یہ صرف بارہ سال کا تھا اس لیے جب اپنی راجدہانی کو واپس ہوا تو بعض مغدوں کے بہکاتے سے اپنے ایک عزیز دیوراج کو قتل کر دیا جس کی وجہ سے محمد قلی بہت ناراض ہوا اسکے بعد مکندر راج وید یاد کے بہکاتے سے خراج ادا کرنے میں بھی غدر کرنے لگا اور برلاس خاں کو جو کشم کوٹ میں قطب شاہی ریڈیٹ تھا قید کر لیا۔ محمد قلی نے اس کی کم عمری کا لحاظ کر کے اس کو سمجھانے کے لیے کئی آدمی روانہ کئے اور بعد کو خود بھی جانا چاہتا تھا لیکن امین الملک نے منع کیا اور خود فوج لے کر چڑھ آیا۔

کندر راج نے امین الملک کی پسند و نصیحت کی بھی کوئی پروا نہ کی اور آخر کار تمام عمر پریشان رہا۔
بادشاہ نے کشم کوٹ کے علاقہ کو پوری طرح سے فتح کر کے اپنے ایک لاکھ سیرسری راؤ کے سپرد کر دیا۔

شکر راج | بھائی بلند راج کا بھتیجا اور کندر راج کا عم زاد بھائی تھا۔ یہ اپنے چچا کے

زمانے ہی سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار کے عمائدین میں شامل تھا جب کم عمر کندر راج بغاوت پر
مائل گیا تو بادشاہ نے اس کے اس چچے بھائی کو علی خاں اور مجاہد خاں کے ساتھ ملک امین الملک کے
اتحت روانہ کیا۔ شکر راج کو محض اس لئے روانہ کیا گیا تھا کہ کندر راج کم از کم اس کے اثر سے بغاوت
سے باز آئے لیکن جب شکر راج نے دیکھا کہ وہ کسی طرح باز نہیں آتا تو اس کے خلاف صف آرا ہوا اور میدان
کارزار میں اس جانبازی کے ساتھ کندر راج کی فوجوں میں گھس پڑا کہ آخر کار وہ شکست کھا کر بھاگ نکلیں
لیکن افسوس کہ خود شکر راج اس لڑائی میں شہید ہو گیا۔

ہری چندر | یہ بھی بھائی بلند راج کا بھتیجا اور غالباً شکر راج کا حقیقی بھائی تھا۔ اور اسی کے

ساتھ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں مسلک تھا۔ اس نے بھی شکر راج کے ساتھ کندر راج کے مقابلے میں
کار نمایاں انجام دیئے تھے۔ اور اپنے بھائی کے مرنے کے بعد محمد قلی ہی کے دربار میں محرز و منقحر تھا۔
لیکن شہنشاہ میں جب راوت راو ملک امین الملک کے برتاؤ سے ناراض ہو کر قطب شاہ ہی فوج سے
مائل گیا اور حکومت کے خلاف بغاوت کی تو اس نے ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور خفیہ طور پر
لکھ بھیا کے اگر اس وقت تم میرا ساتھ دو تو میں تمہیں کشم کوٹ کا راجہ بننے میں مدد دوں گا۔

حکومت کا لالچ بڑا ہوتا ہے۔ ہری چند محللی جیسے ہریان بادشاہ کے خلاف راؤت راؤ کے ساتھ
 شریک ہو گیا۔ اور عرصہ تک شاہی فوج کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار فتنہ میں جب دھرم راؤ کی
 شکایت پر یحییٰ پٹیل اور مقرر ہو کر آیا اور زمین العابدین واپس لایا گیا تو اس تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر
 غالباً دھرم راؤ کے اشارے سے ہری چند بہت سے بہادروں کے ساتھ قطب شاہی لشکر میں آلا۔
 اور گزشتہ بغاوت کی تلافی کرنے کے لئے یہ رائے دی کہ بھائی بلند کا اتصال اس طرح ہو سکتا ہے کہ
 سرحد پر اور بعض رتھوں پر چہاں سے دو بھاگ سکتا ہے یا چہاں سے اس کو رسد مل سکتی ہے
 چند قلعوں کو مستحکم کیا جائے اور بڑی بڑی فوجیں متعین کی جائیں۔ ہری چند کی یہ رائے بڑی
 مقبول تھی اور اس پر عمل کر کے حیدر نے تین قلعے مصطفیٰ آباد، شاہ آباد اور محمد آباد بنائے اور ان میں
 زبردست فوجیں ملک نائب کی نگرانی میں متعین کیں۔ اس طرح سے باغیوں کی آمد و رفت اور رسد کی فوجی
 مشکل ہو گئی۔ آخر کار قلعہ ششم کو قطب شاہی فوج کا قبضہ ہو گیا اور سری راؤ کو وہاں کی حکومت سپرد
 کر دی گئی۔ اس طرح ششم کوٹ کی بغاوت کے اتصال اور تین مشہور قطب شاہی قلعوں کی تعمیر میں
 ہری چند نے بہت بڑا حصہ لیا۔

راحم چندر پتاپور کاراجہ تنجا جو ششم کوٹ کی سرحد پر ایک چھوٹی سی ریاست تھی

اس نے سکندر راج کی مدد کے لئے فتنہ میں قطب شاہی سلطنت سے لڑائی مول لی جس کی وجہ سے
 امین الملک اس کے ملک پر حملہ آور ہوا اور راتوں کے پورے جنگ کو آگ لگا دی۔ امین الملک کی فوج کا

آتنا عیب پڑا کہ آخر کار رام چند نے اطاعت قبول کر لی اور سال بسال خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا اس طرح سے اس کا ملک تباہی سے بچ گیا اور وہ قطب شاہی باجگزار راجاؤں میں شامل ہو کر امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگا۔

راوت راؤ بڑا زبردست ہندو سردار تھا جو اپنی کثیر التعداد پیادہ فوج اور

بہادری و جاہ و جلال کی وجہ سے ممتاز تھا۔ اور عرصہ تک محمد قلی قطب شاہ کی فوج کے ساتھ اخلاص اور دولت خواہی کی خدمات انجام دیتا رہا۔ آخر کار سن ۱۵۸۷ء میں میر جیلہ میں الملک کے بعض احکام سے ناراض ہو کر رات کے وقت فوج شاہی سے علیحدہ ہو گیا اور ہری چند کو بھی بغاوت پر آمادہ کر لیا۔ لیکن بہت جلد قطب شاہی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔

کرشناج دنا دیو کا بھتیجا تھا اور سن ۱۵۸۷ء میں اپنے چچا سے کسی بات پر

ناراض ہو کر دہہ ماراؤ کے اشارے سے میں میدان جنگ میں

قطب شاہی فوج سے آگلا اور اس کے بعد جب دنا دیو کا انتقال ہو گیا تو دہہ ماراؤ نے اس کو راجہ بنا کر روانہ کیا۔ اس کا حال دہہ ماراؤ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔ یہ محمد قلی قطب شاہ کا ایک باجگزار راجہ مذکورہ بالا خاص شخصیتوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں اور متعدد دیگر ناکاموں میں

مقدم اور دیوار قوم کے ہندو سردار بھی موجود تھے جن پر اس کو کمال اغما د تھا اور جو مسلمانوں کے

دش بدویش قطب شاہی سلطنت کے احکام اور ترقی میں کوشاں رہتے تھے۔

ایرانیوں اور اجنبیوں کی گشت و قدم فراموشی

بعض مورخوں نے سلطان محمد ظلی پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ مذہبی تعصب کی وجہ سے ملک کے سنی باشندوں کے مقابلے میں ہمیشہ ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کیا کرتا تھا۔ لیکن یہ بات بالکل صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو اس کے امرا و عمائدین میں امین الملک، فتح الملک، خدا بندہ خاں، خیرات خاں، عبدالکریم، حسن علی، اور انور خاں وغیرہ جیسے بڑے بڑے دکنی اور سنی شامل تھے۔ اور دوسری بات یہ کہ ایرانی نوواردوں کی سرپرستی اور قدر افزائی مذہبی سے زیادہ سیاسی اسباب کا نتیجہ تھی۔ سب سے پہلا اور سب سے اہم سبب تو یہ تھا کہ ہر شخص حکومت میں بادشاہ اپنی حفاظت اور انتظام کے لئے بالعموم نئے نئے ملازموں کو مامور کرتا ہے اور بعض وقت قدیم ملازموں کو ہٹانا بھی ضروری سمجھتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ مہم

۱۔ مثلاً تاریخ دکن، سلسلہ ۱ صفحہ ۲۹۴ پر لکھا ہے :-
 ”محمد ظلی بھی ایک شیعہ تھا اس لئے اس سلطنت میں تمام سرکاردار بائیں شیعہ ہی تھے۔ اور اس لیے وہ کسی سنی کو برگزنا و رات سلطنت میں خیل نہیں ہونے دیتے تھے۔ مگر چونکہ شیعہ آدمی اس کثرت سے نہیں مل سکتے تھے کہ جو تمام مملکت کا مزدور بہت کر سکیں اس لیے تمام مالگاری کے اور نیز تنفق کام ہندوؤں کے ہاتھ میں رہتے تھے۔“
 اسی قسم کا خیال تقریباً ہی الفاظ میں تاریخ دربار آصفیہ، گلزار دوم صفحہ ۹۱ پر بھی درج ہے۔

ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت

نئے ملازموں اور مددگاروں میں بھی باہر سے آئے ہوئے یا غیر ملکی اشخاص کا تقرر اور بھی زیادہ
قرین مصلحت سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ملک اور اہل ملک کی دیرینہ خوبیوں یا خرابیوں سے ناواقف
ہوتے ہیں اور جو کوئی ان کی سرپرستی کرتا ہے وہ اس کے دست گرفتہ ہونے کی وجہ سے اسی کی خدمت
کو اپنا فرض منصوبی سمجھتے ہیں۔ اور اپنے آقا کے کام میں خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق اپنی جان تک
دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

ملک کے موروثی امرا اور قدیم محاشدار اور جاگیردار لوگ جہاں اکثر سلطنت کی قوت
نہایت ہوتے ہیں بعض وقت کسی ملک یا بادشاہ کے لئے خطرناک بھی بن جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی
جڑیں ملک میں دور ووزنک گڑھی ہوتی ہیں اور ان کا اثر و اقتدار جس وقت چاہے بادشاہ کی
ذات کے خلاف کام کر سکتا ہے۔ چنانچہ اکثر بادشاہوں کی جانشینی کے مسائل ایسے ہی امرا کی مصلحتوں
اور دیگر اغراض کی وجہ سے الجھنوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ جب کبھی اپنے بادشاہ سے کسی وجہ
سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کے بھائی یا قریبندار کو تخت کا دعویدار بنا کر بادشاہ کے خلاف
سازش کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ خود محمد علی کی زندگی میں ایسا واقعہ دو دفعہ پیش آچکا ہے کہ ملک کے
قدیم امرا شاہ عبدالغفار اور شہزادہ خدابخش کو اس کے مقابلے میں کھڑا کر کے اس کی زندگی
کے لئے خطرہ کا باعث بن گئے تھے۔

اسی وجہ سے ہر ملک کے خود مختار بادشاہ ہمیشہ اجنبیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کر کے
 انہی سے اپنی حفاظت کا کام لیتے رہے ہیں۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اسی حکمت عملی پر کاربند تھا۔
 بادشاہوں اور وزیروں کی یہ سیاسی چال تھی جس کی بنا پر دکن میں ہمیشہ ملکی اور غیر ملکی
 جھگڑا پیدا ہوتا رہا۔ ہر بادشاہ یا مقتدر امیر نے نئے نئے اور زیادہ تر غیر ملکی لوگوں کو اپنا مشیر
 و مددگار بنانے کی کوشش کی اور اس طرح جو لوگ پہلے سے ملک میں موجود تھے وہ ہمیشہ ان نو واردوں
 سے رشک و حسد اور ان کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ اور اگرچہ بعض وقت وہ اپنی کوششوں میں
 کامیاب بھی رہے لیکن اکثر ناکام ہونا پڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اور ان کی اولاد نافدری اور ذلت کی
 زندگی گزارتے گذارتے اپنی اکثر اعلیٰ صلاحیتوں کو بھی کھو بیٹھی۔

غرض محمد قلی قطب شاہ بھی ایک مطلق العنان بادشاہ تھا اور اگر اس نے اپنے پیشروؤں
 کی دیرینہ سنت پر شدت سے عمل کیا تو کوئی تعجب کا مقام نہ تھا۔ رہا شیعوں کی سرپرستی کرنا تو
 اس پر بھی وہ مجبور تھا کیونکہ اس زمانے میں جتنے لوگ دہلی آگرہ بیجا پور کا رخ زکر کے گولکنڈہ
 آتے تھے وہ زیادہ تر شیعہ ہی ہوتے تھے۔ اس لیے کہ محمد قلی کے مذہبی عقائد اور خاص کر حب اہل بیت
 کا دور دور تک چرچا تھا۔ چنانچہ اس کی زندگی ہی میں جب کہ وہ حیدر آباد کا شہر بنا اور بسا
 رہا تھا، احمد نگر میں ایک تاریخ برہان اثر لکھی جا رہی تھی۔ اس کا مصنف جب محمد قلی کا نام
 لیتا ہے تو اس کی اسی خصوصیت پر زور دیتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے :-

”عالی حضرت اعظم ہمایون سلیمان ظل سبحانی المؤمنین اید اللہ خادم اہل بیت رسول اللہ

محمد قلی قطب شاہ“ صفحہ ۵۹۸

”عالی حضرت سلطنت و جہت پناہ نصفت و وحدت و تنگاہ خادم اہل بیت رسول اللہ

محمد قلی قطب شاہ“ صفحہ ۶۲۵

حالات اس کتاب میں دوسرے محاصرہ بادشاہوں خاص کر ابراہیم عادل شاہ ثانی کا نام بھی کئی جگہ بڑے ادب و احترام سے لکھا گیا ہے لیکن ابراہیم کو یا کسی اور بادشاہ کو کسی جگہ خادم اہل بیت رسول اللہ نہیں لکھا گیا۔

اس کے علاوہ محمد قلی کے سنی امراء عمائدین نے چونکہ دو تین وقت اس کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا تھا اس لیے وہ حق بجانب تھا اگر اس کو سنیوں پر کوئی اعتماد باقی نہ رہا اور اس نے عمائد شیعوں اور ایرانیوں کی سرپرستی شروع کر دی تھی۔

ان حالات کے تحت حیدرآباد میں کثرت سے اہل ایران جمع ہو گئے۔ جو لوگ محمد قلی کے عہد سے پہلے ہی یہاں موجود تھے ان میں میر شاہ میر صفہانی، امیر زبیل استرآبادی، محمد قلی سلطان، اور اعتبار خاں یزدی بہت بڑے امیر اور عمائدین سلطنت میں شمار کیے جاتے تھے۔ اس کے عہد میں جو ایرانی حیدرآباد آئے ان میں میر مومن استرآبادی، میر ضیاء الدین محمد نیشاپوری، علی بن عزیز اللہ طباطبائی اور مرزا محمد امین بہت مشہور ہوئے۔ خاص کر میر مومن اور مرزا محمد امین

نے تو وہ رتبہ حاصل کیا کہ شاید ہی کسی بادشاہ کے زمانے میں کسی نووارد کو حاصل ہوا ہو۔ چونکہ ان دونوں کو محمد قلی سے خاص تعلق رہا ہے اس لئے ان سے متعلق چند امور کی یہاں درج کرنا ضروری ہے۔

میر میرمن

استرآباد کے شاہی سادات میں سید شرف الدین سماکی کے فرزند

اور سید فخر الدین سماکی کے خواہ زادے اور شاگرد تھے۔ موخر الذکر میر غیاث الدین منصور کے عظیم تلامذہ میں شمار کیا جاتا تھا اور اسی کے ساتھ میر میرمن شاہ ہلماسپ کے دربار میں آئے اور شاہزادہ سلطان حیدر مرزا کی تعلیم اور تالیفی کی خدمت پر مامور ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد جب شاہزادہ کا انتقال ہو گیا اور میر صاحب کے مخالفین اور حاسدین نے ان کے خلاف دہریت اور الحاد کا الزام لگا کر ان کو خارج البلد کرنے کی کوشش کی تو وہ خود قزاقوں سے ۱۸۶۷ء میں عراق و عرب کے سفر پر نکل پڑے اور حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد محرم ۱۲۸۹ء میں گولکنڈہ پہنچے۔

چونکہ بڑے عالم و فاضل اور مدبر و دانشمند اور خلیق و منکر مزاج تھے اس لئے یہاں رفتہ رفتہ ان کی شہرت پھیلنے لگی۔ ان کو درس و تدریس کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اکثر طلبہ و علماء ان سے استفادہ کرتے تھے۔ آخر کار پانچ چھ سال کے عرصے میں اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ

۱۔ حضرت میر میرمن کے تفصیلی حالات زندگی پر راقم نے ایک علیحدہ مسموع کتاب لکھ کر شائع کی ہے اس لیے یہاں صرف مختصر اور ضروری باتیں درج ہیں۔

کی وجہ سے محمد قلی قطب شاہ کو اپنا آئنا زیارہ معتقد بنالیا کہ وہ ان کو اپنی سرکار و دیار میں
دخیل کئے بغیر نہ رہا۔ چنانچہ پیشوائے سلطنت جیسی اہم خدمت ان کے سپرد کی یہ عہدہ نائب بادشاہ
کی حیثیت رکھتا ہے اور سلطنت میں سب سے بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا۔

میر یون کے پیشوائے سلطنت بننے کے بعد ہی تاریخ دکن میں دو اہم واقعات ظہور پذیر
ہوئے۔ یعنی شہر حیدرآباد کی بنا اور شہدائے کربلا کے نام کے علم مبارک کی اسنادگی۔ اور ان دونوں
امور میں میر صاحب کی دلچسپی کو بھی دخل تھا۔ اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کیا جاسکتا کہ محمد قلی نے
اپنے عقائد میں جو خنکی پیدا کی اور خادم اہل بیت رسول اللہ کا لقب حاصل کیا اس کا سہرا
میر یون ہی کے سر ہے۔ حیدرآباد میں شیعہ عقائد کی عام طور پر ترویج اور عاشور خانوں اور
علموں کا قیام اور دیگر مذہبی مراسم کا آغاز محمد قلی نے سنہ ۱۱۷۱ کے لگ بھگ کیا تھا جس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امور میر صاحب کے عہدہ پیشوائی کے اولین ثمرات ہیں۔

اس پیشوائی کے قیام کے بعد دو سر اہم واقعہ جو پہلے کے ساتھ ساتھ یعنی تقریباً ایک ہی
زمانے میں وقوع پذیر ہوئے شہر حیدرآباد کی بنا تھا۔ اس وقت محمد قلی نے ایک متمدن اور زرقانی
شہر کا جو نقشہ ڈالا اس کے بنانے میں میر یون پیشوائے سلطنت کی رائے بھی ضرور شامل ہوگی۔
چار دینار کی وجہ تعمیر میں تعزیر کو دخل ہو یا نہ ہو اس کا رد فضلہ حضرت امام رضا کی طرح شہر کے
درمیان میں بنایا جانا اور اس کے چاروں طرف بڑی بڑی سڑکوں کی تعمیر حضرت میر یون کا

شورہ ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ اہم واقعہ جس میں میر صاحب نے ذاتی دلچسپی لی یہ تھا کہ شہر کے بازاروں، محلوں، مسجدوں، عاشور خانوں اور حماموں کے ساتھ ساتھ اہل شہر کے لئے ایک پاک صاف قبرستان کی جگہ کا تعین بھی پہلے ہی سے کر لیا گیا۔

اس کام کے لئے میر صاحب نے جس مقام کا انتخاب کیا اس میں کوئی خوبیاں پیش نظر نہیں اس کا تفصیلی بیان ہم نے سوانح میر میں دج کر دیا ہے اس لئے یہاں اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ انہوں نے اپنے صرفے سے اس قبرستان کو چغتائی کی طرح آراستہ کیا اور اس میں کربلائے معلیٰ سے خاک پاک منگو کر بچھوائی۔

میر موسیٰ صاحب اگرچہ بظاہر مولوی اور دیندار آدمی تھے لیکن محمد قلی قطب شاہ اور اس کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں جملہ امور سلطنت انہی کی رائے اور شورے سے انجام پاتے تھے۔ چنانچہ سال ۱۰۱۳ء میں شہزادی حیات بخش کی شادی اور سال ۱۰۱۴ء میں مرزا محمد امین میر جگہ کا تقرر انہی کی رائے سے انجام پایا۔ اس زمانے میں بیرون ہند سے جتنے عالم اور قابل لوگ آتے وہ میر صاحب ہی کی سعی و سفارش سے دربار قطب شاہ میں یار یا بی پاتے تھے۔ چنانچہ علامہ محمد ابن خاتون انہی کا شاگرد اور فیض یافتہ تھا جو بعد کو سلطان محمد کے عہد میں ایران کی سفارت پر بھیجا گیا اور سلطان عبداللہ کے عہد میں شیوائے سلطنت بنا لیا گیا۔

وہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ چنانچہ جب سال ۱۰۱۵ء میں سلطان محمد قطب شاہ پیدا ہوا تو

انہوں نے حسبِ قیاس قطعہ نایخ لکھ کر محمد قلی کے حضور پیش کیا تھا۔

باز عالم ابتداء کا مرانی کردہ است	صد بشیر کا مرانی ہی بروہر خوشبر
دودمانِ ترکمان را خوش چراغی بر فروخت	پرنوٹ ہزارہ بر چرخ می تا بد دگر
رونقِ عز و تنہر سلطان محمد زان است	ہر دو عالم یک صد فائز بہر عالمی ہر
غنائمِ نایخ آں فرخندہ کو ہر غفلت	اول کامل است فیروزی و اقبالِ فطہر
چوں دعا بہ نرس نبی دامنِ ازاں می گویں	سرور عالم شوی در سلِ اقبالِ پدر

معلوم ہوتا ہے کہ اس ہزارہ کی تعلیم و تربیت میں میر مومن نے خاص حصہ لیا تھا جب تو وہ ایسا زاہد و مخلص اور پاک باز بادشاہ ثابت ہوا۔ میر مومن اس کو بہت چاہتے تھے۔ چنانچہ ہزارہ کی ساتھ اس کی شادی انہی کی ایسا سے کی گئی اور محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد سلطان محمد کی تخت نشینی کے وقت بھی میر مومن نے ذاتی دلچسپی اور متعہ دی سے کام لیا تھا۔ میر صاحب کی بقیہ زندگی سے متعلق تفصیلی معلومات ان کے سوانح حیات میں دیجے ہیں یہاں نایخ فرشتہ کا خیال نکال کر دینا ضروری ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے تذکرے کے آخر میں اس کی تین خوش قسمتیوں کا ذکر کرتا ہے جن میں سب سے پہلی اور سب سے اہم خوش قسمتی فرشتہ کی نظر میں یہی تھی کہ میر مومن جیسا متعہ علیہ او ممتاز کل محمد قلی کو ملا تھا جس نے اپنی دانشمندی اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے محمد قلی کے دو غلط فہمیوں کو غلط کیا۔

مرزا محمد امین اصفہانی | شہرستانی الاصل تھا۔ اور بقول علی بن طیفور "ورن انتفا و لیا" وقت

بمذہب ہمارت داشت کہ بیچ کس از بنائے روزگار باوے خیال مساوات بر لوح ضمیر نمی توانست
رگاشت^۱ عرض وہ بڑا عالم و فاضل اور صاحب فہم و فراست تھا۔

جس وقت مرزا محمد امین حیدر آباد آیا ہے تو محمد قلی قطب شاہ کا عہد حکومت ہے حتیٰ ترقیوں کے
لحاظ سے معراج کمال پر پہنچ چکا تھا۔ اور اس کے میر تملک امین الملک الف خاں کو بھی انتقال
کیے ہوئے دو تین سال گزر چکے تھے۔ یہ عہدہ خالی تھا اور یورپ اور شاہد منصرمانہ طور پر یہ خدمت
انجام دینا تھا۔ لیکن بقول تاج قطب شاہی جیسا کہ چاہئے مملکت کا انتظام نہیں ہو رہا تھا اور
محمد قلی کسی قابل آدمی کی تلاش میں تھا۔

اس موقع پر جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے جلایان دربار اپنے اپنے دوستوں اور محسنوں کے لیے کوشش
کر رہے تھے۔ لیکن میر موسیٰ شیشوائے سلطنت نے مرزا محمد امین کو اس خدمت کے لئے منتخب کیا اور
محمد قلی نے یہ فرمائش قبول کر کے اس میں مرزا کو اپنا جگہ الملک اور وزیر مختار بنا لیا۔ اور اس کے لئے
ایک ایسا پیش بہا قلمدان وزارت روانہ کیا جو اعلیٰ درجے کے جواہر سے مرصع تھا۔ ایسا قلمدان اس وقت
کسی بادشاہ نے اپنے وزیر کو عطا نہیں کیا تھا۔ چنانچہ مرزا محمد امین کے بعد بھی یہ قلمدان ہر صفے تک کسی کو
نہ ملا اور آخر کار جب اس میں سلطان عبداللہ قطب شاہ نے محمد قلی کو شریف الملک کا خطاب دیکر

سرخیل بنایا تو کمال مہربانی سے یہی قلمدان اس کو عطا کیا تھا۔

مرزا محمد امین کی سالانہ تنخواہ دو لاکھ ہون یعنی زمانہ حال کے نو لاکھ روپے مقرر کی گئی تھی۔

اور اس مقررہ رقم کے علاوہ موقع بہ موقع بقول تاریخ قطب شاہی ۱۔۔۔

”بالوئے تشریفات شہانہ و اسپان بازین زر و فیلان کوہ سیکر مغرور ممتاز گردید“

جس باتوں سے مرزا محمد امین کو سرفراز کیا جاتا تھا۔ یہ اتنی بڑی قمیں اور اعزاز تھا کہ آج ہندوستان کے دیگر کسی کو بھی شاید نصیب ہو۔ اس سے محمد علی کے جاہ و جلال اور شاہانہ فیاضی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

محمد امین نے خدمت پر فائز ہونے ہی زور دشور کے ساتھ مہمات مملکت کو سرانجام کرنا شروع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے سوری راؤ برہمن جو عرصہ سے بادشاہ کا منہ چڑھاتا تھا اس کی تحقیقات کی زد میں آیا اور تیسرے رقم اس کے ذمے بقایا نکلی۔ اس طرح کئی ہندو عہدہ داروں کا زور کم ہو گیا اور بڑی بڑی قمیں وصول ہوئیں۔ وہ بادشاہ کے مزاج میں بڑا خیل ہو گیا تھا اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ شانہ میں جب ایک رات چند غیر ملکی اوباشوں نے محل بنات گھاٹ میں جبراً داخل ہو کر جلسہ منایا اور دوسرے روز صبح بادشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے غصہ میں آ کر ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی خبر جب اہل حیدرآباد کو ہوئی تو ان کی سالہا سال کی امید برائی کیونکہ وہ غیر ملکیوں کے اقتدار اور غرور سے تنگ آچکے تھے۔ اب انھوں نے کوٹوالی کے ملازمین کے سامنے مل کر خود بھی غیر ملکیوں کو لوٹنا اور تباہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سو آدمی قتل کر دیے گئے

اور تمام شہر میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اس وقت مرزا محمد امین جامدار خانہ عامرہ میں مصروف کار تھا۔ جب اس کو اس بدامنی کی اطلاع ملی تو فوراً محمد قلی کی بارگاہ میں حاضر ہوا بادشاہ آرام کر رہا تھا اور ملازمین درگاہ نے اس کو بیدار کرنے سے انکار کر دیا۔ مرزا محمد امین نے دیکھا کہ جتنی دیر ہوتی جائے گی اتنا ہی زیادہ کشت و خون ہوگا اس لئے آداب شاہی کے خلاف دروازہ کو زور سے کھٹکھٹایا جس کی آواز سے محمد قلی قطب شاہ بیدار ہو گیا اور وجہ دریافت کی۔ مرزا محمد امین نے بڑی عاجزی کے ساتھ حقیقت حال سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ بادشاہ خود اپنی خواہ گاہ کی کھڑکیوں سے بازار کی طرف نظر ڈالے۔ جب محمد قلی نے اس فتنہ و فساد کو دیکھا تو آگ بگولہ ہو گیا۔ چنانچہ علی آقا کو نال پر غائب نازل ہوا اور مرزا محمد امین نے اہل شہر کو سخت سزا دلوائی جن جن لوگوں نے غیر ملکیتوں کو لوٹنے اور قتل کرنے میں حصہ لیا تھا ان کو ہاتھیوں کے پاؤں سے بندھوا دیا گیا اور بہت سے اہل شہر قتل بھی کرا دیے گئے۔

اس واقعہ کے چند ماہ بعد شاہیہ میں مرزا محمد امین نے محمد قلی قطب شاہ کو اپنے محل میں مدعو کیا۔ اور اس دھوم دھام کے ساتھ دعوت کی کہ تاریخیں اس کے بیان میں خاص طور پر مطالب ہیں اس دعوت کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ مرزا محمد امین وہ تمام ترک و خشم اور مال و دولت اپنے بادشاہ کو دکھانا چاہتا تھا جو شاہانہ عنایتوں کی وجہ سے اس کو سات سال کے عرصہ میں حاصل ہوئی تھی اس موقع پر اس نے اپنے تمام محل کو سات رنگ کے دیباے سجایا تھا۔ اور جملہ راستے

غیر گلاب و مشک سے خوشبودار بنائے گئے تھے۔

بادشاہ صبح کے وقت جب اس کے محل میں داخل ہوا تو مرزا محمد امین نے زربفت، اطلس، نخل اور شجر کو پائندہ کر کے اپنی ڈیوڑھی کو رشک گلستان ارم بنادیا۔ بادشاہ کی آمد سے قبل ہی حیدرآباد کے تمام امرا اعیان دولت، سلاحدار اور قدیم الخدمت ملازمین وزیر اعظم کے محل میں جمع ہو اپنی اپنی جگہ پر ٹہرے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے انشا پرداز اور شاعروں نے اس مجلس میں بادشاہ کی مدح میں قصیدے اور مضامین نثر پڑھ کر سنائے جن میں وزیر کو اس اعزاز و افتخار پر مبارکباد دی گئی تھی۔ اس کے بعد ماہرین قصص و سرود نے اپنے اپنے کمال فن کے اظہار سے مجلس کو سرور کیا پھر مرزا محمد امین نے اس سرفرازی کی نذر کے طور پر قسم قسم کی نادر و نیش بہا اشیاء بادشاہ کی خدمت میں پیش کیں۔ مثلاً

(۱) تین عربی نسل کے گھوڑے جن میں سے ہر ایک کی زین اور لگام مرصع تھی۔

(۲) بیس ہاتھی۔ (۳) ایک سونے کا مکہ بند جس میں ۴۲ جواہر چڑے ہوئے تھے۔ (۴) اصف بلور کا ایک گول آئینہ جس کے اطراف جواہر اور آبدار موتی چڑے ہوئے تھے اور جس کا چوکھٹا سونے کا تھا اور اس میں بھی جواہر لگے ہوئے تھے۔ (۵) قرآن شریف اور دوسری کتابوں کی چودہ خوشخط و مظلوم تہب جلدیں (۶) دو عجیب و غریب سنکری غوری (۷) دو ٹوبار ایک اور نفیس کشمیری شال (۸) زربفت، نخل، کتاب، شجر اور اطلس کے چودہ چودہ تحفان

(۹) خوشقانی قابلیتوں کی تئیس جوڑیاں (۱۰) تئیس عدد مند کرمانی خوش رنگ و خوش قماش کافی طویل و عریض (۱۱) چند سونے کی کشتیاں جن میں قسم قسم کے جواہر اور ثنا جہائے غیر تھے۔
(۱۲) ان کے علاوہ اور بہت سے بری اور بھری تھیں۔

اس عالیشان مندر کے بعد دسترخوان چنا گیا جس پر اتنی قسم کے کھانوں، شربتوں، اور میوؤں کے خوان جمائے گئے کہ مورخوں نے لکھا ہے کہ ”تخیلہ نہ گنجد و بشمار نیاید“ یعنی کسی کے قیاس میں بھی نہیں آ سکتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد محمد امین نے بطلہ ندیموں، قصدانوں، شاعروں، اور اہل نغمہ کو جو اس مجلس میں موجود تھے تشریفات فاخرہ سے سرفراز کر کے پچاس ہون انعام عطا کیا۔

اس دعوت کی تفصیل معلوم کرنے کے بعد عہد محمد قلی قطب شاہ کی فراغ بالی اور عیش و کامرانی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بادشاہ نے اپنے میر حلقہ کی پیش کی ہوئی نذر کو پسند کر کے قبول کیا۔ ان اشیاء کی قیمت کا اندازہ ایک سو پچاس ہزار ہون بتایا جاتا ہے۔ نذر قبول کر کے جب بادشاہ واپس ہونے لگا تو ازراہ مرحمت اپنے کندھوں سے زرین چادر نکال کر مرزا محمد امین کو غنایات کی یہ آئینہ دار بجے کی سرفرازی سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زرنگار خلعت ہائے فاخرہ، پانچ ہاتھی اور پانچ عربی گھوڑے بھی جن کی زین اور لگام مرصع تھے، مرحمت کیے گئے اور آخر کار انہار پسندیدگی کے طور پر مرزا محمد امین کے پیش کیے ہوئے گھوڑوں میں سے ایک پر سوار ہو کر

محمد قلی قطب شاہ دولت خاں عالی کو واپس ہوا۔

مرزا محمد امین نے ہمت سلطنت میں کیا حصہ لیا اور کون کون سے کام انجام دیئے ان کے ذکر سے تاریخوں کے اوراق خالی ہیں۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب ۱۱۹۰ھ میں پرتاب شاہ نے بغاوت کی اور بادشاہ نے اس کے فرو کرنے کے لئے مرزا کو متوجہ کیا تو اس نے آسیراؤ کو سپہ سالار بنا کر حیدرآباد سے ایک فوج روانہ کی۔ اور اس کے بعد جب معلوم ہوا کہ یہ بغاوت فرو نہیں ہو رہی ہے تو محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے خود مرزا محمد امین حیدرآباد سے باہر نکلا لیکن وہ بزم آرائی کا جتنا دلدادہ تھا میدان جنگ سے اتنا ہی گریزاں رہتا تھا۔ یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ وہ لڑائی کے لئے نکلا تھا۔ لیکن اس وقت بھی اس نے جس حزم و احتیاط سے کام لیا اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ اس میدان کا مرد ہی نہ تھا۔ چنانچہ جب وہ حیدرآباد سے نکلا تو پرتاب شاہ پر حملہ کرنے کی جگہ قطب شاہی حدود پر جا کر ٹھہر گیا۔ آخر کار جب کت خاں، زبردت خاں، خیرات خاں، اعتبار خاں اور امجد الملک وغیرہ جیسے سپہ سالار اپنی فوجوں کے ساتھ اس کی مدد کے لئے پہنچ گئے اس وقت دستر کے علاقے میں داخل ہو کر چند مقامات پر قبضہ کر لیا لیکن پرتاب شاہ والی دستر نے اتنا بتایا کہ مرزا محمد امین اپنی سرحد میں واپس چلا آیا اور بادشاہ کو اطلاع دی۔ محمد قلی امید ہونے والا شخص نہ تھا اس نے مالک پرت خاں کو ایک فوج کے ساتھ مرزا کی مدد کے لئے روانہ کیا لیکن اس اتنا ہی جب خود محمد قلی کی طبیعت بے حد ناساز ہو گئی تو مرزا محمد امین

لڑائی کا خیال ترک کر کے حیدر آباد چلا آیا۔ اس کے بعد تو محمد قلی کا انتقال ہی ہو گیا۔ اور سلطان محمد تخت نشین ہوا۔ میر علی کی ناکام واپسی اس نوجوان بادشاہ کی ناخوشی کا باعث ہوئی۔ اور اس کے علاوہ نہ معلوم اور کیا اسباب ہوئے کہ مرزا محمد امین خود کو محفوظ نہ پا کر سلطان محمد قطب شاہ کی خدمت میں حضرت کی درخواست پیش کی۔ وہ تو پہلے ہی سے ناراض تھا فوراً درخواست قبول کر لی لیکن اپنی نیک نفسی کی وجہ سے مرزا محمد امین کو اپنے پورے مال و متاع کے ساتھ حیدر آباد سے چلے جانے کی اجازت دے دی بلکہ ویش ہزار ہون او بھی اپنی طرف سے خرچ راہ کے لئے عطا کئے۔ برہان آثار میں لکھا ہے کہ :-

”فتورے در مرتبہ استقلال خود مشاہد نمود از روی حرم و عاقبت اندیشی انتہائی
خدمت کردہ استدعاے حضرت مراجعت بوطن مالوف نمود۔ اما از قریب ہمت بلند نظر
بمال و منال او نگردند“

اسے اس کا اسکان ہے کہ مرزا محمد امین محمد قلی قطب شاہ کی جائیشی کے مسئلے میں میر یون کا ہم خیال نہ ہو۔ کیونکہ بادشاہ کی نازک حالت کی خبر سنتے ہی اس کا میدان جنگ چھوڑ کر حیدر آباد چلا آنا اور پھر سلطان محمد کی تخت نشینی میں میر یون صاحب کا غیر معمولی دلچسپی اور استعداد سے کام لینا ظاہر کرتا ہے۔ ان کو نظر و رکوعی اندیشہ تھا۔ ورنہ ہر تاریخ میں اس واقعہ پر زور نہ دیا جاتا۔ اور ایک بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ اس تخت نشینی کے واقعات میں کہیں مرزا محمد امین کا نام نہیں آتا۔

۳۷ گلزار آصفی صفحہ ۳۰ - ۳۸ حدیقۃ السلاطین ورق ۱۸۲

یہ عجیب بات ہے کہ بالکل اس طرح کا واقعہ سلطان محمد کے پیشرو محمد قلی قطب شاہ کی
 تخت نشینی کے وقت بھی پیش آیا تھا جب کہ ابراہیم قطب شاہ کا وزیر مختار میر شاہ میر اپنے
 وطن کو بھیجا دیا گیا تھا۔

محمد امین ربیع الاول ۱۰۲۱ھ میں بہت بڑا خزانہ لے کر نکلا اور سیدھا بیجا پور کا رخ کیا لیکن
 ابراہیم عادل شاہ حکمران تھا جس نے اپنی ایک حلیف سلطنت کے معزول میر حملہ کو
 اپنے یہاں معز و ممتاز کرنا سیاسی مصلحت کے خلاف سمجھا جس کی وجہ سے مرزا محمد امین کو
 مجبوراً ایران کا سفر کرنا پڑا۔ وہاں شاہ عباس کی خدمت میں اس نے اپنے حیدر آبادی خزانے
 میں سے ایک لاکھ روپے کے ہواہرات بطور نذر پیش کئے لیکن وہاں بھی اس کی وہ قدر
 و منزلت نہ ہو سکی جو محمد قلی جیسا لکھ لٹ بادشاہ ہی کر سکتا تھا۔ آخر کار دوبارہ ہندوستان
 آیا اور ۱۰۲۳ھ میں جہاں گیر بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہو کر حیدر آباد سے کمائی ہوئی
 دولت میں سے سچا س ہزار روپے نذر دیے۔ جہاں گیر اس کے ساتھ ہربانی سے پیش آیا۔
 اور شاہ جہاں کے عہد میں وہ پنجپوری امیر اور منیر بخشی بنا دیا گیا۔ آخر کار ۱۰۴۶ھ میں
 فالج و لقوہ سے انتقال کیا۔

مرزا محمد امین کو شعر و سخن کا بھی بڑا اچھا ذوق تھا۔ اس کے متعدد شعر حدائق السلاطین میں
 بطور نمونہ نقل کیے گئے ہیں۔ اس کی طبیعت میں شان و شوکت اور نزک و احتشام کی بڑی

صلاحیت تھی۔ حیدرآباد کے قیام کے زمانے میں اس نے ندی کے کنارے ایک عالی شان باغ بنایا تھا جو عرصے تک باقی رہا اور اس کے چلے جانے کے بعد شاہی تفریح گاہ اور سلطنت کے بہترین ہمان خانے کے طور پر کام آتا تھا۔ یہاں باغ اب تک حیدرآباد میں موجود ہے اور اس میں اب زمانہ ہسپتال یا زچہ خانہ بنا دیا گیا ہے۔ کتاب مآثر دکن میں اس کو سہواً الملک الف خاں کا بنایا ہوا قرار دیا گیا ہے۔ تاریخ حدیقۃ السلاطین میں اس باغ کی بڑی تعریف کی گئی ہے چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے:

”باغ میرزا محمد امین میرجلہ ماضی کہ قوطۃ است از بہشت بریں“

ایک اور جگہ نظام الدین احمد اس باغ کو شہر حیدرآباد کے بہترین مقامات میں سے قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے۔

”باغ میرزا محمد امین میرجلہ ماضی را کہ بہترین مقامات و منازل دارالسلطنت است۔“

یہ باغ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد تک ایسا آراستہ و پیراستہ تھا کہ اس سے بہتر تفریح کا مقام شہر میں کوئی نہ تھا۔ چنانچہ جب شاہ جہاں نے ۱۶۲۸ء میں شیخ مجی الدین پیرزاوہ اجپن کو لمپی بنا کر حیدرآباد روانہ کیا تو عبداللہ نے اس کو اسی باغ میں فروکش ہونے کا حکم دیا۔ اور اسی طرح اسکے ایک عرصہ بعد جب ۱۶۵۸ء میں شاہ ایران کا سفیر امام قلی بیگ

۱۷ دیکھو صفحہ ۱۷

۱۸ دیکھو صفحہ ۶۲

۱۹ دیکھو صفحہ ۱۳۳

شاملو حیدر آباد آیا تو پھر عبداللہ قطب شاہ نے اسی باغ کو اپنے اس مہمان کی قیام گاہ بنائے
حکم دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ باغ اور اس کی عمارتیں ایسی اعلیٰ پایہ کی تھیں کہ
جب کبھی کسی بڑی سلطنت کا ایلچی آتا تو اس کو وہیں ٹھہرایا جاتا۔ غرض محمد قلی قطب شاہ
نے اپنے اس ایرانی وزیر اعظم کو جس کیشمال و دولت سے سرفراز کیا تھا وہ بالکل بیکار نہیں گئی۔
کیونکہ اس دولت میں سے کچھ نہ کچھ رقم تو اس میر حملہ نے حیدر آباد ہی میں امین باغ کی
تزیین و آرائش میں صرف کی۔ اور اس طرح محمد قلی کے جانشین مدت دراز تک اس باغ سے
منفقید ہوتے رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس باغ کی بہار اب تک باقی ہے جب کہ خود محمد قلی
قطب شاہ کی نسل بھی دنیا سے نیست و نابود ہو چکی۔

بعض غیر ملکیوں پر پختا ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سپرنٹی کی ایسی اعلیٰ مثالیں دیکھ کر یہ نہیں سمجھا
چاہئے کہ محمد قلی قطب شاہ ان کے ساتھ اندھا دہند رعایت کیا کرتا تھا۔ اس نے جہاں ملکیوں
اور بیہوشوں کے ساتھ ان کی بے وفائیوں کی وجہ سے خراب برتاؤ کیا، ایرانیوں اور غیر ملکیوں
کو بھی اپنی سیارت کے تحت برابر سزا دی۔ وہ صحیح معنوں میں ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر اور
سیاست دان تھا اور جس کی لے اس کی ذات کے خلاف سازش یا اس کی حکمت عملی اور اس کے
قانون کی خلاف ورزی کی وہ اپنے کپڑے دار کو پہنچا۔ سنیوں کی ناقدری یا سنی امر و عدم
کو اس کے بھائیوں کے ساتھ مل کر بغاوت کرنے کی پاداش میں جو سزائیں دی گئیں ان کا

تذکرہ نوگز چکا ہے۔ اس لئے یہاں صرف ایسے چند واقعات کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے جن سے معلوم ہوگا کہ اس نے ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے ساتھ ہر وقت ہمت اور زور کا برتاؤ نہیں کیا۔

اس قسم کے ایک واقعہ کا ذکر ابھی نزار محمد امین کے بیان میں گزر چکا ہے۔ یعنی جب چند غیر ملکی لوگ اس کے محل بنات گھاٹ میں اجازت کے بغیر داخل ہو کر بے ادبی فریب ہوئے تو اس نے ان کو سزا دینے کے احکام جاری کئے جن کی بنا پر تقریباً سو ایرانی اور غیر ملکی مار ڈالے گئے اور بہت سے لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔

دوسرا واقعہ رستم خاں کو بے عزتی کے ساتھ قطب شاہی لشکر سے نکلوا دینے سے متعلق ہے۔ شخص نیا نیا حیدر آباد آیا تھا اور سزا میں جب وٹکٹ پتی کے مقابلے کے لئے فوج روانہ کیا جا رہی تھی تو اس نے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں ایسی باتیں بنائیں کہ بادشاہ نے اس کو پہلا لار بنا دیا لیکن جب لڑائی کے میدان میں وہ مخالفین سے ڈر کر بھاگ نکلا تو محمد قلی نے اس کے چہرے کو رنگ کر اور زمانہ لباس پہنا کر قطب شاہی سرحد سے باہر نکلوا دیا۔

علی بن عسکریٰ طباطبائی بھی ایک اور شہورادہ اور مورخ تھا اور نذر گ کے محاصرے کے وقت ۹۸۵ء میں ایران آکر محمد قلی قطب شاہ کا ملازم ہوا تھا۔ لیکن بعد کو

یہ معلوم کیا واقعہ پیش آیا کہ محمد قلی کی سرپرستی سے محروم ہو گیا اور نظام شاہیوں کی ملازمت اختیار کر لی۔

اس قسم کا سب سے اہم واقعہ امیر شاہ میر کی برطرفی سے متعلق ہے۔ یہ امیر سلطان محمد قطب شاہ کا وزیر مختار اور نہایت وفادار دوست تھا۔ اور محمد قلی قطب شاہ ہی اس کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ چنانچہ اس کی تخت نشینی کے بعد جب امیر تلدرگ سے آیا ہے تو بادشاہ اس کے استقبال کے لیے نکلا اور احترام کے خیال سے گھوڑے پر سے اتر گیا۔ بعد کو اس کی لڑائی سے بڑی دھوم دھام سے شادی بھی کی۔ لیکن آخر میں امیر شاہ میر سرور دغاب ہوا اور اس کو سلطنت سے باہر بھجوا دیا گیا۔ اس کے اباب وغیرہ آئندہ محمد قلی قطب شاہ کی شادی کے بیان میں درج ہیں۔ یہ شادی بھی محمد قلی کے اعلیٰ تدبیر کا پہلا کارنامہ ہے کیونکہ امیر شاہ میر کی لڑائی اس میں محمد قلی کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی اور جب سخت و اتفاق سے حسین قلی کی جگہ محمد قلی تخت نشین ہو گیا تو اس نے امیر شاہ میر کو اپنا طرفدار بنالینے کے لیے خود ہی اس کی لڑائی سے شادی کر لی۔

دکن کی محبت | ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے تعلقات کے تذکرے میں اس امر

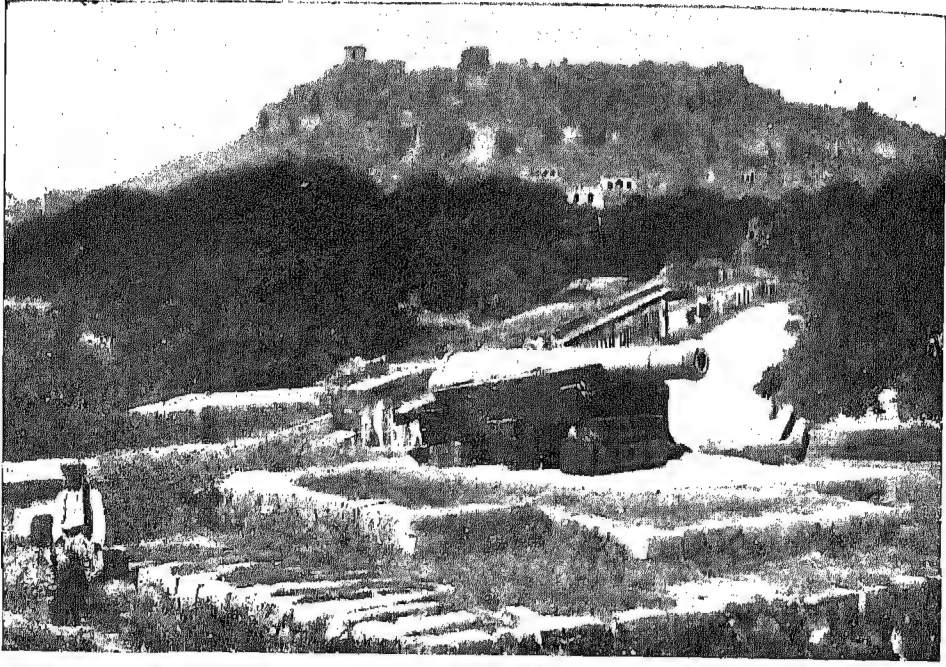
کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سیاسی حالات اور مجبوریوں کو چھوڑ کر باقی تمام معاملات میں محمد قلی قطب شاہ ایک ٹیٹ و کنی حکمران تھا۔ وہ اور اس کا باپ ابراہیم دونوں دکن میں

پیدا ہوئے تھے اور محمد قلی نے تو پوری طرح کئی لباس اور وضع قطع اختیار کر لی تھی۔ اگر اس کے والد چچا اور دادا کی تصویروں سے اس کی تصویر کا مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کا حلیہ اور لباس اس کے پیشرووں سے کتنا مختلف تھا۔ وہ پہلا قطب شاہی حکمران تھا جس نے ڈاٹھی بندوائی تھی۔ وہ اہل دکن کی طرح کاندھے پر چادر اوڑھتا تھا اور ایرانی وضع کے کوٹوں، بنچوں اور شملوں کا استعمال چھوڑ کر اپنے ملک کی آب و ہوا کے مطابق ہلکے پھلکے اور ہمیں کپڑوں کے لباس کی ترویج کی طرف مائل تھا۔

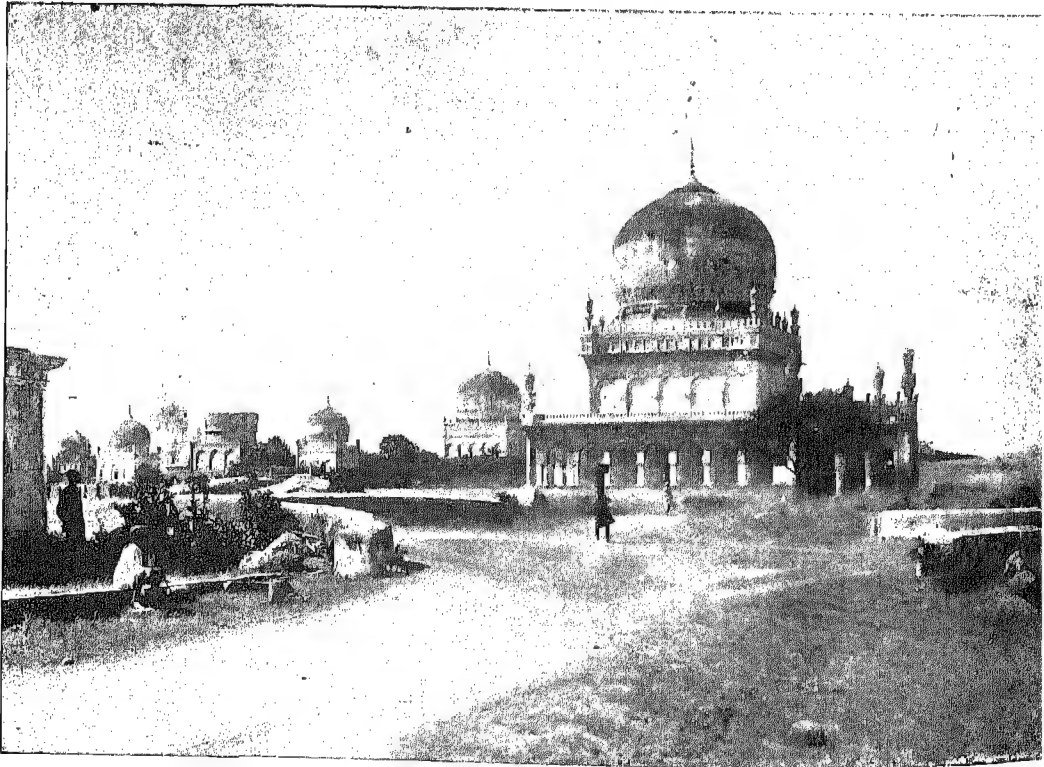
وہ دکن کو اپنا ملک اور وطن سمجھ کر اپنے کلام میں جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے۔ اگر ماہ نامے کی روایت صحیح ہے تو اس کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی تھی۔ اور ایسی صورت میں تو دکن اور تلنگانہ سے اس کو خونی بھی محبت ہوتی کم تھی۔ اگرچہ اس کا تلنگی کلام ایک دستیاب نہ ہوا لیکن اس کے اردو اشعار میں چند تلنگی لفظ مثلاً دُر را آقا، ایم رے ایم دیکھا ہے کیا) موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تلنگی بول چال سے واقف تھا۔ اس نے متعدد اشعار میں دکن کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں نہیں سولہ یا کھوئی سکی کوں دیکھت میں سدھو بیا دکھن میں
بھونیک میا سینے اپن دیتا قطب کوں دکن سیوں نبی کانت چرن جب لک ہے تن میا جیا
سوارہ اماں مدو ہے قطب کوں اسی تھے یوسا را دکن ہے نتائج

نبی صدقے ترکماں کوں بیاتھے دیتے دکن کی شاہی بختیں خاص
 اسی طرح کلیات محمد قلی کی تین نظمیں فتنہ دکن (صفحہ ۳۲۱) - ایک سنگن (صفحہ ۳۲۲)
 اور دکن کی پتلی (صفحہ ۳۲۳) ظاہر کرتی ہیں کہ اس کو اپنے وطن سے کتنی محبت تھی۔
 اسی طرح حیدرآباد کی آبادی اور تہواروں کے ذکر میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ کس طرح
 وہ اپنے ملک کو آباد اور خوشحال دیکھنا چاہتا تھا۔ اور اہل ملک کی ترقی اور فارغ البالی کے
 لیے وہ کیا کیا جتن کرتا تھا اس کا ایک شعر ہے یہ
 مرا شہر لوگاں سوں معمور کر رکھیا جوں توں دریا میں مین یا سمیع
 یعنی اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اسی طرح معمور کر دے جس طرح تو نے
 دریا میں مچھلیاں بھردی ہیں۔



میمنہ قلی قطب شاہ کے وطن گولکنڈہ کا عام منظر



میمنہ قلی قطب شاہ کے اہل خاندان کے مقابر (گولکنڈہ)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عالم و فاضل ہونے کے علاوہ اچھا متقرر اندیم اور ظریف بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان ابراہیم نے اس کو اپنا میر محلہ بنا کر اکثر جماعت سلطنت میں اس سے کام لیا تھا۔ عظیم فضل اور آداب مجلس کے علاوہ وہ بہادری اور سپہ سالاری میں بھی ممتاز تھا۔ اور ساتھ ہی وفادار ایسا تھا کہ نازک سے نازک موقعوں پر بھی ابراہیم قطب شاہ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ چنانچہ برہان ماثر میں اس کی وفاداری اور رفاقت کا ایک دلچسپ واقعہ درج ہے جس کو مورخ نے شاہ میر کی زبان سے سنا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک وقت جب ابراہیم کی فوج نظام شاہیوں سے شکست کھا کر بھاگ نکلی اور قطب شاہی خیمہ و ترگاہ پر اچھڑ کر والوں کا قبضہ ہو گیا تو ابراہیم قطب شاہ کو بھی مجبوراً راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اس وقت شاہ میر کے سوا اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا اور بادشاہ اپنے ملازموں اور دونوں کی بیوفائی پر بہت ناسف کر رہا تھا۔ اثنائے گفتگو میں اس نے شاہ میر سے کہا :-

”اے گروہ کہ با عہد و ثباتی را بنقض بہان و نفاق بدل ساختند یا شامت خلف ایمان
بر روزگار شاں عالم نخواہد شد“

شاہ میر نے دلیری سے جواب دیا :-

حالیہ آں با عہد شدہ۔ روز نور را ازین ورطہ بکنار باید کشید۔ مبادا کہ بوفات

آں گرفتار جویم۔ (برہان ماثر صفحہ ۴۵۲)

اے چنانچہ شاہ میر کہتا ہے کہ ”در روز فرا قطب شاہ از پادہ نظرسپاہ از جلوہ قمریان در گاہ جز سن دیگرے با
قطب شاہ ہم عمان و ہمدرد نمود“ (برہان ماثر صفحہ ۴۵۲)۔

شاہ میر کی سفارتیں

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جب نظام شاہ اودگیر میں قیام پذیر ہوا تو ابراہیم قطب شاہ نے میر شاہ میر کی کو سفیر بنا کر اس کے یہاں روانہ کیا تاکہ آئندہ دونوں سلطنتوں میں صلح و اتفاق قائم ہو جائے۔ جب نظام شاہ کو شاہ میر کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے سرداروں مثلاً چنگین خاں، خان زماں، جمشید خاں، خداوند خاں، اور بھری خاں وغیرہ کو ساتھ لے کر اپنے شکر سے باہر آیا اور اس قطب شاہی سفیر سے ملاقات کی۔ آخر کار میر شاہ میر اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کر واپس لوٹا۔

ایک اور دفعہ بھی شاہ میر کو نظام شاہ کی بارگاہ میں سفارت کی خدمت انجام دینی پڑی۔ چنانچہ برہان آثر میں لکھا ہے کہ جب نظام شاہ بالاپور پہنچا تو ابراہیم قطب شاہ نے شاہ میر کو شاہانہ منہجوں کے ساتھ اس کے یہاں روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر قطب شاہ کی تائید میں نظام شاہ قلعہ بیجا پور پر حملہ کرے گا تو ہنزہل میں پانچ ہزار ہون بطور ہفتہ خرچ کے ادا کئے جائیں گے اور اسی طرح بیجا نگر کی طرف سے ساتھ لاکھ ہون نفل بہا کے طور پر دلوائے جائیں گے۔

شاہ میر کی فتوحات

یہ تو سفارت کی خدمات کا ذکر تھا۔ شاہ میر کی بہادری اور سپہ سالاری کے سلسلے میں صرف اس واقعہ کا ذکر کافی ہے کہ جب ابراہیم قطب شاہ قلعہ کوٹہ میر فتح کرنے کے لئے شاہ میر کو روانہ کیا تو اس نے حیدری اور حنی توپوں سے اس قلعہ پر اتنا سخت حملہ کیا کہ فیصل ٹوٹ گئی

اور ایک جدا حصہ ۹۰۰ میں یہ قلعہ قطب شاہیوں کے قبضہ میں آگیا۔ شاہ میر تقی میر براج داماد رام راج کو قید کر کے اپنے ساتھ سلطان ابراہیم قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں لے آیا اور عواطف خسروی سے سرفراز ہوا۔ اس کا بیابی کے بعد سلطان ابراہیم نے شاہ میر کو نذرگ کے محاصرہ کے لئے بھیجا۔ اس وقت اس کے ساتھ دس ہزار جوارو اوروں کی فوج روانہ کی گئی تھی۔ اور اس فوج نے شاہ میر کی سرداری میں بڑی دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا چنانچہ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے :-

”دیران شکر قطب شاہی درآں روز داور موی و دلاوری دادہ رانان تنیم داتاں رانمخ

ساختند۔ و چند مرتبہ بھلے مرانہ تیر تفرقہ در صغوف پایہ کینہ خواہ عادل شاہ انداختند

اسی طرح بجا پوری فوجیں شکر ت پر شکر ت کھانے لگیں نواب انھوں نے اس امر کی کوشش کی کہ

نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں میں پھوٹ ڈال دی جائے۔ چنانچہ سید مرتضیٰ امیر الامراء نظام شاہی کو انھوں نے ہموار کر کے قطب شاہی فوج کو دھوکے سے سے نبھا کر لے کا معاہدہ کر لیا۔ لیکن شاہ میر بھی غافل نہیں تھا۔ اس کو اس خفیہ معاہدے کی اطلاع مل گئی۔ اس نے بھی جوابی کارروائی کی اور فوراً

امراء سے بجا پور سے مراسلت شروع کر دی اور بہت جلد سید مرتضیٰ کی طرف سے ان کے دل میں شبہات پیدا کر دیئے۔ اس کے بعد وہ سید معاہدہ سید مرتضیٰ کے خیمہ میں پہنچا اور خلوت میں لیجا کر اس معاہدہ معاہدہ کا حال دریافت کیا۔ سید مرتضیٰ کو مجبوراً سب باتیں کہنی پڑیں۔

اس وقت شاہ میر ہی کی فرست وند بر تھا جس نے سید مرتضیٰ کو بیجا پوریوں سے دوبارہ
تڑوا لیا۔ چنانچہ مورخ لکھتا ہے کہ ۱۔

”چوں سید شاہ میر حسین تغریرو لطف کلام شہور و معروف و عام بود موعے تدبیر و تمنا
رابعیارات و پذیر خاطر نشان سید مرتضیٰ خود و خامت و ندامت عاقبت آں را بدلائل
دراہین مبین و مہرین ساخت تا سید مرتضیٰ از معاہدہ اعدا پشیمان گشتہ بہ تجدید عہد و پیمان
شاہ میر و قطب شاہ پرداخت“

غرض ادھر میدان جنگ میں شاہ میر ابراہیم قطب شاہ کی حکمت علی پر کار بند ہو کر نظام شاہیوں
کو اپنے موافق رکھنے کی ترکیبیں کر رہا تھا کہ ادھر گوکنڈہ میں خود ابراہیم قطب شاہ نے میدان ہستی کو خیر باد
کہا۔ اور اس کا دوسرا لڑکا محمد قلی تخت نشین کر دیا گیا۔ اگر ابراہیم کے انتقال کے وقت شاہ میر گوکنڈہ میں
موجود رہتا تو کیا تعجب کہ ابراہیم کا بڑا فرزند حسین قلی قطب شاہی تخت و تاج کا مالک ہوتا کیونکہ شاہ میر نے
اس کو ولی عہد سلطنت سمجھ کر اپنی لڑکی اس سے منسوب کر دی تھی۔

شاہ میر کی گوکنڈہ کو	بہر حال وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ نے تخت نشین ہوتے
واپسی اور محمد قلی سے	ہی پہلا کام یہ کیا کہ اپنے باپ کے پرانے رفیق کار و فریر مطلق اور پر سالار
ملاقات	میر شاہ میر کے یہاں ابراہیم قلی کے انتقال اور اپنی تخت نشینی کی اطلاع

روانہ کی۔ یہ دونوں خبریں اس بوڑھے مدبر اور میر جگہ کے لئے غیر متوقع تھیں۔ وہ بہت پریشان ہوا۔ چنانچہ علی بن عزیز اللہ طباطبائی جو اس کا دورت تھا اور اس واقعہ کے چند روز بعد ہی اسی میدان جنگ میں شاہ میر سے اس کی دوستی ہوئی تھی لکھتا ہے کہ:-

”ایں خبر در مقام ناند گام نزدیک قلعه ندرگ بہ شاہ میر رسیدہ موجب از یاد ہوا و خوف

و ہراسش گردید“ (ج - ۳ صفحہ ۵۲۸)

لیکن شاہ میر بڑا عقلمند اور فیرس تھا اس نے سید مرتضیٰ اور دیگر امراء نظام شاہی سے مواضع و وفات کا عہد و پیمان لے کر سیدھا گوکنڈہ کا رخ کیا۔ اور اپنی روانگی سے قبل نظام شاہیوں کی طرف سے میرک معین بنہرواری اور خواجہ محمد سمنانی کو مراہم تخریب اور مبارکباد جلوس ادا کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ اس سفارت سے شاہ میر کا ایک مقصد یہ بھی ہو گا کہ یہ لوگ نئے بادشاہ کو میدان جنگ میں شاہ میر کی اعلیٰ خدمات سے آگاہ کریں۔ بہر حال ان کے پہنچ جانے کے بعد خود شاہ میر بھی گوکنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ حوالی گوکنڈہ میں پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے نام خیل و سپاہ کے ساتھ باہر نکل کر اس کا استقبال کیا اور قریب پہنچنے کے بعد گھوڑے سے اتر کر سپاہ چلتا ہوا شاہ میر سے پہلے گھیر ہوا۔ اس کے بعد جب قلعه گوکنڈہ میں داخل ہوئے تو خلعت خاص عنایت کر کے جلالہ امور سلطنت کا اس کو مختار یعنی میر ملہ بنا دیا اور ہر معاملے میں اس کی رائے و مشورہ پر عمل کرنے لگا۔

یہ سب اصل میں محمد قلی کی شاہانہ تدبیر و فراست تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شاہ میر فطرتاً جاہل قلی کا طردار ہے۔ اور اگر اس وقت وہ ناراض ہو جائے تو اس کی بادشاہت میں خلل ڈال سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب شاہ میر نے رائے دی کہ محمد قلی کو نفیس نفیس میدان جنگ میں نکلنا چاہئے تو وہ بخوشی گولکنڈہ سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو گی کہ میدان جنگ میں گولکنڈہ کی بہت بڑی فوج مصروف پیکار تھی اور محمد قلی اپنی اس اہم فوج کی باگ خود اپنے ہی ہاتھوں لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کے باپ کی بھی ہوئی یہی فوج اس کی مخالفت اور حین قلی کی موافقت کے لیے بھی آمادہ کر لی جاسکتی تھی۔

محمد قلی کے محاصرہ نلدرگ اور پھر گولکنڈہ کو واپسی کے حالات پہلے بیان کیے جا چکے ہیں اس سفر میں شاہ میر نے محمد قلی کو اپنا دوست بنانے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ اس کے مخالفین اور خاص کر امرائے بیجا پور نے بہت کوشش کی کہ محمد قلی قطب شاہ اس سے بدظن ہو جائے اور نلدرگ کے محاصرے میں جو ناکامی اور ندامت ہوئی تھی اس کا باعث شاہ میر ہی کو قرار دیا جائے۔

شاہ میر کی دختر سے | گولکنڈہ واپس ہونے کے بعد محمد قلی قطب شاہ نے شاہ میر کے ساتھ اپنے تعلقات اور زیادہ استوار کرنے کے لئے اس کی لڑکی سے جو

شادی

اصل میں اس کے بڑے بھائی حسین قلی سے شوب تھی ۹۹ میں بڑی دھوم دھام سے

شادی رچائی۔ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے :-

”قطب شاہ چون بہت قدر سلطنت خود رسیدہ برسد کامرانی تکیہ فرمودہ مخدومہ جملہ سعادت
مید شاہ میراکہ نامزد برادر بزرگش بود خطبہ نمودہ طے بادشاہانہ ترتیب دادہ والو
مسرت و حضور پر روے آشنا و بیگانہ کشاد“ ب۔ ہ۔ صفحہ ۵۳۵

”تا بیچ قطب شاہی اور بعد کی تاریخوں میں اس شادی کے تفصیلی واقعات درج ہیں۔
جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مہینے تک اس کے جشن منائے گئے۔ اور دعوتیں ہوتی رہیں مہجوں
نے نیک ساعت دیکھ کر عقد نکاح کی تاریخ اور وقت مقرر کیا۔ جس کی بنا پر اصحاب علم و فضل
جمع ہوئے اور مجلس نکاح منعقد ہوئی۔ جن کے اختتام پر بادشاہ نے شادی کی مسرت میں بڑی
دیباہی کے ساتھ اعیان و ارکان اور جملہ خدم و خشم کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا اور مقربان
خاص کو شاہانہ خلعتیں اور مناصب ارجمند و کیران کے اعزاز میں اضافہ کیا۔

شاہ میر برغائب لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس شادی کے بعد بھی محمد قلی کو شاہ میر کے حرکت
وسکنت پر اطمینان نہ ہوا۔ وہ اتنا ہوشیار اور فرس اور با اقتدار تھا کہ محمد قلی اس سے ہمیشہ چوکتا
رہتا۔ یوں بھی امیر شاہ میر کے بہت سے مخالف اور حاسد تھے جو برابر اس کی ٹوہ میں لگے ہوئے
تھے۔ اور بادشاہ کو اس سے بدظن کرتے رہتے تھے۔ آخر کار وہ اپنے مقصد میں اتنے کامیاب
ہو گئے کہ بقول صاحب برہان مآثر شاہ میر کی طرف سے ایک جلی خط امراء عادل شاہی نام

لکھ کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں پیش کیا مورخ لکھتا ہے۔

”دریں اثنا جیسے از حساد کہ بامیر شاہ میر در مقام عناد پوزند فرصت یافته در بیج مادہ
فتنہ و فساد سعی نمودند و مکتوب مزور از زبان شاہ میر بامراء پیاہ عادل شاہ
محتوی بر ترغیب و تحریص بجماریہ و اظہار اتفاق غریباں بایشان دریں منازعہ
ساختہ بنظر قطب شاہ درآوردند تیرہ تدبیر بآب فساد و عناد ہدف مراد
رسیدہ دیدن آن کتابت موجب تغیر مزاج قطب شاہ بر شاہ میر کہ رکن اعظم
آن دولت بود گردید۔ و بسبیل انتہال بگرفتار آن سید عظیم المثال مثال راہ

شبیوہ ثانی و ثانی در آن قضیہ عملی دریاورد“ (ج - م صفحہ ۵۲۶)

افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخ میں اس جعلی خط کے واقعہ کی طرف کوئی اشارہ بھی
نہیں کیا گیا۔ چونکہ برہان مآثر کا مصنف میر شاہ میر کا بہت دوست تھا اس لیے اس کے بیان
پوری طرح بھروسہ کرنا مشکل ہے جب کہ اس امر کا امکان موجود ہے کہ شاہ میر نے محمد قلی کی
کسی بات سے ناراض ہو کر اس کے خلاف امرائے عادل شاہی سے ساز باز کرنی چاہی ہو۔
چونکہ وہ اس سے قبل دوسرے حالات میں اسی قسم کی سیاسی چالیں چل چکا تھا اس لیے
ممکن ہے کہ اب بھی کوئی ایسی ہی ترکیب کی ہو۔ ورنہ محمد قلی قطب شاہ اپنے خسر اور مقتدر
میر جگہ کو محض شک و شبہ پر گرفتار کر کے قید نہ کر دیتا۔ اور اگر شاہ میر واقعی بے قصور تھا تو

اس کی گرفتاری کا سبب خود محمد قلی قطب شاہ کی سیاست و تدبیر ہو گا۔ یعنی شاید وہ اپنے حریف سلطنت حسین قلی کے قدیم طہ فدار کے کھٹکے سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ بہر حال اس اہم واقعہ کا ذمہ دار بادشاہ اور وزیر دونوں میں سے کوئی ایک ضرور تھلا۔ محض حاسدوں کی سازش کی وجہ سے محمد قلی ایسا قدم نہ اٹھاتا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ برہان مآثر کے بیان کے مطابق شاہ میر کی گرفتاری کی خبر سن کر قطب شاہی فوج بدول ہو گئی اور عادل شاہیوں کے مقابلے میں امیر زبیل کو تنہا چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ علی بن عزیز اللہ کے بیان سے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شاہ میر کے زوال میں دکن کے ویریتہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑے کو بھی دخل تھا۔ چونکہ شاہ میر زیادہ تر اجنبیوں اور غریبوں (غیر ملکیوں) کی قدر و منزلت کرتا تھا اس لئے اہل ملک کا اس کے خلاف ہو جانا ضروری تھا۔ اور جب ان کی سیاست کی وجہ سے شاہ میر شکست کھا گیا تو قطب شاہی فوج میں جتنے غیر ملکی لوگ تھے وہ سب برخاستہ خاطر ہو گئے کیونکہ شاہ میر کی حکمرانی علی کی وجہ سے قطب شاہی فوج میں ایسے ہی لوگوں سے معمور تھیں چنانچہ مورخ کہتا ہے :-

”چون خبر رفتن شاہ میر صافی ضمیر دشکر منتشر شد ز زلزل در اساس صبر و تحمل غریباں کہ

روے ز زلزلہ سپاہ قطب شاہ بودند راہ یافتہ پائے ثبات و قرار شاں از جامے بر وقت

..... چون اکثر دلیران سپاہ قطب شاہ غریب بودند و اگر رفتن میر شاہ میر

پریشان خاطر..... در دفع اعدا سی نمودند (ج ۴ - ۵۳۶)

عجیب بات یہ ہے کہ قطب شاہی تاریخیں میر شاہ میر کے انجام سے متعلق خاموش ہیں البتہ تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے چند ماہ بعد شاہ میر کو معاف کر دیا لیکن ایسے شخص کا گو لکندہ میں رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ اس لئے نوجوان بادشاہ نے حکم دیا کہ ضروری مال و اسباب کے ساتھ کشتی میں سوار کر کے شاہ میر کو اصفہان روانہ کر دیا جائے جو اس کا وطن تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ شاہ میر سفر کی صعوبت برداشت نہ کر سکا اور کشتی ہی میں بیمار ہو کر انتقال کر گیا۔ فرشتہ کے الفاظ ہیں :-

”بعد از چند ماہ از سرگناہ او گزشتہ حکم فرمود کے اور کشتی سوار کردہ با موال و اسباب

ضروری باصفہان کہ وطن مالوش بود روانہ سازند و شاہ مرزا کشتی بیمار شد و پیش از آنکہ

بنزل مراد رس فوت شد۔“ فرشتہ بطبع نول کشور ۱۸۸۵ء جلد دوم صفحہ ۲۷۱-۲۷۲

میر شاہ میر کی دختر کا جس سے محمد قلی قطب شاہ نے اس تزک و احتشام کے ساتھ شادی کی تھی اور جو اصل میں اس کی ملکہ تھی کو فی حال معلوم نہ ہو سکا۔ تاریخیں اس بارے میں اتنی ساکت ہیں کہ محمد قلی کی حیات میں اس ملکہ کا عدم وجود برابر معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ لڑکی بھی شاہ میر کے ساتھ ایران روانہ کر دی گئی ہو۔ کیونکہ محمد قلی تو عام روایت کے مطابق ایام شہزادگی ہی سے بھاگ نئی پر قریب تھا۔ اور اس کے والد ابراہیم قلی قطب شاہ نے

بڑی کوشش کی تھی کہ اس کا دل اس باکمال رفاقت کی طرف سے ہلٹ جائے اور ان حسین
دوشیزاؤں میں سے کسی پر مائل ہو جائے جو نوجوان نهنزادہ کا دل پہلانے کی خاطر اس کے
محل میں مختلف محالک سے بلوا کر جمع کر دی گئیں تھیں۔ لیکن محمد قلی تو بقول دہجی اس خیال
پر اڑا ہوا تھا کہ

یک ٹھائیں پہلی مرزا دل دوچے پرنا دہنا اُس پیو کوں اپنا کرنا اس پانی جو کوں کھوے کر
یعنی اس پہلی ایک ہی پرنا چاہیے اور دوسرے کو دل نہ دینا۔ کسی طرح اسی
محبوب کو اپنا بنا لینا چاہیے خواہ اس میں اپنے پانی جی کو کھو دینا ہی کیوں نہ پڑے
یہ شعر اس غزل کا ہے جو شاعر نے اپنی مشہور ثنوی قطب مشتری میں محمد قلی کی زبان
بھاگ تہی کے فراق میں کہلوائی تھی۔

بھاگ متی یا حیدر محل
غرض بھاگ متی کی موجودگی میں شاہ میر کی دختر کا عروج نہ تھا
اس لئے یا تو وہ باپ کے ساتھ ایران بھجوا دی گئی تھی یا اگر کوئلہ
ہی میں رہی تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بہت گمنام زندگی بسر کی۔
کیونکہ اس کی شادی کے پانچ سات سال بعد جب محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدر آباد بنایا
تو اس کا نام اپنی اسی قدیم محبوبہ کے نام پر بھاگ نگر رکھا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس رفاقت
کے ساتھ اس کی محبت چند روزہ نہ تھی۔ بلکہ جب تک وہ زندہ رہی محمد قلی قطب شاہ اس کا

دیوانہ رہا۔ چنانچہ شہر بھاگ نگر کی تعمیر کے چند سال بعد جب اس کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا۔
 تو اس کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام پہلے حیدر نگر اور پھر شہر حیدر یا حیدر آباد سے بدل
 دیا گیا۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دیوان میں یہ سب نام استعمال کئے ہیں مثلاً
 زن قطبا کے میں زمول نہیں کہ شہر میں مول اس لئے کراؤں جو بکھرا ہوں اس کا شہر حیدر میں
 بریاں نظراں تھے اس پسند اتارو کہ حیدر نگر ان اتنداں بھرا یا
 دوسرے شعر میں صاف ظاہر کر دیا ہے کہ حیدر نگر اس کی خاطر امن والہ نمان سے
 مسطور کر دیا گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس محبوب کو نظر لگے اس لئے نظر بد سے بچانے اس پر سے پسند اتارو
 اسی طرح ایک اور شعر میں کہتا ہے کہ قطب شاہ نے تیری محبت میں جو شہر آباد کیا ہے
 اسی میں وہ قیام پذیر بھی ہے کیونکہ اس کی نظر میں اس شہر سے بہتر اور پر لطف شہر کوئی اور نہیں ہے
 نبی صدقے تجھ نبیہ شہر میں ہے قطب نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ
 محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد بھی بھاگ نگر سے تھک اپنے قدیم مکان ہی میں
 قیام پذیر رہی جو ایک چھوٹے سے گاؤں چلم میں واقع تھا۔ یہ گاؤں اس جگہ آباد تھا جہاں اب
 چارمنار مسجد، منگیلپورہ اور مہاراجہ سن پڑا کی ڈیوڑھی واقع ہے اسی گاؤں سے ایک ہزار
 سواروں کے جلوس کے ساتھ وہ محمد قلی کے دربار میں شریک ہونے کے لئے کوکنڈہ جایا کرتی تھی۔
 چنانچہ اس کے ترک و اختتام کا ذکر بعض تاریخوں میں نظر سے گزرتا ہے اور بہت سی روایتیں بانی

ستے میں آتی ہیں۔ لیکن انہوں نے کہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ البتہ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے، محمد قلی قطب شاہ نے اپنے ظلم میں اس محبوبہ کی طرف ہلکے بھڑکے اشارے کیے۔

بھاگ تہی سے ملنے کے لئے خود محمد قلی بھی اس کے مکان کو چایا کرتا تھا اور اس آمد و رفت کے سلسلے میں بھی موضعِ حچلم کے اطراف و اکناف کا پُر فضا میدان اس کو اتنا بھایا کہ یہاں ایک عالتشا شہر کی تعمیر کا خیال اس کے دل میں پیدا ہوا، اور جب شہر اور محلات شاہی بن گئے تو اس وقت غالباً بھاگ تہی بھی "دولت خانہ عالی" میں منتقل ہو گئی جس کے ایک آدھ سال بعد ہی اس کے بطن سے شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی۔ اس وقت یا اس سے قبل ہی شاید جلوه کے وقت بھاگ تہی حیدر محل کا خطاب دیا گیا ہوگا۔

ان دو شادیوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے کئی اور حینوں کے ساتھ شادیاں کیں اور ہر وقت دھوم دھام سے جلوه ہندی اور دیگر رسوم مناکر لطف اندوز ہوا۔ ان سب کا تذکرہ محمد قلی کی معشوقاؤں اور اس کے رسم و رواج کے بیانات میں کر دیا گیا ہے۔

اولاد | محمد قلی قطب شاہ کو عرصے تک کوئی اولاد نہ ہوئی کسی تاریخ میں اس کی

اولاد کی پیدائش یا موت کا تذکرہ نہیں ہے۔ حالانکہ دوسرے بادشاہوں مثلاً ابراہیم قلی قطب شاہ میر قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کے ذکر میں مورخوں نے شہزادوں اور شہزادیوں کی ولادت کا تذکرہ

اوقطعات تابنچی وغیرہ دیکھیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کو پہلے تو اولاد ہوئی ہی نہیں اور اگر ہوئی
بھی تو جلد انتقال کر گئی جس کی وجہ سے خوشی کے جشن منانے اور شاعروں کو مبارکباد پیش کرنے کا موقع
نہ ملا۔ اس لئے خود محمد قلی قطب شاہ نے ایک موقع پر دعائی نہیں کہ سے

باردے میرے جھاڑ کوں یارب پھول چل ہوئے تا بہی گلزار
یہ شعر اس کے دیوان میں موجود ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا میرے درختِ زندگی
کو با ثمر بنانا کہ اس کی وجہ سے ملک بارونقی ہو جائے۔

عجیب بات یہ ہے کہ حیدر آباد کی تعمیر کے بعد اس کی اکلوتی شہزادی جیانت بخشی بیگم پیدا ہوئی
تھی لیکن مورخوں نے اس واقعہ کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ وہ لڑکی تھی اور
دوسرے یہ کہ وہ بھاگ تھی کے بطن سے پیدا ہوئی تھی جو اس وقت شاہی رفاصہ تھی اور ابھی حیدر محل
کے خطاب سے سرفراز نہ ہوئی ہوگی۔

لیکن مورخوں کے اس سکوت کے باوجود خود محمد قلی قطب شاہ اپنے کلام میں اس امر کا ثبوت
چھوڑ گیا ہے کہ اس کے یہاں کسی وقت ایک سے زیادہ بچے موجود تھے چنانچہ وہ کہتا ہے
راکھو تمھارے چھا توئل راہم خوشیاں سوں قطب کوں
قطب ہو فرزند قطب کے بندے تمھارے ہیں علیؑ
یعنی اے علی! قطب شاہ اور اس کے فرزند تمھارے بندے ہیں اس لئے ان کو اپنے
سایہ میں خوش و خرم رکھئے۔

مکن ہے کہ محمد قلی نے اس شعر میں اپنی دختر حیات بخشی بیگم کے علاوہ اپنے برادر زادہ شہزادہ مرزا محمد سلطان فرزند مرزا محمد امین کو بھی اپنا ہی لڑکا سمجھ کر صیغہ جمع (یعنی قطب کے فرزند) استعمال کیا ہو۔ یا اس کا بھی امکان ہے کہ جس وقت محمد قلی نے یہ شعر لکھا تھا بخشی بیگم کے علاوہ اور بھی اس کے بچے زندہ ہوں۔

شہزادہ مرزا محمد امین حیدرآباد کی تعمیر کے بعد بروز چہار شنبہ ۲۳ رجب ۱۲۸۵ء میں پیدا ہوا تھا اور حیات بخشی بیگم اس سے تین سال بعد ایک آدھ سال ہی کی چھوٹی ہو گئی۔ کیونکہ جب ۱۲۸۵ء میں ایران کا سفیر حیدرآباد آیا تو اس وقت اس کی عمر دس سال سے کم تھی جب ہی تو شاہ ایران نے اپنے فرزند کے ساتھ شادی کے لئے پیام بھیجا تھا۔ لیکن اس لڑکی کی قسمت میں تو حیدرآباد کی ملکہ بننا اور تین بادشاہوں (یعنی باپ محمد قلی، شوہر سلطان محمد اور فرزند سلطان عبداللہ) کے زمانے میں حیدرآباد کی بیارست میں داخل ہونا لکھا تھا۔

غرض حیات بخشی بیگم کی شادی ہوئی تو اس کی عمر پندرہ سال زیادہ کی نہ تھی کیونکہ وہ ۱۲۸۵ء کے بعد پیدا ہوئی تھی اور ۱۲۸۶ء

حیات بخشی بیگم کی
شادی

میں شاہزادہ مرزا محمد سلطان کے ساتھ بیاہ دی گئی۔ اس بیاہ کے کچھ ماسی اباب بھی تھے جن کا تذکرہ محمد قلی قطب شاہ کے تدبیر و بیارست اور سفیر ایران کی آمد کے سلسلے میں کر دیا گیا ہے۔

محمد قلی کی زندگی میں خود اس کی شادی کے علاوہ اتنی بڑی تقریب اور کوئی نہیں منائی گئی۔ اس لئے اس وقت اس نے دل کھول کر اپنی شاہانہ فیاضیوں اور شان و شکوہ کا مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر وہ جو بھی اہتمام کرتا کم تھا۔ کیونکہ پہلے تو یہ اس کی اکلوتی اولاد کی شادی تھی اور دوسرے اس کے چہیتے بختیجے کے ساتھ ہو رہی تھی۔ تیسرے یہ کہ اس زمانے میں شاہ ایران کا ایلچی بھی حیدرآباد میں موجود اور اس تقریب میں مدعو تھا جس کو قطب شاہی شان دکھانا ضروری تھا۔ اور چوتھے یہ کہ شادی کے ساتھ ہی مرزا محمد سلطان کو ولیعہد سلطنت بنانا مقصود تھا۔

یہ تقریب ماہ ربیع الاول میں منائی گئی جس کے لئے پہلے ہی سے حکم دے دیا گیا تھا کہ تمام شہر حیدرآباد کی آئین بندی کی جائے اور محلات شاہی کو آرائش و پیرائش کر کے مغل نشاط و شادی کے قابل بنایا جائے۔ غرض پوری تیاریاں ہو جانے کے بعد ایک جہینے تک شاہانہ جشن منائے گئے اور محمد قلی قطب شاہ اپنے بے انتہا انعام و اکرام سے خاص و عام دونوں کو شاد کام کیا۔ بخششوں اور نوازشوں کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ اس جشن میں امراء و اکابر اور شرفاء و سلاطین کو تیس ہزار خلعت تقسیم کئے گئے تھے۔

۱۔ بعض تاریخوں میں تو لکھا ہے کہ نظام شاہ عادل شاہ اور عاوشاہ بھی اس تقریب میں شریک تھے مجبوزمن جلد دوم صفحہ ۴۸۔ ۲۔ تاریخ قطب شاہی درق ۲۶۴ ج۔ ۳۔ بعض تاریخوں میں چالیس ہزار خلعتوں کی تعداد بتائی گئی ہے۔ دربار آصف۔ گلزار دوم صفحہ ۱۹۵۔

جب شادی کی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو بھویوں نے دن تین اور نیک ساعت کا تعین کیا۔ اور علمائے عقد نکاح پڑھایا۔ دلہا اور دلہن پر سے زر و جواہر نثار کئے گئے۔ اس موقع پر شعرا نے مبارک باد کے قصیدے اور ناریخی قطعے بھی پیش کئے تھے جن میں میر کا معین بہن واری کا قطعہ بہت مشہور ہوا جو گزشتہ صفحات میں محمد قلی کے تدبیر و یارت اور میر کا معین کی سفارت کے بیان میں درج کیا جا چکا ہے۔ مبارکبادیوں کے علاوہ امراء نے شہزادے کی خدمت میں ولیعهدی کی نذریں بھی پیش کیں۔

شادی کے بعد بیٹی اور داماد کے رہنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ نے ایک عظیم الشان محل کو پہلے ہی سے آراستہ و پیراستہ کر لیا تھا۔ چنانچہ جلوہ کے بعد اس شاہی برات کو اسی محل میں بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ آمارا گیا۔ افسوس ہے کہ مورخ نے اس محل کا نام نہیں لکھا۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ محل دولت خانہ عالی کی جانب جنوب اسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب ”محلہ ٹٹی کاشیر“ اور قدیم قطب شاہی مسجد واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد حیات بخشی بیگم کے محل میں واقع تھی اور جہاں اب ایام عاشورہ میں ٹٹی کاشیر اور تحریہ بٹھایا جاتا ہے اسی جگہ اس محل کا عاشور خانہ تھا۔

حیات بخشی بیگم اپنے شوہر کی وفات ۱۰۳۵ھ تک اسی محل میں قیام پذیر رہی۔ اس اثنا میں جب سلطان محمد نے موجودہ سرور نگر کی جانب مشرق ایک عظیم الشان قلعہ سلطان نگر بنانا شروع کیا تو اس ملک نے بھی اپنے لئے اس قلعہ سے آگے ایک محل ”مسجد“ اور شہر حیات نگر یا حیات آباد

بنایا تھا جواب تک موجود ہے۔ اسکے فرزند سلطان عبداللہ کے عہد میں حیات بخشی بیگم کا زیادہ تر قیام اسی حیات آباد میں رہتا تھا۔ چنانچہ وہیں اس نے عبداللہ قطب شاہ کی موت رانی کی تقریب بڑی شان و شوکت سے انجام دی تھی۔

عبداللہ قطب شاہ کے آخر عہد میں جب اورنگ زیب نے حیدرآباد پر حملہ کیا تو حیات بخشی بیگم فلو گولکنڈہ کے شاہی محلات میں سے اس خاص محل میں قیام پذیر رہی جو اس احاطہ ”محلات“ کے بالکل اندرونی حصہ میں واقع ہے اور جس کی چھتیں مسج گولکنڈہ کے بعد خزانوں کی تلاش میں اڑادی گئی تھیں۔ لیکن اس کی دیواروں کے اعلیٰ نقش و نگار اور خوبصورت طاقے اب بھی باقی ہیں۔

اورنگ زیب سے صلح کرانے میں حیات بخشی بیگم کا بہت بڑا حصہ ہے چنانچہ وہ خود اس سے ملنے کے لئے مغلیہ شکر میں گئی اور شہر اٹھ صلح کے طے کرنے میں مردانہ و آگوشکو کی۔ آخر کار ۱۰۷۱ھ میں ۸ شعبان ۱۰۷۱ھ کے روز محمد قلی قطب شاہ کی اس واحد یادگار نے تقریباً پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسی کے ساتھ اس کے والد سلطان محمد قلی کی عظیم الشان سلطنت کا وقار اور شان و شوکت بھی دفن ہو گئی۔ محمد قلی کا اکلوتا نواسہ سلطان عبداللہ بھی اپنی ماں حیات بخشی بیگم کے انتقال کے صرف پانچ سال بعد ہی ۱۰۸۳ھ میں اس دنیا سے بغیر اولاد نرینہ چھوڑے کوچ کر گیا۔

حیات بخشی بگیم کے بطن سے غالباً دو ہی بچے پیدا ہوئے ایک عبداللہ قطب شاہ جو محمد قلی قطب
کی وفات کے تین برس بعد دوشنبہ ۱۰۲۰ شوال ۱۰۲۱ء میں عالم وجود میں آیا اور دوسری
خدیجہ سلطان شہر بانو بگیم جو اپنے بھائی کے دو تین سال بعد پیدا ہوئی اور جسکی شادی ۱۰۲۱ء
میں سلطان محمد عادل شاہ والی بیجا پور سے ہوئی۔ خدیجہ سلطان نے بھی اپنی ماں کی طرح
طویل عمر پائی۔ یہ بیجا پور میں اپنے فرزند علی عادل شاہ ثانی کے دور میں حاجی بڑے صاحب کے
نام سے مشہور و معروف تھی۔

محمد قلی قطب شاہ کی علالت
محمد قلی قطب شاہ کی اولاد کے مختصر سے تذکرے کے ساتھ خود
محمد قلی قطب شاہ کا بیان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس عظیم الشان فرما
کو اپنے آباؤ اجداد کے مقابلے میں بہت کم عمر ملی تھی۔ اگرچہ دوسری تمام باتوں میں قدرت نے
اس کے ساتھ بڑی فیاضی سے کام لیا۔ قلب و دماغ کی خنثی اعلیٰ قوتیں اس کو عطا کی گئی تھیں
اس کے کسی پیشیر کو نصیب نہ ہوئیں مال و دولت، عیش و عشرت، مروج و اقبال، فتح و
کامرانی اور اس واسطے ان تینوں کو حاصل ہوا کسی قطب شاہی حکمران کو نہ ملا۔ لیکن ایک ہی
شخص کو دنیا کے تمام کمالات اور قدرت کے جملہ عطیے نہیں بخش دیے جاسکتے۔ یہ قانون فطرت
کے خلاف ہے۔ اور محمد قلی کی ذات اس سے متضاد نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی عیش و عشرت کی زندگی
نے اس کی صحت پر برا اثر ڈالا اور اس کی زندگی و بے باکی نے اس کو اپنی صحت کی طرف سے

ہمیشہ لاپرواہ رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کثرت عشرت و شراب نوشی کی وجہ سے کمزور ہو گیا۔ اور کمزوری بیماریوں کی میزبان ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے آبا و اجداد کے مقابلے میں لاغر و نحیف نظر آتا ہے۔ اگرچہ تاریخیں اس کی بیماریوں کے تذکرے سے خالی ہیں لیکن اس نے اپنے کلام میں کئی جگہ اپنی علالت کا ذکر کیا ہے اور شفا کے کلی نصیب ہونے کیلئے دعائیں کی ہیں۔ کبھی وہ کہتا ہے کہ ”اے خدا اپنے نبی کے صدقے میں قطب شاہ پر لطف دکھ کر کے اس کے دکھ دور کر دو اور آرام اور شفا بخش“

ایک وقت وہ یہ کہہ کر اپنے دل کو ٹہلی دے لیتا ہے کہ اے قطب شاہ تجھے کسی اور ذریعے سے تو شفا ہوتی نظر نہیں آتی اس لئے تو بتی کے لنگر میں لنگر دار بن جا کیونکہ شاید اسی کے طفیل میں تجھ کو ایسی شفا حاصل ہو جائے جو دوسرے علاجوں کے ذریعے سے حاصل کی ہوئی ہزاروں اور لاکھوں شفاؤں کے برابر ہو۔

ایک اور موقع پر وہ حضرت علی کی مدح میں لکھتا ہے کہ اے امیر المومنین تمہارے اوصاف بچا رہے شاعروں کی شاعری کے ذریعے سے کیا ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اور میں تو شاعر سے زیادہ تمہارا بندہ ہوں تم اپنے کرم سے میرا علاج کرو۔

محمّد قلی کے دیوان میں جو غزل سب سے پہلے مدح ہے اس میں بھی اس نے اپنی اسی صحت سے مدحی کا بڑی حسرت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ غزل حمد باری تعالیٰ میں لکھی گئی ہے اور اس کے ایک شعر سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنی صحت سے ایک گونہ مایوسی ہو چکی تھی اور ہر طرح کی کامکاریوں اور خوشیوں کے باوجود
 علالت کی وجہ سے وہ اپنی قسمت کو تحقیر سمجھنے لگا تھا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔
 اپن بخت حقیر نہ تھے کہ میں دل میں نہ کر غم تجھے داروئے صحت مولن شاہ جام دیوے گا
 یعنی اے محمد قلی تو اپنی اس بختی کی وجہ سے اپنے دل کو غمزدہ نہ مولے دے کیونکہ خدا میں
 بڑی قدرت ہے وہ ضرور داروئے صحت بھر کر تجھ کو شفا کا بیالہ پلائے گا۔

اس کے دوسرے شعر یہ ہیں۔
 صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف مہیا تھے دکھ در وہی دور کر ہو رسکھ شفا بخش
 نبی سنگریں سنگردار ہو کر رہ مہسانی کہ سنگرداری میں تیج کوں نہاراں لک ٹٹا
 شاعران بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں میں بند عاخر ہوں تم دارو کرو درماں سیتی
 بیماری کے اسی احساس کی بنا پر وہ بار بار اپنی درازی عمر کی دعا کیا کرتا تھا اس کا کلیتہ
 اس قسم کی دعاؤں سے بھرا پڑا ہے۔ اس نے اپنی متعدد نظموں کے آخری شعر صحت و عمر ہی کی دعا
 کے لئے وقف کر دیے ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر صرف چند شعر دیج کئے جاتے ہیں۔
 سدا توں راج کر قطب اند کا سا ج کر قطبا نبی کا کاج کر قطب کہ تیج بخشا نہارے ہیں
 نبی کی دعا تھے قیامت نلک تم گنا دو نبی کے سو مولود لاکھاں
 صدقے نبی کے قطب جہم خوشی انسد سوں لک سال اچھ کہ اس تھے ہے عیش شمع روشن

صدقے نبی کے سورچندر تانا اچھے لگن
پتیریت سوں قطب کرو مولاکہ سال عید
نبی صدقے قطب لک برس جی توں
کہ تیج تھے پاوے نت جیو دان بکرید
سدا جگ میں جیو شہ کر کل حوراں کیاں سجدہ
ملک آین کہہ کہہ رب دعا سوں ہت اچا ہیں
قطب شہ کون میا کر دیا سون بختن داہم
جیات ہو بخت و دولت سوں خضر منہ جلا تیں
ابادان کر ملک میسر اسوتوں
بسا سوتوں دے میرا سن یا سمیع
مہر قطب شہ ہو اس پری کوں
خدا یا رکھ جداں لک میں تبارے
صدقے نبی اعلیٰ محل میں قطب شہ جم اچھو
جب لک اچھے اسمان پر چند سور زہر و شتر
ان منہرق اشعار کے علاوہ ایک مکمل نظم درازی عمر کے لئے دعا کے طور پر لکھی گئی ہے
جس کا پہلا شعر یہ ہے

سبحان کے ہومان سوں جیو دتیں راجے سدا
جم جم جیو دت مت سوں آنند خوشیاں گھاسدا
وفات | آخر وہ روز آہی گیا جس کو دور سے دور تر رکھنے کے لئے محمد فلی قطب شاہ
دعائیں مانگا کرتا تھا۔ کثرت شراب نوشی کی وجہ سے اس کے جسم کو گھن سا لگ گیا تھا۔ آخر کا
ماہ رمضان ۱۰۲۱ھ میں وہ بیمار پڑا۔ اور دعائی ہبیتہ تک بخار کا سلسلہ جاری رہا۔ روز بروز
اس میں شدت ہوتی گئی۔ بادشاہ کی علالت اور نزاکت مزاج کا حال سن کر اس کے میر جہل

۱۰۱ محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۴۹ -

۱۰۲ ”از سمو حرارت تن بر بستر ناتوانی نہاد“ تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱

مرزا محمد امین نے میدان جنگ کا خیال ترک کر کے حیدرآباد کا رخ کیا۔ لیکن محمد قلی تو دنیا ہی کو ترک کر رہا تھا۔ آخری دور میں اس کے مرض نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ حد درجہ ضعیف ہو گیا اور پھر وہ بے عمل نہ سکا۔ غرض ہفتہ کی صبح میں بتایا، ۲۰ اذیفہ ۱۲۸۲ھ اس کی آنکھیں سہلے کے لئے بند ہو گئیں اور وہ صبح ۷ سال کی عمر میں دنیا اور اس کی عشقوں اور کامرانیوں کو اپنا گوارا چھوڑ گیا۔ تمام ملک اس جوان مرگ بادشاہ کا ماتم کرنے لگا کہ

دریغ آں شہنشاہ ہندوستان جم نایح بخش و مالک ستان
دریغ آں کہ دیگر نہ بیند سپہر نظیرش در آئینہ ماہ و ہر (حدیقۃ العالم) ۲۶۰
قطعات تاریخی | مائرکن میں اس کی وفات کی حسب ذیل تاریخ لکھی ہے۔

محمد رفت چوں از دارفانی وصال آں شد دیں سال نیاز
ز قطب نقل و فصل عام بستم و گر بارہ ز عالی جاہ نیاز
قدیم تاریخوں میں یہ قطعہ تاریخ درج ہے اور اس میں محمد قلی کے شغل مسافری کی بھی رعایت رکھی گئی ہے۔

ماہ تمام ملک بزمیر نقاب شد آب حیات خلق مدینا سراپا شد
سروے ز بولستان مسافری فرو شکست برج ز آسمان مکارم خراب شد

۱۔ قدیم دور میں آنچنان قوی گشت کہ مزاج مبارک بسفک کلی گرایید "حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰
۲۔ مائرکن صفحہ ۹۱ ۳۔ تاریخ طغور صفحہ ۲۱ و محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۴۹ -

علی ابن طیفور نے محمد قلی کی تاریخ وفات اس طرح نکالی تھی کہ
 سال تاریخ فوت اویستم گفت رضواں کہ بادشاہ بہشت
 عمر انتقال کے وقت محمد قلی قطب شاہ کی عمر صرف تینتالیس سال
 دو مہینے کی تھی۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ اکثر تاریخوں میں اس کی عمر انچاس سال بتائی گئی
 ہے۔ وہ ۱۲ رمضان ۹۷۳ء کو پیدا ہوا اور شرہ ذی قعدہ ۱۰۲۰ء کو وفات پائی۔ اس طرح
 ۱۲ رمضان ۹۷۳ء کو قمری مہینوں کے حساب سے اس نے تینتالیس سال ختم کئے تھے اور
 اڑتالیسویں میں قدم رکھا تھا کہ بیمار پڑ گیا۔ شمسی مہینوں یعنی عیسوی یا فصلی سال کے لحاظ سے
 تو محمد قلی کی عمر وفات کے وقت اور بھی کم قرار پاتی ہے۔ اسی طرح زمانہ حکومت بھی اکثر تاریخوں
 میں غلط ہے یعنی تینتالیس سال آٹھ ماہ اور اس کی قبر کے کتبے پر کتبیل سال لکھا گیا ہے۔
 حالانکہ محمد قلی نے صرف تینتالیس سال چھ مہینے اور ۲۶ دن حکومت کی۔

۱۔ حدائق السلاطین ورق ۱۱۴ ب

۲۔ تاریخ قطب شاہی (۲) حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰۔ (۳) تاریخ تلفرہ صفحہ ۲۱۔ (۴) گلزار صفحہ ۲۹
 (۵) تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ صفحہ ۳۲۲۔ (۶) مائتروکن صفحہ ۹۱۔

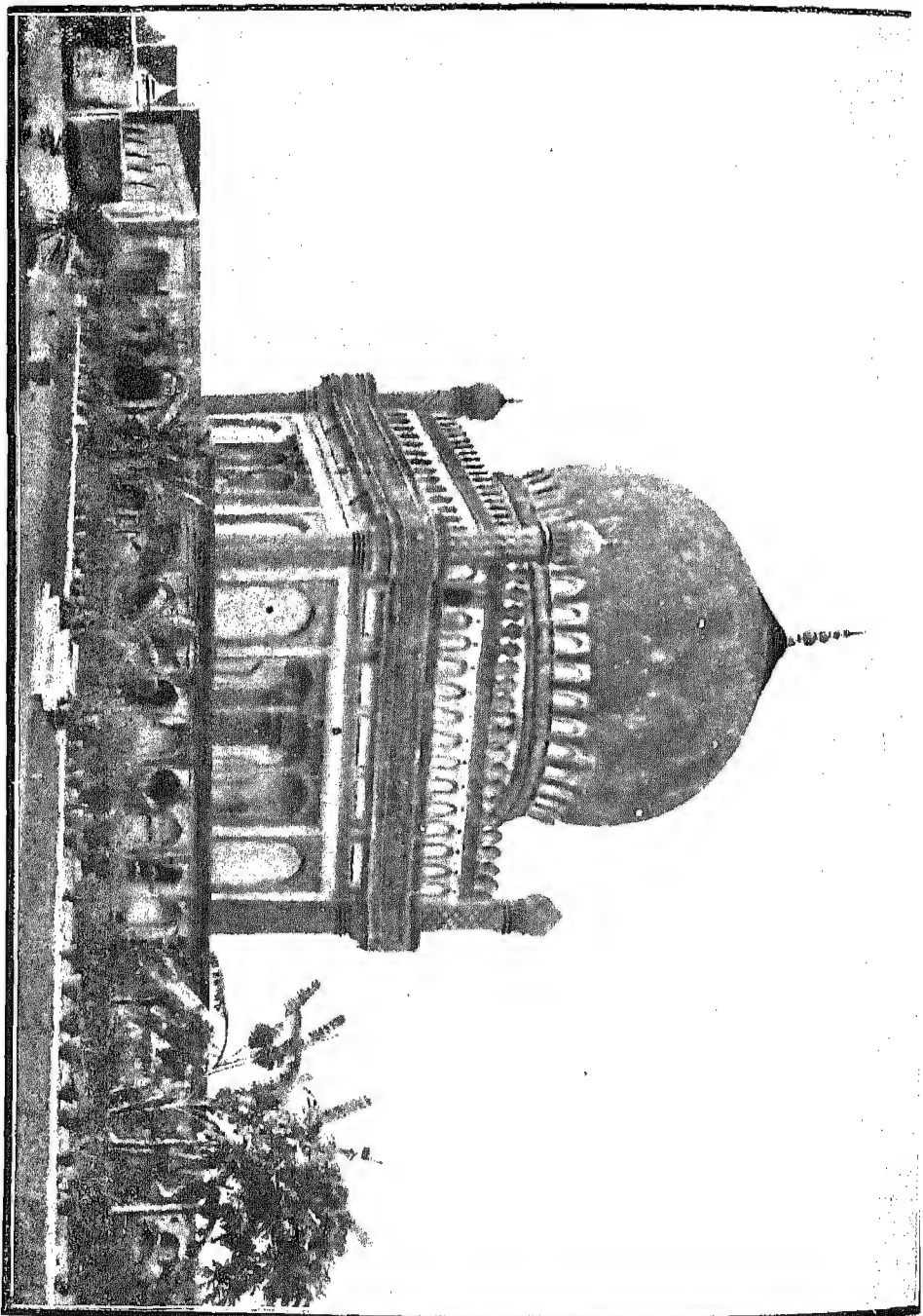
۳۔ کہا جاتا ہے کہ محمد قلی کو شاہی سرایا اور تاج پہنا کر دفن کیا گیا تھا جس کی بنا پر دفینوں اور خزانوں کے
 بعض شائقین نے اتہ خانی میں اس کی قبر کھولنے کی کوششیں کی تھیں لیکن تعویذ کے نیچے ایسے بڑے بڑے پتھر بٹھائے گئے
 ہیں جن کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا مشکل ہے۔

محمد قلی کا گنبد

محمد قلی نے شہر حیدرآباد کی سب نفلک عمارتوں کے علاوہ اپنے لئے ایک عالیشان گنبد بھی اپنے آباؤ اجداد کے گنبدوں کے قریب بنوایا تھا۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ جس طرح وہ اپنے خاندان میں سب سے بڑھ کر عظیم المرتبت حکمران تھا اسی طرح اس کا گنبد بھی منقار برلاطین قطب شاہیہ میں سب سے زیادہ عظیم الشان ہے۔ یہ گنبد جس چبوترے پر واقع ہے وہ زمین سے ۱۳ فٹ ۶ انچ بلند ہے۔ اور اس کا ہر ضلع ۲۰۰ فٹ طویل ہے۔ اس چبوترے کے اوپر اور ایک چبوترہ ہے جس کا ہر ضلع ۱۲۶ فٹ ۳ انچ طویل ہے۔ اس اوپر کے چبوترے کے درمیان منقرہ بنایا گیا ہے جس کے بیرونی حصے کا ہر ضلع ۱۷ فٹ ۳ انچ طویل ہے۔ اس کے ستونوں کی بلندی ۲۲ فٹ ہے۔ ماثر دکن میں صفحہ ۹۱ پر اس کی پوری تفصیل درج ہے۔ گنبد میں داخل ہونے کے لئے جنوب و مشرق دونوں طرف دو دروازے ہیں۔ بادشاہ کی اصلی قبر نیچے تہہ خانے میں ہے جہاں تک پہنچنے کے لئے اوپر اور نیچے دونوں طرف سے راستے ہیں۔ دوسرے قطب شاہی بادشاہوں کے تہہ خانے بند ہیں۔ گنبد میں اوپر جو تعویذ رنگ سیاہ کا مصطفیٰ بنا ہوا ہے اس پر کلمہ آیت الکرسی اور درود و شریف کے علاوہ حسب ذیل عبارت کندہ ہے :-

وہ علیہ صفت جنت مکانی عرش اشیانی محمد قلی قطب شاہ بن ابراہیم قطب شاہ

لما را اللہ برہما فیہما ۔



گنبد سلطان محمد علی قطب شاہ

تہائیچ روز شنبہ ہفتدہم ماہ ذالقعده الحرام سنہ ۱۰۲۸ عشرین و الف ہجری حرت
حق داخل شد۔

سن شریفش چل و نہ سال و مدت سلطنت سی و یک سال رحمۃ اللہ تعالیٰ
رحمۃ کاملتہ

یہ کتبہ محمد قلی کے جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے لگوایا ہے لیکن حیرت ہے کہ اس میں
محمد قلی قطب شاہ کی عمر اور مدت سلطنت دونوں تاریخی نقطہ نظر سے غلط ہیں کیونکہ ابراہیم قطب شاہ
۲۱ ربیع الثانی ۹۸۸ء میں انتقال کیا اور محمد قلی تخت نشین ہوا۔ اس طرح ذالقعده ۱۰۲۸ء
تک بنائیس سال چلے بیسے پچھلیس دن ہوتے ہیں۔

محمد قلی کا گنبد اس قدر بلند ہے کہ دور دور سے نظر آتا ہے۔ اس کا چوترا نہایت
وسیع اور پر فضا ہے۔ اور دوسرے گنبدوں کی طرح چاروں طرف سے منبروں اور درختوں سے
گھرا ہوا نہیں ہے بلکہ مشرق کی طرف تو اس سے ملحق کئی فرازاں گنبد سطح میدان واقع ہے
جس کی وجہ سے یہ چوترا ایک عام تفریح گاہ بن گیا ہے۔ اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ
سیر و تفریح کرنے والوں کی ٹولیاں وہاں نہ جمع ہوتی ہوں واقعہ یہ ہے کہ محمد قلی کے گنبد پر
منبروں جیسی اُسی یا بھیانک پن نظر ہی نہیں آتا۔

کہا جاتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے قلعہ گوکنڈہ پر حملہ کیا تو اس گنبد پر بھی توپیں

چڑھا دی تھیں کیونکہ کافی بند اور وسیع ہونے کی وجہ سے یہ ایک اچھے مورچہ کا کام دے سکتا تھا اس گنبد کی توپوں کے گولے جب قلعہ میں پہنچنے لگے تو اہل قلعہ نے بھی ان کا جواب دیا مگر جب محمد قلی کے آخری نام لبوا ابوالحسن تانا شاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے گنبد کو نشانہ بنانے سے منع کر دیا اور کہا کہ ہم جن کی سلطنت کو سچانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے گنبد کو کیونکر مسمار کر سکتے ہیں۔ یہ مدعا یہ صیح ہو یا نہ ہو اتنا ضرور ہے کہ گنبد محمد قلی کے اس پہلو پر جو قلعہ گوکلندہ کے مقابل ہے شکست و ریخت کے چند نشانات اب تک پائے جاتے ہیں۔

جب تک قطب شاہی سلطنت باقی رہی محمد قلی کا عرس دھوم دھام سے ہوتا رہا۔ اسکی بڑے اطراف روزانہ متحد و حفاظ تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے تھے۔ قبر پر اطلسی چادر اور پھول چڑھائے جاتے تھے۔ زربغت کا شاہی شامیانہ طلائی ڈنڈوں پر تانا جاتا تھا۔ روشنی کا ایک عالیشان جھاڑو میان میں اور اس کے اطراف کئی چراغ دن رات روشن رہتے۔ بادشاہ کی کتابیں رطلوں پر رکھی رہتیں جن میں سے اکثر قرآن اور تفسیر اور دیگر مذہبی موضوعوں سے متعلق تھیں۔ گنبد میں چاروں طرف قیمتی قالینوں کا فرش ہوتا۔ اور اوپر کمرے زربین ہلال لگا ہوا تھا جو بادشاہ کے گنبد کی علامت تھی۔

گوکلندہ کے شاہی مقبروں کے تفصیلی حالات مشہور فرانسیسی سیاح موسیو تھیونو نے اپنے سفر نامے میں لکھے ہیں۔ یہ سیاح محمد قلی کی وفات کے پچیس سال بعد حیدرآباد آیا تھا۔ اس سفر نامہ کا ترجمہ سلسلہ آصفیہ کی جلد دوم کے طور پر مس العلامید علی ملگرامی کی نگرانی میں کیا گیا اور ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا تھا۔

اگرچہ یہ رونق اور اہتمام اب باقی نہیں رہا لیکن گولکنڈہ کے اطراف و اکناف کے گاؤں کے اکثر لوگ زیادہ تر عورتیں ہر سال خاص خاص دنوں میں محمد قلی قطب شاہ کے مقبرے کی زیارت کو جوق در جوق آتے ہیں۔ اور لمبیدہ اور جلیبیاں اپنے ساتھ لاکر یہاں فاتحہ دہاتے اور تقسیم کرتے ہیں۔ اس طرح تلنگانہ کے اس مشہور سیر و بھاگ مٹی کے سچے عاشق اور دکن کے بین قومی تمدن کے بانی کی یاد اب تک تلنگانہ کے غریبوں کے دل میں باقی ہے۔

محمد قلی کی نیکیاں | دنیا کا یہ عجیب دستور ہے کہ کسی کی وفات کے تذکرے کے ساتھ ہی

اس کی خوبیاں یاد آجاتی ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ کے بیان کے خاتمے پر بھی تمام مورخوں نے اس کی نیکیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور چونکہ ان میں سے بعض کا ذکر ہمارے گزشتہ عزائمات کے تحت نہ آسکا تھا اس لیے ہم بھی یہاں قدیم مورخوں کی تقلید پر مجبور ہیں۔

محمد قلی کی سب سے اہم نیکی اس کی فیاضی اور داد و بخشش تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں سب زیادہ رقم عمارتوں کی تعمیر میں صرف کی۔ چنانچہ ناظر الملک میر البوطالب جو اس کے دربار کا خاص انجمن تھا محمد قلی قطب شاہ کی عمارتوں کے اخراجات تہہ لاکھ ہون بتاتا ہے جو عہد حاضر کے تقریباً پانچ کروڑ روپیوں کے برابر ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کی ان تعمیراتی لچکیوں کی وجہ سے رعایا کا وہ طبقہ کتنا خوش حال نہ ہو گیا ہوگا جو ضرور پریشہ تھا۔

ہر سال محرم میں محمد قلی قطب شاہ ننگر ائمہ اثنا عشر کے سلسلے میں ساٹھ ہزار من خرچ کرتا تھا۔

یہ کثیر رقم مجاروں اور خادموں کے وظائف اور ایام عاشورہ کے پکوان میں صرف ہوتی تھی۔ ہزار ہا غریب اور مفلس لوگ محرم میں خوشحال ہو جاتے اور سال بھر کی مصیبتوں اور تکلیفوں کو بھول جاتے تھے۔ اس طرح اس نے اپنے دور حکومت میں صرف محرم کے لنگر میں ایک کروڑ چونتیس لاکھ چالیس ہزار روپے صرف کئے۔ مذکورہ رقم کے علاوہ ایام عاشورہ کے ختم پر مستحقوں اور مسکینوں میں زر عاشوری کے نام سے ہر سال بارہ ہزار ہونے لکھ کر دیے جاتے تھے۔ گویا محمد قلی نے زر عاشوری کے طور پر چھبیس لاکھ انھما میں ہزار روپے غریبوں اور مستحقوں کو عنایت کیے۔

تعمیر محرم کے اخراجات کے علاوہ ہر سال ایک لاکھ ہون عید میلاد النبی کے جشن میں بارہ روز کے اندر صرف ہوتے تھے۔ اس عید کے اہتمام اور شان و شوکت کا بیان گز چکا ہے۔ محمد قلی نے اپنے عہد حکومت میں عید میلاد النبی کے انعامات، لھام اور خوشبود وغیرہ کے سلسلے میں مبلغ دو کروڑ چوبیس لاکھ روپے خرچ کئے۔ اور اس کے علاوہ اتنی ہی رقم خیرات اور صدقے کے طور پر مسکینوں اور مستحقوں کو عنایت کی جاتی تھی۔

اس طرح گیارہ کروڑ روپے کا حساب تو تاریخوں میں صاف طور پر درج ہے۔ اس رقم کے علاوہ محمد قلی نے موقع بموقع جو انعامات عطا کئے یا خیرات دی اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ معلوم ہے کہ وہ مقامات مقدسہ مثلاً مکہ، مدینہ، نجف، کربلا، مشہد اور دیگر شہروں کے غربا اور مجاروں کے لئے التزام کے ساتھ ہر سال کپڑے اور نقد روپیہ روانہ کیا کرتا تھا۔

خود شہر حیدرآباد میں کوئی حاجتمند ایسا نہ تھا جو محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچتا اور بے نیل و ملام واپس ہوتا۔ رعایا میں جس کسی کے یہاں شادی اور ختنہ کی تقریب منائی جاتی اگر وہ بادشاہ کو اس کی اطلاع کراتا تو فوراً انعام و اکرام سے سرفراز ہوتا۔ بیرون مملکت سے جو لوگ حیدرآباد آتے ان کو وطن واپس جانے کے لئے کافی رقمیں دی جاتیں اور جب حیثیت خلعت سے سرفراز کیا جاتا۔

محمد قلی کے عہد میں محصول اجناس کے طور پر دو لاکھ ہون یعنی چودہ لاکھ روپے سالانہ وصول ہوا کرتا تھا اور برہمن اس رقم کی وصولی میں رعایا کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آتے تھے اس لئے تخت نشینی کے بعد چند ہی سال کے اندر محمد قلی نے یہ محصول معاف کر دیا اور رعایا برہمنوں کے ظلم و ستم سے محفوظ ہو گئی۔ اس طرح محمد قلی کی دریا دلی اور رعایا پروری نے حکومت کو تقریباً چار کروڑ روپے کی آمدنی سے محروم کر دیا۔

ایک اور خصوصیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ محمد قلی نے اپنی تمام زندگی میں کسی کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ اور اگر کبھی کوئی ایسا مقدمہ پیش بھی ہوا تو اس کو دارالقضا کے سپرد کر دیا تاکہ احکام شرع کے موافق وہاں سے تصفیہ کر دیا جائے۔

محمد قلی کے دسترخوان کی بھی بڑی شہرت تھی اور کہا جاتا ہے کہ ہر وقت ایک ہزار آدمی اس کے دسترخوان پر موجود ہوتے اور کسی کو روک ٹوک نہ تھی چنانچہ اکثر مسافر اور بیاح اس شاہی دسترخوان سے فیض یاب ہوتے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے قلب و دماغ کی غیر معمولی خوبیوں کی وجہ سے تاریخ عالم میں اپنے لئے ایک خاص جگہ پیدا کر لی ہے۔

————— • —————

کلیاتِ اردو



مجر قلی قطب شاہ اپنے بعد جو عظیم الشان یادگاریں چھوڑ گیا ان میں سب سے زیادہ اہم اور پائیدار اس کا اردو کلام ہے۔ اس کی بنائی ہوئی تھیں جوڑنے اور اینٹ کی اکثر عمارتیں صفحہ ہستی سے نابود ہو گئیں۔ صرف حیدر آباد کا چارمینار، جلو خانہ عالی کی چار کمائیں، بادشاہی عاشرخانہ دارالشفا اور محمد فلی کا گنبد دستبردِ ایام سے بچ گئے۔ لیکن نہ معلوم ان کی عمر بھی اب کتنی رہ گئی ہے اس کا صرف ایک ہی کارنامہ ایسا ہے جو تہی دنیا تک یادگار رہے گا اور ہر جگہ کے اہل علم اس سے مستفید ہو سکیں گے اور وہ اس کا کلیات ہے۔

یہ گنجینہ ادب بھی عرصہ تک علم و فضل کے خاص خاص خزانوں ہی میں محفوظ رہا لیکن یہ ایسی چیز تھی کہ ہمیشہ چھپی رہتی۔ اردو ادب کی متوالی آنکھیں ہر وقت اس کی تلاش میں رہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جس کو یہ متاع بیش بہا ہاتھ لگی اس نے اس کو ایسا عزیز رکھا کہ دوسروں کی پرچھائیاں بھی پڑنے نہ دیں نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کلیات عوام کی نظروں سے اتنا اوجھل ہو گیا کہ ہر شخص اس کے متعلق عجیب عجیب قیاس آرائی کرنے لگا۔ کسی نے اس کو

برج بھاشا زبان کا کلام قرار دیا اور کوئی اس کو محمد قلی کے سوا کسی اور شاعر معانی کا کلام سمجھتا رہا حالانکہ وہ ٹھیکٹ اردو کلام ہے اور خود محمد قلی قطب شاہ کا نتیجہ قلم کیونکہ قطب کے علاوہ محمد قلی کے کئی اور تخلص بھی تھے جن میں معانی سب سے زیادہ اس نے استعمال کیا ہے۔

محمد قلی کا اردو کلام اس کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی ہمیشہ مقبول رہا۔ لوگوں کو اس کی نظمیں زبانی یاد تھیں اور اب بھی دیہاتی عورتیں مختلف تقریبوں میں اس کے اشعار گاتی ہیں اس کے علاوہ اس کے کلیات کی کئی نقلیں بھی کی گئی تھیں جو بعد کو ہندوستان کے کلیات کے نسخے مختلف حصوں میں منتشر ہو گئیں چنانچہ اس وقت تک کلیات

محمد قلی کے آٹھ نسخوں کا پتہ چل سکا ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہان اودہ لکھنؤ

۲۔ " " ٹیپو سلطان میور

۳۔ " " ایشیاٹک سوسائٹی بنگال

۴۔ " " آصفیہ حیدر آباد

۵۔ " " نواب سالار جنگ بہار حیدر آباد

۶۔ " " " " " " " " " " " "

۷۔ ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق

۸۔ نسخہ کتب خانہ آقا حیدر حسن صاحب

ان میں سے موخر الذکر چار نسخے مصنف کے زیر استعمال رہے ہیں۔ ان آٹھوں نسخوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہان اودہ

اس کتب خانہ کی فہرست اسپرنگر نے مرتب کی تھی جو ۱۸۵۴ء میں شائع ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان اودہ کو جو نسخہ دستیاب ہوا تھا وہ جملہ تیس سو آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ جس میں فی صفحہ ۴ سطریں تھیں۔ اور جس کی ترتیب حسب ذیل تھی۔

۱۔ مثنویاں ۳۳۶ صفحات۔ فی صفحہ ۴ بیتیں۔ جملہ چار ہزار چھ سو چوالیس بیتیں۔

آغاز صفت کوں کہوں اس یکتا ہے سبحان کا کہ ناطق اپنے جن ہے قرآن کا
خود ہو

۲۔ قصیدے ترجیع بند اور مرثیے۔ ۱۰۰ صفحات

آغاز ج جو بسم اللہ کر مطلع کہیا ہے ذات اس یکتا

۳۔ غزلیں ۸۶۰ صفحات

۴۔ رباعیاں ۱۲ صفحات

آغاز ج ولا سنگ خدا کن کہ خدا کام دوے گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلیات نامکمل تھا۔ کیونکہ

۲۔ اس میں زیادہ سے زیادہ ۸۳۱۲ شعر ہوں گے بشرطیکہ فی سطر ایک شعر درج ہو۔
 حالانکہ سلطان محمد قلی قطب شاہ مرتب کلیات محمد قلی نے پچاس ہزار شعر جمع کئے تھے۔
 ب۔ کتب خانہ آصفیہ میں جو دیوان موجود تھا وہ اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل تھا۔

۲۔ نسخہ کتب خانہ ٹیپو سلطان

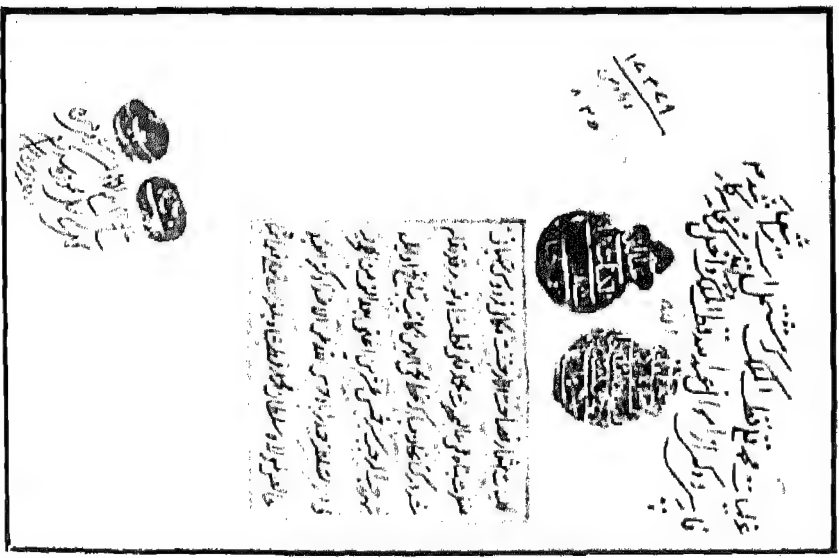
اس کتب خانہ کی فہرست انٹوارٹ نے مرتب کی تھی۔ یہ نسخہ نوال ٹیپو سلطان کے بعد
 ایسٹ انڈیا آفس کو منتقل کر دیا گیا۔ اس کے متعلق گارساں وناسی نے اپنی ساریج زبان وادب
 ہندوستانی و ہندوی "جلد اول" صفحہ ۳۹۸ مطبوعہ ۱۸۷۷ء میں لکھا ہے کہ یہ ایک ضخیم
 خوبصورت جلد ہے جو سلطان محمد قطب شاہ کے لیے ۱۰۲۲ء میں لکھی گئی ہے اس کی ترتیب جرنیل
 ۳۳۶ صفحات تثنویوں کے (۱۲ ابیات فی صفحہ)

۱۰۰ صفحات قصیدوں (ترجیع بندوں) اور مرثیوں کے

۸۶۱ صفحات غزلوں کے

۱۲ صفحات رباعیوں کے

معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو سلطان کا نسخہ اور شاہان اودہ کا نسخہ دونوں بالکل ایک دوسرے
 کی نقل تھے۔ اور یہ ممکن ہے کہ نو سلطان محمد نے ۱۰۲۲ء تک جو کچھ کلام جمع کیا تھا اس کے کئی
 نسخے نقل کرائے تھے تاکہ اپنے چچا کا کلام تلف نہ ہونے پائے۔ لیکن ان نسخوں کی ترتیب کے بعد



عکس تحریر سلطان محمد قشرب شاه بدینواں محمد علی و غیره

وہ خاموش نہ رہا بلکہ اور کلام جمع کرتا رہا یہاں تک کہ ۱۰۲۵ء میں ایک مکمل کلیات جمع کر کے اپنے خطبہ کے ساتھ مرتب کر لیا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

۳۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کانسٹیٹوٹ

اس نسخے کا ذکر اسپرنگر کے لٹل لاک مذکورہ بالا میں ملتا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کلیات کا نمبر ۲۱ ہے اور یہ نہایت عالی شان نسخہ ہے جو مصنف کے جانشین کے لئے ۱۰۲۲ء میں لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی تفصیل نہیں لکھی۔

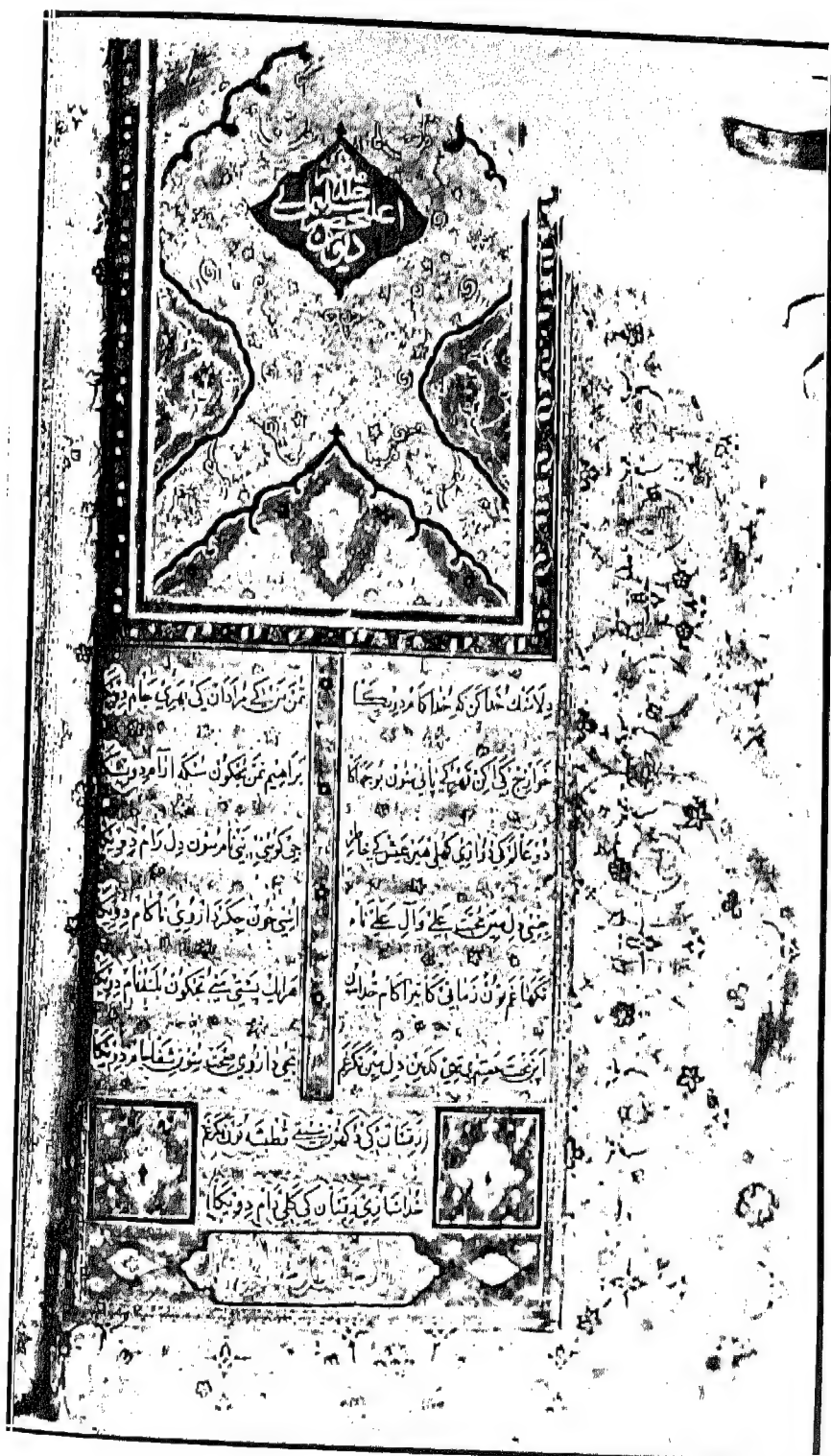
ممکن ہے کہ یہ نسخہ بھی متذکرہ بالا تین نسخوں کے مطابق ہو افسوس ہے کہ اس کے متعلق اور کوئی علم نہ ہو سکا۔

۴۔ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد

اس نسخہ پر مولوی عبدالحق صاحب نے ایک تفصیلی مضمون رسالہ اردو بابت ۱۹۲۲ء میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اٹھارہ صنفوں پر مشتمل تھا اور اس پر خود سلطان محمد قطب شاہ کے دستخط تھے۔ یہی نسخہ اس وقت مکمل ترین سمجھا جاسکتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ اب کتب خانہ آصفیہ میں موجود نہیں ہے۔ اس کے متعلق مولوی عبدالحق صاحب کی تحریر سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں :-

”یہ کلیات ایک نہایت قابل قدر اور نادر نسخہ ہے۔ بڑی قسط اور اعلیٰ درجہ کے قدیم کاغذ پر

خط نسخ بہت خوش خط لکھا ہوا ہے۔ کتاب بہت ضخیم ہے۔ تقریباً اٹھارہ سو صفحے ہوں گے۔ اسے محمد قلی قطب شاہ کے جانشین اور بیٹے محمد قطب شاہ نے بڑے اہتمام اور خلوص سے ترتیب دیا ہے۔ یہ نسخہ شاہی کتب خانہ کا ہے اور سردار قیصر پر خود محمد قطب شاہ کے قلم کی لکھی ہوئی تحریر ہے۔ درق کے سرب پر جو عبارت لکھی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خاص کتب خانہ شاہی کا ہے ان دو عبارتوں کے درمیان محمد قطب شاہ کی مہر ہے۔ ہر کی تحریر پر پڑھنا ڈرائنگل ہے۔ کتابت کا نسخہ قطب شاہ نے اپنی تحریر میں سنہ ۱۰۲۵ بنا دیا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے حیدر آباد فتح کیا تو شاہی کتب خانے سے بعض کتابیں دوسرے مال غنیمت کے ساتھ دل چلی گئیں اور وہاں کے شاہی کتب خانہ میں داخل ہو گئیں۔ اور جب دل پرافت آئی اور وہاں کا کتب خانہ ہرباد و غارت ہوا تو یہ کتاب پھرتے پھرتے کلکتہ پہنچی اور کلکتہ سے آخر پھر اپنے اصل مقام یعنی حیدر آباد پہنچ گئی۔ کلکتہ کے شروع میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کے بیٹے اور جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے ایک منظم و بنیاد لکھا۔ اس بنیاد میں اول اس نے بتایا ہے کہ ان نظموں کو کس ترتیب میں لکھا گیا ہے یعنی اول شتویا پھر قصیدے اس کے بعد ترجیع بند ترجیع بند کے بعد فارسی مرثیے اس کے بعد دکنی مرثیے دکنی مرثویں کے بعد فارسی مرثیے فارسی غزلوں کے بعد دکنی غزلیں اور سب سے آخر میں رباعیات



۵۔ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

اس کتب خانے میں جو نسخے ہیں ان میں پہلا نہایت قدیم اور شاہی تصویر و مٹلانسخہ ہے اور خود سلطان محمد قلی قطب شاہ کی زندگی میں غالباً اسی کے حکم سے لکھا یا گیا تھا۔ اس کے سر لوح پر لکھا ہے :-

دیوان اعلا حضرت سلیمانی خلد اللہ ملکہ

اس کے علاوہ جگہ جگہ لکھا ہے :-

ولہ ایضاً مدظلہ العالی

اس لحاظ سے یہ نسخہ دوسرے تمام نسخوں سے زیادہ قدیم معتبر اور اہم ہے۔ لیکن یہ بھی مکمل نہیں ہے چند روئیں اس میں شامل نہیں ہیں اور جلد بندی کے وقت اس کے صفحوں کو آگے پیچھے کر کے بغیر کسی ترتیب کے جلد بندی گئی ہے۔ چونکہ صفحوں پر نمبروں کا اندراج نہ تھا اس لئے بے ترتیبی پیدا ہو گئی زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ سلسلہ کے بعض صفحات کا پتہ نہیں چلتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ درمیان سے تقریباً ہر دو لپ کے چند ورق جلد بندی کے وقت چھوٹ گئے۔ اس دیوان میں سلطان محمد قلی نے اکثر جگہ معافی اور صرف چند جگہ قطب یا قطب شاہ وغیرہ تخلص استعمال کیا ہے۔ چونکہ معافی تخلص سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ شاید دوسرے شاعر ہو اس لئے یہاں یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ معافی اور قطب ایک ہی شاعر کا تخلص تھا۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ابتدائی تخلص معانی تھا۔ بعد کو اس نے قطب یا قطب شاہ تخلص کو ترجیح دی۔ اس لئے اس زیر نظر دیوان کی ترتیب کے بعد جو دیوان مرتب ہوئے ان میں ہر جگہ معانی کو نکال کر قطب شاہ لکھ دیا گیا ہے۔ اس تبدیلی اور اس کی نوعیت کی بحث اس کتب خانہ کے دوسرے دیوان کے سلسلے میں پیش نظر ہوگی۔

معانی ایک بادشاہ ہی کا تخلص تھا اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اکثر جگہ اس تخلص کے ساتھ بادشاہت اور لوازم شاہی کا ذکر کرتا ہے مثلاً ذیل کے شعر ملاحظہ ہوں۔

۱۔ جم عیش سوں کر راج کل جگ میں معانی کیتا ہے ترے دشمنوں کا کام خدا تلخ
۲۔ پیوستہ باد با تو معانی عروس عیش قفل کی صوت بختی ہے مجلس شہانہ کر
۳۔ اے معانی تیرے رازاں تھے ہوئے آگاہ تاج تو رکھ سر آبرو ہے اماں کا نشان
۴۔ ہزار شکر الہی کا کرتا ہوں ہر دم دماے فتح کے بجتے معانی شاہ نشان
۵۔ کہیا تمھاری سیوا معانی کی دولت ہے کہئے کہ تم بھی سیوا برابر شہا کرو
۶۔ فلک قلاب سوں باندھیا ہے سیڑی معانی تو دے شاہ دیکانہ

معانی نے بعض جگہ اپنے نام محمد قلی کی طرف بھی اپنے مقطعوں میں اشارہ کر دیا ہے مثلاً ذیل کے مقطوعے ملاحظہ ہوں۔ (رواضح ہو کہ محمد قلی کے لفظی معنی غلام محمد کے ہوتے ہیں) اتھم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کی میں محمد نانوں تھے دو توں جہاں میا جگیا

۲۔ معانی تنج کوں محمد غلامی ہے شہی توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صریح
 ۳۔ معانی شکر خدا کر نہ کر توں غم ہرگز بنی کے نانو تھے آتا تجھے خوشی کا سراغ
 ۴۔ یہ سرفرازی بس ہے دو جگہ نے معانی بیچ میں پر لکھا ہے اسم محمد اللہ
 ۵۔ تنج تخلص ہے معانی معنی کے گنج نون یا تو محمد مہم تھے پایا دو عالم کا سریر
 معانی نے اپنے قصیدوں میں جہاں کافی وضاحت کی گنجائش ہوتی ہے، اپنی بادشاہی
 اپنے نام اور اپنے تخلص کو مختلف شعروں میں وضع کر دیا ہے۔ مثلاً عید قرباں کے قصیدے کے
 حسب ذیل تین شعر قابل ذکر ہیں:۔

تج محمد نانوں تھے ہتھاپے تاج احمدی دوبررگی دیکھ پک پڑتا ہے خاقاں عید کا
 بخت و دولت تخت چو پھر چوک جوڑ ہے سدا اس خوشی سے رات دن گرچے سوا یوں عید کا
 اس قصیدے پر معانی عید جم سرباں ہے نین کیا ہے آج لگ یوں کوئی در افتاں عید کا

اسی طرح ایک اور قصیدے کے حسب ذیل شعر بھی قابل مطالعہ ہیں جن میں پہلے
 قطب شہ کا تخلص استعمال کرتا ہے اور آخر یعنی مقطع میں معانی کا:۔

نظر ہے مصطفیٰ ہو رمہ تفضی کا قطب شہ اوپر کہ دشمن کی پشانی پر لکھے حرفِ پشیمانی
 انوں کے دشمنوں اوپر ازل سے لعن واجب اگر ہوئے سمرقندی، بخارا ئی و ملتانی
 نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے توں تنج کوں معانی شعر تیرا ہے کہ یہاں ہے شعر خاقانی

اب چند ایسے شعر پیش کئے جاتے ہیں جن میں محمد قلی نے اپنے نام یا لفظ قطب کے ساتھ
لفظ معافی کی قریب ترین شکلیں استعمال کی ہیں مثلاً :-

اب پیچھے کا قطب معنی حال کیوں قبلہ کوں اس کام میں میخانہ کیتا
ہر کیس میں مست ہر یک دھات ہے قطبِ معناست از روزِ است
مع محمد نالوں ہے معنی سو بولیا راستی آؤ خوشش یا ناؤ خوش ہے نام میر آفتاب
آخر میں ہم ایسے قطعے پیش کر دیتے ہیں جن میں معافی اور قطب دونوں تخلص ساتھ ساتھ
استعمال کئے گئے ہیں مثلاً :-

اے قطبِ معافی کہ تیرا قطب خطاب ہے کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو ستارا
فلک سارے کل نارے اپنی غربت ہوں اس میں سب سدا قطبِ سعادت کا معافی تیج دیا ہے اب
سب دہر نہ کہہ تو قطبِ معافی کہ عاشق ہوں ایسے حال نیز اطور سوں فریاد کرتا ہے
ایمان کی دعا ورد ہے دعا کا کوٹ چو گرد ہے معافی قطبِ تجہ برو ہے علی کا حبِ حصار ہے
قطبِ زمانِ معافی بس کر بڑی کی کہانی شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی
معافی قطبِ شکس دہر نہ کہہ رنہاں پیو کا کہ ہے جو ستر مجلس کا سوچلا حور دستاب
اس تمام بحث کے بعد اب کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ معافی محمد قلی قطب شاہ
ہی کا تخلص تھا اور یہ دیوان محمد قلی کا ابتدائی دیوان ہے۔

اس دیوان میں زیادہ تر غزلیں اور مختصر قصیدے درج ہیں جو غزلوں کی شکل میں ردیف دار درج ہیں۔ مثنویاں، ترجیع بند مرثیے اس میں شامل نہیں۔ یہ اصل میں دیوان ہے۔ کلیات نہیں ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ کلیات بادشاہ کی زندگی میں مرتب ہی نہ ہو سکیں۔ چونکہ یہ سلطان محمد غلی قطب شاہ کا قدیم ترین دیوان ہے اور خود مصنف کی زندگی میں لکھا گیا ہے اس لئے ہم نے اس کو کلیات کے مقدمے میں یا خود کلیات میں نسخہ قدیم یا حرف ق سے ظاہر کیا ہے اس میں ۲۲۹ غزلیں، قصیدے اور قطفے درج ہیں اور جملہ تعداد اشعار ۹۱۸ ہے۔ یہ دیوان مطلقاً مذہب اور مصور ہونے کی وجہ سے بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس دیوان کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کی ردیف و تفصیل اصل ترتیب کے ساتھ معذافہ ردیف یہاں درج کرتے ہیں۔ (نوٹ صرف پہلے شعر یا مطلع کے قافیہ اور ردیفیں درج ہیں)

۳۶ غزلیں وغیرہ - ۳۳۶ اشعار	پایا - بجایا	آئے نا - یا سے نا
شاب تاب تھا - آفتاب تھا	آیا - پایا	پایا - چھایا
کام دیوے گا - جام دیوے گا	کنہا غم نہکھا - گلستان غم نہکھا	پیارا - ادھارا
پیارا - ہمسارا	جای کر نہکتا - شاہی کر نہکتا	ٹھارا - ستارا

گلیا - گلیا	چال کیوں؟ - مے خانہ کیتا	جواب - حجاب
ویلیا - پیلیا	جام لیلیا - مدام لیلیا	بن میں عجب - گلشن میں عجب
موتین پیلا - روتین پیلا	صبا - بلا	آب - شراب
دوا - شفا	کرتوں؟ - سہایا دناقص لادلی	مستجاب - ثواب
دفا - جفا	یابجانی کا - رازنہانی کا	نقاب - باب
کشارا - ہمارا	سماب تھا - آفتاب تھا	شراب - کیاب
خدادیتا - نوادیتا	جگت سارا - شرفدارا	شراب آلوداب - شاب آلوداب
پیلا - دالا	یکبارا - ٹھارا	مت
سیوا - نیوا	عالم کا - آدم کا	۱۶۰ غزلیں وغیرہ ۱۳۵ اشعار
سلطان عید کا - ساماں عید کا	افسانہ کیتا - دیوانہ کیتا	دولت - دولت
عید کا - امید کا	ب	کام دیت - جام دیت
آیا - سنایا	۱۰۰ غزلیں وغیرہ - ۱۷۸ اشعار	کچن مست پری مت - گلشن مست پری مت
جاں عید کا - گلستان عید کا	کیا ہے اب - ساقیا ہے اب	مست - پرت
بن عید کا - دھن عید کا	اسے طالب - دلاے طالب	لیا یا لبنت - آیا لبنت
فوشی کا - علی کا	زور و تساب - ہو ورتاب	بہشت - کنشت

پرست - دست	دام بحث - کلام بحث	(۲ غزلیں - ۱۵ اشعار)
مست - بدست	کھولو حدیث - بولو حدیث	کچ - رچ
ہات - بھلات	کام عبث - دام عبث	ناچ - پاچ
صحبت - قدرت	ج	ح
ثکایت - حکایت	(۹ غزلیں وغیرہ - ۶۷ اشعار)	(۸ غزلیں وغیرہ - ۵۵ اشعار)
رات - بات	نابلوج - نابلوج	مباح - نباح
کھلیا بست - چھڑ کیا بست	آج - حاج	سوا صبح - دعا صبح
بات - کھلات	آج - تاج	صبح - قبح
دش	جاناں کا اقتیاب - رضواں کا اقتیاب	بات صبح - مات صبح
(۸ غزلیں وغیرہ - ۵۶ اشعار)	آج - کاج	صبح - نصوح
بتخانہ ہے باعث - میخانہ ہے باعث	خیال تج - خال تج	دعائے قبح - برائے قبح
کیا عوارث - ہیا عوارث	بالاں کج - ہلاں کج	سمن مجروح - تن مجروح
اچھو وارث - سٹو وارث	دکھو رنج - نکور رنج	جیا روج - دواروج
حارث - وارث	رنج - گنج	خ
مے غیاث - لے غیاث	بیج	(۵ غزلیں وغیرہ - ۳۶ اشعار)

روے فرخ - موے فرخ	فریاد - افتاد	سنگاراں کر - دھاراں کر
شاخ - سنگلاخ	پدید - عید	پیکر - گھر
ڈانگتاخ - ہمنگتاخ	ورو - بیورد	بار - زار
دہن تلخ - سخن تلخ	ل	باہر - ذاکر
نوا تلخ - حیا تلخ	۲۳ غزلیں وغیرہ - ۴۰ اشعار	غذیر - صغیر
د	منور کر - در کر	نوبہار - اقتیار
را۱۱ غزلیں - ۹۱ اشعار	فدیر - کبیر	نظر - قمر
اسند - بلند	یار - دار	خانہ کر - بہانہ کر
کلمہ قند - بند بند	یار - ولد ار	پیک آبا بھار - جیک آبا بھار
ہلال عید - وصال عید	پرور - سرور	ڈر - گھر
آبا بھوں نوا چند - لگا یا جوں نوا چند	پرکار - یکبار	نور - سنپور
سایا عید بکرید - آبا عید بکرید	منور - بھر	آرام پر - جام پر
فریاد - آزار	امیر - کبیر	پور کر - دور کر
بنیاد - فریاد	نظر - خبر	ز
فریاد - داد	اپکمر - زر کر	۴۳ غزلیں وغیرہ - ۲۰ اشعار

جانی ہنوز - پہچانی ہنوز	غ	بتاں - رتاں
خیر - گلریز	(اغزل - ۹ شعر)	غفور کوں - انور کوں
درباز - نماز	داغ - باغ	جاں سو کرتے ہیں - فرماں سو کرتے ہیں
جاوداں ہم عید ہم نوروز - عیاں ہم	۴	ہندو شاں کوں - ناداں کوں
عید ہم نوروز	(۶ غزلیں وغیرہ - ۱۵ شعر)	شکر شاں کوں - راساں کوں
س	بھگوارو تم - مگادو تم	روں روں - گردوں
(۲ غزلیں - ۱۶ اشعار)	نام - کام	بے دیں - آبیں
پاس - الیاس	کام - جام	ارغواں - جواں
کہنا ہوس - سننا ہوس	کرم - علم	چمن - یون
نش	نام - صیام	رتن - جتن
(اغزل - ۱۹ اشعار)	دام - نام	کماں - رتاں
سکرش - ترکش	ن	ہنالوں کوں - جانوں کوں
ص	(۲۷ غزلیں وغیرہ - ۱۴۲ شعر)	نین - سمن
(اغزل - ۷ شعر)	دورتوں - فقہورتوں	خارا چھیں - سرشار چھیں
خاص - اخلاص	آب سوں - شباب سوں	نوراں تیں - حوراں تیں

نگاہ - درگاہ	محبوب دکھو - خوب دکھو	بیایا بمنت بکریڈو - بھایا بمنت بکریڈو
آیا برس گانٹھ - بیایا برس گانٹھ	بو - بو	خوشیاں ستیں - نوراں ستیں
آیا برس گانٹھ - پیا برس گانٹھ	کو - تو	ہونام سوں - پران سوں
آیا برس گانٹھ - سہیا برس گانٹھ	پلاؤ - بناؤ	خوشیاں سبھی اس عید میں
ی	خوشیاں کرو - ہماں کرو	ٹھٹھیاں سبھی اس عید میں
(۶۰ غزلیں وغیرہ - ۴۴ اشعار)	بجاؤ - کجاؤ	پلائی بنج کوں - سہائی بنج کوں
ہکے - سکے	بجاؤ - گجاؤ	ناداں سوں - تاناں سوں
بہاری ہے - ساری ہے	لا	گجا دیں - بجا دیں
کنٹھاں تھے - بتاں تھے	(۱۰ غزلیں وغیرہ - ۷۷ اشعار)	عشرت کیٹے ہیں - صحبت کیٹے ہیں
رانی - ہمانی	چروہ - ہروہ	اودھاروں - ناداروں
مینزانی - شہانی	گاہ - ناہ	اپنے میں - چنے میں
ہلکتی کھڑی - ہلکتی کھڑی	پناہ - اناہ	و
سجرائی - پھرائی	آگاہ - گراہ	(۹ غزلیں وغیرہ - ۶۰ اشعار)
آئی - پلائی	دلخواہ - سحرگاہ	پیری عجائب سوں - تیری عجائب سوں
کھلائی - جھلائی	آشیانہ - خانہ	نوجواں کرو - جاں کرو

ٹے - کھیلے	بھایا دے - سہایا دے	جام لیٹے - مدام لیٹے
لے - رے	کنکھری - گھسری	ناشا دکر تہ ہے - بیدا دکر تہ ہے
گاتی ہے - سہاتی ہے	ساری - سنگاری	سنگاؤن جوا چھ - انگاؤن جوا چھ
کھڑی - زرزری	باندے - باندے	یار خوش ندیے - بھار خوش ندیے
آئیا سر نھے - جھکا بیا سر نھے	مومناں کا بھید - دوتناں کا بھید	نیکا دے - نیکا دے
نین پتلی - یون پتلی	آوے - دکھاوے	گلالی - لالی
گری تھے - کری تھے	لیا یا ہے - آیا ہے	جھلنے - کھلنے
پیری - استری	ہمارے - تمہارے	دوری ہے - صبوری ہے
بھیری - گوری	تمہاری - واری	علم پکڑے - حشم پکڑے
قطب زہوں ل رہی ہے مکلی	آئی ہے رے - بھاتی ہے رے	تیری - دیری
بھید ہے - خورشید ہے	دھاتی - جگاتی	بدے - پدے
پلاقی ہے - دکھاتی ہے	بناتی ہے - لکھاتی ہے	رنگاری لگی دے - رنگاری لگی دے
ساجے - باجے	بھادے - جاوے	خافانی مجھے - سلطانی مجھے
کھول ساجے - مدن کے باجے	ثواتی - نہانی	مدعا ہے - روا ہے
دپامے - پلا لے	یہا لے جا کے - جا لے جا کے	قمر ہے - ثمر ہے

کھلاتے - پلاتے	دور کرساقی - پر نور کرساقی	سات ہے - دھات ہے
نور تھے - پور تھے	دھن کے - من کے	بہانے جائے - جانے جائے

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدیم ترین دیوان میں حروف ذ - ض - ط
ظ - ع - ف - ق - ک - گ اور ل کی ردیفوں میں غزلیں موجود نہیں ہیں۔ یہ نہیں معلوم
ہو سکتا کہ ان ردیفوں میں بادشاہ نے اس وقت تک غزلیں لکھی ہی نہ تھیں یا یہ غزلیں
درج تھیں اور بعد کو جلد سازی کے وقت تلف ہو گئیں۔

کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر کا دوسرا نسخہ

نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کا دوسرا نسخہ بھی شاہی ہے اور بادشاہ کی
وفات کے بعد مرتب ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ سلطان محمد قطب شاہ نے ۱۰۲۲ھ
میں جو نئے مرتب کرائے (اور جو ٹیپو سلطان کے اور دیگر کتب خانوں میں موجود تھے)
ان کے ساتھ کا ہو۔ یہ ناقص الاول ہے اس لئے ثنویاں، لؤل، قصیدے اور ترجیع بند
اس میں شامل نہیں ہیں البتہ رباعیات مکمل حالت میں موجود ہیں۔ ہمارے مرتب کردہ
کلیات میں جن جن نظموں کے آخر میں ج لکھا ہے وہ اسی دیوان سے ماخوذ ہیں اور جو غزلیں
قدیم دیوان میں نہ مل سکیں وہ اسی سے حاصل ہوئی ہیں۔ چونکہ اس میں قدیم دیوان کے مرتب
ہونے کے بعد کا کلام بھی درج ہے اور ضعف کے جانشین نے اس کو مرتب کیا ہے اس لئے

ہم نے اس کو مقدمہ میں یا کلیات میں نسخہ جدید یا حرف ج سے یاد کیا ہے۔
 نسخہ قدیم اور نسخہ جدید کا نمایاں فرق یہ ہے کہ پہلے میں شاعر کا تخلص اکثر معانی
 درج ہے اور دوسرے میں اکثر قطب شاہ۔ اس وجہ سے ابتدا میں یہ خیال ہوا کہ شاید
 پہلا سلطان محمد قلی کا کلام ہے اور دوسرا سلطان محمد قطب شاہ کا لیکن بعد میں تحقیق سے پتہ
 چلا کہ دونوں کلام ایک ہی مصنف کے ہیں کیونکہ نہ صرف متعدد نظمیں اور غزلیں دونوں میں
 مشترک ملیں بلکہ جن مقطعوں میں پہلے دیوان میں معانی درج ہے انہی میں دوسرے دیوان میں
 قطب شاہ لکھا گیا ہے مثلاً صرف چند قطفوں کے مصرعے نمونے کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔

جدید دیوان

قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
 قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست
 پیاکا حسن معانی ہے جگ میں جیوں اوقار
 اے قطب شہ توں چمپا کر کا ہے پتیا ہے شہزاد
 قطب شہ ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں
 شکر ایزد کر قطب شہ رات دن آنندوں
 قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم

قدیم دیوان

معانی سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
 معانی شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست
 پیاکا حسن معانی ہے جگ میں جیوں اوقار
 اے معانی توں چمپا کر کا ہے پتیا ہے شہزاد
 معانی ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں
 شکر ایزد کر معانی رات دن آنندوں
 معانی ریا ترک کر عیش سوں اچھیں

معلوم ہوتا ہے کہ خود سلطان محمد قلی نے آخر کو معافی کی جگہ قطب شہ تخلص کو ترجیح دی تھی اس لئے پہلا دیوان مرتب ہونے کے بعد جو کچھ لکھا وہ اسی تخلص سے لکھا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی دفات کے بعد سلطان محمد نے اس کا کلام مرتب کرنے وقت ہر جگہ سے معافی نکال کر قطب شہ ڈال دیا ہو۔

یہاں یہ امر بھی واضح ہو جانا چاہئے کہ سلطان محمد قلی بعض وقت دونوں تخلص استعمال کرتا تھا جس کی مثالیں گزشتہ نسخے کے تذکرے میں لکھی جا چکی ہیں ایسے اشعار جن میں دونوں تخلص استعمال کیے گئے ہیں اس نسخہ میں بعینہ موجود ہیں۔

معافی تخلص کے علاوہ سلطان محمد قلی ایک اور تخلص ترکمان بھی لکھا کرتا تھا اور سلطان محمد قطب شاہ نے ترتیب کلیات کے وقت جہاں لفظ معافی کو قطب شاہ سے بدل دیا ترکمان کے تخلص کو بھی منہ وک کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ قدیم دیوان میں ایک شعر جانتے دار و حکیمان در دکا نیہ دوا ہو سے ترکمان ان کے دست

یہ شعر اس دیوان میں بھی موجود ہے لیکن اس میں لفظ ترکمان موجود نہیں ہے بلکہ مصرعہ ثانی کو یوں بدل دیا گیا ہے ج نیہ دوا ہو سے نہ ہر گزان کے دست

دیوان کے ان دونوں نسخوں کے مشترک کلام میں اگرچہ زیادہ اختلاف نہیں ہے تاہم بعض جگہ کافی فرق پیدا ہو گیا ہے۔ ذیل میں ایک غزل درج کی جاتی ہے جس کے اختلاف بطور نمونہ کام دیکھنے

ہم نے کلیات کی ترتیب کے وقت ان اختلافات کو احتیاط کے ساتھ حاشیوں پر یا الفاظ کے نیچے
 ہی ظاہر کر دیا ہے۔ اس لیے یہاں صرف یہ ایک منزل کافی ہے۔۔۔

قدیم دیوان

جدید دیوان

بعینہ

جن نام و نیتہ نابو مجھے ووکاں وکیان کا
 جے نابو مجھے سو عقل انوں کا بھی ہے خام

بعینہ

و نقش کا نگار کریں میرے دل مدام

بعینہ

جو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں توں آپنا سلام

بعینہ

دوڑایا ہے عقل جتا اتا دوڑیا

بعینہ

اے پند گو قطب شہ کوں کیا پند کہتے ہیں

بعینہ

اس سلسلے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ تبدیلی خود سلطان محمد قلی نے بعد کو اپنے کلام میں

پیدا کی یا اس کے بعد اس کے جانشین اور مرتب دیوان محمد قطب شاہ نے اپنے چچا کے کلام

پر نظر ثانی کی۔ چند مثالیں ایسی ہیں جن سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شاہ سلطان محمد نے بعض

بدل دئے ہوں۔ چونکہ وہ چچا کے متقابلے میں زیادہ پابند مذہب اور متقی تھا اور عیش و عشرت

نہج شہر کا سو کیا ہے پری بول منج کوں نام

احرام اس کا باندھوں گا ہو پکڑوں گا میام

جن نام و نیتہ نابو مجھے دو گن و گین کا

کن نابو مجھے سو عقل انوں کا بھی ہے خام

ایسا پلا شراب کہ سب دل تھے جائے دھوئے

و نقش کار قوم کریں میرے دل مدام

انگاہ خاک یاد کیا نہج تو جیو دیا

جب تھے دیکھیا ہوں تو نھے کیا ہوں مجھے سلام

(اس کے بعد دو شعر بعینہ دونوں نسخوں میں درج ہیں)

دوڑایا ہے عقل جتا اتا دوڑیا

دوڑائے نا تو بھی دیوے دشنام میرا کام

اے پند گو مافی کوں کیا پند کہتے ہیں

اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام

اس سلسلے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ تبدیلی خود سلطان محمد قلی نے بعد کو اپنے کلام میں

پیدا کی یا اس کے بعد اس کے جانشین اور مرتب دیوان محمد قطب شاہ نے اپنے چچا کے کلام

پر نظر ثانی کی۔ چند مثالیں ایسی ہیں جن سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شاہ سلطان محمد نے بعض

بدل دئے ہوں۔ چونکہ وہ چچا کے متقابلے میں زیادہ پابند مذہب اور متقی تھا اور عیش و عشرت

کی طرف مائل نہ تھا اس لئے ممکن ہے ذیل کے مصرعہ میں عیش کو خوشی سے بدل دیا ہے۔
 عج معافی ریا ترک کر عیش سوں اچہ کا نسخہ جدید عجب قطب نشہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم
 بعض اشعار میں تبدیلی کی وجہ سے شعر میں کسی نہ کسی طرح کی خوبی پیدا ہو گئی ہے اس قسم کی
 چند مثالیں درج ذیل ہیں :-

جدید دیوان	قدیم دیوان
(۱) عاشقاں کے شعر جگ جگ گئے ان اساساں روشنی ہے آفتاب (یعنی عاشقوں کے شعر دنیا میں تیشہ رہتے ہیں اور ان کی آہوں سے آفتاب کو روشنی ملتی ہے)	(۱) عاشقاں کے شعر آتھے جگ جگ گئے میری آہ کا آگ جیوں ہے آفتاب (یعنی عاشقوں کے شعر سے جگمگاتے کیونکہ میری آہ کی آگ آفتاب کی طرح ہے)
(۲) نظر نیچہ ہے کیا تماشا کا حاجت نہیں بنر خط آگے خضر کا حاجت طیباں کریں تس کوں بالی ہوں دار کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالاکا حاجت	(۲) نظر نیچہ ہے کیا تماشا کا حاجت نہیں بنر خط آگے چنپا کا حاجت (۳) طیباں کریں منج کوں بالی ہوں دار کہ بالی میں ہو من ہے بالاکا حاجت
(۴) من مدعا مدعی نہ ہو جھے کچ نکو بحث کرنیں ہے غوغا کا حاجت	(۴) من مدعا مدعی نہ ہو جھے کچ نکو بحث کرنیں ہے اعدا کا حاجت

یہ کہا جا چکا ہے کہ ابتدا میں خیال تھا کہ یہ دیوان محمد قطب شاہ کا ہو گا نہ کہ محمد قلی
 اور اسی خیال سے نمائش یوم ولی میں اس کو سلطان محمد کے دیوان کے نام سے پیش کیا گیا اور
 مطبوعہ فہرست مخطوطات نمائش ولی میں بھی وہ اسی نام سے درج ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔

مندرجہ بالا دلائل کے علاوہ ایک اور دلیل بھی ہے جس کی وجہ سے یہ دیوان محمد قلی ہی کا ثابت ہوتا ہے۔
 قلی کے معنی غلام کے ہیں۔ اور محمد قلی سے مراد غلام محمد۔ چنانچہ سلطان محمد قلی نے اپنی اس
 غلامی پر ہمہ جگہ فخر کیا ہے۔ اور اپنے اشعار میں صاف صاف محمد قلی لکھنے کی جگہ ”غلام محمد“ یا محمد کا غلام
 لکھا ہے۔ اگر یہ دیوان سلطان محمد قطب شاہ کا ہوتا تو وہ اس لفظ غلام پر اتنا زور نہ دیتا کیونکہ اس کا
 نام محمد سلطان مرزا تھا اور لقب سلطان محمد قطب شاہ۔ اس طرح سے اس کے نام یا لقب کو قلی یا
 غلام کے لفظ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ خاندان قطب شاہیہ کا پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنے
 نام کے آگے قلی کا استعمال نہیں کیا حالانکہ اس کے جملہ پیش روؤں نے اس کا التزام کیا تھا۔ مثلاً
 محمد قلی، ابراہیم قلی، سجان قلی، جمشید قلی اور سلطان قلی سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے لقب
 کے ساتھ لفظ قلی اس لئے استعمال نہیں کیا ہو گا کہ

- ۱۔ اس کے باپ کا نام محمد امین (ابن ابراہیم قلی قطب شاہ تھا) نہ تھا نہ کہ امین قلی
- ۲۔ وہ تخت نشینی کے بعد بھی اپنے پیش روؤں کی طرح اپنے نام محمد یا سلطان کے آگے
 قلی کا لفظ نہیں بڑھا سکتا تھا کیونکہ خود اس کے پیش رو کا نام محمد قلی تھا اور سلطان قلی بانی سلطنت
 کا نام تھا۔ اور ممکن ہے کہ التباس سے بچنے اور اپنی انفرادیت قائم رکھنے کے لئے اس نے ان
 دونوں سے علیحدہ لقب اختیار کیا ہو۔ یا چونکہ اس کی والدہ بیہ نصیب تھی اس لئے خود کو اپنے پیش روؤں
 سے مبرا کرنے اور اپنے سے ایک نیا سلسلہ شروع کرنے کی خاطر اس نے خود کو بغیر لفظ قلی کے

الترام کے مشہور کیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد دونوں بادشاہوں (عبدالغنی قطب شاہ اور ابوالحسن قطب شاہ) نے بھی قلی کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

غرض یہ دیوان محمد قلی ہی کا ہے کیونکہ اس میں جگہ جگہ لفظ قلی کی مناسبت سے محمد کی غلامی پر زور دیا گیا ہے نیز ایک شعر میں شاعر نے اپنا پورا نام بھی لکھ دیا ہے یعنی

سدا ہے داس محمد قلی محمد کا
عسلی کی ہرستی سکھ اند پائے آج

۷۔ سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق

کلیات محمد قلی پر کام کرنے کے اثنائے نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں کلیات محمد قلی کے چند اوراق داخل ہوئے جو پہلے دو دیوانوں سے بالکل مختلف تقطیع کے کسی قدیم مخطوطہ مذہب نسخے کے منتشر اوراق معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے چند نئی غزلیں اور مرثیے دستیاب ہوئے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کے دیوان کی کئی نقلیں گئیں تھیں جو اب تک موجود ہیں۔

۸۔ کتب خانہ آغا حیدر حسن صاحب۔

یہ نسخہ حال کا نقل کیا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر ہی کے پہلے دیوان کی نقل ہے۔ میں آقا صاحب کا شکریہ گزار ہوں کہ انہوں نے اپنا نسخہ عرصے تک میرے استعمال کے لئے وقف کر دیا تھا۔

کلیا محمد قلی قطب شاہ

پہلا حصہ

نظمیں

نظموں کی تفصیل

(۲۲۰ نظمیں اور ۱۶۳۹ اشعار)

(۱) حمد (۵ نظمیں - ۱۳۵ اشعار)

- ۱۔ چند سورتیرے نور تھے نس دن کوں نورانی کیا دیوان - تعداد اشعار - صفحہ مطبوعہ
ج - ۵ - ۳
- ۲۔ بنداہوں گنہ گار خدا میرا گنہ بخش ج - ۷ - ۴
- ۳۔ کیا موجود اپنے جو تھے منج جان غور کوں ق - ۹ - ۴
- ۴۔ تہیں جگ کا سامیا یا حفیظ ج - ۷ - ۵
- ۵۔ مناجات میرا تو سن یا سمیع ج - ۷ - ۶

(۲) نعت (۵ نظمیں - ۴۳ اشعار)

- ۶۔ تیج مکھ اجت کے جوت تھے عالم دینہارا ہوا ج - ۹ - ۹
- ۷۔ اسم محمد تھے ہے جگ میں سو خاقانی مجھے ق - ۷ - ۱۰
- ۸۔ چاند سورج روشنی پایا تمارے نور تھے ق - ۱۳ - ۱۱

نوٹ - ج سے مراد دیوان جدید اور ق سے مراد دیوان قدیم ہے۔

ب

۹۔ دیابندہ کوں حق نبی کا خطاب ج - ۷ - ۱۳

۱۰۔ خدا منج ہر سوں آپ نبی صدقے کیا رافع ج - ۷ - ۱۳

(۳) منقبت (۶ نظمیں - ۴۰ اشعار)

۱۱۔ کہتے ولیاں شاہ جس سوشہ ہمارے ہیں علی ج - ۷ - ۱۷

۱۲۔ آدھار دے آدھار بچ بن نہیں کوئی یا علی ج - ۷ - ۱۸

۱۳۔ دو جگ کوں جیو دینے سکے حضرت علی سلطانوں ج - ۵ - ۱۹

۱۴۔ جیو میا نے سر و قد کھینچا تارا یا امیر ق - ۷ - ۲۰

۱۵۔ دنیا و دین کا حق سنگار یا علی توں ج - ۷ - ۲۲

۱۶۔ ہے امیراں کا شہ ہنشہ دو جہاں میں یا اللہ ق - ۷ - ۲۳

(۴) ملح حضرت بی بی فاطمہ (۲ نظمیں - ۱۴ اشعار)

۱۷۔ ازل تھے بی بی فاطمہ بھاگ ساجے ج - ۷ - ۲۷

۱۸۔ گرو گھر بند بگھر گھر کرتے اندینرانی ج - ۷ - ۲۸

(۵) شاعر کا مذہب (۲ نظمیں - ۱۰ اشعار)

۱۹۔ دو جگ منے منج کوں اے کرتار معاذ ج - ۵ - ۳۱

۲۰۔ محمد دین قائم ہے ہند و بھاراں بھگا دو تم ج - ۵ - ۳۲

(۶) عید میلاد نبی (۶ نظمیں ۵۴ اشعار)

- ۲۱۔ فرشتے سرگ سات کوں ستاریاں سوں نوازیں۔ ج - ۷ - ۳۵
 ۲۲۔ درود لک اس نبی پر جو نہ جن کے پیار سے ہیں۔ ج - ۹ - ۳۶
 ۲۳۔ خلاق اس دنا خاطر کیا پیدا جلت سارا۔ ق - ۷ - ۳۸
 ۲۴۔ حضرت نبی مولود بھی سر تھے نوی لیا یا انند۔ ج - ۷ - ۳۸
 ۲۵۔ نبی مولود خوشیاں تھے ہوئی دل کی بہار لاؤش۔ ج - ۱۰ - ۳۹
 ۲۶۔ گناے نبی کے جو مولود اننداں۔ ج - ۱۲ - ۴۱

(۷) عید بعثت نبی (۵ نظمیں - ۳۷ اشعار)

- ۲۷۔ خوشیاں کرو موالیاں مبعوث رسول آیا۔ ج - ۷ - ۴۵
 ۲۸۔ آیا ہے وقت سر تھے مبعوث مصطفیٰ کا۔ ج - ۷ - ۴۵
 ۲۹۔ مصطفیٰ مبعوث خوشیاں کے عید کا ہے دیر آج۔ ج - ۹ - ۴۶
 ۳۰۔ نبی مبعوث بھی آکر کیا ہے سب جہاں روشن۔ ج - ۷ - ۴۸
 ۳۱۔ کہے خوش خبر خوشی سوں اخی کھول ادھر خوشی کے۔ ج - ۷ - ۴۹

(۸) شب معراج (ایک نظم - ۵ شعرا)

- ۲۱۔ شاہ مودال و محمد ہیں ہمارے سرتاج۔ ج - ۱۵ - ۵۲

(۹) عید سوری (۵ نظمیں - ۳۵ اشعار)

- ۳۳۔ سب ہی عیدوں میں اتم عید سواے عید سوری ہے۔ ج - ۷ - ۵۵
 ۳۴۔ عید سوری سکرس پوروں سنگار آیاں سکیاں بھی۔ ج - ۵ - ۵۶
 ۳۵۔ نبی کی عید سوری آمد رنج سورسوراں کے۔ ج - ۹ - ۵۷
 ۳۶۔ عید سوری اند لیا یا ہے۔ ج - ۷ - ۵۹
 ۳۷۔ خوشیاں مول آج جاں تاں سب جہاں معمور و شاد ہے۔ ج - ۷ - ۵۹

(۱۰) عید مولود علی (۹ نظمیں - ۶۶ اشعار)

- ۳۸۔ مومنوں خوشیاں کرو ہے آج دن مولود کا۔ ج - ۷ - ۶۳
 ۳۹۔ حضرت علی مولود تھے سب مومنوں کا عید ہے۔ ج - ۶ - ۶۵
 ۴۰۔ موابیاں شیعیاں خوش ہو یہ دن سرچن ہے حیدر کا۔ ج - ۶ - ۶۵
 ۴۱۔ سیتی اماں مولود آیا۔ ج - ۷ - ۶۶
 ۴۲۔ دیا صبح صادق من روے فرخ۔ ق - ۹ - ۶۷
 ۴۳۔ مولود علی آوے فلک پر تھے ملک سوں۔ ج - ۷ - ۶۸
 ۴۴۔ مرتضیٰ مولود آیا ہے بہت نورانی سیتی۔ ق - ۹ - ۶۸
 ۴۵۔ عرش حق کا گلیا جملکن ادک مولود حیدر تھے۔ ج - ۷ - ۶۹

۴۶۔ مولود خوشیاں آئیاں مولود کی خوشیاں کرو۔ ق۔ ۴۔ ۷۱۔

(۱۱) عید غدیر (۸ نظمیں - ۶۲ شعر)

۴۷۔ موالیان سب کرو خوشیاں کہ آیا دن خلافت کا۔ ج۔ ۷۔ ۷۵۔

۴۸۔ شیعیاں کا عید پھر کر آئیاں تم غدیر۔ ق۔ ۷۔ ۷۶۔

۴۹۔ عید آئیاں اندسوں یاراں مبارکی کا۔ ج۔ ۷۔ ۷۷۔

۵۰۔ سب کرو دل کر مبارکبادی عید غدیر۔ ق۔ ۱۳۔ ۷۷۔

۵۱۔ خلافت دے بنی کہے یوں کہ منج بعد از موحید رہے۔ ج۔ ۷۔ ۸۰۔

۵۲۔ تم غدیر دن تھے دو جگ ہو انورانی۔ ج۔ ۷۔ ۸۱۔

۵۳۔ سب جگ کرے اند کہ عید غدیر ہے۔ ج۔ ۷۔ ۸۲۔

۵۴۔ خوشیاں سوں آج کے دن مل ملک چوندر تھے سارے بھی۔ ج۔ ۷۔ ۸۳۔

(۱۲) شبِ برات (۱۰ نظمیں - ۷۷ اشعار)

۵۵۔ خدا کے کرم سیتے شبِ برات آیا۔ ج۔ ۷۔ ۸۷۔

۵۶۔ جو شبِ برات ات جھلک سوں جگ میں آیا۔ ج۔ ۷۔ ۸۷۔

۵۷۔ سکھن رات شبِ برات آبرائیاں لیائی سارپاں کی۔ ج۔ ۹۔ ۸۸۔

۵۸۔ سہاگن رات شبِ برات آسج گھر آئے بھی سرتے۔ ج۔ ۷۔ ۹۰۔

- ۵۹۔ مبارک کا خبر شہرت لے کر آیا سر تھے۔ ق۔ ۷۔ ۹۱
- ۶۰۔ کہہ طور تو راجہ لالا شہرات اب دپائے۔ ق۔ ۷۔ ۹۳
- ۶۱۔ شب برات خوشی شادی سوں کیا روشن۔ ق۔ ۶۔ ۹۳
- ۶۲۔ شب رات آکیا ہے سب جگ کے تائیں روشن۔ ج۔ ۷۔ ۹۴
- ۶۳۔ مکھ جوت سوں چند رکھیاں شہرات کوں جھمکائے ہیں۔ ج۔ ۷۔ ۹۵
- ۶۴۔ عشق شہرات سر تھے دھن کری رہے۔ ج۔ ۱۳۔ ۹۷
- (۱۳) ہلال عید و عیدِ مضاں (۱۱ نظمیں - ۸۹ اشعار)
- ۶۵۔ جگ کہتے آج بھن پر دیکھے ہلال ساقی۔ ج۔ ۱۱۔ ۱۰۱
- ۶۶۔ چندا عین عیدی بشارت دکھایا۔ ج۔ ۶۔ ۱۰۲
- ۶۷۔ آیا ہے عید کا چند پھر چرخ بام ساقی۔ ج۔ ۹۔ ۱۰۲
- ۶۸۔ ٹھنایا لانا ناز کر آیا جیوں نوا چند۔ ق۔ ۷۔ ۱۰۳
- ۶۹۔ نس عید جلوہ گر ہو گئے دن صیام ساقی۔ ج۔ ۵۔ ۱۰۴
- ۷۰۔ ابرو کا اتم ریگھو عیدی کا ٹر ہے۔ ق۔ ۱۰۔ ۱۰۵
- ۷۱۔ انبر سداور میں منی نوا چند کا شایا عید۔ ج۔ ۸۔ ۱۰۶
- ۷۲۔ خورشید مکھ اُپر دے ابرو ہلال عید۔ ج۔ ۱۱۔ ۱۰۷

۷۳۔ ساقی ہو عید آیا دیکھ خیال مونیوں کے - ج - ۸ - ۱۰۹

۷۴۔ عید سیوی لیا بنیا خوشیاں آنند - ج - ۷ - ۱۱۰

۷۵۔ روزیاں کا عید آیا ہے پہنچاؤ ہو رہنماں سوں - ق - ۷ - ۱۱۱

(۱۱۲) بقصر عید (۹ نظمیں - ۶۸ اشعار)

۷۶۔ خبر بکرید خوشیاں ستیں میرے تائیں لیا یا ہے - ق - ۷ - ۱۱۵

۷۷۔ خوشی خبراں سنایا عید بکرید - ق - ۷ - ۱۱۶

۷۸۔ ہویدا بھی ہوا جوں جان بکرید - ج - ۷ - ۱۱۷

۷۹۔ اتم بکرید آیا جگ ہوا خوش اپنے من میا نے - ج - ۹ - ۱۱۸

۸۰۔ شہا بکرید ہے سالم دُرِ یمن تج پہ قرباں ہے - ج - ۱۱ - ۱۱۹

۸۱۔ دن آج کی بکرید کا سب جگ میں رجحان ہے - ج - ۶ - ۱۲۱

۸۲۔ سنگار کرا ضحیٰ چلے سو نور انواراں بھرے - ج - ۷ - ۱۲۳

۸۳۔ بکرید عید آیا صلوات بر محمد - ج - ۷ - ۱۲۴

۸۴۔ عشرت کے پھولاں کا یون لیا یا بنت بکرید سوں - ق - ۷ - ۱۲۵

(۱۵) نوروز (۳ نظمیں - ۲۱ شعر)

۸۵۔ نورانی نوروز نوریاں سوں آیا - ج - ۷ - ۱۲۹

۸۶۔ تو انور روز نورنگ جوں کلیاں کلیاں کھلایا ہے۔ ج۔ ۷۔ ۱۲۹

۸۷۔ میر تھے نوروز بشارت لے خوشیاں سویوں گھر آف۔ ج۔ ۷۔ ۱۳۱

(۱۶) بسنت (۷ نظمیں - ۵۲ اشعار)

۸۸۔ بسنت کھیلیں عشق کی آپیارا۔ ج۔ ۹۔ ۱۳۵

۸۹۔ پیارے بسنت کا ہوا آئیا۔ ج۔ ۴۔ ۱۳۶

۹۰۔ کہ کوئل پر ہم ناد اپنا سنایا۔ ج۔ ۷۔ ۱۳۶

۹۱۔ بسنت آیا سکی جوں لال گالا۔ ج۔ ۷۔ ۱۳۶

۹۲۔ پیاری کے مکھ میا نے کھیلیا بسنت۔ ج۔ ۷۔ ۱۲۷

۹۳۔ او منگاں سوں بسنت آیا نورانی۔ ج۔ ۷۔ ۱۳۸

۹۴۔ شاہ کے مندر سعادت کا خبر لیا یا بسنت۔ ق۔ ج۔ ۱۱۔ ۱۳۹

(۱۷) دوسری عیدیں (۴ نظمیں - ۲۸ اشعار)

۹۵۔ پوریوں کی عید۔ ورشنی ہو آئی ہے پوریاں کی عید۔ ج۔ ۷۔ ۱۴۳

۹۶۔ اتبار عید۔ قربان ہونے شہہ اُپر آئی ہے اتبار عید۔ ج۔ ۷۔ ۱۴۴

۹۷۔ سکھ بلاس کی عید۔ سدا ہوے شہہ بزم میں نیہ اند۔ ج۔ ۷۔ ۱۴۵

۹۸۔ عید۔ عید اں کیاں ہیں خوشیاں سب ہی اس عیدیں۔ ق۔ ۷۔ ۱۴۶

(۱۸) سالگرہ (۱۰ نظمیں - ۸۶ اشعار)

- ۹۹۔ خدا کی نظر تھے برس گانٹھ آیا۔ ج۔ ۷ - ۱۴۹
- ۱۰۰۔ بنی کی دعا تھے برس گانٹھ آیا۔ ق۔ ۷ - ۱۵۰
- ۱۰۱۔ خدا کی رضا سوں برس گانٹھ آیا۔ ق۔ ۷ - ۱۵۰
- ۱۰۲۔ بنی نانوں تھے پھر برس گانٹھ آیا۔ ق + ج۔ ۱۲ - ۱۵۱
- ۱۰۳۔ حبیب حق تھے برس گانٹھ دیں نے آج۔ ج۔ ۱۲ - ۱۵۲
- ۱۰۴۔ گھڑی امرت سے ساعت سلن کن دیکھ اختر سوں۔ ج۔ ۷ - ۱۵۲
- ۱۰۵۔ ملائک عرش پر شہ کیا برس گانٹھاں گنا تے ہیں۔ ج۔ ۷ - ۱۵۵
- ۱۰۶۔ خدا ہر مصطفیٰ کی دشت سوں آیا برس گانٹھ۔ ق۔ ۷ - ۱۵۷
- ۱۰۷۔ خدا کی رضا سیتی آیا برس گانٹھ۔ ق۔ ۶ - ۱۵۷
- ۱۰۸۔ بنی کی غلامی تھے آیا برس گانٹھ۔ ق۔ ۶ - ۱۵۸

(۱۹) جلوہ اور دیگر رسوم (۸ نظمیں - ۵۲ اشعار)

- ۱۰۹۔ پریم پیاری کا جلوہ گاؤ سارے۔ ق۔ ۶ - ۱۶۱
- ۱۱۰۔ بنے ہو رہی کوں پلا و سدا۔ ج۔ ۷ - ۱۶۱
- ۱۱۱۔ میں تیرے کاج جلوے راگ پایا۔ ج۔ ۵ - ۱۶۲

۱۱۲۔ پیاری کا جلوہ ہن من میں گائے۔ ج۔ ۴۔ ۱۶۳

۱۱۳۔ نین پھانسی سب کر موہن من دیجھاوے۔ (مقثر ثانی) ج۔ ۶۔ ۱۶۳

۱۱۴۔ بھاگنی بھاگاں کا جلوہ گاؤ تم۔ ج۔ ۴۔ ۱۶۴

۱۱۵۔ ہندی۔ امرت گھڑی گھڑی میں خوشیاں طلجے۔ ج۔ ۴۔ ۱۶۶

۱۱۶۔ کتنہ مال۔ نبردھیٹ شوخی سوں آکر گھڑی جب۔ ج۔ ۴۔ ۱۶۸

(۲۰) لوازمات شاہی (۶ نظمیں۔ ۱۵۲ اشعار)

۱۱۷۔ کسوت زرین۔ کسوت مکمل زر زری شلج سنگا لیں۔ ج۔ ۱۱۔ ۱۷۱

۱۱۸۔ شاہی ہاتھی۔ خدا کا ہست ہنسا ہو رہی ہنسا۔ ج۔ ۴۔ ۱۷۳

۱۱۹۔ تقسیم اوقات۔ پہلی گھڑی سانسی کے مہ موتیا سیتی ہنسا پری۔ ق۔ ج۔ ۹۔ ۱۷۴

۱۲۰۔ راگ۔ گٹ راگاں پیاری آپ راگے راگ گاتی ہے۔ ج۔ ۴۔ ۱۷۶

۱۲۱۔ راج ترانہ۔ سجان کے بھومان سوں جیو تہیں زاسدا۔ ج۔ ۴۔ ۱۷۸

۱۲۲۔ ترانہ عیش۔ دکھ درد گیا عیش کے دن آئے کرو کام۔ ق۔ ج۔ ۱۱۔ ۱۸۰

(۲۲) مکمل (۳ نظمیں۔ ۱۸ اشعار)

۱۲۳۔ چوگان۔ سائیں کیلے نیہ سوں چوگان خوش۔ ج۔ ۴۔ ۱۸۵

۱۲۴۔ چوکڑی پو۔ سکی تال دے منج ٹلکتی مکھڑی۔ ق۔ ۴۔ ۱۸۶

ک

- ۱۲۵۔ کھنڈی۔ اپن دل کے انداں کی کریں جگ سرور ^{کھنڈی} ج۔ ۲۔ ۱۸۷
- (۲۲) برسات اور سرما (۱۶ نظمیں۔ ۱۱۴ اشعار)
- ۱۲۶۔ روت آیا کھیاں کا ہواراج۔ ج۔ ۷۔ ۱۹۱
- ۱۲۷۔ مرگ سلطانی تارا جگ میں آیا پھر کہ آج۔ ق۔ ج۔ ۹۔ ۱۹۱
- ۱۲۸۔ پلاساقی مے ہو ر خوشی بنتی ناچ۔ ق۔ ۷۔ ۱۹۲
- ۱۲۹۔ سہیلی بنی نیلی رت میں شوانی۔ ق۔ ۷۔ ۱۹۳
- ۱۳۰۔ انداں بیتے بھی آیا مرگ سال۔ ج۔ ۷۔ ۱۹۴
- ۱۳۱۔ مرگ سال آئیا پھرتے مرگ نگاراں کر۔ ق۔ ۷۔ ۱۹۵
- ۱۳۲۔ سہیلیاں مرگ سال آیا ہوا سوں۔ ج۔ ۷۔ ۱۹۶
- ۱۳۳۔ مرگ آئیا مرگنیاں اب مرگ کو مناؤ۔ ق۔ ۷۔ ۱۹۷
- ۱۳۴۔ گرجا دیکھ مرگ چونہ ہر تھے فوجاں کر طیاں بالیاں۔ ج۔ ۷۔ ۱۹۸
- ۱۳۵۔ گرجا ہے میگھ سر تھے تازہ ہوا ہے بستیاں۔ ق۔ ۹۔ ۱۹۹
- ۱۳۶۔ گرجیا مرگ خوشیاں سوں نگار و آؤ سکیاں۔ ج۔ ۷۔ ۲۰۱
- ۱۳۷۔ مرگ جھینے کوں ملا لے مکاں مل گئناں ہیں۔ ج۔ ۱۱۔ ۲۰۲
- ۱۳۸۔ سالوں بسال مرگاں آند سوں کجاؤ۔ ق۔ ۵۔ ۲۰۴

۱۳۹۔ مرگ رحمت کا گرج انبر پہ عنبر رنگ ابھلا لک (نظم)۔ ج۔ ۳ - ۲۰۵

۱۴۰۔ مولود نبی اور بارش۔ نبی مولود میں آیا مرگ سال۔ ج۔ ۴ - ۲۰۴

۱۴۱۔ تھنڈ کالا۔ ہو آئی ہے لے کے بھی تھنڈ کالا۔ ج۔ ۴ - ۲۰۸

(۲۳) محلات شاہی (۶ نظمیں ۵۸ اشعار)

۱۴۲۔ خدا داد محل۔ خدا داد محل کوں محمد سنوارے۔ ج۔ ۱۴ - ۲۱۱

۱۴۳۔ سجن محل۔ ساجنی سجن محل میں ساج کر چنڈیاں سوں آئی۔ ق۔ ۴ - ۳۱۳

۱۴۴۔ اعلیٰ محل۔ اعلیٰ محل اعلیٰ سے اعلیٰ خوشیاں مہتر گھڑی۔ ق۔ ۴ - ۲۱۵

۱۴۵۔ حیدر محل۔ حیدر محل میں دایم حیدر کا جلوہ گاؤ۔ ق۔ ۴ - ۲۱۶

۱۴۶۔ محل کوہ طور۔ کہہ طور پر سدا ہے سجان کا اجالا۔ ج۔ ۱۴ - ۲۱۹

۱۴۷۔ قطب مندر۔ سلکمن سعادت سوں سرج چند اختر خوشیاں۔ ج۔ ۹ - ۲۲۱

(۲۴) بارہ پیاریاں (۳۸ نظمیں - ۲۶۱ اشعار)

۱۴۸۔ نمنی نمنی سہ تھے آپ کو سنواری عجائب۔ ج۔ ۵ - ۲۲۵

۱۴۹۔ ۵ نظمیں۔ پریم موتی چوایا ہوں سکیاں گند خوشیاں ستیں۔ ق۔ ۶ - ۲۲۵

۱۵۰۔ ہنستی ہے کھلتی ڈلتی پیلا پلاتی منج کوں۔ ق۔ ۴ - ۲۲۷

۱۵۱۔ نازک نمنی بالی محبت میں سونا جانے منوز۔ ق۔ ۵ - ۲۲۸

- ۱۵۲۔ دوڑ کر لاج سوں انچل وونٹی لٹکی چین۔
ق۔ ۱۱۔ ۲۲۹
- ۱۵۳۔ سانولی | میری سانولی سن کی پیاری دیسے۔
ج۔ ۷۔ ۲۳۲
- ۱۵۴۔ ۳ نظمیں | پیاسا نولامن ہمارا بھلایا۔
ج۔ ۷۔ ۲۳۳
- ۱۵۵۔ نہنئی سانولی پر کیا ہوں نظر۔
ق۔ ۷۔ ۲۳۳
- ۱۵۶۔ کنولی | لے کھڑی کنولی پیاری اپنے بہت میا نے پیالا۔
ق۔ ۷۔ ۲۳۵
- ۱۵۷۔ ۴ نظمیں | سچہ قد دیکھ سرواں ہا کے کئے ہیں بن ہیں۔
ج۔ ۶۔ ۲۳۶
- ۱۵۸۔ تازگی تھے تازہ چھل آئی میرے برتنے۔
ق۔ ۵۔ ۲۳۸
- ۱۵۹۔ پیاری | سکیاں جا منالیا و پیاری کوں آج۔
ج۔ ۷۔ ۲۳۹
- ۱۶۰۔ ۵ نظمیں | پیاری نکر توں سجن سوں منم۔
ج۔ ۷۔ ۲۴۰
- ۱۶۱۔ خوشی دولت گھڑی بابے پلاؤ بلجو نادان سوں۔
ق۔ ۷۔ ۲۴۰
- ۱۶۲۔ پیاری توں بول مارے سچ بول نیں پتیارا۔
ج۔ ۷۔ ۲۴۲
- ۱۶۳۔ پیاری تیرے بچھڑے تھے رین منج نیند آوے نا۔
ج۔ ۷۔ ۲۴۳
- ۱۶۴۔ گوری | سہا تا ہے کچھ حسن گوری کا شاب۔
ج۔ ۷۔ ۲۴۵
- ۱۶۵۔ ۳ نظمیں | عشق کی پتی ہے گوری رنگیلی۔
ج۔ ۵۔ ۲۴۶
- ۱۶۶۔ عشق کی پتی تو میرے دل کھڑی۔
ق۔ ۷۔ ۲۴۶

- ۱۶۷۔ چھیلی چھیلی سوں لگیا ہے من ہمارا۔ ج۔ ۷۔ ۲۴۷
- ۱۶۸۔ لالا لالا { اہلیا من تو بالاسکی من مولالا۔ ج۔ ۷۔ ۲۴۸
- ۱۶۹۔ نظمیں { عشق میں مست متوالی ہوں لالا۔ ج۔ ۷۔ ۲۴۸
- ۱۷۰۔ پیالہ لیو میرے اچھے لالا۔ ج۔ ۷۔ ۲۴۹
- ۱۷۱۔ تیں میرے مندر سو آج آؤ لالا۔ ج۔ ۷۔ ۲۵۰
- ۱۷۲۔ لالہ { چتر ماتی کے ہت تھے لیو پیالا۔ ج۔ ۴۔ ۲۵۱
- ۱۷۳۔ نظمیں { نین پھاندے میں دل رہیا ہے ہمارا ج۔ ۷۔ ۲۵۱
- ۱۷۴۔ میرا لالہ ہے لیلی میں ہوں مجنوں۔ ج۔ ۷۔ ۲۵۲
- ۱۷۵۔ موہن { اہو مائی مدن موہن پیارا۔ ج۔ ۶۔ ۲۵۳
- ۱۷۶۔ نظمیں { پرت تازی لگی ہے منج کی موہن پیاری سو۔ ج۔ ۷۔ ۲۵۵
- ۱۷۷۔ ہمن بائیں ہیں حلقہ کان میں ماوے سو اس دھن کے۔ ق۔ ۹۔ ۲۵۶
- ۱۷۸۔ حیدر محل { حیدر محل میا تے نابات گھول سا جے۔ ق۔ ۷۔ ۲۵۷
- ۱۷۹۔ نظمیں { بھواں ابرو میں ماوے برو باندے۔ ق۔ ۷۔ ۲۵۸
- ۱۸۰۔ حیدر محل میا تے جلوے عشق کے گادیں۔ ق۔ ۴۔ ۲۵۸
- ۱۸۱۔ محبوب۔ دل چمن میں اوپری ناز سوں وستی محبوب۔ ج۔ ۵۔ ۲۶۰

- ۱۸۲- (دو نظمیں) جگت حسن میں ہے ترا حسن محبوب - ج - ۵ - ۲۶۰
 ۱۸۳- مشتری - مین پتی ہم سوں کرے ایک بات - ق - ۷ - ۲۶۲
 ۱۸۴- (۲ نظمیں) دعا معشوق کا کر کام تج بام دعا ہے - ق - ۷ - ۲۶۳

(۲۵) دوسری پیاریاں (۱۰ نظمیں - ۷۲ اشعار)

- ۱۸۵- بلقیس زمانی - عشق بادشاہی سو ہے تج آج - ج - ۹ - ۲۶۷
 ۱۸۶- حاتم - ناری سب سے تج اتا لے چالا - ج - ۷ - ۲۶۸
 ۱۸۷- بہمنی ہندو - اس بہمنی ہندو کا کس دھڑکروں شکا - ق - ۱۱ - ۲۶۹
 ۱۸۸- ہندو چھوری - رنگیلی سائیں تھے توں رنگ بھری - ج - ۷ - ۲۷۱
 ۱۸۹- پدمنی - تج ناک موٹی مکھ اُپر دیتا ہے آب سوں - ق - ۷ - ۲۷۲
 ۱۹۰- سندر - سند مکھ تج لعل لب ہیں دن جوں تیر تار ہیں - ج - ۷ - ۲۷۵
 ۱۹۱- سجن - سجن باہاں پکڑ دیو و ادھارا - ج - ۷ - ۲۷۶
 ۱۹۲- رنگیلی - مری ٹھہ بولنی میٹھائی سوں پیالا پلاتی ہے - ق - ۷ - ۲۷۷
 ۱۹۳- نور کی مورت - کبل آنکھ میں سو ماہی کے مراتب ^{کبل} نون علم - ق - ۷ - ۲۷۹
 ۱۹۴- کسین - لاج کے خوئے بند اُپر رات کا کہنے جواب - ج - ۵ - ۲۸۱

(۲۶) ناز (۹ نظمیں ۶۶ اشعار)

- ۱۹۵۔ نازنین۔ دھن دید پر ناوید رکھ سورج نہیں تہا کھڑا۔ ج۔ ۷۔ ۲۸۵
 ۱۹۶۔ اسرار شباب۔ سورج تارے دپائی ہے بند چند پٹائی۔ ج۔ ۷۔ ۲۸۶
 ۱۹۷۔ انداز شباب۔ یون سستی بہت رکھی ہے اپ کمر۔ ق۔ ۹۔ ۲۸۸
 ۱۹۸۔ چنچل نین۔ روین تاج ابرو تلیں ہیں نار میرے خواب میں۔ ج۔ ۵۔ ۲۸۹
 ۱۹۹۔ ماہ ابرو۔ تاج ابرو اک چند تھے دستاخیل چند عید کا۔ ق۔ ۹۔ ۲۹۰
 ۲۰۰۔ کعبہ رخ۔ سکی کا مکھ مکھ ہو کیس کسوت جوں بنائیں۔ ق+ج۔ ۶۔ ۲۹۲
 ۲۰۱۔ سرو خوش قد۔ سرو خوش قد دیکھا سب سرو کن میں۔ ج۔ ۹۔ ۲۹۳
 ۲۰۲۔ چاندنی اور سجن۔ سجن مکھ کا اجالا چند تھے آلا۔ ج۔ ۷۔ ۲۹۵
 ۲۰۳۔ چاندنی اور سیا۔ چلے چندنی میں جب لٹک پیو ہمارا۔ ج۔ ۷۔ ۲۹۶

(۲۷) نیاز (۶ نظمیں ۳۸ اشعار)

- ۲۰۴۔ علم عاشقی۔ جس پیو کوں ڈھونڈتی تھی نا بج جہاں جہاں۔ ج۔ ۷۔ ۲۹۹
 ۲۰۵۔ رسم عاشقی۔ مین تنجائے پتلیاں کوں اچھو تاکر تاہوں بیوا۔ ق۔ ۷۔ ۳۰۰

ف

- ۲۰۶۔ کتاب عشق۔ کحل آنکھ کے رنگ میں بھید ہے۔ ق۔ ۲ - ۲ - ۳۰
 ۲۰۷۔ نقشہ وصال۔ لے ناز میرے نین کوں دے اپنا دیدار عیش۔ ج۔ ۱۳ - ۳۰
 ۲۰۸۔ عیش وصال۔ سدا منج عید سور می ہے کہ میں دھن وصل پایا۔ ج۔ ۵ - ۳۰
 ۲۰۹۔ بعد وصال۔ دین سب شہ سوں مل جاگی سوچ نیک کا ہے پیار کا۔ ج۔ ۷ - ۳۰

(۲۸) افسانہ محبت (۷ نظمیں ۵۱ اشعار)

- ۲۱۰۔ پریم کی کہانی۔ سنو لوگ میری پریم کی کہانی۔ ج۔ ۷ - ۳۱
 ۲۱۱۔ پریم کے چھتہ بند۔ پرت جل میں جسنے رہے ہو رز جائے۔ ج۔ ۷ - ۳۱
 ۲۱۲۔ رقیب۔ اے دوستی نرا سی توں ہے سر بسر غلیظ۔ ج۔ ۷ - ۳۱
 ۲۱۳۔ رشک رقابت۔ دیکھو ہیلیاں یہ دوستی جا بیا کوں کج سنائی۔ ج۔ ۸ - ۳۱
 ۲۱۴۔ یڈ ہی کی کہانی۔ پریاں کے باغ میں دیکھیا مند ہر گلال۔ ق۔ ۹ - ۳۱
 ۲۱۵۔ عشق و عقل۔ پریم اپنا چتر جگ پر سو چھایا۔ ج۔ ۷ - ۳۱
 ۲۱۶۔ دنیاۓ فانی۔ سنو مالاں سب کہ دنیا ہے فانی۔ ج۔ ۶ - ۳۱

(۲۹) متفرق (۴ نظمیں - ۲۳ اشعار)

- ۲۱۷۔ فتنہ دکھن۔ بجاۓ جیواں کوں کی آپ جوٹی کیرے تائیا۔ ج۔ ۵ - ۳۲

- ۲۱۸۔ ایک تلنگن سے۔ پیاری جودتی میں پنت نیچ پیسم۔ ج۔ ۵۔ ۳۲۲
- ۲۱۹۔ دکن کی پتلی۔ سدا بچ مت کرتی ہے نیرہستیں نین پتلی۔ ق۔ ۷۔ ۳۲۳
- ۲۲۰۔ موہن اور حیدرنگر۔ سو حضرت کے گوشاں پہ اپسر رکھایا۔ ج۔ ۶۔ ۳۲۴

————— ❦ —————

حک

چند سو تیرے نور تھے، رات سے رات دن کوں نورانی کیا
 تیری صفت کن کر سکے، توں آپ ہی میرا ہے جیا
 منج نام منج آرام ہے، منج جیو سو منج نام ہے
 سب جگ کوں تجھ کوں کام ہے، تج نام چپ مالا ہوا
 تج یاد میں جگ موہیا ہے جگ اُپر تیرا میا
 جو جگ منگے سوتوں دیا، توں ہی جگت کا ہے دیا
 جیتا ہوں تیری آس تھے، آیا ہے رحم آکاس تھے
 جے کج منگوں تج پاس تھے، سو ہے سو منج کوں توں دیا
 بہو تک میا سیسے اپن، دیتا قطب کوں سب دکھن
 بیسوں نبی کانت چرن، جب لگ ہے تن میا نے جیا
 سر پر ہر قدم تک جسم میں روح

(۲)

تج لطف کیرا فیض خدا سچ کوں بخش
تیرے آپ حم کے نور اسوں سے دل کوں بخش
اپنے آپ کے آداب اسوں میں فیض خدا بخش
میں میں کے در بن کوں اس میں کچھ تھے صفائش
یہی آنکھ آنکھ کو اپنے پہرے
بھی شکر کرن میں کوں تو تو فیتن کوں بخش
پہر کرنے کے لئے تھے
میں عیش کے سوج کوں دن دن توں ضائش
روز بروز تو
دیکھ درد بھی دور کر ہو رستگ شفا بخش
اور آرام (ج)

بند ہوں گند گار خدا میر گند بخش
تج لطف تھے موجود ہو اجیو سستی میں
تیرے سے دن سے
دھریا ہے دو جگ پر توں مباح عالم لیکن
دعا عالم
میں جیو کے پھل بن کوں کر شوق سوز ناز
میرے دل پہو بن کر اپنے سے
ایک جیبوں کرتا ہوں تجھے شکر مزار
ایک زبان سے تیرے
میں نجات کے مارے کوں سدا کہ توں جھلکتا
تو
صدائے نبی کے قطب کوں اپ لطف میا تھے
اپنے نبوت

(۳)

دیباہ جوت اپنے نور تھے موطن نور کوں
روشنی سے پری
دیباہ روشنی سب جہراں میں میر جوہر کوں

کیا موجود اپنے جو تھے میں جان غم کوں
سے پری
نہ دکھلاؤں اسی جوہر فرشتاں کوں میر جوہر

سو مکھ تھے روشنی پایا خبر کرناہ خاور کوں
 لکھیا تیج ناؤں منج تر پر نہراں شکوہ او کوں
 ہمیں سجدہ کریں ایم ہمارے من کے سر کوں
 طرہ اس بھول کا گن کر رکھیں اب یہ سر کوں
 سدا رکھ آپ یار توں اس سر و صوبہ کوں
 ہوئے ہیں حال کے پیکیے سو دھن تیج حسن کے ز کوں
 سو کپڑے کاڑ کر دیکھو کہ پڑ پاپے تن در کوں
 نکال کپڑا ہمارا (ق)

خضر ہو چشمہ حیاں ہمیں رہنہ میں کا
 اچھوں اچھوں میں پائیر الطف منج
 کیا تیج نیکہ بار منج چونہ صوبہ حیراں
 کھلایا سب بھلاں میں آج میرے ایک بھل تارا
 گیا سب بھول کا نوبت سوا اب سب بھول نوبت
 صرفاں بیٹھے ہیں صرفی سواں نیمہ کی دو کا
 معافی کے سوسیلے کپڑے ناو دیکھو کہ عاشق ہے

(۴)

تہیں جگ کوں سر جاں یا حفیظ
 تہیں کرنے ہمارا دیا یا حفیظ
 دے منج نین کوں تو تیا یا حفیظ
 میری آنکھ کو سرنہ

تہیں جگ کا سا میا یا حفیظ
 جو کوئی ہیں دراندے ان کوں سدا
 ترے دوست کے باٹ کی گرد تھے
 راہ سے

جد ہاں لگ اے جو منج تن منے
جب تک ہے روح میر جسم میں
بہو تیک در و مند ہوں منج کھلا
بہت ہی
جکج حال تھا سو کھیا ہوں تجھے
جو کچھ
بخن علی قطب بندے پیچم
ہمیشہ
(۵)

چلا منج کوں یا حسیا یا حفیظ
ترے لطف کا مومیا یا حفیظ
کھیا مان میرا کھیا یا حفیظ
کہا
لیا دھرمیا ہرمیا یا حفیظ
لا محبت (ج)

مناجات میرا تو سن یا سمیع
بھلا کر بھلا منج سوں جو ہوے گا
مے دو تن کوں توں زیت دے جنت
تو ہمیشہ
آبادان کر ملک میرا سوتوں
سکل تخت پر میرا یوں تخت کر
سبک
مرا شہر لوگاں سوں معمر کر
لوگوں سے
مراوات کا جہم ترنگ را قطب
مرا دوں ہمیشہ گھورا کل طے

منجے خوش توں کھرات دن یا سمیع
تو
برا کر برا منج سوں جن یا سمیع
تو
مے دشمنان کوں اگن یا سمیع
کو اگ
بسا سوتوں دے میرا سن یا سمیع
انگوٹی پہ جوں ہے نگین یا سمیع
انگوٹھی
رکھیا جوں توں دریا میں یا سمیع
رکھا جسطح تو نے
اوسے سار مت دے غنیمت یا سمیع
اتھ اگ (ج)

نَعْمَت

تج مکھ ارجت کے چوب تجھے عالم دنیہ چار ہوا
تیرے تجھ جوت و روشنی سے روشن
یک لک آسمی پیغمبریں آپجے جگت میں گولے
ایک لاکھ پیدا ہوئے دنیا میں لیکن
انہر ترنگ زیں چند نوا چا یک رنگ تہی
آسمان گھوڑا چاند نیا اسکی بجلی
توں ڈر کھلا ہے زلا پاکھرتا ہے جھمکنے

دھرتی سرنگیں فرش کی چونہ صمد جو من
زمین چاروں طرف سمندر
جنت کتے ترنگ جس سو یک چمن تج باغ کا
کہتے ہیں عالم تیرے
بہو تنیک نبی کے چاؤسوں کتی کنڈری بھاؤسوں
بہت ہی سے کرتی سے
باتاں گہریاں زمینیاں اریا جو تیرے نالوں
سی پاک و صفا بچھا دیکھا نام

تج دین تجھے اسلام لے مومن جگت سارا ہوا
تیرے سے عالم
تج بر نبوت ہے ختم سب تھو توں ہی پیارا ہوا
تجھ سے
سویج کرن پرچم دے غاشا بدل کا را ہوا
بادل نظر آئے
مور سہی فتراک جوں توں پھراں ہا را ہوا

چھپر پلنگ سات آسمان پنکھا سو تج بار ہوا
تیرا ہوا
گرسی عرش تج گھر انگن ہو رلا مکان ٹھارا ہوا
تیرا صحن اور مقام
سو تس کندوری لون میں صمد و سب را ہوا
اس نمک تین سمندر
سو جائے کر آسمان پر ہم یک چمن تارا ہوا
جا کر

صدقے نبی جم راج کر قطب زماں آنندوں
ان چین سے

قدرت تجھے کہلش آئے کر دنیاں کے سوار ہوا
کیڑے کہکشاں اگر دشمنوں کیلئے

(ج)

(۲)

اسم مجمل تھے اے، جگ میں سو خاقانی مجھے
 سے ہے دنیا
 بندہ نبی کا جسم رہے، سہتی ہے سلطانی مجھے
 ہمیشہ ہے زیب دینی
 شاہاں غروری ٹھاؤں تھے، کرتے ہیں اپنی دھاؤں تھے
 جگہ سے
 مستی مری تیج ناؤں تھے، کبستی ہیں دیوانی مجھے
 تیرے نام سے کرتی
 سب جگ بھلے ہیں گیان میں، میں نا بھلوں لاہان میں
 عالم بھول تھے عقل
 لکھنے ازل بہومان میں، ہے راز پنهانی مجھے
 اس ناؤں کی بڑن جھلک، مچ سر بلندی تا فلک
 نام
 آ کہیں سدا سارے ملک، تو یوسف ثانی مجھے
 نبی
 کیا ڈر مجھے فرعون کا، ہو رسامی افنون کا
 اور
 موسیٰ عصا زینون کا، ہے تیغ ربانی مجھے

بار اچھے شیطان میں، سچرے قطب سا کان میں

۵۰

امید کے گلدان میں، بار اے رحمانی مجھ

شاہاں منے بھومان تھے، کرتا بڑائی جان تھے
میں بہت سے سے

انپیریا علی کے دان تھے، تشریف شاہانی مجھ
حاصل ہوا غایت سے خلعت (ق)

(۳)

آب کو ترکوں شرف تھڈی کے پانی پور تھے
آبِ ذوق سے

کیا رضا ہے منج کوں آون یا نہ آون دور تھے
مجھ کو

کیوں کر باندھے بچار دل تمہارے گھور تھے
گھوڑا

نیر نہیہ کا منج پلا تیرے ادھر سدا دور تھے
آبِ عشق مجھے ہونٹ کے سمندر سے

اس دماغ باورے کوں باس دمسر دور تھے
دیوانے

نامراداں کوں مراد جام دے اُس حور تھے
سے

چاند سوچ روشنی پایا تمہارے نور تھے
تہا سے

دل پریم جینے تھے دینا گل صبا کو وصل
محبت کی یاد سے

منج نین کی شاب تھے کہہ طور جل سرمہ ہوا
تیری آنکھ سے کوہ

کچھ تنہی دیکھیا بیداری یا کہنے منے
سوز میں دیکھا

کن طرے کا باس اب باد صبا بہت بھیج منج
کان کے خوشبو کے ہاتھ سے میر پا

جم مرادوں جام ساقی بھرا چھونت بزم میں
ہمیشہ

دل دریا میں غم کی موجاں آتی ہیں فوج فوج
 کب کھلے گا مدعا کا پھول دل گلزار میں
 عاشق تاج باٹ میں بسمل ہو ہیں ہشتماں
 اے صبا توں قول لیا تب ہو گیا دل کوں قرا
 دور ہوں فرنگ نہ فرنگ تیرے وصل تھے
 توں سلیمان ثانی تھج برج فیوزی دستخ
 اے معالی رات دن نام چمکے و در کر
 عشق کے تھننے اوپر کیا ڈھری طوفان دور تھے
 ناز جیتے سوں مکر و کون کو کاتی دور تھے
 عاشق بیچارہ کون رکھ پیار کے دستور تھے
 حق پرستی منج قیاب نا بھیس اب دور تھے
 میرے دل کا خیال تیرے شوے بن تا دور تھے
 مشتری پایا شرف تیری نظر منظور تھے
 تھج دُعا بالمدعا ہے رتبہ منصور تھے
 (۴)

دیا بندہ کون حق نبی کا خطاب
 نبی نانولے کر کسی تھے نہ ڈر
 محکم دے دیا نور جوں امتاب
 توں رٹری من و دینا کوں تاب
 جو نسبت کرے گا تو پائے عتاب
 حقیقی پیاسوں مجازی سہیں
 حجاب

نہ بھاوے منجے پیون ہور کج پند آئے مجھے پیا کے بغیر اور کچھ
 میں تیری ہوں چیری منجے آپ اب صحنی مانے یہ بات کوں شیخ و شاب
 پھرے ہم میداں میں وہ شہسوار ہمیلیاں بھی چو میں اس کار کا ب
 نبی صدقے ہے ترکماں دس امام ہوا دو جگت تب سوال و جواب
(ج)

(۵)

خدا منج ہر سوں آپ نبی صدقے کیا رافع منجے سے خود ہی کے
 منجے تخت سلیمان جوں وہی آپ دیا رافع منجے کا طح خود ہی
 یقین کر دل میں مانیا ہوں خدا جکوں اپے پیتا مانا خود
 وہ ہرگز زیر ہو سے تا کیا جس کوں خدا رافع وہ کے
 جو کوئی دل میں محبت دھر کر رہا ہے ایماں کا وہ
 سو اس کا بہت پکر کر آپ کرتے مصطفیٰ رافع ہاتھ خود

جو کوئی اُن کی محبت سوں غلام اُن کے کوایا ہے

کہلایا

مدد اس مصطفیٰ ہے ہو رہے گا و صد ارفع

مددگار (سب) وہ

نبی کا ایک محبت تھا سوس کر بات پڑتا تھا

بزاں کر آ پی کیتے ہیں (سب) اکوں ہمارا رفع

بعد از ان خود ہی کرتے

کتنک لوگاں سو منہ تھے ان کی ایک محبت پر

ان

کتنے ایک

کتنک دل کوں حصواں کے سونزد دولت ارفع

کتنے ایک

محب اُن کے جو کوئی ہیں اُن کوں کچ دریں ہے اقطیا

او سے ہم دین و دنیا میں کیا ہے مرتضیٰ ارفع

مَنْقِبَاتُ

کہتے دلیاں میں شاہ جس سوشہ ہمارے ہیں علیؑ
 دلیوں ^{بگو}
 پیارے نبی کے جیو کے سوا و پیارے ہیں علیؑ
 سورج ولایت کھن کے ^{دل} ہور صاحب ہود نیا دین کے
 آسمان ^{اور}
 جگ کے سنگار ہور عرش کے اپ کو ثوارے میں علیؑ
 آرائش ^{اور}
 شیر خدا تم ہیں لکر برحق تمنا مسان کر
 کہکڑ ^{تھک}
 سارے ملک تمنا آپر جواں سوں وارے ہیں علیؑ
 رقم ^{پر دل سے}
 کرنے تمن مولود کی مہمانی سب رضوانیاں
 تہارے
 سب لا مکاں کیرے مکاں سر تھے سنوارے ہیں علیؑ
 کمرے ^{پھرتے}
 جب تھے ہوا جگ میں تمارا نور پر کٹ چورخت
 دنیا ^{تہارا} چاروں طرف
 تب تھے سپت کھن جوت پاکر جھلکن ہارے ہیں علیؑ
 سے رات آسمان روشنی بھٹکنے والے

دیے من آن کا جوں لگن دیے سو بج جگتا ہوں
 چلے دل چلے آسمان چلے
 جے کوئی تمارا روپ جو من میں چتا رہے ہیں علیؑ
 جو تہا دل مستی کرے
 را کھو تمارا چھا نوتل داہم خوشیاں ہوں قطب کوں
 را کھو تہا کتھے
 قطب ہو فرزند قطب کے بندے نہاے ہیں علیؑ
 اد تہا ہے

(ج)

(۲)

آدھا رے آدھا راب، تیج بن نہیں کوئی یا علیؑ
 سہارا
 منگوں سنبھا لہنار اب، تیج بن نہیں کوئی یا علیؑ
 تھکوں سنبھالنے والا
 سب جگ لدا سلطان توں، تو انیراں کا بھان توں
 عالم آسمانوں سورج تو
 میرا سو پستیوان توں، تیج بن نہیں کوئی یا علیؑ
 پشتیان تو تیرے بغیر
 سو بکج ہتہ درین ترا، انسر صمن انگن ترا
 آسمان
 گھر لا آسمان مسکن ترا، تیج بن نہیں کوئی یا علیؑ
 سورج آسمان تیرے بغیر

بس دن جیووں تہج دھیا کر، شاہاں میں منج سلطان کر
 رات زندہ رہو تیرا منجھل مرا آسان کر، تہج بن نہیں کوئی یا علی
 کھا نشتر اں دل رگ منے، جلتے خوار ج اگ منے
 منج کوں سودو نو جگ منے، تہج بن نہیں کوئی یا علی
 اب پیار تھے اب جم مجھے، غم تھے سو کر بے غم مجھے
 توں میں مددہر دم مجھے، تہج بن نہیں کوئی یا علی
 بند اقرب شہ داس میں، بخشش منگوں تہج پاس میں
 پکڑیا ہوں تیری آس میں، تہج بن نہیں کوئی یا علی
 کپڑا تیرے بغیر

(۳)

دو جگ کون جو دینے کے حضرت علی سلطان توں
 عالم کو زندگارے لکھتے
 یک ہات بر سے ذوالفقار، یک ہات بر سے دان توں
 ہاتہ کرم

کہکش دندے سورج علم آسمان اُس کی چھانوسم
 کہکشاں ڈنڈا ^{کہ بار}
 چودہ بہون تیج حکم تن جم کر رکا پر دھان توں
 تیڑے
 جو بات سمجھن ہار توں اوتار نور توں
 دل کی سمجھنے والا
 یک ٹھار نہ ہر ٹھار توں تر لوک کا ایمان توں
 جگہ جگہ تینوں عالم
 توں سائیں گنونت مرا بر لیا سبھی چنست مرا
 خواہش
 سن سیو کا کنفت مرا سبجان تھے سبجان توں
 کہانی
 حضرت نبی دشتی کرے دل قطب نت تیج سون ہر
 نظر ہوش تجھ پر رکھتا ہے
 رنس دن نرا سیوا کرے حق گیان کا سوکھان توں
 رات کان ک عقلم (ج)

(۴)

جیو میا نے سرو قد کھینچا تمارا یا امیر
 دل میا تہارا
 بات میرے سین پر رکھ کر کہو سب میں گنیمیر
 ہاتھ گہرا

تم ہمیں قول کیاں باتاں ہویاں تھیاں ^{ہم} ^{ہوئی تھیں} ^{رہاں}
 رات کیاں باتاں صبا نہیں ہیں تمیں روشن ضمیر
 بیکس و ناکس ہوں ہیں کس سے کروں پیرت کی بات
 میرے روں روں خط کوں پڑتا ہے تمہارا دل و ہیر ^{محبت}
 میں چراکائیں بندہ ہوں تیرے نہہ کا ^{پڑتا} ^{تمہارا}
 طالبان میں تم کرو منجکوں حکومت کا وزیر ^{عشق}
 چو کہ کیا دیکھے کہ بائے لعل ادھر پر دانت دنگ ^{مئے}
 نکلے ہیں یک کھان تھے یا قوت و نسیم بے نظیر ^{ڈالے} ^{ہوٹ}
 سچ دیا کرتا رجب میں گوہراں کا کھان سب ^{کھان}
 تو ہوئے ہیں سب شہاں رُکوز میں کے تو امیر ^{مئے} ^{خاق}
 سچ تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھر یا ^{تیرے}
 تو چھل میم تھے پایا دُعا لہم کا سریر ^{سے} ^{بھرا ہوا}

(۵)

دنیا و دین کا حق سنگار یا علیؑ توں
 آؤش توں

سب اولیا کے من کا ارادہ یا علیؑ توں
 توں

سورج توں نوا نبر کا دیو اسودین گھر کا
 آسمان چرائے (کے)

پیارا سو پیغمبر کا سپہ یار یا علیؑ توں

سب جگہیں نا تو تیرا ہے سب پہ چھا تو تیرا
 عالم نام

ہر ٹھکانو ٹھکانو تیرا اوتار یا علیؑ توں

غلاماں بشر جمارے قربان نیچ پہ سارے
 بچے

سب مدعا ہمارے برآر یا علیؑ توں

آدم حارساتو کھن کا جیون توں ترہیون کا
 سہارا اسان زندگی تو تیرے عالم

جہم پیار ذو المنن کا لینہار یا علیؑ توں
 لینے والا

۱۱۰

برحق ولی توں رب کا صاحب سچا ہے سب کا

معراج کی سو شب کا جھکا یا علیؑ توں

قطعا گت یا ہے مولود آج تیسرا
گواہ

عشرت اندھے ہنٹ آیا یا علیؑ توں

(ج)

برجستہ ادھر

(۶)

ہے امیراں کا شہنشاہ و جہاں میں یا الہ

ہو قبلہ میں نہ جانوں منج کوں ہے تیرا پناہ
دوسرا

میرے دل میں بات نہیں کچھ بات سچ بن اے پیا
مجھے

منج اوپر سٹ ہر سوں اپ روشنی کا تک نگاہ
تیرے ہنر

میں غلام حیدر کمال کر سب جانتے
مجھ پر ڈال سے اپنی ذرا

بادشاہاں کو غروری سود کھیں گے ہوں گے گاہ

غزوہ سے

دشمن ار منج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر
 (اگر) ^{نہ}
 مرضی کے کھرگ تھے گھر بار اس ہو گناہ
 (کا) ^{سوار} سے
 دھو گناہاں اپنے مصحف کے تلاوت سستی تو
^{ہے}
 نتج خلاصی تیں کرے حضرت دعائے صبح گاہ
 (کا) ^{کے لئے}
 چتر ترنگ مخروطی کا جولان دے میدان میں
 چڑا کر گھوڑا
 دیکھو ٹلک چو پھر کہ بیٹھے ہیں تہاں بے ادب
 ذرا ^{پاروں طوف}
 گر کریں گے عدل یک ساعت تیں بر حکم شرع
 بے حساب ارزاں ہو دے گا تیں کون بخت مجاہ
 سب معافی کے گناہاں بخش اپنے لطف میں
^{ہے}
 میرے در بن دعا کا در نہیں اے بادشاہ
 کہ بفر

مدح حضرت بی بی فاطمہ

(۱)

ازل تھے بی بی فاطمہ بھاگتا ہے ۱۲۰ کہ جلوے دامے عرش میا نے باجے
 (کئے) میں بچے

سہاگاں کا گل سر ازل تھے بندے میں کہ داؤنی کا پھیندنا او باہاں پر سا ہے
 سے باندھے ان بازوؤں پر

بی بی فاطمہ تائیں اسمان منجے کہ ناداں لگن کے تو لکھ سال کا ہے
 کئے لئے آواز لاکھ

اُجائے عرش چوکی بی بی کئے تائیں کہ حضرت بی بی ہیں بیبیاں میں تاجے
 اُٹھائے بیبیوں کے سترج

بی بی ناؤں پر سب ہی قربان ہیں جگت کے شہاں میں توں کراچ راجے
 کئے نام عالم بادشاہوں آئے راجے

بی بی فاطمہ عرش کے تاج ہیں اُن نور تھے حور جنت کی لاجے
 اُن کے سے اُن نور تھے حور جنت کی لاجے

قطب شہ نئی داس نن پن تھے ہے
 کا غلام بچپن سے

نواؤناؤں کے دھاک تھے ذبے بھاجے
 اس نام رعب سے دشمن بھانگے

(۲)

گر دکھ بند سب گھرے گھر کرتے اندر بی بی فاطمہ بی بی دیئے تشبیہ جمع جم شہانی
 بخت اتوں کے ہیں بڑے الحمد لشکر کر ^{ان} چاک نا ہوئے تہوں اسنڈ کرے ہند ثانی ^{فلعت مجھے}
 قدرتی پھول لاں کا سہرا نئے میں تیج سیر ^{اوپر} دیکھو الیاں ہا جوڑے میں سے پھول بوئی ^{دیکھو ہاتھ کہ نہیں یہ پھول}
 چاند سورج کے حامل قرص بہتے ہیں نورانی ۱۳۰ مادے منڈ چوت تاریاں سونے سجلا سمانی ^{تاروں سے سچا}
 عاشقاں مل عاشقی سوں سب کو غم دکھاو ^{سے} سافیاں پھراؤ تم مجلس میں سے ارغوانی
 پاتراں نوناؤ کے غمے دکھاویں گلشن گرو ^{طوائف} سال و ساری کاونا منڈ دکھائی شامانی

بادشاہاں کرتے ہیں اپنے اپنے پرچک میں بڑائی

منجھل نانوں تھے ہتے تاج و دولت خسروانی
 مجھے کے نام سے

شاعر کا مذہب

دو جگ منے منج کوں اے کرتا معاذ
 میں مجھ ہے خالق

بند ہوں اسی کا وہی ہر ٹھہار معاذ

امت ہوں محمد کا کروں شکر خدا

تو ہے منجے جسم احمد مختار معاذ
 اس لئے مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ اُن پیار تھے میں
 قلم ان کے سے

منج کوں ہے سدا حیدر کلا سر معاذ
 میرے لیے

پنجتن کا منجے داس کیا پیار تھے حق
 مجھے غلام سے

پنجتن ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاذ
 میرے لئے سے

اللہ محمد علیؑ ہو بارہ امام
 اور

یو رب آہیں قطب کے سو آپار معاذ
 یہ ہیں اوپر

(۲)

محمد دین قائم ہے ہندو بھاراں بھگاؤ تم
 سیاہی کفر کی بھانوا جالا جگ مگاؤ و تم
 اجالے دین میں فوجاں جو آویں واسٹ کر غم کی
 توحید کی کناریاں سوں ہیا ان کا چراؤ و تم
 پیئے جے ساتی کوثر کے ہت تھے جام کوثر کا
 سد حضرت کیسے برابر مال شاہاں میں گواؤ و تم
 کھیلے ہیں نجات دروازے بتی کے داس پن تھ منج
 مجاں دوستان سارے بل نصرت بجاؤ و تم
 محمد کی غلامی مج ہے سب دیس ارزانی
 گھرے گھر یا تراں نٹوے اننداں سوں نچاؤ و تم
 غلامی سے میرے لئے
 خوشی سے



فرشتے سرگ شا تو کوں تاریاں سول سوانے ہیں
 جنت ساتوں تاروں سے سوانے
 شہ دنیا دیں کے تیں عرش کرسی بنگارے ہیں
 لے
 مگر مولود ہے شرکاء عرش او پر طبل کا جے
 شاید
 مراد اں پاؤ لے سارے جگت اناں پاسے ہیں
 پائے کے لئے ہاتھ پھیلائے
 خوشیاں تھے جگ سماتے ہیں سواپنے پیر ہن مہانے
 سے نہیں
 ترہ جگ اپنا تن من شہنشاہ پر سارے ہیں
 تین نثار کے
 محمد قطب شہ غازی کرے مولود بھو چند سول
 بہت سے
 تو اس کی عمر و دولت میں دعا صف صفا ہوٹا کریں
 کے لئے
 ملک ہو رجن نسب کرتے دعا شہ کا صدق سیتے
 اور
 دنیا ہو ر دین میں ایسا سوشہ نہیں کر چکے ہیں
 اور نہیں ہے

صدق..... کاری آپ اچا پانا نو دو جگ میں

بلند کیا نام
طبق نوراں کے لے حوراں سوشہ پر تھے نثارے ہیں

نبی صدقے گنایا ہے ترکماں آج میزوانی

۱۵۰ کرایا
علی صدقے سے دو جگ میں بلند اس کے تارے ہیں

(ج)

(۲)

دردہ لک اس نبی پر جو زنجن رب کے پیارے ہیں
دردہ لک

جو فیروزی ہماڑیاں نو جتن کے تیں سنگارے ہیں
(نورسانہ) جن کی خاطر

اُن دن مولود آئے خوش خبر قدسی یو پائے خوش

اُن کے
پھر مولود گناے خوش جنت آٹو سنوارے ہیں
گوائے آٹھوں

فلک سرمائی نخل کے ملک درزیاں ستاواں لے

شفق کی گوٹ لالے منڈپ لوری..... ہیں

چند غوام ہو آیا لگن سندر بھتر و صایا
چاند آسمان سندر میں

نبی پر وارنے لیا یا ڈھلک موتیاں ہوتا رہیں
لا

سُرج افشان گر ہو کر نبی صندر و داراں پر
کراہی گائے کے دروازوں

زرافشانی کی بیکر سو جگ میں جھلک رہے ہیں
سوج

جنت حوراں ہو یاں یک دل نبی مند ہر خوند صرل
ہو میں کہ پہاڑ چاروں طرف سے ہو کر

شگند بالاں سوں اپنے کھل کہ جھاڑ لگن نکارے ہیں
خوشبودار بالوں سے کھول کر جھاڑ کر سمن کوں سنوائے ہیں

ہرے جھاڑاں جو ہارے ہو پتیاں پاچے طبق لے بھر

سو بھر شبنم جو اہر سو نبی کے دار ٹھارے ہیں
دروازہ پر رکھے

جگت سب جگمگایا بھی خوشیاں کا غل چایا بھی
عالم پھر اٹھایا پھر

اُجلا دین پایا بھی تو پچانکے کفر اندھا ہے ہیں
پھر

سد اتوں راج کر قطبا اند کا ساج کر قطبا

نبی کا کاج کر قطبا کہ تج بنشنا ہمارے ہیں
نچے نٹالنے والے

(۳)

خلاتی اس دنیا خاطر کیا پیدا جگت سارا ۱۶۔ یقیناً تو کل دن میں ہی نہ ہی شرفدار
 اسی مولود کی خاطر کل کا فرغ کیا ^{دن کی} ^{عالم} ^{کرتا} ^ب ^{شرف رکھنے والا}
 تولد کی خبر سن کر طبل باجے عرش اوپر ^{تکرتا} ^{مقام}
 صفت و نکی امت ہم تم زباں کہیں کہیں جگ ^{لباس} ^{کو پہنائے} ^{چاند نظر}
 دیا میراں دو عالم کا اپن ہمت میں جگت میں ^{ان کی} ^{کہہ گئے} ^{دن عالم}
 گنہگار چھڑاؤں ہمار کا مولود اس دن ہے ^{اپنے ہاتھ}
 محمد قطب حج متک لکھے ہیں اس پیغمبر ^{تیری پیشانی پر} ^{غلام}

(۴)

حضرت نبی مولود بھی سر تھے نوی لیا یا انند ^{پھر از سر نو نئی لیا}
 گھر گھر بدوا کاج ہی چھو ساج سول دن آج کے ^{بہت سجاد سے}
 تو اس مبارک دین تھے ترک لوک سب پایا انند ^{دن سے عالم} ^{عیش}
 سب جگ پر بادل ہو کر چوند میر تھے چھایا انند ^{عالم پر} ^{چاند نظر سے} ^{عیش}

خوش ہو خوشی منہی ہے عیش متوالا ہوا
 عشرت کلیات ناپے آلاب جب گایا اند
 جیسے آند منگتے اتھے اُس تھے آلاک لاک
 کرتار اپنے پیارتھے ہمناس کون دکھلا اند
 جہاڑاں چمن کے آج مت جھولیا سو جھلے
 لالے کے پیالے بھر گر دیا وپیلایا اند
 مقصود کے غنچے مئے مولو رتھے پھل پھل
 امید کی برانت کا جھڑو جھولایا اند
 قسمت کرنا را اپن جس دیں تھے قسمت کیا
 اُس دیں تھے اے قطب تقسیم حج آیا اند
 بنائے والا خود ہی دن سے (۵) دن سے حصہ میں تیرے (ج)

نبی مولود خوشیاں تھے ہوی دل کی بہاراں خوش
 عشق خوشیاں و شادی تھے ہوئے ہیں روزگاراں خوش
 مبارک منج اچھوئے عید ہوز مولود پیغمبر
 ملے ہیں قطب سوں بارہ اماں ہوز نگاراں خوش
 کریں عید اں خوشیاں عشرت ولے اس عید سم ناویں
 علی مستی کے جولاں تھے ہوئے ہیں شہواراں خوش

عشق کی سرفرازی اس کے گیسو میں تھے پہنچا ہے

تو اس کے ہاتھ تھے اچھے محبت کے نگاراں خوش

تجے..... چاند کہوں یا کیا کہوں تج کوں

ہمن دل تخت پر بیٹھا ہے نہ نت روز گلالاں خوش

جو کوئی تج یاد عشقاں سول رکھے سر سجدہ یک چیت سول

اُسے دولوں جگت میا نے سرا ہے افتخاراں خوش

عشق کی آرسی او پر غباراں کد نکو یا رب

اوسی کی آرزو تھے دام میں ہیں گلزاراں خوش

عشق مولود میں پیالے یو د شرطاں سول بھر بھر کر

پلا منج یاد کی مستی نہیں ہے منج خماراں خوش

سے ہیں خوب عید ہو خوب بار ہو خوب پیرت منج

ہمن میا نے ان میا نے پیرت کی ہے لہاراں خوش

ہم میں ان میں محبت لہراں

خدا کا چھانول ہے منج پر تو منج ہے فسرزدانی
نبی صدقے قطب ^{سایہ} انگے ^{کچھ} رکھیں سرکاراں خوش
(ج) کے آگے

(۶)

ہم سایوں محمد قطب شہ ترکماں	گناے نبی کے جو مولوداننداں
نگارے سوبازا قصران محلاں	گوائے ^{خوشی سے} جگت سب جنت جوں چرت سول
مرصع میں ڈب سرخے یک نوری ناں	سنگار آویں حوراں من ہر طرف تھے
پریم مدلی لک چھند سول شاہ پریاں	(سرکے) ^{سوروں کی طرح} سے
سوچک ویسی کچ دیکھ ہو ویں جگت کے جہراں	منڈ پتل ہوا کے سوا دے تھے آویں
سوئس مکھ تنسلیاں کے دیکھ چھند بندیاں	شامیاز کے نیچے سے
دیکھت چتر سرمائی شہ کا جوں آسماں	سودھن جو رنماں رست کینچن کران جوں
ہرے لال برداں کے ہر یک ملوکاں	سوتھس کو یلاں جو کریں تحفہ اپنے
	دل
	تخت پر جوشہ بیس رائے جگت سب
	دھیریں سب ذکی وقت پیش کوں نہریں
	زین پر

جب آتش ملو کاں سوں مجلس بھراویں
 بادشاہوں سے
 بدخشی غسل حوض خالے میں بھرتے
 عجب نہیں جوئے نازوسن کر دھلے کھم
 دیکھیں شہ بزم کی تماشا رواں ہو
 کانام
 دیکھتے نیلے
 دیکھتے شہ کی عشرت دعا کر کوں تب
 دیکھ کر
 نبی کے دیا تھے قیامت تلک تم
 کہو ہیں
 کرم سے
 کھڑے ہوئیں دوست چور بہت ہندو راجاں
 دونوں طرف ہاتھ
 اجرت جوت جوں جام ویشے بھی رختاں
 لے پیالے او پی پیالے مے پیتے مسناں
 بہت
 ملک ملک اخلاک تھے آویں شاداں
 لاکھ لاکھ
 گمورات دن قطب شہ نیت انداں
 ہر کرد
 گناہ و نیکی کے سومو لود لاکھ سال
 گواہ
 لاکھوں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱)

خوشیاں کرو موالیاں مبعوث رسول آیا
 اول برات روزی روزید (ہے) فیروز
 شاہاں میں رتبہ عالی قطب شہسہ مولیٰ
 اس شاہ کی سود دران نیا دین کول بھجا
 اللہ رضاوں جگ میں سوئیں لواندا
 مبعوث کی خوشیاں تھے حورائے جو خوشیاں
 صدقہ نبی ترکمان جم راج کرتوں عیشا
 بہشت میں گیت

بہشت اندھوں عیناں سنگات لیا یا
 بہشت طرح سے خوشی کا آفتاب
 اس بعد عید قربان جس تھی دو جگ کھایا
 مبعوث رسول اعلیٰ چھند بندوں گنایا
 خوانِ خلیلی احساں اپ عہد میں کھایا
 غم کا نشان کہیں کوئی جتنا دھوٹا نہ پایا
 جنت کی خوشبو یاں تھے دو جگ مگ مگایا
 شاہ علی نبی تھے سنگ تاج شہسہ لایا
 سے ہنگ کر بچھے شاہی

(۲)

آیا ہے وقت سر تھے مبعوث مصطفیٰ کا
 چھایا ہے حق کی رحمت کے چھالوں دو جہاں
 پایا ہے نور اک بھی عالم شکل خدا کا
 بھایا ہے دو جہاں کون چھانو حق عطا کا

لیاے ہر وحی جبریل حق کے حبیب کوں تب
 اتر اک توں ہے خاتمِ سالم سوا نبیہ کا
 پیغمبری تخت پر بسے ہیں جنتِ ہمیں
 تب پگ لگے نواں بریں شمس الضحیٰ کا
 عالم ہوا ہے خرم فردوس باغ کی سم
 من جو سدائے بے غم شاہ ہو رگد اکا
 انبر ہوا منور درین فمن ہوا دھرم
 آسمان آئینہ کے مانند زمانہ
 قطب بندا ہے تیرا دو جگ میں یا محمد
 ۲۱۰
 دایم نظر رکھ اُس پر اپنا اوک دیا کا
 ہوے سورجند کے سر پر تارا ہر اک سما کا
 سوج چاند
 زیادہ کرم
 بندہ

(۳)

مصطفیٰ ابعت خوشیاں کے عید کا ہے ویس آج
 صدقے حضرت شیعہ کرتے ہیں گھرے گھریش کاج
 حق رضایتی خبر لے آئی ہے جبریل
 سب نبیاں کے میانے دیئے ہیں تمیں آج راج
 عرش پایا ہے تم چنچ گوہراں تھے روشنی
 نین فرشتیاں کوں رضا صلوات بھیجیں تمنے باج
 کو اجازت کہ
 ہمارا علاوہ

پیاروں حضرت کہے بیٹھو انہی کہ جسیریل
 تب کہے خدمت تم کرنے تھے پاؤں کا رواج
 مسجدوں کو باند کر بت خانہ کے سب بت تیرا
 مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کے بانگ تھے پایا دیں رواج
 جسیریل لے آئے سوپ دو تال کو کہے خبر
 جے فتبولے نور پائے، نافتبولال مکھ سو رواج
 دن ازل تھے مرتضیٰ کو کہتے ہیں نائب تم
 ذوالفقار اب کافسراں کو مار کر لیو خسراج
 ناسکے جسیریل کچ کہنے تمہارے وصف کو
 بندہ خدمت میں جو کیا کرب بندیاں ہیں کیرالاج
 دو جہاں میں حق حبیب اپنا میں میں مانیا
 قطب نہ مسکین کو دیوہت کیر شاہاں میں تاج
 ہاتھ کیر ذکر

(۴)

نبی مبعوث بھی آکر کیا ہے سب جہاں روشن
 ہوا اس دن کے نور ^{پھر} اں تھے مکا ^{اور} ہور ^{سے} لکھاں روشن
 عجب دن ہو گھڑی ہے اے نہیں کوئی دن اس ^{کے برابر} سم
 کہ اس دن تھے لگن پر سور ^{اور} مکھ ہے ہر زماں روشن
 ہوا ہے آشکارا دین و ایماں آج کے دن تھے ^{کا دہے آسمان سوج کا چہرہ}
 کیا ہے فیض اس دن کا سکل امت کا جاں روشن
 نبی کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش ہو کر سی ^ب
 ان نور اں تھے ہیں چند سور تارے آسمان روشن ^{اور}
 ہمارے ہیں نبی سر تاج سارے انبیا کے تو ^{ان کے سے چاند سوج}
 نین اس نور تھے کتنے ہیں سب پیغمبراں روشن
 آنکھیں ^{سے کرتے}

نبی مبعوث جو کوئی کیسا ہے یک چیت ہو ریک دل سول
 کرتا دمنائے کیسول اور سے
 سو اُس کے دل اوپر ہوتا ہے طلعہ کا بیاں روشن
 نبی صدقہ کہیا ہے قطب مبعوث کا غزل رنگیں
 کہ اُس کی تازگی ہو رو روشنی تھے ہے جہاں روشن
 اور سے

(ج)

(۵)

کہے خوش خبر خوشی سوں انخی کھول ادھر خوشی کے
 ہونٹ سے
 کہ ہے مبعوث آج دن کرنے کے دد اچھر خوشی کے
 حرف
 سب ہمیں انبیاں میں تم سرا ہے تاج سروری کر
 تمہاری توفیق کئے
 خوشی سات آملایک تانے سر چھتر خوشی کے
 کے ساتھ
 جو خبر خوشی کی پر گٹ ہوئی جب تھے دو جگت تو
 ظاہر
 ملک اچھر بیاں بشر دل بسے دل نگر خوشی کے
 پریاں

کریں شوق اندو و جگ خوشی عیش عشرتاں سوں
 عیش عالم
 نبی کے محبت نگر میں بند کر سو گھر خوشی کے
 بنا کر
 بلی جائے کر دیکھا میں عمنہ بنیں بلا و صو ویں کے
 چھند بند سوں بھید لپٹے کر سات انہر خوشی کے
 آسمان
 جب یہ خوشی کنا یا حضرت رسولؐ کی میں
 کرایا
 پھرتیاں سو واں سکیاں جو لہے لک قمر خوشی کے
 پھرتیاں
 بھو شوق سیتی آکر رٹ دشت تن یک اوپر
 بہت سے ڈال نظر
 روشن کئے خوشی سوں قطب نصر خوشی کے
 ہے

شعبه

تھا مرداں و محمل ہیں ہمارے سرتاج

خدا با آں حبیب اپنے سوں کیا شب معراج

چاند ہو رُسور اُن نور تھے پیدا ہوئے
اور سوچ انکے سے

دین ہو رُ دنیا اُن اسلام تھے پایا رواج
اور انکے سے

قدرت حق دیکھو اُن ہیں و سبھی نچو نگت
(۹)

خدا اُن دونوں کوں دیتا ہر دو عالم کالج

یک کرامت انوکا نہیں کسی پیغمبر میں
ان نہیں

سب نبیاں میا لے ہمارے ہی سہی سہتے سراج
نبیوں میں زینت

سد ابالہ اماں میرے نگہ دارا ہیں

ہوا ہوں اُن کی غلامی تھے قطب راج دھراج
ہیں

سے شاہنشاہ (ج)

عمید پوری

سب ہی عیدال میں اُتم عید سوائے عید سوری ہے

نبی صحت جو پائے عید میں او عید پوری ہے

ملا ایک دور فرماتے حوراں غلماں منگل گاتے

خوشی کہتے ہیں سنا تو آسمان جب تے جو نوری ہے

اے دن کا بھید اُن بوجھے کا جس کا دل اے دن

کہ اس دن کی خوشی ہو ریش میں لذت حضوری ہے

نبی ہو مرتضیٰ کے نور تھے پایا چندا جھمکن

تو اُس کوں سب تار یا میں کلا چودہ سن پوری ہے

بہوت آند ہو عشرت خوشیاں لوک دھگ کیا

اہیں اس عید کے جوتی سے جھلکار پوری ہے

ہیلیاں سب اس سنگار کر ہو رہا رشتیاں لو
 خود یا آپہیں اور زینتی اٹھ
 بہوت سرخاں ملے یک ٹھارا آن کارنگ لوری ہے
 محل مصطفیٰ صدقہ محمد قطب شاہ

کہ گھر میں منت محل کی سوختیاں کا سوری ہے
 (ج)

(۲)

عید سوری سرسودوں سنگار آیاں سکیاں بھی
 سنتوں اداک اس عید تھے پھر پایاں سکیاں بھی
 جو بن پوریاں سینے کے طبعی سنے میں بھر
 موتیاں جالیاں سر روشا سون ہانپ لیا یا سکیاں بھی
 موتیوں کا جالی کے سرپوش ڈھانپ کر لائی ہیں پھر
 رت جوانی میں آپ کی بدن پیالے مستان ہو
 چمک پھند سوں جگت جو کوں الجھایاں سکیاں بھی
 عالم کے دل کو پھر

موتیاں نور تن ہارسوں پھل ماک کلی کھال

۳۵۰

اپ روپ چند سور تھے جھلکایاں سکیاں بھی
اپنے چاند سورج سے

صدقہ نبی کے قطب کے چھنداں کے بچن سن

لک دھات سوں ہر تل میں سو پھل آیاں سکیاں بھی
لاکھ طرح سے لحو

(۳)

نبی کی عید سوری آمد رُج سور سوراں کے

دیکھائے عیش کے کھن پر سماں سورج نئے نوراں کے
مکان میرے آفتاب آفتاباں

بھرتیں چھندوں سوں نش دن نیلو میں ہیر کنک لائیں
آسمان سے

سمو کر سور نہرے چند نہ حملے من سوراں کے
عشوں سے رات

سوطا سک سور کا لیکر چلیاں چند رکھیاں لٹکت
عشق چاند

زبیں پر دیکھ حیراں ہو مکن جیو ملے حوراں کے
سورج چلی مر آفاق ناز سے

مہمل مصطفیٰ بیٹے شفا پانچ بتن سو خوش
 صفا کے تحت پر لیا یا میں خلعت حنوراں کے
 سلاہاں سات لکھ لیا یا خضر مینے مہمل تیں
 دنیا میں روستا ملت کر ذکر لایا شکوراں کے
 مہمل کی جیتا نیکی کے خوشیاں مہمل جب
 فلک سن دھرت پرتارے آماے کا تے سوراں کے
 طنبور کے مشتری جوزا کے دندے سنبلاں کوں لا
 نوز ہرہ چنگ لے ناچیں سو جھن جھن پر طنبوراں کے
 سنگ ہور مطبخی پوریاں تلپا چند سور کے چھند سوں
 انندوں آشفق شعلے ملے دے کھن تنوراں کے
 مہمل صد تے قطبا کی غزل سوری کی پوری سن
 سکیاں متاں ہویاں بوں جوں ثمر اباں پی غیوراں کے

(۴)

عید سوری انساں لیا یا ہے جگت اب نورسوں پنا یا ہے
 نیہہ پون ستی عیش کی کلیاں ^{لیا} دل کے چنناں منے کھلا یا ہے ^{پنایا}
 مدرت کا سکیاں رنگیلیاں کوں ^{ہوائے عشق سے} عید ساقی ہو کر پلا یا ہے ^{میں}
 شہ کی مجلس میں مطہنی ہو فلک ^{شراب عشق} رنگ رنگ سنی خواں چلا یا ہے
 نیر پیوئے پیالے بھر بھر کر ^{پانی پینے کے لئے} شبعیاں کوں خضر پلا یا ہے
 زہرہ اس عید کی امنگاں کوں ^{پانی پینے کے لئے} شہ کے گن آسماں پہ کا یا ہے
 حق نبی صدقے قطب کوں سدا عید تھے عیش اوک ^{سے} لایا ہے ^{زیادہ}

(۵)

خوشیاں سوں آج جاں تاں ب جہاں ہوڑتا ہے ^{نظر آتا}
^{سے} جہاں تہاں ^{نظر آتا} نبی کی عید سوری کی کلامیں نور دستا ہے

گھرے گھر آج دن کا جاں پہ کا جاں ہوتے ہیں خوش

کہ یوں سب دنیاں میاں ادا کہ منصور دتا ہے
میں زیادہ نظر آتا ہے

ہزاراں شکر ہے جو آج دن بخت کے صدقے تھے

ہر ایک مومن کے من کے میاں پہ پستیا سورتا ہے
دل میں سوچ

انبر سفرے میں قدسی جو چندر سور کیاں پوریاں
آسمان

رچے نعمت تھے قدرت کے سو چوندھر نور دتا ہے
چادر طرف

شرق تھے غرب تاک چراں ملک ضوان نوری سب
ہے

صفاں کرل کے بیٹھے سوا جبالا دور دتا ہے

جدھر دیکھے تدھر سا تو انبر ہور سا تو دھرتی
ساتوں آسمان اور ساتوں اقلیس

سجی کا سج دل بھر پور جوں سمہ ورتا ہے
سمہ

نبی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ بخت کے

سکل شاہاں کا سوسر تاج ہوشہور دتا ہے
سب



مومنان خوشیاں کرو ہے آج دن مولود کا
 مصطفیٰ ہو مرتضیٰ اس دن میں کہتے ہیں ظہور
 اور
 جب وہاں رحمت اس جگہ پر ہوا فیض
 عالم
 جب نبوت کا علم پیدا ہوا تب بت جھڑکا
 آیدھا
 فارس کے آگن بجھا جب میگاہِ رحمت برسا
 آگ
 چاروہ معصوم کے ہیں اس جتنے تھے نبی
 غلام
 جب نبی صدقے ہوا ہے اس قنبر کا قطب
 غلام
 مرتضیٰ بارہا ماں عید ہے معبود کا
 جن کرے یہ عید ہے وہ طالعِ سعود کا
 جو
 شعیباں کے تئیں اتھا وہ دن گریہ ہو دکا
 لئے تھا
 طاقِ کسری تب نشاں لیتا عدمِ منقود کا
 سرگ بن کیتا جگت کے تئیں آگن نرود کا
 جنت کا بن کرنا عالم کو آگ
 پیشوا حضرت نبی کا تھا سوتن داؤد کا
 ۲۸
 دو جگت میں ہیں ترکمان عاقبت محمود کا
 نو عالم
 (ج)

(۲)

حضرت علی مولود تھے سب مومنان کا عید ہے
 یاراں خوشیاں گھر گھر کروائے دونان کا عید ہے
 ۱۱

حضرت علی مولود کن علماں منگیں بھیکاں سبھی
 علماں مانگے
 سب سلم میں فضل اس نو فاضلاں کا عید ہے

سارے نبیاں مولود پر ہے عزت اس مولود کوں
 شیعہ منگیں اس فیض کوں تو شیعیان کا عید ہے

حضرت تولد تھے شرف پایا ہے کعبہ جگ منے
 میں
 سجدہ کر دوں سسوں لے طاہراں کا عید ہے
 اور سرے یہ

منکر جو کوئی ہوتا ہے اس عید کے مولود تھے
 جنت میں نہیں ہے ٹھاوٹ اس اکابران کا عید ہے
 نہیں جگ

نوروز ہور سورج شرف پا دیں حمل کے برج میں
 اور
 گامین ہیں زہر و مشتری کی صالحاں کا عید ہے

صدقے مولود کے نین میں جس دیا ہے منج خدا
 حضرت مجاہد میں سدا قطب زماں کا عید ہے

(۳)

مواہیاں شیعیاں خوش ہو یہ دن سحر جن ہے حیدر کا
 کہ وہ حیدر ^{پیدائش} کیا جس کو خدا و ارث ہمیں کر

علیؑ مولود دن جھلکا جگ میں جب ہو اگر گٹ
 ۲۹. تو اس جھلکا رتھے چھپیا جھلکا خورشید خاور کا
 سے چھپ گیا

علیؑ جس دن تھے سر جے میں سو اس دن تھے ^{پیدا ہوتے} ^{ظاہر} ^{تھے} ^{ٹراویا}
 ہوا گلشن ادک تازہ سرا سر سپر خ احضر کا
 زیادہ

چھڑا و نہار دو جگ کے اہیں سچ متفق میرے
 ان کا و رد جس دل میں سو کیا ڈاس کوں محشر کا
 ان

علیؑ جس رات گئے معراج لکر مصطفیٰ ^{کے ساتھ} ^{سنتے}
 تو ان گت تل کیا روح الامیں فرشتے آپ شہیر کا
 ان کے زیر قدم

نبی ہو رآل کے صدقے علی کا داس ہے قطبا

توجک میں پایا زتنا سو جم خاقان سکندر کا
(ج) ^{غلام} پایا موتی

(۳۲)

دو جگ کے من کوں لے مولود بھیا	سیتی اماں مولود آیا
دل کو یہ	
سرج چند شمع سوں مجلس سہیا	بدھاوے پر بدھاوے لائے خوشیاں
سورج چاند کی شمع سے کوئی بدیا	
مگر وکنتھ بن پھل بار آیا	سنوارے پھل نہالاں رنگ رنگاں
جنت پھول	رنگارنگ
سوز مل گوہراں سوں گلجگایا	صدر مندر رنگارے جڑت سیتے
صاف	جڑاوے
سجن کے من کووہ سنگار بھیا	سہیلیاں سب سنگاریاں سات ہو نو
	اور

سبھا آئین بندی سوں سنوار یا ۳۰۔ (کرم خوردہ) —————
سنوارا

نبی کا داس ہے یک چت سوں قطبا

(ج)

(۵)

دو صبح صادق تمن روئے فرخ	خوشی کے درود ان بھوئے فرخ
چمکا	
تولد ہوئے آج کے دن امام	دیے جہوں نو اچند برف فرخ
میں اپن چھوڑ کر یا اس دین کا مار	چکے نقل نئے چاند کے
اپنا چھوڑ کر پرتا	پناتے اچھوں موکوں ہندئے فرخ
کھولے عنبریں بال جب کرنے گنگھی	اب تک بھ
ہو اسحر باطل سبھی ساحراں کا	کہ صلوات بھجو او گیسوئے فرخ
نہ آوئے انتر ہم کوں نہ جے نہ ساقی	فسوں پڑتے ہیں من جاوئے فرخ
تیرا ہے	پڑھتے آتھیں
ہم میل باندھے تمن میل سنبی	جڑی مست ہم سر میں بوئے فرخ
ہم	چڑھی ہمارے وہ
نہیں لیتے ہیں مشک تا نا کوئی	اسی تھے ہم میل ے بوئے فرخ
	اسی لیے ہمارا میلان
	کہ آتا ہے باس اس بوئے فرخ

رقیبیاں بڑائی تمن تم اچھونت

نمھاری تھیں تاک ہے ہمیشہ

۳۱۰

دیاتھی معانی کے تنیں خوئے فرخ

(ق)

(۶)

تو آکر نورانی کرے جگ اپنے جھلک سوں
 پھرتے ہیں ملک بات لے طبقاں کے فلک سوں
 خشاں و انداز کرے یک لاک دو لاک سوں
 لاک ملک سکے لینے اشارت کے ملک سوں

جو بھیری کوں جم را کھنے زکاری فلک سوں
 کہتا ہے سنگن سپاہ جو سن جو سے پیک سوں
 کاں ہو سکے سم و منگری سوار و ملک سوں

مولود علی آوے فلک پر تھے ملک سوں
 پیلا ہے چند پھولان تارے ہیں زل کے
 لے نالوں علی کا کرے مولود قطب
 جم ہے توں قطب کی تھے شاہ مدد
 تیج دھاک کا پرواہ ہے یو ورج کے نکھیاں
 مشرق تھے جو مغرب لکوں سلطان فی ہوشہ کی
 قطبا کی جو بخشش کا کریں سم کتنے سن کر

(۷)

جبریل نے وار نے طبقاں لیا حور استی
 کوئی نبی ناپایا اے حرمت اتے چاواں استی

مرضی مولود آیا ہے بہت نوران استی
 کعبہ میں ہوئے تولد مرضی شیر خدا

مصطفیٰ آئے علیؑ کو دیکھنے کہے فاطمہ ۳۲۰ بیچہ گستاخی سوں ٹٹیتے ہیں بہت نا دل سیتی
 تب کہے حضرت کر سیں منج سوا یکے کم کہ
 دین قوت پایا ان کے تولد تھے لکٹ
 ان کے نور ان تھے میرین میں نے روشنی
 کافراں کا غیب دہی بھاگتا اس عہد میں
 شاعراں سچا رہے تیرا وصف کہنے کاں کہیں
 قطب شہ ہے سچ غلاماں میں غلام کتہیں
 ۳۲۰ بیچہ گستاخی سوں ٹٹیتے ہیں بہت نا دل سیتی
 گرا کر گئے تو کریں گے کفر کے شاہاں سیتی
 منج کوں کیا ڈر ہے کہو کفار کے کا با سیتی
 شہ کے بندیاں میں رہا ہو بند ہو قریا سیتی
 میزبان فی مل کنا و دوستاں خوشاں سیتی
 میں بند عا جز ہوں تم دارو کرد و ماں سیتی
 دیو میرا ہمت پکڑا جلو اسکل شاہاں سیتی
 (۸)

عرش حق کا لگیا جھلکن ادک مولود حیدر تھے
 لگا جھلکنے زیادہ

گلن ہو رد صہرت پائے میں جھلکات سو چند تھے
 آسمان اور زمین زیادہ سورج چاند سے
 جگت جنت تھے خوش آیا ہے نعمت آج قدرت سوں
 دنیا
 لگیا ہے نور کا برسن برسنے ساتوں انہر تھے
 آسمان سے

ملک ساؤ فلک تھے آج آئے طواف کرنے نہیں
کے لئے

جو حق کا نور اتر آیا ہے کعبے میں عرش پر تھے

نہجلی مومنوں کے سوداں اس دن تھے یوں پائے
ہے

۲۲۰

کہ پاوے صبح صادق روشنی جوں سور نور تھے
جس طرح سورج سے

سکل نبیاں سوں باطن تھے علی بن مصطفیٰ سوں حق
سے

کیا ظاہر جو دو جگہ تائیں نہیٹ ان دو نور ہر تھے
کے لیے

علی بن کن بئی کا جانشین ہے جو علی کوں حق

نبی کا جانشین کر پیار سوں بھیجا اپنے گھر تھے

ہزاراں حسرت پہنچ پر جو حیدر کا دھرا یا دامن
تجھ

و قطب شد دو جگہ میں سردری پہنچ دوسرے تھے

(ج)

نہجے اس

(۹)

مولود خوشیاں آئیاں مولود کی خوشیاں کرو
آئی ہیں

خوشیاں کے ناداں باجئے اس کوں منجے مہاں کرو
آواز بجئے میرے پاس

چوند ہر گرجے سب خوشیاں ہو رہاں ہے ہمارا
چاروں طرف اور
رنگاں میں رنگ باکر کیتے رنگاں ستی ناداں کرو

جھکے گلالی گال میں اوہ نولہا چھند کا

منج دل کے تیں اس دل پر سب مل کے قریباں کرو
میرے

اس نور کے اوتار کو میں رات دن سیوا کروں

نبی و علیؑ دولت ستی دم دم سمجھیاں کرو

نانگی نمازاں ناداب سب نار کو بسر آئیں

اوناد بھر پاکن منے دشمن اپر بھاراں کرو
وہ آواز کان میں

اب تال مندل عیش سوں مولود کا گرجب آتم

ساتو سراں کے نادموں داؤد کا الحساں کرو
ساتوں

صد قہ تہی کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم

حیدر کی برکت تھے سدا سب جگہ پر فرماں ۳۴۰

(ق)

— (❖) —

عَلَّمَ

موالیاں سب کرو خوشیاں کہ آیا دن خلافت کا

خلافت دے رسول آپؐ بیاں کہتے شرافت کا
آپ ہی کرتے

سنوارے سب ملا ایک اونٹ زیناں میں منبر انبر
کا بیڑی سے اسان

دیے ہیں داد پیغمبر منبر پر چہرے فصاحت کا
چراغ

کہے من گنت مولا تفضی کوں شاہ دو جگ کے

بیاں کہتے فصاحت مات رتبہ ابلاغت کا
کے ساتھ رتبہ کرتے

کنائے ہیں ملک مشکن عرش پر کاجتے منڈل
کرائے یا گوائے

غیر ختم ہے یہ دن اگر شاہ ولایت کا

جہاں لگ ہے جگت رب عید کرتے شش دین کا
نہد

کیا افضل سو شہ تب سب میں دے فیض عنایت کا

نبی کوں حق کہیا یاد علیؑ ناد علیؑ سوں کر

کہا
علیؑ منظر اموالک تن میری سو قدرت کا

۴۶

نبی صدقے علیؑ کا منقبت قطبِ زماں کہیا

کہ ہے دنیا و دیں میں اے نشانِ منجاولِ سعادت کا
میرے لئے (ج)

(۲)

بیسیاں کا عید پھر کر آیا ختم غدیر

ایہ قرآن نازل جیوں ہوا حضرت کے تئیں

۳۵۔ انبیاء ہوا روایا میں حق کیا تمنا برا

مصطفیٰ کے امر پر سر بسجود ہوا چننا

دین و دنیا دونی ہیں حضرت تھے قائم تا ابد

کل عالم سب تم خدمت کو بائند ہیں کہ

تہاے

دو جہاں سب دشمنی پایا ہواں عید کبیر

مرضی ہیں پس جگ میں جیوں حُجّانِ بنیظیر

۳۵۔ سچ تمہیں داد و پیغمبر میں غلامِ الخیر

مرتضیٰ فرماں سو پھر کر آیا ہر منیر

دو جہاں کی حکمتاں ہیں بتی رہی روشن ضمیر

منج بندے بچاؤ کوں باندھو کمزور و تنگ

جھ

از ازل تھے غلام مصطفیٰ قطب زباں

منج غلام کتری کن دست بکڑیا میر

(۳)

عید آئینا اندھوں یاراں مبارکی کا

خوشیاں دوتناں کن غمِ سبِ ارجی کا

پھل بھاک سب پھلے ہیں دند سوکھ چلے

کلیاں اندھ کھلے ہیں روت یوں کی کا

شاویاں کل کلاؤ خوشبوی کدم کلاؤ

چو در میر عود جلاؤ دھکا ربرمکی کا

پیلا لادھر چکا ناسا جن وقت پلانا

لالن کوں سیج لیانا حقِ خوشن کی کا

ٹیل سوتج پشانی ات بھاگ کی نشانی

کن موتی ہے نورانی زہرا و شتری کا

بالی تو چھند بھری ہے یا حوریا پیری ہے

بھور و پ سندی ہر دھرتی ہے سنیکا

صدقہ نبی ملاوے تل تل قطب جھاو

ات چھند بندی ہما و سار یا میں سنیکا

(۴)

سب کرو مل کر مبارکبادی عید غدیر

اس خوشی انگے سبھی خوشیاں دیں دایمِ صغیر

مومنوں کو شادی ہو خوشیاں کا آتا ہے خبر

تو خوشی کے بحر کوں پھر آئیا..... کبیر

میز بانی عید کا جگ میں گنا و عیش سوں

مطر باں لا کر گواؤ راگ ہو رلاؤ عبیر

اور

بھائی پن کے صیغے پڑتے مومنوں اس عید میں

تو لکھے سُنے کے پانی سوں عطار و خوش دیر

ساری عیدوں کا خوشی سنہو رہے اس عید تھے

تو اسی عیدوں میں دستا ہے بڑائی بے نظیر

نظر آتا

مومنوں اس عید تھے پائے ہیں جنت کا پون

ہوا

جن شرف اس عید کا یا سوا وہے جگ میں بر

جاتے اس عید کے بھلاں سیرگ سا تو منے

چاند سورج تو ہوئے ہیں دو جگت میا نے منیر

تس دن ابن کوئی دن ناہیں دعا منگئے کتنے
 ان دنوں کے بغیر
 مرتضیٰ تیں مصطفیٰ ہیں عید میں دیتے سریر
 کو

مدح کہتے مرتضیٰ کے تائیں پیغمبر ہیں
 کرتے
 تو ہوا حضرت کی برکت دین ایماں جگہ میں تیر

۳۷-

رکھ منجے حضرت کے صدقے یا الہی ان میں
 منجے
 ہو ر رکھو ایماں درست دوجگہ میں ہو منج نصیر
 اور

مدح کہتا کون کہ آپ کی مدح کوں پایاں نہیں
 کہوں
 گرد آنو کی نعل کا سرے ماکریں شاہ و وزیر
 ان

کرد عاتوں بھیج صلواتاں حمل پر سدا
 اس صلوات تھے ہو گاتھے فسح کبیر

ہے محمد قطب شہ بارہ اماں کا عظام
 میں جو عاجز داس تیر یا علی منج و ستگیر

(۶)

(۵)

خلافت دے نبی کے یوں کہ منج بھار سو حیدر ہے

میرے سکل ہوں مسلماناں کوں دو جگہ میں سو رہبر ہے

خلافت حق تھے آیا آج مہراں میں علی کے تئیں

سوسات آسمان عرش کرسی کہ تو کھن کا جو منبر ہے
آسمان

علی سے کفر بھجن تھے تو تھا بنیادین کا پایا
سے اللہ تھا

علیؑ سودین رکھنا را حمل دین کا گھر ہے

ولیاں سب ایک پت ہو کر رہے سب معتقد ہو کر
دل

کہے سب سے اس کے اوپر ولایت کا سو چھپتا ہے

ہوا پر گٹ جد ہاں سیتھے دنیا ہو ردین قدرت ہو
ظاہر جب سے اور سے

سکل اپت میں توں فاضل نہ کوئی تیرے برابر ہے
ب

عطار دماغ لکھیا ہے سو کیش کلک سول تیری

سو آسماں کے ورق اوپر بدل رکھیاں سو سطرے
۲۸۰
بادل کی لکیروں سے

نبی صدفِ قطب نے علی کا پکڑیا ہے دامن

کہ او منج کوں چھڑاؤ نہار ہو رب ٹھار رہبر ہے
(ج)
اور مجھے

(۶)

عالم مکمل ہوا ہے جوں بہشت جاودانی	نغم غدیر دن تھے دو جگ ہوا نورانی
پنچا ہے آج کے دن تھے عیش کا مرانی	سب دیں تھے بڑا ہے بودیں کا مراتب
تب مومنان خوشیاں سوں گسوت کے شہانی	حق تھے نبی علی کوں اپ جانش کے آج
پائے ہیں شہیاں سب اس ن تھو زندگانی	بیٹھے علی تخت پر دن آج حق حکم تھے
راکھیا علی کے پگ تل جب عرش اپ پشانی	ایتا بڑا مراتب تب عرش کوں دیا حق
دو جگ میں عیش اندھے کرنے کا آسانی	جو کوئی کریگا اس دن داجاں سو عیش عترت

(۵)

خلافت دے نبی کہے یوں کہ منج بجز سو حیدر ہے

میرے سکل ہومن مسلماناں کوں دو جگ میں سور بہر ہے

خلافت حق تھے آیا آج ہماراں میں علیؑ کے تئیں

سوسات آسمان عرش کرسی کہ نوکھن کا جو منبر ہے
آسمان

علیؑ سے کفر بھجن تھے تو تھا بنیادین کا پایا
سے اللہ تھا

علیؑ سودین رکھنا راہم ل دین کا گھر ہے

ولیاں سب ایک پت ہو کر رہے سب معتقد ہو کر
دل

کہے سب سے اس کے اوپر ولایت کا سو چھپتا ہے

ہوا پر گٹ جہاں سے تھے دنیا ہو ر دین قدرت ہو

ظاہر جب سے اور سے
سکل اپیت میں توں فاضل نہ کوئی تیرے برابر ہے
سب

عطار دلیج لکھیا ہے سو کھکش کلک سوں تیری

سو آسماں کے ورق اوپر بدل ریجھاں سو مٹرے
۳۸۰
بادل کی لکیروں سے

نبی صدقہ قطب نے علی کا پکڑ لیا ہے دامن

کہ او منج کوں چھڑا نہار ہو رب ٹھار رہے
(ج)
وہ مجھے اور جگہ

(۶)

عالم سکل ہوا ہے جوں بہشت جاودانی	خیم غدیر دن تھے دو جگہ ہوا نورانی
پنچا ہے آج کے دن تھے عیش کا مرانی	سب دیں تھے بڑا ہے بودیں کا مراتب
تب مومنناں خوشیاں سوں گسوت کے شہانی	حق تھے نبی علی کوں اپ جانش کے آج
پائے میں شعیباں سب اس نے تھوڑنگانی	بیٹھے علی تخت پر دن آج حق حکم تھے
راکھیا علی کے پگ تل جب عرش اپیشانی	ایسا بڑا مراتب تب عرش کوں دیا حق
دو جگہ میں عیش اندھے کرنے کا آسانی	جو کوئی کریگا اس دن دل جان سو عیش عشرت

حق کی نظر تھے قطبا تیرا بڑا ہے ترسا

صدقہ نبی علی ہے تیج باعث ہو ربانی

(ج)

تیرا

(۷)

سب جگ کرے آند کہ عید غدیر ہے عید اں منے یو عید بڑا ات گھنیر ہے

روشن ہوا ہے دین دنیا آج کی دینا ۳۹۰ دو جگ اپرا میر سو حضرت امیر ہے

تیج سیو..... سماں سدا دھیان ہوں پھر تیج دھاک تھے زمین سو یک ٹھارا تھیر ہے

سلطان دین ہو ر دنیا کا علی سچا تیرا تزلزل لوگ اُس کے سو گھر کا فقیر ہے

تلوا ہوا ہے سور بدل کا پکڑ سپر کککش نیر لے ہات چنڈ چوب اہیر ہے

سب شعیان کو آج تختیاں پر تختیاں ہیں سب خاجیاں کوں آج دلاں میانے تیرے

صدقہ نبی کے دونو جہاں میانے علی

قطبا بندے کینے کا توں تنگیر ہے

(ج)

تو

(۸)

خوشیاں سوں آج کے دن مل ملک چوند ہر تھے سارے بھی
 چاروں طرف سے پھر
 کرن عید غدیرات چپاؤ محلاں مل سنگاے بھی
 کر لے
 مقرب فرشتے چار و ربی کن تھے علی کے تئیں
 کے پاس سے
 لے آئے دبدبے سیتی ولایت کے پھراے بھی
 کرن رشت علی شاہ ولایت کا سوہر ٹھارا
 جگہ
 کھڑے قطار کر رضواں است کر نہارے بھی
 جنت کے حور ہو ر غلمان کر سب کسوتاں نوری
 علی کے چرن دیکھے کر علی کے دار ٹھاپے بھی
 دروازہ پر پہرے
 سیت گھن پھر نہاے سودھرے چوند ہر تھے نہ نہیں
 مات ۲ سامان پھر نواے چاروں طرف سے زمین پر
 ہوئے مل سب علی پر تھے فدا چند سورتاے بھی
 سے چاند سوچ پھر

علی شیر خدا کا چھانوا چھو کر ^{ہے} اُپر سر پر
 مک پیغمبرِ اراں پیراں دعا کرتے پیارے بھی
 نبی صدقے قطب عید غدیر آئندہ سوں کرتا دیکھ ^{پھر}
 سکل ہاتھ سورج مت بچھ کو قضا کر پکارے بھی ^{پھر}

(ج)



شَبِّ بَرَاكُتْ

(۱)

خدا کے کرم سے شبرات آیا
 براتوں لیکر آیا ساریاں میں خوش ہو
 امامانِ مہیا ہے محمد قطب پر
 خوشیاں عشرتِ اذوقِ دایم سو نیت
 خوشیاں کا آجا لاجکت میں دکھایا
 خوشیاں عشرتِ نازوں کے جگ جگ دکھایا
 نبی ہو علی کے دیا سوں سہو پایا
 شہا کے مندر ٹٹمیاں بجایا
 سوسارے جگت میں دُرا می پھرایا
 سونا بود کر کر جگت تھے گنوا یا
 سوساتی کوثر پیالے پلایا
 خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کر کر
 محمد قطب کے سارے دنیا کوں
 نبی صدق امت سرِ اقطاب کوں
 آج حیات کی شراب

(۲)

جو شبرات ات جھلک سوں جگ میں آیا
 شرف شبرات تھے سب رات پائے
 تو سب جگ میں جھلک تھے جگ جگ پایا
 شرف سب رات تے شبرات پایا

لگن درین نمں جھکین لگیں ات
 آسمان آئینہ کے مانند روشن ہو گیا
 رات
 آجیت اس رین کے ات لاج بیتے
 رات سے
 رین ظلمات میں جوں خضر کا بنیر
 رات کی شکل پائی
 سُرچ چند تار پھل بازیاں تھے رہی دھڑ
 سوج چاند پھول بازی سے زمین
 رین روشن سُرچ بن دین گنویا
 رات سوج بنیر
 کدھیں آپ مکھ رین میں نہیں دکھایا
 کبھی اپنا رخ رات نہیں
 ہنہ ہمت اباں کی تا اباں کا سمایا
 انیر گلشن تھے روشن جھلک پایا
 آسمان سے
 تجلی یوں دیا حق قطب شہ کوں

(ج)

کہ نس کوں دن تھے روشن کر دپایا
 رات سے زیادہ کر کے چمکایا

(۳)

سلکھن رات شبہرات آبرتیاں بیانی ساریاں کی
 مبارک لائی سب
 لکھیا نوش عیش اندر عشرت سوزے کھا ہاریاں کی
 کھائے والوں

محمد منہ کیتے ہیں اُحد جھگڑا علی سوں مل
 کرتے کا
 تو تن کے کھرگ اُچا لیا تھے گئی جھک فوج اندھاریاں کی
 آن تلوانکے سے بھاگ

دہن پستے، نین شکر اومر بند گھر کیے نازک

آٹکھ ہونٹ ^{اگر ٹپکے} کہ جوں خشش نمن باریک ہے خے مکھ پد ناریاں کی
کجل نیناں ہیلیاں کے سو پر تل سیام باواں
کاجل

تھوڑی ہے سیب دسان جوں کچاڑ لیا دیں چاریاں کی
۲۲۰ دانت جس طرح

برن اسمانی پانیاں تس منے والاں ہوا یاں کے

جم اس میں ٹھسی گندن کی یوں دستی کہ جوں جھیلی ہے ناریاں کی
نظرات غوث

سورج مشعل چندر جوتاں ستارے چونک گھریزاں
نشل

دیسائی تنکوں مکھ پیشانی خویاں آکنواریاں کی
چھکائی چہرہ کا عرق
یو حاجب ہو رکھڑی بازی نلی پھل جگ میں گرٹ سو
ظاہر اور

جوا برو ہو جو بن مگٹ تھے بچے گلعداریاں کی
نچھل پیالے جو میریاں کے کمال ہاں میں لے سکیاں

کر کن بھجن اودھرے سوں خماراں سب خماریاں کی
کنول ہاتھوں کر کن توڑنے ہونٹ کی سے

جو سر تھے پگ لگوں موتیاں میں پ پ نور جو ہر یار یا
 سے پاؤں تک ^{مکنتی اور}
 سمجھیں تو ہے نبی صدقے قطب صاحب ہمار یا کی
 (ج)

(۴)

سہاگن رات شبِ برات آج گھر آئے بھی سر تھے
 جھٹک جوتاں کے ابرن تن چڑا جھٹکائے بھی سر تھے
 چاند ^{پھرا ز سرنو}
 چند سو بج آتے دونوں بچاریاں کا وہا دن لج
 اوک جھٹکار کے چند سور لا کھاں لیائے بھی سر تھے
 زیادہ روشنی ^{چاند سو بج} لائے ^{پھرا ز سرنو}
 عجب کیا ہے جو دھرتی آج مارے لاف آسمان پر
 کہ دھرتی کون پھیل آسمان کر جھٹکائے بھی سر تھے
 سکیاں جی سکھ بدھاوا جو آپس ہوناں کے سنگتیاں تھیں
 ان کے من کے چنیتے تیو تھن ^{خود کو} ٹکھو دکھ لائے بھی سر تھے
 ان دل آرام

۴۳۰

جگت سارا برس دن تھے جو تھا مشتاق درس کا

سودرس دیکھلا میسر جگت ریجھائے بھی سرتھے

سجن کے پھول سے تن کوں لٹاپٹ ہوا نندوں سوں

عروسانی سو باساں میں ادک ہکائے بھی سرتھے

نبی صدقے قطب ہو کے سوں کر سنبھوگ بھاگوں ٹل

قطب کی داس ہوں سچ کر اپس کہوائے بھی سرتھے

(ج) غلام خود کو پیراز سرلو

(۵)

مبارک کا خبر شبرات لیکر آ بیسا سرتھے

کہ میسرے بخت کا طالع سوچ جھمکایا سرتھے

اُجالا عید کا لاجے سکی کھ روشنی آنکے

انند کا نور منج پر چستر تہنے چھایا سرتھے

بھج کاطے پھرتے

دنیا آروس اند بالیاں سوں عشرت مے پلائی دے

ہسلا شاہ کا الحاح سوں زہرہ کا نیا سر تھے
عروس
نقہ

دکھائی عیش شب برات آکے اپنے حسن جھلکاراں

جیون کا جوت جگ کے جیویں اُپجائیا سر تھے
زندگی نور دنیا پیدا کیا

پیاریاں شاہ کیاں مل عید کا سنگار کتال ہیں

اکیں تھے ایک کا سنگار تہ کوں بھائی سر تھے
کر تہ

پیاری من منے کھلئی اند کے بھید چاواں سوں
دل میں کھل گئی
پنڈا پھرتے

کہ اپ جو بن جمن میں باں خوش مہر کا نیا سر تھے

نئی صدقے قطب کوں جم اچھو لک عید ار زانی
اپنے خوشبو ہکائی پھرتے

کہ عیسیٰ کا دُعا کھ بھول باساں لائیا سر تھے
کو ہمیشہ رہے لاکھ
کے کا خوشبو لایا پھرتے

(۶)

کہہ طور نور اُجالا شبرات اب دپائے ^{مہم} اب حیات منج کوں اپ رت خضر پلائے
 شبرات اب برابر لیا یا خوشی براتاں ^{کے} ^{چمکائے}
 ہے سرو قد ہوائی بھلبلازی ناگ بھلڑی ^{لاپا}
 نس کیس میانے کیوٹے دستے میں بہرے کسوں ^{رات جیسے بالوں میں}
 چوٹی کا پھندا ہے طاوس کا ملا جیوں ^{نظر آتے بھونے کی طرح}
 کھوپڑی کے بھل لڑیاں ہیں جوں لو کر یا کے ^{چھلے}
 صدقے نبی قطب پابا بڑی پیاری ^{کے}
 حاجب ہوئی سنتیں اپنا دور لی پھرے ^{کے ذریعے اپنی مالکی کا اعلان کرے}
 منج شمع مجلس اوپر شمع کوں ہوائے ^{اس}
 پیالہ پلا پیاریاں پیاروں ستیں پلائے ^{یہ}
 (ق)

(۷)

شب برات خوشی شادیوں کیا روشن ^{دل چراغ}
 موالیاں کا ہوا جیو کا دیار روشن
 شب برات روزی کا برات پھر لیا یا ^{لایا}
 پیالہ کھ کا عرق دیکھ مے پیار روشن

شبِ برات دکھاوے برس کوں یک نش ہو
 بھنواں ہلال تھے نس دن ہے ہو جی روشن
 چند جو مال کا اجالا پڑیا ہے لگناں میں ۴۵
 چاند کی روشنی آسماں
 نکلی کے جھاڑتے جھڑتے ہیں دھوئیں کے پھول
 پیابچن کے پھلاں اگلے نہیں سدا روشن
 پھولوں کے مقابل
 دندیاں کے سینے پھوئیں تو زرخیز جوں بھانکا
 خدا معافی کوں فتح و ظفر دیا روشن
 اور مثل دشمنوں

(۸)

شبِ رات آکیا ہے سب جگ کتے تائیں روشن
 شبِ برات

جوں نور موسوی تھے روشن ہوا ہے این
 جھلکاؤ آب کھ کا دکھ لاک عاشقاں کے
 جلیط

نہاں کے تئیں کیا ہے اُس نور سینے گلشن
 آنکھوں کو
 خواباں کے زلف سینے نسبت ہے اس رین کوں
 رات کو کے ساتھ

تو اُس کوں سوہتا ہے سب تن پہ نور ابھرن
 اٹلے زریب دیتا

اُس کے سوتاب تھے ہے مہتاب کا اُجالا

اُس جوت تھے ہے روشن چندر جوتان درپن

بھڑتے ہیں بھول گریزاں کی مٹی نہیں تھے

تو چند سورج تارے اُس تائیں کھولے دامن

اس عید کے موس تھے دھڑرتی اہے ہوائی

نیہہ کا ہوا اُپس میں تو دے ہوا کون تن من

صدقے نبی کے قطباً جم جم خوشی اندسوں

لک سال اچھے کہ اُس تھے ہے عیش شمع روشن

(ج)

(۹)

کچھ جوت سوں چند رکھیاں شبرات کون جھمکائے ہیں

۴۶۰

چندر سورج تارے دیکھتے نہ جھلک کو جھلکائے ہیں

رات کی

چاند

ہر ایک دھن ہر ایک کدھن پین نوزن کے ابرہن
 ایک عورت ^{پہن} پی مدمن جھسکا بدن شہ پگ چمن کوں آئے ہیں
 کچھ شاب کے رنگ آب کوں افتاب جوں تاب سوں
 دکھلائے کرتاب کوں بے تاب کر پگلائے ہیں
 سودھن لٹاکے جب جھٹک دو نو الاک کے سوہمک
 چھٹیا فلک پر تھے ملک بے سد ہو لک لک آئے ہیں
 چھاتی اُپر چھاتی سند رلٹ پیام بھر کچ ترس بھتر
 جہانے لکر کالے ابر ڈونگر پہ چڑنے آئے ہیں
 مہتاب دھن رخسار ہے گلریز گل کا مار ہے
 دو بھوں سو حاجب مارے یکس پہ یک چل آئے ہیں
 قطب زماں حکم رواں تیل جاوواں رہے پو جہاں
 امن واماں سوں کر علی جو تھے حکم یوں لائے ہیں
 (ج)

(۱۰)

عشقِ شبرات سر تھے دھن کری رے
 میں بھرے عورت
 عجب اُس دھن کے مکھ پر ہے تجلی
 ہوا یاں سوکے بنگڑیاں چکران جوں
 خطِ سرہ
 نینِ مستی کے گلریزاں سو بھر کر
 جسطح
 پھیلی ناسک جھکنے تھے ہے شبرات
 ناک کی
 لڑاں مویاں کیا تھنسنے کیاں جھیداں
 کی
 تھے پگ دیکھ دھرتی کھلبلی دھن
 قدم زمین لے سین
 نشانی گالِ تچ مشرق و مغرب
 تیرے
 ترا صورت عطا رد کیا لکھے گا
 عشق کے نو بہار کی توں کلی ہے
 نینِ مہتاب سستے دن کری رے
 آنکھ کے
 ہلالاں تن رتن روشن کری رے
 گھڑیاں بازیاں سو اپ چو بن کری رے
 اپنا
 نلی طاووس چاک چو من کری رے
 دھرت کوں آج نس چل گھن کری رے
 زمین کو جو آج کی رات شل آسان
 تو جھیداں تھے جلت دین کری رے
 سے دنیا کو آئینہ
 لگن کوں پگ منے پیخن کری رے
 آسان کو قدم میں
 بنداں خوے تار کی سر پر کری رے
 بوند پسینے کے
 تو قدرت سستے تن ابرن کری رے
 سے جسم پر لباس
 پھلاں امریت کے جو بن کری رے
 میوہ آبِ حیات

خدا بن کس نہیں ڈرتی ہے کھنٹولی
 تو ساریاں میں نڈر کی من کری سے
 بکچ کہنے کا تھا سو میں تو کہیا
 دو تین کی بات کی جتن کری سے

نبی صدقہ قطب شاہ کوں بھولا کر
 دیوانہ بنا کر

تو سب ناریاں میں اپ جتن کری سے
 حیموں اپنے لئے محفوظ کر لی (ج)



ملالِ عید

(۹)

عیدِ رمضان

جگ کہتے آج کھن پر دیکھے ہلال ساقی ^{عالم (مخلوق)} آسمان
 چمک جائیں دیکھ شفق رنگ لشم سوچ قہ
 نوری ورق پہ لکھا خمار سپنج مج تجھ
 یک ماہ تھے مراد لالونیاں گلن کول ^{آسمان}
 تم مثال انبر شفق رنگ کے اور ان بغل تھے ^{آسمان}
 بھر بھر بیالے بھر بھر دوراں پہ دور کر کر ^{آپنے}
 گالان جو گل خاں کے لال کن کوں نہ دھر ^{کرنے کو چاروں طرف}
 نابات شیر خرما پستے شکر ادھر دھر ^{ہونٹیں رکھ کر}
 سن سن کیاں کہ سوراں چاندیہ روزے کہیں ^{سوج چاند}
 ع شرع میں منا ہے کہ محتب کے تہوں ^{کہے اسلئے}
 سوئیں ہلال میرے مہ کی مثال ساقی
 پڑیا ہے کھن پہ پر کر کر منج نہال ساقی ^{آسمان}
 انگور کی کنواری سوں دے صال ساقی ^{مجھے}
 دھنڈ نو چند ریالایا ایتال ساقی ^{دھنڈہ نئے چاند گل}
 دیا صرے تریا دیکھ ج ایتال ساقی ^{آپ}
 ع سوں ملا کہ دیتا لب کا زلال ساقی ^{مجھے اب}
 پھرتا لیکر مکمل میں پیالہ گلال ساقی
 کیوں روزے رکھتے سکیاں کہ کر تال ساقی
 جو پوچھتا ہے دے دے سٹ یو خیال ساقی ^{ٹال}
 دے بوسے لب نمک سوں کہے حلال ساقی

صدقہ نبی علی کے ہر ملت تھے قطبا ۴۱۰ تیس پرویا تو بے لب ہاں اب بنگال ساقی
 اسکے علاوہ شراب لب (ج)

(۲)

چند عین عیدی بشارت دکھایا	بھنواں سیتی ساقی اشارت دکھایا
ادھر کی مد کی گھر کوں کُف تھا سوکڑا	سو کی کیا کھل دل عمارت دکھایا
بھٹی تھی سو یک ماہ مد کی چھیلی	مٹا تھا ہو عید انگارت دکھایا
مرامی سرو سرو سانی چھنداں سوں	پیالے رتن موج آرت دکھایا
کروں سو یک چت سوں مد پیر کا میں	کہ میخانہ کا منج اجارت دکھایا
مجلد نبی فیض تھے عید آکر	محمد قطب کوں صدارت دکھایا

(۷)

(۳)

آیا ہے عید کا چند پھر چرخ بام ساقی	لیا یا ہے آج کی نس خوشیاں پیام ساقی
مد عیش تھے بیا ہے اتہ روشنی دیا ہے	بالا سو خم کیا ہے لے توں سلام ساقی

بھڑیش کی پیائی دے مُنکوں تو آلی
 دین تیس کے ہلائی لیا سر بجام ساقی
 عشرت منجے دلا اب جوں خضر جم جلاب
 پیالے مدن پلا اب آیا ہنگام ساقی
 متوال سب ملے ہیں جوں پل چمن کھلے ہیں
 اپ من منے لے ہیں بھر بھر دے جام ساقی
 دل لبد ز ابدان کے صوفی دعا بدار کے
 لے خرقہ طاعتاں کے دے توں ام ساقی
 پیالے پیتے پلاتے بھر بھر احباں لیا تے
 مد پی ہوئے ہیں ماتے متاں تمام ساقی
 کھلے ہیں چمن سب رنگیں ہو ہیں تن
 مد جام دے ہمن سب بھر بھر مدام ساقی
 قوطیا کوں اخدا تھے صدقے مصطفےٰ حق
 اپ پیار تفضلی تھے ان پیڑیاں نام ساقی
 (۴)

نھنبا لا نوانا ز کر آیا جیوں نوا چند
 چند اکھ پنچواں ریکھ لگایا جیوں نوا چند
 نکھار یکھ اپریام بدل یوں گھن چھپائے
 سبھی لوگ نچھا دیکھنے سپایا جیوں نوا چند
 خدایا توں نکھار یکھ چند اشراف دکھا سوج
 یہی روز کھلاو گلا سپایا جیوں نوا چند

اچل چھٹا لالیں مکھ پھنڈر دیکھ
 بدل کون لے میں جھل مل ہو سہایا جیوں نو چند
 ہوارا اندھاری میں نخل جوت جگت مانے ۵۱
 کہیں لوگ دیکھو دیکھو او آ یا جیوں نو چند
 اتم لوگ چرن سیں لگاویں سو کہت چند
 سو میں پاؤں پیرا یکھ دیکھایا جیوں نو چند
 معافی سو کھاریکھ ہوا قبلہ منا تو کو
 اماں کی دعائیں میں پایا جیوں نو چند
 (ق)

۵

نس عید بولو گر ہو گئے دن صیام قلی
 نو چند سے ساغراں میں بھرے مارم ساقی
 نہدو ریا تھے بھو دن بدنام ہو رہا ہوں
 پیالے پلا پریم کے کرنیک نام ساقی
 مستی تھے اپ صراحی کرتی تھی سرشت
 کرتی ہے جام کوں اب ہر دم سلام ساقی
 تیں دیس کی خاری توڑن کے تائیں جھکو
 کم کم نہ کرتوں دم دم بھر بھر جام ساقی
 صدقے نبی قطب کوں اپیرا ہے مہورا
 کوثر تھے ساغراں پیرا صدقے امام ساقی
 (ج)

(۶)

ابرو کا اُٹم رکھ سو عیدی کا تر ہے
 عیدی کا سدا کر اُدیا کر نہ کہو کوئی
 سو بچ کا پیلا سچن بہت میں اہے بھر ۵۲۰
 یا خضر قح ہے سچا بہت کا پیلا
 شربت کے طوق دور نہ مجلس میں پھرو
 عیدی کے دماے طلبان بختے جگت میں
 سچ خیال من دل میں بنے حب تھو حیاروں
 بازار میں تمائے سو تہا باز ہوا ہوں
 بے دین کس سناؤ نکو کوئی رمزِ ریت کا
 او چند دکھت منج میں غلامی کا تر ہے
 او صوم بجلی کی گھرے گھرے خیر ہے
 کد بھی تو تھی ناہیں کون ستر اثر ہے
 یادست کی تاثیر یا عیدی سا تر ہے
 حج جام منے پھو کی نظر نئے سرا بھر ہے
 پیچن گھنگر و ناو کے گرجن ہوا تر ہے
 انقش ہمیں دل کے نین جیو میں بصر ہے
 اب باز من ناؤں نیو چھیں کی شر ہے
 عالم منے دو نوک تقار د ک خر ہے

۱۔ دم۔ ۲۔ دو۔ ۳۔ مج۔ ۴۔ دو۔ ۵۔ مج۔ ۶۔ تج۔ ۷۔ جیا۔ ۸۔ مس۔ ۹۔ نیو چھو۔

شوال کا چند آیا مبارک مونس قطب[ؑ]
آئندہ کامرا ہو کہ خوشیاں کی خبر ہے
چاند شراب (ق۔ج)

(۷)

انبر سہرور میں منسی نوا چند کا ٹایا عید
آسمان کے سمندر نئے چاند
سو عشرت ہو راندنیاں پکڑے حد لیا عید
اور میں نہ لایا

گلگن کا ہے محل بن تھام ہو رہن طاق بندے کر
آسمان پے ستون اور بے باندھ
نوا چند روجر کا طاق بندے سو بند لایا عید
نیا چاند

سکھ متاں دیکھت تیں کوں شکر کا سجدہ کرنا کر
سب دیکھکر اس
نوا چند کا نوا محراب آسمان پر دکھایا عید
نئے چاند نیا

گلگن گج کا نوا چند دانت ہے تیں کج اُپر جر کر
آسمان ہاتھی نیا چاند
تو شیاں کے فوج سوں شہ گھر منے تھانی آیا عید
اوپر چہرہ
کے ساتھ ہیں

جو خمچا نہ کوں موندیا تنہا روزیاں کے قفل کر ساقی
بند کیا روزہ

نواچند کسلی سوں خمچا نے کوں سر تھے کھلایا عید
نئے چاند کی کوئی تھی سے پھر سے
رجھانے شاہ کے من کوں اندھو عیش کے راگ
دل اور

نواچند رکا چنگ لے چنگ میں چھند بوجایا عید
نئے چاند
جنت بن میں کھلین جوں مصل کلیاں حمت کے شبنم تھے
کے باغ جھڑے پھول کی کلیاں

سکیاں گل لاگ ادھر کلیاں کوں مدد تیں کھلایا عید
گلے لگ کر ہونٹ کی کلیوں کو شراب سے
نبی صدقہ قطب کے دشمنوں کوں کاٹنے کھنسن جوں
گھٹاں کی طرح

نواچند کا بلی خنجر بیکر کر سرت میں آیا عید
نئے چاند کا ہاتھ (ج)
(۸)

خوشید مکھ اپر دے ابرو ہلالِ عید
نچ نظر آئے
اُس ابرو کوں سجد کیا ہے صالِ عید
ان
خرم خوشیاں سوں شہوے کی سیوا بھری پری
ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلالِ عید

سچ خندہ کا شکر دے منجے شیر خرے میں
 لیا یا شراب گھر تھے پون عید کا خبر
 طرے کے لال تار یا تھے تو تان شراب لال
 بویاں کے بیج پیرتا ہوں اس مونس باغ میں
 رستم نہ کھینچ سکے تیرے بھنو کمان کوں
 مکھ پر گٹ چڑانے پر گٹ کا گت منے
 ماچیں وچیں چتارے چھنداں میں تھو ہاڑ
 مٹانے ازل تھے منج یہ لگن رنگ کا چھنر
 تیرے بہت پلا ادھر سیتے کھلیا کال عید
 چٹری کی گتوں کو روایا ہے لال عید
 جو بن بھٹی چڑاؤ کہ پایا ز لال عید
 پھولاں پھلاں بچا ہے اتم نہال عید
 پلکان کے تیرا سیتی بھنکایا اجمال عید
 تو حسن بھار میں سہے سوکے کا وصال عید
 نچ ہار کے کنڈن تھے سولیا یا مال عید
 پیاریاں پر یاں ماوے آپرا و مال عید

صدقے نبی کے سو چند رتا اچھے لگن
 بیت میت سوں قطب کرو لاکھ مال عید
 لاکھ

(۹)

ساتی ہو عیدِ آباد کچھ خیال موہنیاں کے

مے لیا کر نے نیتاں متوال موہنیاں کے

لایا آنکھیں متوالی

شیر خرما قند بداماں پستے جیواں ملا کر

صنعت سوں کیتا صانع لب لال موہنیاں کے

کے ساتھ کرتا

دھل کانوں تھے گلائی گا لال پہ لال لالی

لینگے چھنداں سوں موتیاں اتھ دھال موہنیاں کے

کیوں رشک میں آویں دیکھ عاشقاں رقیباں

ہو جھلنے جو بنیاں پرستھ مال موہنیاں کے

ہار

لکھ لکھ الک سرک سٹ دیکھ لائے فن سوں تل تل

لاکھ زلفیں پیچ کھینا ڈالکر

تو نیڑے خیال پسکھی دیکھ خال موہنیاں کے

گرفتار ہوں کہ پرند

نوالہ سنگار کر سب جب لٹکتیاں موہنیاں

سن نادر تیج آئے خلخال موہنیاں کے

آواز

جگ میں چلیں لٹکتے ات چا تو رانی سوں مو

کبکاں ہنساں گیسنداں سکھ چال موہنیاں کے

صدقہ نبی کے قطبے لال لال پیالے

بھری پوئے پیالے کر لال موہنیاں کے

پا

(ج)

(۱۰)

اس انداں سوں کریں خواہاں اند

کرتے ہیں رس رنگ تھے منساں اند

عاشقاں کوں نقل اودھراں اند

جب دلیں چھب سوں کریں چمناں اند

عید سیوی لیا نیا خوشیاں اند

رنگ بھریاں کسوت کیاں بہو رنگ

دیتے ہیں ساتی عروساں چھند کے

سرو نمنے باغ و بستاں میں سکیاں

کی طے

شاہ کے مکھ سور تھے پایاں ہیں سب ^{رخ آفتاب جیسے سے}
 چند تھے جوں تارے تیوں ناریاں انند ^{چاند سے جھٹکے}
 تاج سہما تارے سداے خوان عید ^{۵۶} تیری عیدی تھے کریں شاہاں انند ^{تجھے زیب دیتا}
 قطب شرہ داہم علی کا داس ہے

جم کریں شہ عید تھے عیدال انند ^{ہمیشہ}
 (۱۱)

روزیاں کا عید آیا ہے ہو چاؤ ہو رہو مان سوں ^{روزوں}
 ساقی پلا مد عیش کا اپ حسن کے پرمان سوں ^{بہت اور بہت}
 مینج تائیں مد کا شیریں ^{اپنے} ہو راس میں خرم ہونٹ کا ^{شراب}
 نابات اپ بوسے کا دے اے شہ پری ات گیا سوں ^{میرے لئے}
 مد خانہ عشرت کا کھلیا ^{اپنے} بہتاپون آنند کا ^{شراب}
 خوش بھید ہے مل پوناں مد جو کے جانان سوں ^{ہوا}
^{پینا} ^{شراب}

سکياں منگاریاں ہیں ایں پو عشق کے رنگاں سینیں
 اُس کے بڑے ہیں بھاگ جس کوں شہ منگے دل ^{خود گزرا پیا} لیا جاسوں
 عید آ کے کُکھ جھکا ئیا اب چونپ دل میں لایا
 سنگار میں اُچھائی اُچھائی ناریاں ملیاں سو جان سول
 گن عید کا گاتیاں سکياں پیو پ کیا راتیاں سکياں ^{گاتی ہیں}
 سائیں کے من بھاتیاں سکياں ماتیاں ہیں پو دھیا سول ^{گاتی ہیں}
 صدقہ نبی کے قطب شہ کوں عید سکھ دن دن اچھے
 جب لگ چندا ہور سو رہے ہے عیش ج فسان سول ^{رہے}

چاند اور سورج میرے سے (ق)

بسم الله الرحمن الرحيم

(۱)

خبر بکرید خوشیاں سنیتیں میرے تائیں لیا یا ہے
 خوشیوں کے ساتھ لئے لایا

خوشیاں اوپر تھے فشر بانی ہونے بکرید آیا ہے

اے مجلس عید و کھیت عیش ہو خوشیاں سنیتیں دایم
 کی دیکھ کر اور سے

انتہاں راگ کوں آلاپ کر ہو گن سنا یا ہے
 بہت

گلا لی پھول منج مجلس تھے رنگ پا کر سنا تے میں
 میری سے

کہ ساقی اپنن پیالے لے لے لے لے منج رجھایا ہے
 اپنی آنکھ کے سے شراب بکر مجھے

سہیلیاں اپ سنواریاں ہیں پر کم سوئے کے رنگاں سو
 باریخت سے

کہ بکرید آ کے سب جگ میں طبل عشرت بجایا ہے

سکلیاں منج متی کیاں مہیاں عشق کا کھیل منج مہیا
 میری کی مائی

جگت اے عشق کوں دیکھت اچھنچا ہو لکھایا ہے
 اس

منجے چونکہ صراندان ہو رخنیاں کا گر جتا ہے

منجھے چاروں طرف اور

تو مستی عید کا سر یک پہ رکھ موئن منیا ہے
میرے دل کو

نئی صدقہ قطب کوں ہے جم عیدستانہ

زیبہ ہوئے

کہ میرے پس اُپر دایم چتر شاہی سہایا ہے
(ق)

(۲)

کہ قرباں ہونے آیا عید بکرید

خوشی خیراں سنایا عید بکرید

طرب مطرب کوں لیا عید بکرید

کھٹکتا مرغ دل کے بوتائیں

اپن سُد گنوا یا عید بکرید

نگہ غزبانوں کھینچا منج کوں ساقی

دلِ رِہ دکھایا عید بکرید

خدا یا کعبہ مقصود دکھلا

خرم دکھ میں نپایا عید بکرید

نہ کر غصہ شکایت عشق نتھیں

پرت میں اُس جھایا عید بکرید

جکونی ہے عشق میں ثابت قدم او

عشق اُسے

جو کوئی

معافی کے بن بننا تھے لے گل

مہراک گل تھے سہایا عید بکرید

(ق)

(۳)

کیا سب جگ کوں آبادان بکرید

کیا ہے شاہ پر قربان بکرید

کیا نازہ جگت کا جان بکرید

پچھایا ہر طرف کیو خواں بکرید

حیات و نجات جاویدان بکرید

کہ ہے مستان کا مہمان بکرید

ہویدا بھی ہوا جوں جان بکرید

تھے نہ کے دنیا تھے جگ میں سکوں

جنت میں کی سوالوں نعمتوں

ہوا بھر پور جگ کا مین ہو مین

خبر لیا یا کہ حق نہ کوں دلایا

بھراے بزم ساقیاں لایا

نہی صدقے قطب لکے جس جی تو

کہ تج تھے پاوے نت جیوان بکرید

(ج)

(۴)

اتنم بکرید آیا جگ ہوا خوش اپنے من میا نے
دل میں

۵۹. گھرے گھر عید ہووے آج سارے تر بھون میا نے
ہر گھر میں تینوں عالم میں

سکل غلمان ہو ر حوراں ملک اس عید یوں خوش ہو

بھرائے آج دن مجلس خوشیاں کی سرگ بن میا نے
سب اور جنت کے چہرے میں

چندر بھر بھول تاریاں کی رنگیلی اوڑھے چادر

لگا سینے کنک عنبر لگا ڈولنے کوں کھن میا نے
چاند آسمان میں

کرن تر تار کی پیرن سورج پن دور دھلکا کر
شاعوں کی پیرتین پہن کر

ادک جھلکار سون نکلیا جھلک توری برن میا نے
خوب منور ہو کر جسم میں

سہیلیاں آج یوں شہ کیاں رنگی گسوت میں سہیلیا ہیں
نکلا

کہ یار رنگ رنگ کھلے ہیں پھول چمنائ کے چمن میا نے
کے

اُلا لیاں ہوں جوانی کے قول شہ سوں رلیاں آنے
 نئے بادشاہ کیساتھ عیش کر کے کیلئے
 کریں لک چھند بند تل تل تین کے یک سین میا نے
 ہر لمحہ کے لئے
 مدن کا مے پلا شہ کوں چمن کی چاکنی دے دے
 بوسہ لذت دے دے کر
 ادک متوال کر شہ کوں کیاں خوش مے مدن میا نے
 پون عشرت سہا و ایو لطافت شاہ کا دیکھت
 ہوا
 ملک حوراں چند سورج رہے کم ہوا پں میا نے
 چاند
 بنی صدقہ قطب شہ کوں دعا پختن کی ہے دایم
 تونت آند سوں کرتا ہے شاہی سب دھن میا نے
 ہمیشہ اطمینان سے
 میں (ج)

(۵)

شہا بکرید ہے سالم دیر یکن تج پہ قرباں ہے
 تجھ پر سے
 دھرت خوشدل لگن خوشحال جگ شاد خنداں ہے
 زمین آسمان عالم

تو ابراہیم کا فرزند تھے تاج دوستان سول مل
 تو ابراہیم قلی تطلبہ ^{تھے اور تھے} کے ساتھ
 جو اسمعیل کو حق پیار سوں دایم نگہ واں ہے ^{۴۰۰}

علی کا باگ توں تاج جھل جھلا ہونہا ہور ڈرختے
 غیر تو تیری جلال یا عجب ^{اور ہے}
 لگن کے باک کوں تاج پر کیا میخ قرباں ہے
 آسمان ^{نیشہ} (اسد) کو تاج پر ہے
 خدا تاج کوں دیا عیدی یو ہندستان سالم کوں

تو دن پردن قیامت لاک ملک تیرا اباداں ہے
 روبرو ^{ہک}
 جگہ وی تاج سات یک چہ نہیں دشمن ہر ہچل کا
 جو کوئی تیرے ساتھ ^{دل}

جو دشمن ہے ہچل کا سدا خوار ہور پریشان ہے
 اور
 تو موسیٰ تاج کھرگ موسیٰ عصا تاج مکھ بد بیصا
 تو تیرا تلوار کا ^{تیرا چہرہ}

تو عیسیٰ تاج ترنگ ہے سور ہور آسمان میدان ہے
 تو ^{تیرا گھوڑا} سوج اور
 ہے جم داووی الحال تاج بزم میں تاج بزم میں جم جم (۹)
 تیری (داود ص ۹)

انداں پرانداں پرانداں پرانداں ہے

دیا حق تج حکم تل سب پری ہو ردیو وحش و طیر
تیرے کے تلے اور

سوچن ہو راس عنصر چار و ساچا توں سلیمان ہے
سچا تو اور

سٹیا تیر اکھر گ دشمن پیر تو تو رگت میا نے
نوں میں ڈالے تلوار

ہو اد دشمن کاتن سب جوں عقیق ہو رل مر جا ہے
ش اور

دعا کرتے اُسے سب جگ جگوئی تیرا دعا گو ہے
جو کوئی

تشن کرتے اُسے عالم جگوئی تیرا ثنا خوا ہے
جو کوئی

نبی صدقے خوشی گھر گھر اندی ٹھار ٹھار اے قطب
اطمینان جگہ جگہ

ترے گھر میں ہزار سال لک بکرید مہاں ہے
تک (ج)

۶

دن آج کی بکرید کا سب جگت میں رجحان ہے

۶۱۰

گھر گھر خوشیاں عیشاں اند مہمان پر مہمان ہے

ریگاں بدل سیخاں سہیں تارے مکئے لذت بھر

کر ڈل چنڈا سوچ ^{بادل} اگرں کا نور سو اسماں ہے

بادل سے سفرے کے آپر جوئے جنت کیاں نعمتیں

سو اس کندوری کوں دیکھت ترلوک سب حیران ہے

یو عید قربانی آپے قرباں ہوئی سہیلیاں آپر

تو اس سبب اس عید کوں سب جگ میں اتیان ہے

یا موہنیاں سنگار کر پھرتیاں لٹکتاں دھرت پر

یا کھن آپر تارے سہیں یا کھیلیاں بستان ہے

کوئی گاتی کوئی آلاپتی کوئی منستی کوئی ناحستی

کوئی پیتی کوئی پیلانی کوئی سرخش کوئی متان ہے

صدقے نبی کے قطب کوں قائم اچھو شاہی اند

جب لگ دریا میں نیر ہو رانبر آپر چنڈ بھان ہے

(۷)

سنگار کر اضحیٰ چلے سو نور انواراں بھری

پھل سورٹو اکن لگا تر جگ میں جھلکاراں بھرے

خوش عید عشرت شہ کے گھر لایے دیکھا ^{سج} شہت لیکر
لائے ہاتھ میں

لاگل گلے لاشک عسبر جو بھیڑ بھکاراں بھرے

مے لب توں لبدائے میں لے لویے پھل بھانے میں لے
تیرا

مدھیالے میخانے میں لے چو طرف میخواراں بھرے

چندر کھیاں پی جام اول تارے لیا ^{ٹراپ} نقلاں بد
مدیخان

مست ہو پھریں یوش اگل سواراں کے جو بھاراں بھرے
کے سامنے سورجوں جھلجھل

تو قطب گھن زرش ہو کر طبلے سورج رکھ چرخ پر
آسان

کرناں سے تاراں کھینچ کر ساریاں میں زرتاراں بھرے
شاخوں ساڑیوں

پیوسات کیاں ہوئے پیوسات قرباں ہوئے
 پیانے ساتھ خود جی کے ساتھ

تسلیم کر اسماعیل اپنے تو حم گلے ماراں بھرے
 خود

حضرت نبی صدفے تھے بن یا قطب کیتا یوغزل
 سے نکلتا

آئند سوسن لایعید گل کے پر گہریاراں بھرے
 (۹) (۱۰)

(۸)

آئند علم آجیا یا صلوات بر محمد
 خوشی کا بند کیا

دوہی مراد یا صلوات بر محمد

منج سیس چھانو چھایا صلوات بر محمد

جبریل ورد لایا صلوات بر محمد

حید مراد لایا صلوات بر محمد

دکھ آگ میں بھونایا صلوات بر محمد
 دکھ کی بھنایا

بکرید عید آ یا صلوات بر محمد

جیکے مراد میرادل میں جو تھی خدا تھے
 جو کچھ

بارہ امام پنج تن کا ہر جسم ہما ہو

میری خوشیاں کی بیلاں کھن منہ دھڑو کر
 آسمان پڑھیں کرے

ایک دھیان ایک چت سونل ہو جو میرا

دنیاں کی ذات کوں سب دھیر لوی کرے
 دنوں ایک طے

صدقہ نبی کے قطبا خان محل بیانے

۶۳۰

عشرت پکڑ بسا یا صلوات بر محمد

(ج)

(۹)

عشرت کے پھولاں کا یون لیا یا بنت بکرید سوں

سب رنگ بھریاں کے من کے سین بھلا یا بنت بکرید سوں
دل کے لئے

اس باں کی جھلکاروں آ یا ہمار اس جاگے

آنند پھل جاگ باغ او پر چھایا یا بنت بکرید سوں

سب بن ہر انہرمن پھولاں تارے کھل ہے
تاروں کی طرح

نہرہ سوں منگل ساز کر گایا یا بنت بکرید سوں

کھلتی کلیاں کے ہونٹ پلتے ہیں جو نازک بھید سوں

کرے صفت شہر کھیل کا آ یا بنت بکرید سوں
کے لئے

سندھیاں پر رنگ شہ میلے تو آنکھ تل لویں دے
 آنکھ کی تل اس طرح نظر آتی ہے
 سوچ ستاریاں پر کرن بایا بنت بکریوں

عشرت بدل امرت پھونی چھڑ کیا ہمارے نرمیا
 کہ بادل آجیات کی پھوار چھڑ کا
 منج ول چین میں سکھ برگ لایا بنت بکریوں

یک ٹھار مل آئے بنت بکری حضرت دشت تھے
 جگہ کی نظر سے
 قطب زماں آنند سکھ پایا بنت بکریوں
 (ق)

نور فانی

(۱)

نورانی نوروز نوراں سوں آیا حل حسب لالے حضرت تھے مہایا
جگا جو جگ میں دھل کا زخم جھم چمن جوگ چند زن جگ بجایا
م مدہر مدہ مستی میا سوں نوہر مدن بن کی مجلس میں منہ منڈایا
ک کدم کر سو تو گنم کلا کر کنٹی کو یلاں کا منا گن گویا
ہ ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا ہوں سوں ہری بن ہزاراں ہلایا
س سہیلیاں ہاتاں میں ہاتا ہمایا سہیا صفا سائے شریا ہمایا
ن قربوں قطبہ قدر قدروں قضا قوس تھے قاف تا قاپایا

(ج)

(۲)

نوا نوروز نورنگ جوں کلیاں کھلایا ہے
بند ناریاں کوں چل خیریاں کل کنچو کیا ملایا ہے

سُزِ نِگِ مِچل پیا لے شبنم سوں دھولا مے بھر گلا لی تس
خوش رنگ کے بھول

سبز رنگی نہالاں نورنگیاں ہست دے پلایا ہے
ہاتھ میں دیکر

دسین جوں بلبلانِ قلیل تلالِ ناریاں کی نرگس پر
نظر آئیں شل

پریم مے پر ملاں دے تن کوں جیواں دے جلایا ہے
روح دیکر

ترقمانے طراوت سوں کل گلالِ ناریاں کوں
سے

بنداؤن تافنی ہریئے اُپر بھولاں بھلایا ہے

بھونر بھولاں کے بچھڑی میں کالاجوں کے کوئل ہو
شل

ہری ڈالاں اُپر پھر پھر سندر مچل کر جلایا ہے

چلانے تھے بھونر کے بھرے سروں ہم کر کہ

کلیاں مکھ موڑیاں سوں پھر خدا کیج ہلایا ہے

کچیاں کونلیاں کنواں ناریاں کلیاں کوں نور آیا

کچی کونی کنواری ناری (مکھڑی) مچلی
مچل صدقے قطبا کوں انداں سوں ملا یا ہے

(۳)

سر تھے نوروز بشارت لے خوشیاں سو یوں گھڑ آئے
 پھر سے ^{کے} ^{آسٹ}
 تو گل برج میں اپنا سو شرف غزم دکھائے

موا میداں کے اندھ پھول چمن من میں کھلے ہیں
 بھری ^{دل}
 گھنگر وال بال پیالے منے مد بھر کے پلاوے
 میں

سبز صورت سو سبز باغ میں سہنتی گھن اپیل سوں
 آسمان کے

کو کلاں ناد سوں چوند صھر چھنی پیاری بچاؤ
 کو بیوں کی طح ^{کچھنی کب}

چنگ کرتا ہے پیالے وھراجی کوں سلاواں

روم تاراں ستیں مطرباے چنگ چنگ بجاؤ
 ہے

سرو قد ساتی جو بنیاد کرے ناچن کی

پریاں حراں ستیں ملکر سری راگان ستیں گائے
 ہے

آئی مشاطہ نگارن مونگاری پری سائیں
 قدرت اس ہونٹ مٹھائی تو نبات اس کیاں کھلاوے
 بیری کے لئے

نئی صدقے قطب ایسی کرے نوروز رنگبیلی

آب کو ترخدا حضرت کے ہتوں منج کوں پلاوے
 ہاتھوں سے مجھ



بِسْمِ

(۱)

بنت کھیلیں عشق کی آہیں سارا تین ہیں چاندین ^{چوں} مچھن تارا
 بخت کنڈن کتے تاراں ایک جھونا ۶۶۰ بندی ہوں چھند بندوں گنگارا
 بنت کھیلیں ہمن مور باخیاں ^{ہم اور ماجن} کہ اسمان رنگ شفق پایا ہے سارا
 شفق رنگ چھینے میں تارے گٹ جو ^{سوج کر گڑن کٹھ} سرچ کر نامن زرتار تارا
 پیایک پر ملا کر لیا بی ساری بنت کھیلی ہوا رنگ گنگارا
 جو بن کے خوشحالے رنگ من بھر ^{لالی} سور و ماروم چرکیا لائے دھارا
 بھکی چولی میں بھین نیشانی ^{روان} عجب سورج میں کیوں نہ کوٹھارا
 بنت و نت جھجھو کنڈن گال اوپر ^{بھگی دی} پھولا یا آگ کیسر کی بہارا
 بہار

نبی صدقے بنت کھیلیا قطب

رنگیلا ہور ہیا تر لوک سارا
 عالم

(ج)

(۲)

پیارے ہنت کا ہوا آئیا
آئی
(کرم خوردہ)

سکیاں تن مشک زعفران لایا
لایا
کہ چوند صحر ہر از رنگ ہوا چھایا
چاروں طرف ہر کی

۱۰۰ کہ جیو اس تھے جیون کا اس پائیا
۱۰۰ سے
(ج)

(کرم خوردہ)

کہ کوئل پریم نادا پسنا سنایا
مجت کائنات
سرس مور آواز جگ گوں جھایا

گلالی رنگاں کے برہمن سوس
بہت طریقہ سے
نبی صدقے اے قطب اس ہنت میں

چھیلیا رنگیلیا کے فت پرہیا
رتن میگو برسن عجائب دکھایا
موتی کی بارش برسر
(ج)

(۳)

ہنت آیا سکی ہوں لال کالا

کسم چولا

پیہا گاؤ متا ہے میٹھے میناں

مدھریں دے او صحر پھل کا پیالا
ہونٹ پھول جیسے

بنت کی خماری بنیں بھری ہنڈولے بنیں دل ڈلایا بنت

نبی صدقے میں ہوں مجھ غلام نوی رت سیتی رت ملا یا بنت

(ق)

(۶)

او منگاں ہوں بنت آیا نورانی کر باں کسوت سکیاں سب آروسانی

بنت کے پھل کھلے ہیں اپ رنگیلے ۱۰۔ ہو احیران دیکھ اس تائیں مانی

گنتل کے جھولے سنتے ہیں او کھ پر کہ جو پھل پر ڈلے بھونرا سو گسانی

جڑت چرکیاں شہ پہ بنت جب پلاوے نہہ مدتب شہ کی میانی

کو ہاک کوئل بنت کے راگ گائی کہ پائی ہے اے رت میں شکشانی

ہوا آکر صفا پل بن کوں توں دے کہ وہ او نقش ہوئے حیران مانی

نبی صدقے قطب شہ تائیں جم جم کے لئے

سہاویں رنگن بھی حُناں سہانی

(ج)

(۷)

شاہ کے مندر سعادت کا خبر لیا یا بنت

نیز پستلیاں کے چرن میں پھول پھل لیا یا بنت

بہر سائے نوزن کسوت کئے ہیں رنگ رنگ

سروینا میں سوشبنم کا سہرا پایا یا بنت

سائے پھولائیں بنت کا پھول مہمانی کیا

گل پیالہ ہو کے خدمت تائیں جیت لیا بنت

جوت مانک سوں بنت کے گل کھلے عالم میں

پھل بنت تھے سب فلک پر لال رنگ چھایا بنت

سور کا رنج میں بنت کا رنگ جھلکتا نور سوں

ہو چندر کے حوض میں چند سوں مہکایا بنت

اور چاند

نرنیاں چڑکے نرنگ نکلیاں بسنت کے ڈھنگوں

پھول ہر اک کھل کے اب باساں بستیں گایا بسنت

جھین چُنٹری نرنگ تاریاں کا کر آئے انگن

چیر کٹائے کے تیں انبرکماں لیا یا بسنت

سرتھے اچھل ڈھال کر بھیج پرپلو کریوں سٹے

بجلی چڑکے ہاتھ لے تھا ڈی تو رنگ پایا بسنت

چرکیاں کے نیر بند تھے سب فلک پکڑیا ہے رنگ

اُس گہرا براں کے رنگ تھے موتی برسا یا بسنت

موتیاں یا قوت گھر گھریوں دھک انباراں بھرے

ہر گد مسکیں کوں خاقاں ششم کا دکھلایا بسنت

۱۰ سیکھ

شکرا یزدکر معانی رات دن آند سوں

۱۱ قلب شہ

نیرے مندر میں خوشیاں آند سوں آیا بسنت

(ج۔ ق)

دروسی
درسی

پوریوں کی عید

درشنی ہو آئی ہے پوریاں کی عید ^{درشن دلائے والی}
 شاہ درس سنتی گمتیاں کامیناں ^{کے درشن سے عیش کرتا ہیں}
 شاہ کے مکھ سورسوں ہر دم حضور ^{رخ آفتاب سے}
 وصل کعبہ کر پھیریں سب آس پاس
 ناریاں جگ پرچمن دے شہ کرو
 لعل خوباں بنب جب اُباں جو پائے ^{بوسہ}
 شہ درس مکھت ہوئی حوریاں کی عید ^{کا درشن}
 دید پر ہے دید منظوریاں کی عید
 رنت نویلیاں ناریاں نوریاں کی عید
 شہ کی بھینچوں ہے ستوریاں کی عید
 لعل اومصر پیا لیاں خوشنوریاں کی عید
 تب تھے ہوئی جگ میں کنڈریا کی عید ^{ہونٹ}

مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کی وٹٹ تھے
 اور ^{نظر سے}

قطب تھے ناریاں گوریاں کی عید

اتبارِ اَتوارِ عید



عشرت کے پردے لیا رچے متھر سونے کو اور عید

ہے آج جگ خوشحال ہوئی ^{منالِ جگ} گھر ^{گھر} ٹھہار ٹھہار عید

مطرِ اندِ عشرتِ نیم خطِ داس ^{دنیا} ہو ریا عید ^{غلام اور}

وے نقلِ قتلِ ذوق کا یک دل ^{سے} یوں خمار عید

جگ میں اجنبیا ہو رہا دستے ہی ^{حیرت} لو اوار عید ^{رہا نظر آئے ہی}

پکڑے ^{رات} نیس دن کا ایک چت سیتی ^{سے} دربار عید

قربان ہونے نہ اُپرائی ہے اتبار عید

گھر گھر خوشی ہو عیش کا ^{کے اوپر ہے} سچر ہوا بھوٹا ^{کئی طرح سے}

امید کے سب ملک کا سلطان ^{اور} توں تو تھے ^{تو تب تھے}

مذوق کے پیالے بیتے ^{شراب سے} متبیاں کوستان کر

قدیاں ^{سب ہی} بھیل سمان کے ^{سے} مہمان ^{بندہ} گھر آئے ہیں

بندے ^{سے} ہو کر بندگی سیتی پائی ^{میں} بڑائی جگ منے

صدقے نبی کے قطب کوں ^{مائل کر کے} لہا لے کر اپنا کرے

۴۰

عشرت ^{آرام سے} اند کے چھند سوں ^{یہ} بوجھند بھری چون عید

(ج)

سکھ بلاس کی عید

سدا ہوئے منہ بزم میں نہمہ اند
 سنوارے لگن سے رنگیلے محل
 سجن کے ترن میں سوج سے بھگت
 بھی ساز بجتے ہیں گن بھیدوں
 گرختے ہیں سن من تھو ساتوں لگن
 نہیں بزم اس ساز کا ہو ریں
 کہ دولت ہے اس شاہ کا بھولند
 رتن جوت جھلکے کہ یا سور چند
 دکھا دیں عجیب دیے سوں چھند بند
 بیختے ہیں اس ساز تھے جو کے چھند
 جگت قص کر تانین کچ گزند
 نظر نا لگے تیوں سواک سپند
 اس طرح ڈالو آگ میں

نئی صدقہ قطبا کرے سکھ بلاس

کہ دایم اچھو عید کی تیوں اند

(ج)

اسی طرح ہے

عید

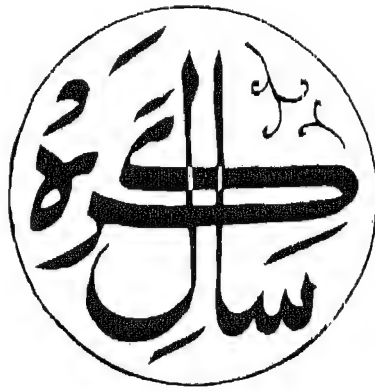
(❖)

عید اں کیاں نہ خوشیاں سب ہی اس عید میں	سالانہ کے غم بھانیاں سب ہی اس عید میں
فتح و ظفر ہو عیش ہے اس دن میں	سارے سال اہل گم گئے
ایسی خوشیاں پر لکھ گھر نیوا زماں	توراں کی ہیں کلیاں سب ہی اس عید میں
چند اسوج لیتے جھلک اس دور میں	روشن ہوا ایماں سب ہی اس عید میں
جھاڑ سوکیاں کوں لگے پھل عید تھے	پائے شرف پر جاں سب ہی اس عید میں
اس دس میں کوئی غم نشاں پاتا نہیں	گو ہر پھرے سپیاں سب ہی اس عید میں
	رقصاں کر دوقاں سب ہی اس عید میں

قطب زماں کے سب گناہاں بخش الہ

پکڑ یا علی داماں سب ہی اس عید میں

(ق)



(۱)

خدا کی نظر تھے برس گانٹھ آیا
 کریم کے کرم تھے برس گانٹھ آیا
 مہمل کے میم تھے مد مانگ کر میں
 علی عین عادل علم کوں اچایا
 الف آسماں آسماں گیر بند کر
 حسن ہو حسین جن حاجت لایا
 قمر قاف قفے او پر جگ جگایا
 گلاں گاف گل گوند سہر سنوار
 تو ہی ہستی کا ہنس منج کل نہا کر
 صدق صادق صادق صادق صفا سو
 نبی کی دعا تھے برس گانٹھ آیا
 پیاہوں میں حضرت کے بہت آب کوثر
 مر قطب تار ہی تار یاں میں فصل (نچل)

(۲)

خوشیاں کی خبر کے دماغ بجا یا
 توشا ہاں اُپر مچر کلس کر بنایا
 توجہ پر فلک رنگ کا چتر چھایا

۱۔ سلطنت گو لکنا کا شاہی رنگ نیلگوں تھا۔

فلک دور نمئے سو مندپ اچا کر
جڑت سب تارے اُس پر جڑا بیا

کلس دیتے تھانباں پر چند سوچ ^{ماند}
وہ جھلکا نور اُس ستی جھک جھکایا
سوج چندا پے تال ہرگز بخت ^{دکھائی دیتے ستونوں پر چاند}
منزل ہو فلک ٹم ٹمایاں بجایا ^{یہ جھک جھک کرنا چکنا}

کرے مشتری قص مجہ بزمِ منت ^{پاند}
برس گانتھیں زہرہ کلیان گایا

کلیاں عشق کی مجہ پیسے کھلا کر
پھولاں غم کے دل بولتا تھے گنوا

مرگلتاں تازہ اس تھے ہوا ہے ^{دل} ۷۵
مجہ اُس باغ تھے میوہ دم دم کھلا ^{سے}

دندے و شمنائیں سو یک جا ملا کر ^{سے}
سوا سپند کے پاتراں کر نچایا

خدا یا معافی کی امید بر لیا

کہ جیوں سانت کے میوہ تھے جب اکھایا

(ق) مینہ سے دنیا

(۳)

خدا کی رضا سو برس گانتھ آ یا ^{سے}
ہس شکر کرتوں برس گانتھ پایا ^{گرہ}
ہزار تو ^{گرہ}

دعاۓ اللہاں تھے مجھ کو راج قائم
 خدا زندگانی کا پانی پلا دیا
 نبی کا دعا ہے منہ پر سہیں اوپر
 اماں دعا سوں طنبا باندھ دیا
 گل مصطفیٰ سب سے سیرا گندھا کر
 مجھ اس گل کا سیرا عمال پنا دیا
 دعاۓ علی تھے میری چڑھا کر
 اپن سایہ سوں سایہ باں مجھ چھایا
 ہر یک دم کی جبریں شکر کرتوں
 کہ تجھ بھاگ تارا شرف سوں پنا دیا
 معانی محمل پہ لواتے کرتوں
 کہ توں واس پن تھے جگت میں پنا دیا
 غلام ہے (حق)

(۴)

نبی ناتوں تھے پھر سرگاتھ آیا
 فوج فتح شہاں گوں ہونا دیا
 نبی کی غلامی تھے ہے تاج تیر
 شہاں تاج پرتاج تیرا سولا دیا
 چھوٹے مندپ کا ندے کے نہا بنا
 کہ ساتوں سہلیا سوں مندپ اچھا دیا
 گلابی پھولاں کا بندے سر کوں سہرا
 او پھولاں جڑت قرض گیل پنا دیا
 باندھے

قطب تارہ دکھلا قبلہ کی باٹ
 اے ہے بس شرف قبلہ جاگ کو کھایا
 قطب تارہ قطب فلک کا کلس ہے
 سبھی تاریاں میں نکت ہو دیا
 چھتر کا کلس سور سی نوا چند
 سو اس کا جھلم نور جاگ کوں جگایا
 کلس کا ہے جھلکا دو جاگ کا سورا ^{نیا چاند}
 سورج چاند تارے پھر کھول کھولا
 خراج زہر کے پھول پوریاں کا
 گل لای کلیاں کھلیاں دل باغ میں
 کہ باقی پھولوں کی دوتاں کو گنایا
 تمن آرزو تھے ہے دل باغ ہریا ^{کھلیاں}
 انا راں او گل تار منج بہت دلایا
 کہ جیوں چاک گاڑی کے منے پھرایا ^{دو گلزار میرے ہاتھ}
 کیا دشمنوں کی نظر چاک چاک ہرا
 خدا یا قطب شب کوں کھ اپ پناہ
 برس کا تھج یا دستیں گنایا ^{اپنے}

(۵)

حبیب حق تھے برس کا ٹھہرے آئے آج
 علی کے ہر تھے مجلس سوچ کچائے آج
 جیم انبر کوں تاریاں سینے ستوار یا سو
 منڈپ بھولاں کا محمد کے مہر چائے آج
 سو لکھناں سو لکھن گھڑیاں میں امرت بھر
 ہیلیاں جھاڑ خضر نیر سو پلائے آج
 جو سہرا میم فحل کا سر پیرا میر
 علی کی لے کی حامل منجے پنائے آج
 سنے کے صد او پر پھول گیند جو بن کے
 ہزار چھند بند اسوں سکیاں لے چائے آج
 صراحی منبلہ ہو مشتری کا لے پیالا
 سہیل ساقی ہو منج مدلائے دھائے آج
 فلک طبق میں ملک نقل بھر تاریاں کا
 چکھاوتے منجے آند سات لیاے آج
 سولال کال طبق میں سکیاں علی نہ بھر
 چکھاوتے منجے آند سات لیاے آج
 لگن طبق میں سوچ چاند کے سوکانسے دھر
 کزعفران مشک رنگ رنگ بھولے آج
 کمالے چاند سوچ بھر کے جوت پائے آج
 نچیل ہلکا جھلک شو جگ میں یو دیسے
 کمالے چاند سوچ بھر کے جوت پائے آج

فلک بدل کے منہ کر ملکے سوچیں تال
 نچا تار سکیاں منج کون جم بچھائے آج
 ندی روماولی موتیاں کی آرتی بھر کر
 سوزہ و مشتری کے ہت پلا دلائے آج
 سدا ہے دس محمد قلی محمد کا
 علی کے مہرستی سک اند پائے آج
 نبی کے صدف قطب منگ و علی کن تھو
 سو مینز بانی برس گانٹھ لکھ گنائے آج
 کے پاس

(۶)

گھڑی امرت منے ساعت سلکھن دیکھو انہتر سوں
 میں مبارک
 گنائے ہیں ملک شہ کا برس گانٹھ آج مہتر سوں
 محلاں میں ہر کیس جادیا خوش زیب وزینت لیا
 ہر ایک
 چنارا ہو عطار و آچتر ہر یک بچتر سمندر سوں
 مصور تصور آوار
 کریں تل قص آحواں ہر یک نزل چند رسوراں
 چاند سوچ
 جھلکتے ہر طرف نوراں ستون ابھرن کے جوہر سوں

سول آشتی نہ ہر جو لیکر چنگ نوچت رکا

نئے چاند

اُتر کھن تھے امنگ سول آجاویں لاگ کنٹھ سول

اسمان سے سے

سو دیکھ حیران ہو مارے لگن کے سب رہن ہارے

رہنے والے

آسمان

اپس سہ کھو کہ بچا ہے بچھارے میں عنبر سول

آنکھ

اینا

مہکتی ڈور پر مل بھرز میں اسمان سب یک سر

دماغ ہو تر جگت کے تر عنبر ہو رشک عنبر سول

اور

تینوں عالم

علی آشتی سول مل واکر قطب شے تج تیں

تیرے لئے

گرہ بائے بسا سو کا نبی کے اسم اچھر سول

کے حرف

ڈالے

(ج)

(۷)

ملایک عرش پر نشہ کیاں برس گانتھاں گنتاں ہیں

کی

سماں ساتو محل میاں بدل فرشاں بچھاتے ہیں

ساتوں میں بادل کے

کرم کر پیچن بارہ اماں چھار دہ معصوم

برس لکھ کی برس گانٹھ آج اپ چاواں لپو پاتے ہیں

سدا جگ میں جیو و شکر کل حوراں کیساں سجدہ
زندہ رہو سب

ملک آمین کہہ کہہ سب دعا سوں بہت اُچاتے ہیں
کے لئے ہاتھ اٹھاتے

مکت مصحف کے تارے ہو رہے خواں کے مکھ پر کی

برس گانٹھاں کی گانٹھاں ہو دو جگ میانے سہاتے ہیں

سویچ چند آئے مہاں ہو کہ مہمانی ہوتی شہ گھر

خوشیاں سوں ناچنیا بجلیا بدل عشرت کے چھاتے ہیں
چاند بادل

ابھالاں میل کر آنے لگے چھنداں سوں چوندھرتھے

ساتھ چار و طرف سے

کہ یا انبر کے سینے کوں ملا یک مشک لاکے ہیں

اسمان

قطب شہ کوں میا کر کردیا سوں چختن دیکم

جیات ہو رنجت دولت سوں خضر منے جلاتے ہیں

کے ساتھ جنت کرم سے کاٹھ

اور

(رج)

(۸)

خدا ہو مصطفیٰ کی دشت میں آیا برس گانٹھ	بسا برس گانٹھاں کا خبر لیا یا برس گانٹھ
اور نظر سے	
بڑائی چوڑا اماں ناوں میں منجھند ویرا	نبی دولت تھے عالم کوں مر بھا یا برس گانٹھ
نام سے مجھے باندھو ہوا	
ہیلیاں تل گلالی گل حائل منج پناو	حائل قرص چندر... دکھلایا برس گانٹھ
گلے میں	
اوجائی پھول منڈپ پیار پویاں نو ملیا	دعا پھولاں کی خوشی جو رہو یا برس گانٹھ
اٹھائی	
بجائے دن ناں تم تم پلانے کا فیتہ چھندوں	خوشیوں پاتراں انجل کوں پنجا برس گانٹھ
کاتے	
محبت آرتی یوں وار تے جیوں ڈھال	سوتی ڈھال دیا کاں جھکا یا برس گانٹھ
جداں لگ رہے کرتوں برس گانٹھاں اندوں	شہاں سائے محمد قطب لیکھا برس گانٹھ
جب تک سوچ	(ق)

(۹)

خدا کی رضا سیتی آیا برس گانٹھ	سعادت ستارہ دکھایا برس گانٹھ
جو امت گھڑی دکھ دماے بجائے	تو مہتر سیتیں پاں دلایا برس گانٹھ
دیکھ	

مگٹ موتی مَنجَا بندی مانگھ سیتنی بند ہے
 جگے جگ نہاتاں بنٹیا برس گانٹھ
 سورج میگھ انبر کستکریاں کے بھیلے
 چند رکے نہالاں سوچھیا برس گانٹھ
 امولے من میں ریل مول راکھے
 او شیریں کی شیریں دلایا برس گانٹھ
 نبی کا غلام ہے محمد قطب شاہ
 خبر لاکھ سالوں لیا برس گانٹھ
 (ق) لایا

(۱۰)

نبی کی غلامی تھی آیا برس گانٹھ
 سہاگن سکیاں میں سہیا برس گانٹھ
 جو بن کے طبل مل بجاو نو میاں
 سب نہال برزنگ بجا برس گانٹھ
 رنجھا پاتراں تاپتے برد بارہ
 ماراں نیا برس گانٹھ
 نین چھند درپن میں دیکھنے نشاں
 تو اب چھند پیا لا پلا یا برس گانٹھ
 ہٹوں میں ٹھنی لی ہے ہت میں اچی
 گگن کے گھنے گھن گنٹ یا برس گانٹھ
 نبی داس نن پن تھو ہے قطب شاہ
 شہاں میانے شہ کرکھا برس گانٹھ
 (ق) میں

جلوہ

(اور)

دیگر رسوم

پریم پیاری کا جلوہ کاوسار

سہاگان ہلکے گل منہ کھلے ہیں

سہاگ کے کچھ پھول پشانی پر

رچا و تخت جلوے کا خوشی سو

چرا و تیریل اب سا تو سہاگان

ساتوں

پلا شربت دیو ہاتاں میں بہرے

ہاتھوں

مجر قطب ہو اُس پری کوں

اور

اُسے چند سورسوں پر یاں ننگاے

چاند سورج سے

سہیلیاں آرتی تارے نوائے

کہ چونکہ حوکی موتیاں سنواریے

چاروں طرف موتیوں سے

مشاطہ ہو کے زہر ہست ننگاے

ہاتھوں کو

بند او ساریاں موتیاں کناے

بندھاؤ

خدا یا رکھ جداں لکٹ میں تارے

جب تک

(ق)

(۲)

بنے ہو رہنی کوں پلا ووسدا

اور

نین میں دھڑسائیں کے دھیان کوں

آنکھ

میری نین پستلی سدا نیر میں

آنکھ

سوعاشق و مشوق ملا ووسدا

پریم کے ہنڈوے جھلا ووسدا

مجت

مہا جل مون میں کھلا ووسدا

سورہ بلی کی چوٹی گندی چاؤں میں
 حسینؑ کس کو نہ بھی گئی کہتا تھا
 ملی کو نلی پیاری پیارے سستی
 کس کی بات تھی
 مجازی پیلا سو کیا کام آئے
 نبی صدقہ قطب انو پیدیاں سونت
 ۸۳. نشاط عشق بہت گھلا ووسدا
 کے ہاتھ سے
 اپس میں اپنے سب ہلا ووسدا
 اپنے آپ
 پریم مد حقیقی پلا ووسدا
 محبت کی ہے
 وقت اپنا نرس دن ہلا ووسدا
 رات دن

(ج)

(۳)

میں تیرے کاج جلوے راگ پایا
 اند کے موتی مانگ تخت سنگار
 تو کارن چونپوں سہرا گنت پایا
 گلے میں ہانس عشرت کا پنا پایا
 رنگیلی مہیندی بہت ہو رہا نولا کر
 ہاتھ اور لگا کر
 سہیلیاں تاک تو گل کٹہ مال پایا
 گلابیں
 پیالے عیش کے سب کوں پلا پایا

نبی صدقہ قطب نت سندیاں

بدصا وارت دن منگل گوا پایا

(ج)

(۴)

پیارے کی جلوہ مہن میں گئے
عشق سیتی جو پاتراں کوں نچائے

جو بن جو کی اوپر مچو میوہ دل کا ۸۴۰
اوپر من کوں ٹیلا کر اچند لگائے

طنبور او کنگری ہیں اپ از گاکر
دو تین ست سوں پیاسیں کوں پلائے

سُنے کے طبق میں جو بن پھول گیندا
رُقیب کا تھ سے شراب

سرو قد صراحی جو بن اس کا پیالا
اچل ابریں جھک بجلیا دکھاوے

بھواں خم سوں مچ پانوں پڑ کر کے سو
نین مستی سیتی پیسا لا پلائے

قطب پنجن کا غلامی قبولیا
تو اس عشق انگولی میں چند سو رہائے

انگوٹھی چاند اور سونے والے (ج)

(۵)

..... ناقص الاول

رہے جب عشق نوری میں سار دل کا
نین پھانسی سب کر موہن من بجھاوے

دل

انگوٹھی

رکھے جب کھیل اپنے نین میانے
تو سوکیاں کے پاوے چھنداں سوں بجاوے
جو آوے سورج نمنے سنگاروں
تو ہر بال تھے راگ نہرہ کا اوچاوے
جو آوے ہے جلوے کا چادر صفا سوں
سو دھن کے گلے ہانس سہرا (۹) سہاوے
لنگی کوں بہت ناز سبتی پکڑ کر
عشق شیریں خمر کوں چھند بند بکھاوے

نبی صدقے اوزاری قطب سوں میلی

کہ جس کے سو بھاوا جگت من کوں بھاوے

عالم کے دل (ج)

(۶)

بھاگتی بھاگاں کا جلو اگا و تم
اس سہاگاں کے سبب تجا و تم
منجے پھولاں میرے دل میں
عشق چوکی پر چپڑا پلا و تم
نورتن منجے عشق کے چوکاں بھر
موتیاں لہراں کے تم تجا و تم
دھیل ہنسی ہاں کلی آئند ہے
جلوے کا شربت پلا سجا و تم

دن فنا کرے جو بن بادل نہیں
 کنگناں جھلکا سنج سناؤ تم
 رات کی بے خوابی میں پایا ترن
 خوشیاں پانا کے ملتی بھر لیاؤ تم
 بے

قوتِ شہ بھائی نوبے بندر چلو
 خوش قسمت ہے

نہنی بالی تال سوں نخت و تم
 کو کے ساتھ نچاؤ (۹)
 (ج)



مہندی

(۷)

امرت گھڑی گھڑی میں خوشیاں طبل بجائے

۸۶۰

قطب زماں کے تاہیں بھوگن سیتی پلائے
ابحیات کو بہت کے ساتھ

دیتے ہیں یار گہ او جس رنگ ہے سہانا

اوہاں ناتوں لے نبی کا سورج شمع لگائے
نام کی شمع

صدراں میں زرنگارے تارے جڑے کنداں

سُننے کے سرو جھاڑاں تریبائی سوں سہاوی
سولنے کے ساتھ

زہرہ منن محافے روشن ہیں اس انگن میں

یا سور کی ہیں کرناں جوتاں سوں سرو چائے
کی طعے سورج اٹھائے

سوزنگ رنگبیلی ہندی پہوزنگ سوں کلا کر
خوش رنگ بہت سے ملا کر
کینٹیک چاواں سیتی شہ پانوں کوں لگائے
کننے ایک کے ساتھ

سب پیارے ملکہ پیاروں میں جائیں شہ پیل مل
سب سندریاں سوں لکھیاں رنگ ترسوں نچائے

صدقہ نبی قطب شہ نامیں سہے اے خوشیاں
کو زیبائیں یہ
جو اس خوشی اندھے سب جگ کے تیں بچھائے
سے کو

(ج)

کنٹھ مال

(مالا)

(۸۰)

نیر وھیٹ شوخی سوں آکر کھڑی جب
سواو چٹ نظر میری اس پر پڑتی تب
توبلی پیرت لاکے ہے پھیرنیں منج
سکی ملنے میں پیو کوں جاتی قرن اب
پیار ی ہے نازک کلی جوں چنیے کی
توریشتم تھے آئے ہیں بالاس کے کھب
دو وخرسار اس کے ہیں رنگیں گلا لاں
اوکھ پاک نزل ہے سوچ کے نمنے
نمین سائیں کے دیکھ گملاوے نرگس
نئی صدے کنٹھ مال جب پین آئی
قطب کنٹھ لاکر چومیا اس کے دو لب

(ج)

پوما

شاه جهان
وزیر

کِسوتِ زریں

کسوتِ مکمل زر زری شہ آج سنگارے ہیں
لباسِ پُر تکلف زریں پہنکر بادشاہ نے آج آرائش کی ہے

گو ہر سونے مکھ نور کے چوندھیں جھلکارے ہیں
چاروں طرف ہیں

خواباں جتنے دنیا میں خدمت کریں شہ کے کئے
جتنے ہیں

یوسف صورت نازک نھتے چوبھر کھڑے سارے ہیں
کم عمر

کہکشاں دندے جوڑے تن سوچ کلس کنجین برن
لباس

زرتار کیاں دوریاں کرن ٹوٹے سوچون تارے ہیں
شعاع شل ہیں

تارے وہ و وفال سور تھے بھکے اُن کے نور تھے
وہ سوچ سے

دیکھ سب ملا یک دور تھے حیران یہ بچارے ہیں
ہے

جگلیاں کے ٹکڑے کر میں دھڑلے دھاکے چھند بند
کن - کا (۹)

کولانت کھیلے ہر بھر کب شوخ مہ پائے ہیں

سو کے دیس یوں تن رنگ جوں کا رُجیا ^(۹) ^(ہوں بھونک)
خط مرہ نظر آئیں اسطرح آنکھ کے قریب

چنگیاں میں ڈورے لال رنگ شعلے سوں خوارے ہیں
چنگاریاں

بند بندی کے باتاں منے گل لال جوں پاتاں منے
بند ہاتھوں میں پتوں میں

موتی جھڑیں باتاں منے جھل تھے سمند کھارے ہیں
باتوں میں رشک سے سمندر

۸۸۰

توے کلاٹی لاگ کے ات روپنت بھو بھاگ کے
تلا بازی کر کے بہت

پتلی کمر کچ پاگ کے جگ من بھولا ہمارے ہیں
دل بھلائے واری

سب مست کچ گنج بھیر جوں قدر است دھرتے تیر جوں
(گج ہاتھی) گھرے کلاطے

آہستگی میں نیر جوں بیگی منے بارے ہیں
پانی کی طح تیزی میں ہوا

ہونا اندھو حال سب نہ گاتے ناک سال سب

بختے طنبوے تال سب منڈل کے دھمکارے ہیں

چنچل چتر بدونت فنی لک لک ملک حسن درستی
سوقطبت شہ پو بھو گنی جگ جیو کے میاے ہیں
(ج)

شای ہاتھی

(۲)

خدا کا بہت بہت سا ہو رہا تھا ہاتھی اور	دندے دشمن کے سر پر اُودھنا دشمن پاؤں
انکس اس سب پر قدرت نوا چند نیچا چاند	کہ منڈ بھانسی میں دشمن نہت سہیڑا سوند ہیشہ گرفتار ہوتا
فلک کے دور میں دکھانے تیرے	سینا دنت سوں دُرجن سیخ کرتا دشمن
اندو جھلکار سورج نا بجلی	کہوں اس کا لگن نمتے پچھڑتا کہوں؟ آسمان مانند
ترے حملے کو ڈونگا تراب کیوں کیا قلعہ لائے	کہ اُس گرجن تھے بادل گرج دھڑکا سے
ہتی شکھ جو کوئی دُرجن جو آوے دشمن ہاتھی مقابل	سو بہت تھے دندے تن بن بدترنا ۸۹۰ سے دشمن کا لرزنا
نبی صدقے چرے قطبا سکھ آساں سواری کر	
سو گنجر قطب نہ بہت جگ سنوڑنا	

تقسیم اوقات

(۳)

پہلی گھڑی سانتی کے مہ موتیاں سنتی بٹھانے پری
نہانے

دوسری گھڑی عشق چادر اوڑے ہے او استری
وہ عورت (میں)

تسری گھڑی باندھے پریم کی گلہری اپ کنٹھ میں
اپنے گلے

چوتھی گھڑی چوکاں بچے پیدائی منج مدحی
پلائی مجھے

پانچویں گھڑی پانچوں رنگاں گناؤں کیڑی نان ل

چھٹی گھڑی چھاتی اُپر باساں سنگاتی عنبری

ساتویں گھڑی ساتوسکیاں ملکر بند او وچیر منج
مجھے

اٹھویں گھڑی چھٹیاں سنتیں اوڑے پون چادری
ہے

گھڑیاں گھڑیاں ناگن کے میں گنتا ہوا پہلا پہر
بہ شمار کر کے

کنولی کے کیساں میں مہکے باس سوں پھل کیوڑی
بالوں پھول

دوسری پہر دو پہری پھل اپ کن منے بائی سکی
دوسری پھول اپنے کان میں لگائی
 اے مد منجے کیا کام آوے مد پلاو و کوثری
مجھے

تسرا پہر اللہ چل ہو علی کا ہے پہر
تیسرا اور

خوشیاں کا پیالہ ناد بجا ہے غلام قنبری

چوتھے پہر آکر ملے قطب زماں سوں پد منی
سے

صدقے نبی قطب زماں ہر زماں کا انوری

عشقاں کی آتش تھے کہ صیں یک تل نہ بیچوں مغنیا
سے کبھی لہو

کافر کے لکھ اوپر بندیا ہوں پچھتہ سبتیں عنصری
باندھا

راگ

(۴)

مُکھٹ راگن پیاری آپ راگے راگ گاتی ہے

مُکھارے راگ گاتی مکھ لہراں سوں سہاتی ہے

صبحی راگ گا کر منج صبا کے تخت بٹاؤ
بجھے

دھنا میری گاکے دھن منج کوں سنگ پیلا پلائی ہے
عورت خوش رنگ

مرے سنگ مل بجاتی سنکے گاتی شکھ بھرن

بہرے راگان گاتی انتری توں منج کوں بھاتی ہے
اٹلے مجھ کو

لاپے گانرا گنرا کماں بہوں کا چٹرائی ہے

عشق کی آگ میں ابرو کماں کوشی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جو گافے تو گوریاں کا ملک جیتنا

سو سازنگ نینی سب رنگ میں رنگاں میں سہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل ٹھیل ہار بایا ہے سولہ ہارا

گل میں چول کاٹا ڈالا

جو گافے رام کیرے رام کر اوں تو بھاتی ہے

سبھی راگاں محیہ قطب شہ کون جم سہائے تھے

نبی دولت شعر میسر اشکر نے جگاتی ہے

کے مانند

(ج)

راج ترانہ

(۵)

سبحان کے بھوان سوں جیو تمیں راجے سدا

زندہ رہو اے راجہ

جم جم جیو ویت میت سوں آند خوشیاں کا جے سدا

حضرت نبی کا نانوں لے سب مجلس آرائی کرو

نام

حضرت کے نانوں سوں (۹) مہمانی شہ ساجے سدا

مخالف ہے اسماں ہو تارے جڑے اکون جٹ

اور

ہے

اکے کلس سورج چندر دو جگ میں بیراجے سدا

۹۱۰

بارہ اماں نانوں سوں اسکے طناباں باندھے خوش

خوش

کے نام سے

اُسکی شیریں میٹھائی تھے خسرو شکر لاجے سدا

شہزائے

سے

مل فاطمہ کے داس کوں سکیاں چسٹا و توہیل تم

یا قوت متوہیاں کے طبق اس آرتی چھا جے سدا

ساقی پیلا لاپیم کا بھر بھر پلا عیشاں کے تئیں

نوا ہونا چے مشتری بہت زہر چنگ باجے سدا
باتھ زہر

حق کے کرم سوں جم جیو قطبا تمہیں پت بیت سوا

صدقے نئی دولت بخت جم راج کر راجے سدا

(۵)



نزانہ عیش

(۶)

دُکھ و درگیا عیش کے دن آئے کرو کام

رنگ لعل گلابی چوئے اس مکھ نچھے پیو جام

جلتا سوشمے بزم طرب میں نکو لیا و و

حے سور کے انگے ہوئے سب دیوے سو گنا م

سویج متقابل چراغ

عشاق کوں پیو یاد سوں حے پینار وا ہے

اُس مکھ کے عرق باج روا نہیں منجے آ شام

عطار توں مجھ میں کیتا باریکا عنبر

تو کتنا باریکا

منج جیو کے مجھ میں سدا باس ہے فرجام

میرے دل

شکر و ثناں کرتے کیت نہج شکر کا

نرمول شکر کا لذتیں پایہ ہم کام

پایا

مکہ آیت تفسیر میں بلجے علماں سب

پھنس گئے علماں

۹۲۰

عشاق سوں بلجے ہیں ترے لٹ کے مرگ ام

پھنسنے زلف جیسے

تج حسن خربینا سو مردل میں کیا ٹھاو

گنجور کھن مار کہو بیات تہ تھے منج ایام

کہا سے مجھے

تج بندگی تھے سب ہی بندیا میں سو بڑا ہوں

کیا بوجھے منجے جگ میں کہ مشہور مرا نام

نا بوجھیں عشق نہتہ سو کاں پاؤنگے اس انت

انتہا

کہاں

ہے طوق گلے قاف کہ قلاب سو جیوں لام

موبات سو جا داروغہ سوں کیا کہینگے کوئی

او بات کوں سب جانتے ہیں خاص میں تو عام
اور وہ

دو دس میں جانے کہ کریں عیش معانی

دکھ بھان پیو دے کہ نہیں جگ کوں سر انجام

(ج-ق)

نہ داروقہ نہ قطب شہ -



کھیل

چوگان

سائیں کھیلے نہیوں چوگان خوش
 پیو تھے بن کر دیے میدان خوش
 ہات چوگان سیتی جو بن گیسند کر
 کھیلو اپ سکیاں میں تم سلطان خوش
 حسن میں نہیہ کا ترنگ چڑ کر بھراؤ
 تھے پیایا او ترنگ پرمان خوش
 سینہ ناریاں کا ہے میدان اسکے مال
 دو جو بن ہیں کھیلو تم چوگان خوش
 ہر طرف رنگاں سیتی کھیلے ہیں بھول
 ۹۳ کھیلو چوگان اب کہ ہے بستان خوش
 چھند زوروں سینے جیتو تل منے
 سو نہا ہے تم خوش
 جیتو لہ
 اب نبی صدقہ قطب شوقیوں

پیاروں لیا یا ہے اب مہمان خوش

(ج)

لایا اپنا

پھو کڑی پھو

(۲)

سکی تال دے منج ٹسکتی کھڑی	کہ ڈھان ڈھکتی کھل کر ٹسکتی کھڑی
جو ڈھان ڈھکتی کھل کھیل آئی دھن	نہ سیک پھو کڑی پھو کھیل مسکتی کھڑی
خوی کے بنداں تھے بجھے زرزی پیر	جیوں ابراں میں بجلی جھمکتی کھڑی
سہیلیا کے گونے تھے چن گاس باندھے	اوشہ چرکیاں سیتیں پچکتی کھڑی
سکی کن گنوا ری بو جھی اس کا تال	او چھند بندو دھکارن لٹکتی کھڑی
بیتی حقہ بھر بھرنہ بو جھیں سو عشق	جو بو جھیں اپس اپ لچکتی کھڑی

مُحَرَّر ہے اس زمانہ کا شاعر

نبی صدقے اس نہیہ ٹھمکتی کھڑی

(ق)

اسکی محبت میں

کھڑی

(۳)

ناقص الاول

۹۴۰

عجب کھڑی ہے دو جاگ میں کہ اس کھڑی کی دولت تھی

اپن دل کے انداں کے کریں جگ سرور اں کھڑی

مندپ دے عیش کی مجلس بھر عیناں کی کرتے ہیں

گہر کھا فافاں میں ہو رجوئی دُراں بیچ سمدراں کھڑی

جتنے جیواں ہیں عالم کے و تے جیو دان پاسر تھے

اُمنگاں سوں کریں اپنے دلاں کے تیج گھراں کھڑی

ملا یک سب دعا کرتے صدق سوں بات اُچا تل تل

ہچمل کی قوطب شد ہر براں کرتے براں کھڑی

(ج)

برسات اور سرما

اس عنوان کے تحت وہ نظمیں جمع کر دی گئی ہیں جنہیں برسات کی
بہاروں اس کے آغاز اور برسات کے موسم میں دربار اور محلا کی
مصروفیتوں کے موقعے پیش کر نیکی علاوہ دوسرے موضوع کی
طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آخری نظم موسم سرما پر ہے

ہری ڈال سر پھولاں کے تاج

روت ناریاں سا جہاں کس تھے یک سا ج

پیا مکھ دکھت کنجلی کس کسے آج

آنجل باوک میں ہے اُس لاج

اس زمانے کی پری پدمنی آئے آج

عشق کے چمنے چمن موراں کا ہے راج

قطب نہ عشق کرو دن دن راج

(ج)

روت آیا کلیاں کا ہوا راج

دست موم
مینھوں بند کا لیو ہت پیالا
مینھ کے بوند ہاتھ میں

تن تھنڈت لرزت جو بن گرجت
تھنڈے لرزتا ہے گرجتا ہے

ناری مکھ جھمکے جیسے بجلی

کیس پھول ویسے تارے اسماں

بال نظر آئے جیسے
چوند ہر گرجت ہو ر مینھوں برست

چادوں طرف گرجتا ہے اور تھہرتا ہے

حضرت مصطفیٰ کے صدقے آیا شر کا لا

۹۵۰

بڑنگال

(۲)

رکھ سکھل سر نہ ہو کر سر تھے کھلے لعل تاج

دخت سب پھرتے کھلے
تو مرج اس نگ تھی ہرات جاو لاج

سوج سے شرم

مرگ سلطانی تنہا جگ میں آیا پھر کر آج

لال نگ کھیلیا ہو مکھ پر لال کے لعل بخش

کھیل چہرہ

میرے اٹم سرو کوں کھ توں سدا پر پل
بارِ رحمان! آب کو ترسیتے دے کس کوں راج
تیرے کھ چرسوی فر منور دینا
تو ہی ترکتاں کے شاہان کویتے تیرے کوں خراج
تیرے کھ کرگ تھے تیغ رستم پست ہر عالم منے
تب ہی رشتاں میں تجھ کوں گنتے ہیں شجاعت کا مہراج
تیرے کھ کرگ جھلکا زبلی ہو کے جھمکے کھن منے
کرگ کرگ پر کرگ کیا ہے سب ہی دشمن کوں راج
بھنوں کماناں چڑا لے چن کے گوشہ سول
کمان ابرو نہ چڑھا اپنی آنکھوں سے
آسمانی دور کا چوگاں لے چڑیے نہ ترنگ
اے معافی توں دعا تھے ہو رہا تھا نا امید
تو سے ہو چکا (ق. ج. تیری)

(۳)

پلا ساقی مے ہو خوشی سیتی نابج
ہو اسبزد خرم ہوا جیسا پایج
نمن شوق کا نین تھے میہ چوے
اے بامان نین جھوٹ تم دکھو ساچ
تہاے آنکھ سے میخ ہے
یہ

لے جھکے - لے قطب شاہ

کہو دا کھ جھاڑاں کوں میرا سلام انگور کے	تمن آرزو دل ہوا شیشہ کا بیج تہاری
خوشی شادی ستیں ہمیں بزم میں سے ہماری	صراحیاں اُپر پانی پیالوں کوں راج کے اوپر
کھلیا مدعا پھول موباع میں کا میہ	نکو آدو تن سب منے موبخاج غیر
جلاؤ سپند تانہ لاگے نظر لگے	دو تن آگ میں تم پکاؤ وکماج غیر کو
معانی علی دم تھے خوش ہو کے سے	کہو مٹرباں کوں بجاؤ وکماج سے (ق)

(۴)

سہیلی بنے نیلی رت میں نوانی	نگھا چھائے انبر زنگارنگ نہانی آسان پر
سہسے بیل انچل دھونو جیوں لگن پر جیسے آسان پر	مرگ میں مرگیاں کی کسوٹ سہانی
پیاری کے خوی بند مشاطا نکاس	بھواں کچ سہیں یو جیوں ساں سانی جسطرح
عشق کے بینہ بن سوچک نادگاؤے	۹۰ پیہہا کے بولاں میں ہو پو فضانی
چمن نادوں نال مارو بجاؤ سے	جو بن کی کچھاوج بجائے سانی

گلابی میں گلاب پیالے لٹھاری

نوبلی نوی کو نیلیاں نٹھے جوانی

نبی صدقے ایسے مرگال انت انت

علی کی دعا تھے چھتر آسمانی

(ق)

(۵)

اتنداں سینتے بھی آیا مرگ سال

دندیاں پیال مال عزیزاں ہوئے خوشحال

کھارے آسمان کے نہیں شفق رنگ

دندیاں مارے گئے اچھلار گنت لال

فلک نہیں گڑا گڑا تامت ہے ہست

کہش کے درجیاں کوں کرنے پامال

اُن کے دفع تیں کچھ نہیں مجھے کام

کہ آپ سب چھپے اس سپت پاتال

کھانا قوس و قزح دینے ملک کوں

دندیاں مارن کوں لا جو کرے تس بھال

ظفر شہ پائے کر سب درجیاں پر

خوشی سوں گا فے زہرہ مستح برال

نبی صدقے نکو کر غم توں قطب

علی ہو رآل وایم تیرے کھوال

۴۰۰

(۶)

اور

(۶)

مرگ سال آئیا پھر تھے مرگ نبی سنگاراں کر
 آئیا پھر سے لے آہو چشم
 جرئت مانک بہوٹیاں لعل موتیاں لیک بھاراں کر

بدل جوئے میں کیوئے ٹھنکڑیاں جھمکاؤ بھلیا جیو
 بادل

چھپا کھونپے میں پھل تارے بدل کے اندھکاراں کر

پھول بادل اندھیرا

رسیلے کٹھنوں آلاپ اب کوئل کے کھڑکے
 گلے سے کوکو

پیشیمبر نادسوں مد پیونت کدنا خساراں کر
 کی آواز سے شراب پی ہیشہ کبھی نہ

ہریا شیشا ہریا پیالہ ہریا کسوت ہریا جون
 ہرا ہرا ہرا ہرا

ہریا جوانی ہریا لی میں ندیاں موتیاں کے ماراں کر

پنچھل مکھ نیر پوراں میں مچھیا لوجن ترا چنچل
 پنچھیاں آنکھوں کی

جون گرجے اوپر لٹاں بادل کے بھاراں کر
 ہاتھی زلفیں

ہوا اپنا دکھا کر چو نہپ سوں کرست زلمہارا

رجھالے شاہ کوں پیاری بجا کر جیو کتہاراں کر

محمد قطب شاہ کے کنٹھ لگ نہ من لگے جھڑ جیوں

گلے رات جھڑی جھڑی
دو جین ات بھوک گرمی تھے پیہے خوی بنداراں کر
سے پسینہ کے ہوند

(ق)

(۷)

گر جن اس کا سُن تے ادا سوں
زیرِ تیا سے

سکیاں تن کوں لگا وہو ہوصفا سوں
بہت سے

سجن مجلس میں ہر رنگ یے بہا سوں
کی ۹۹۰ سے

ستواریں چولی اپتن پر صفا سوں
اپنے سے

پلاوے نہمہ کا پیا لاو فاسوں
اپنے سے

سکیاں پیو کوں منالیا وومیا سوں
محبت لاو محبت سے

ہسلیا مرگ سال آیا ہوا سوں
سے

مُشک ہو زعفران عنبر کلا کر
اور ملا کر

چو اچندن اکر پر تل سہا سے
اگر سے

طبق پھل بان کی پیاریا بھراویں
پھول پان سے

پیاب من کی پیاری سو کیت
اپنے دل سے

گو اوراگ برسات اس ہوا میں
برسات کا

نبی صدقے مرگ آیا، انداں ^{عیش} کرو قطبِ زماں اپنے پیاسوں
(۸) کے ساتھ (ج)

مرگ آیا مرگنیاں اب مرگ کوں مناؤ

مرگ ^{آیا ہے} ایسے پیالے میاں نے لعل تھے بھر پلاؤ

بھٹاڑاں کوں پھول ہو پھل سہتے ہر جموں جو ^{ہونٹ سے}

صدر اں زمردی رنگ ہر اک ^{اور} مثل چھاؤ ^{میں}

دستیاں جھڑاں میہوں کیا موتیا لڑاں کے منے
نظر آتے ہیں جھڑیاں بارش کی ^{موتیوں کی لڑیوں کی طرح}
اس موتیاں کا سہرا گند کر منجے بست داؤ ^{گوند کر مجھے باندھو}

رنگ پر پہونی کسوت کریاں ہیں پاتراں سب

آن کاس کے کناے بجلیاں کارت جگاؤ ^{آکاس}
^{رتجگا کر دو}

بردنگ منے بادل بردنگ ہو دکھایا ^{کے مانند}

شہنائی داروان کا دوجت کوں سناؤ

برسات کے پھلاں کا بھیدیا ہے پاس روں روں

پھولوں (نرنگیا)

دھبے کالے پھول باساں اب من تھے گنواؤ

دھبے کالے کے پھولوں کی خوشبو

۱۰۰۰

اے قطب شاہ محمد خیراں خوشی کی آباں

آئی ہیں

ہم فستح میرزا بانی ات مرگ میں گنواؤ

(دق)

(۹)

گر جتنا دیکھ مرگ چوندھرتھے فوجاں کہلیاں بالیاں

چاروں طرف سے فوجوں کی طرح جتنے ہو کر لیں دوشیزہ لڑکیاں

مکمل ہو لگیاں جھمکانے بھی جیوں بچلیاں بالیاں

میں بچلیوں کے

لگیں

بکھایاں پھوسوں چولے سب کے پسند و لب

لگیاں کھانے کون جھولے سب نو لیا اچھیلیاں بالیاں

نئی شوخ

متیان ہو مد کے پیالیاں میں غزیاں کے چالیاں

مست شراب پیالوں سے آنکھیں غمزدوں کے چالوں سے

جوانی کے آلا میاں میں کریں مل مل ریاں بالیاں

ترنگوں سے کرتی میں مل کر عیش

کھسا جو بن کس میں تھے، مدن اُبلکہ تن میں تھے
چولی سے پاک شراب سے

گھلاتیاں میں میں میں تھے، چھبیلیاں پوتلیاں بالیاں
پتلیاں سے

پین اُبھرن جاگ لگیں چھن چھن گلے شے کے لگیں چھن چھن
پین کر چاک دکھائیں ہر لچ

چلن میں ڈلگئیں چھن چھن ہو یاں بھی باولیاں بالیاں
ہوئی ہیں پھر دیوانی

بکیں تھے ایک میں جوتی، دیکھت بھولیں جگت کوتی
ایک سے زیادہ چمک الی دیکھ کر

نخل ہو بن ڈھال کے موتی، ڈھلین چھبیلیاں بالیاں

نبی صدف قطب ساناں میں میں ہو رہا سناں
ساتھ دن اور رات

لوں سکھ اپنے من بھاتا، چھنداں سوں زلیاں بالیاں
سے پاک سناں

(ج)

(۱۰)

گر جاہے میگو میر تھے نمازہ ہوا ہے بستیاں
پھر سے

پھولاں کی باس پایا بلبل ہزار دستاں
خوشبو

اے خوش خبر صبا توں لے جا جو اں قد اں کن

کے پاس

چمن اں کی آرزو میں بیٹھے ہیں مے پرستاں

۱۰۱۰

وہ نو نہال پھولاں ہے جامِ نوحے سوبا وہ

پینے

ترگس اپس پلک سوں جھاڑو کرے شبتاں

اپنے

کچھ نور پر دسے یوں مچ خطِ عمر بیری او

نظر آئے

مجھے

جیوں سورا پر ہے بادلِ ریحان سوں گلستاں

جملے سوج پر

جاہل سودیں گنواں کر ہم دین پر سوہنستا

اپ دینِ خبرتہ بوجے کرتا لوگاں سوں دستاں

اپنے

دستور عشق کے تھے باہر توں پاک نرا کھیں

قدم نہ رکھے

ڈر ہے اگر رکھیا گاتجہ دور خار رستاں

بے ہوش میرے دل کوں میٹھے او صر جلائے

گلزار ہے عجب او دُور لعلِ شکرستاں

”

مجھ عشق کے گدا کوں اور نگ شاہی دیتا

سب عاشقاں مجھ انگھے ہیں طفلِ جویں بتاں
میرے سامنے

روزی ہوا معافی سچے عیش کا پیلا

بھرے ہیں ہر طرف تو جم شوق کے خمیاں
تجھے تب ہی

(ق)

(۱۱)

گر جیا مرگ خوشیاں سوں ننگار و اُسکیاں
سے ہوا شکر

پڑتا ہے میگھ پھوی پھوی چولی بھگا اُسکیاں
قطرہ قطرہ

عطار باؤن میں پھولاں کے کھول طبلے

مہکار اُچاٹیا ہے پھر من میں دھا اُسکیاں
اٹھایا

جوں لال پھول ڈالیاں پرتیوں نڈاں پہ اپنے

باز و بنداں کے سر تھے پھندے نے پھلا اُسکیاں

۱۰۲۰

پھر سے

آسمان ہور زمیں سب یک رنگ ہو سہاتا

اور

ہے آج عیش کا دن مہارگاؤ سکیاں

کر کسوت احمدی سب سر با نوک مکمل

سرتے پاتک

سورج شفق میں جیوں تیوں ہر یک پاؤ سکیاں

چکڑ

یا قوت ادھر بیا لیاں میں بھر کے مے محبت

ہونٹ

شاہ نول محمد میں بھی پلاؤ سکیاں

کو پھر

نئے

تو بیاں کوں نین تپلیاں کی مد پلا مننی کر

شہ کے مند ہر انگن میں نٹ مں نچاؤ سکیاں

مکان کے

(ج)

(۱۲)

مرگ مہینے کوں ملا لے ملاں مل لگناں میں

ملاک

سمد موتیاں کے جو برمائے سو بھرے انگناں میں

سمندر

دھرت بند چیر جو ابر چولی رنگ پاج کرنگ پر

بر بہوٹیاں لعلوں سوں اترے ہیں میناں میں
کی کے ساتھ

کو کے چونہ صر تھے میوڑاں ہر بن چو طراف دیکھ
چاروں طرف سے موراں
نیکھی رنگارنگی نغمیں کزں مست ہو چمنوں میں
نغمے

ہرے صحرا میں نہوے لالی گلا لاں نہوے بن میں

شبنمی تیل سوں شمعوں جوں زمر و لگناں میں

موہنیاں تانے طراوت سوں رنگ رنگ کی بری
خوش رنگ جسم
بھونے بند چھند سوں لٹکتیاں جھبناں لے جو بنوں میں

امرت اوصاف سحر ملات ہے ظلمات سوں بھٹیں

۱۰۳۔

یا پچھل و دید لاں پیام ہے جو بن کے کھناں میں

دیکھ عجب چھند و نوین مچ ہے میراں ہو کے یوں
(سیاہ باذل)
جوا ہے کیوں لگناں آپرسوں کنچک کسناں میں

کر لئے نظارے ہو کے پیاں مے مست سہیلیاں

مہیاگ ملہا رہو نر گائے سوتن تن سمنائیں ^{پہلے}

نہوئے مشکیں بھنوراں وو جو طن کر رہیں بھل میں
پہول

نزل آجھے ہیں تلاں وو سمنائیں سے وقتاں میں
اُن

سرخچے پگ لک جو مکمل ہو زینے مے سکیاں

من ہرن چ لہدایاں گھنگرو ہو رہیں بھناں میں ^{پاتک}

نوش نبی ہو علی کے صدقے غزل مرگ کی کہیا ^{اور}

سوقطیب نورسوں جم ترے کہ جوں سورج کزناں میں

(ج)

(۱۳)

سالاں سال مرگاں آندھوں کجاؤ

جوین طبل خشیائیں ننت ننت تمیں بجاؤ

سے ہمیشہ تم

تج تن کے جلوے میانے جلو کے راگ سہنتے
میں

رجنی کے ہر پتہ پیا لاسے سب کے تیں لجاؤ
کو

چنری جوچن کے باندھے اوچیر اس کو سہتا
”

بتیں برن سازوں اب تن اُپر سجاؤ

اپ کھونپ میں گندے ہی کیوڑے کے پھول چھوڑ
اپنے بالوں کو گدھے

چھندوں پیا لاسے تیں لجاؤ
سے

صدقہ نبی کے عیدوں جلو اتن سہتا
زیب سے

قطب زماں کے تائیں تحفہ تیں لجاؤ
تم کو (ق) ۱۰۴۰
تم لے جاؤ

(۱۴)

مرگ رحمت کا گرج انبر پہ عنبر رنگ ابھالاں کے

ملا بریا حیات ہو رخصتوں ن جانے جھالاں کے

مہرے پر برسیں جوں باراں ابی سم مہیگ کے دھاراں
 ملک لے بہت ہو نیز داراں چلے نیلو میں ڈھالاں کے
 سُرُج شہ پریٹ سول ^{ہاتھ} جھکیں سہیلیاں چاند جوں جھکیں
 سوکھن درپن میں پر جھکیں نہ جل عکاس رومالاں کے

..... ناقص الآخر (منقولات غائب ہیں).....



مولود نبی اور بارش

(۱۵)

دنیا میں نہیں خط پایا مرگ سال	نبی مولود میں آیا مرگ سال
مندان بجلیاں گرجا یا مرگ سال	بدل کے منڈ پان جو ندھرا جا کر
عجائب کچ ہو چھا یا مرگ سال	باروں طرف اٹھا کر
اپے فرش ہو دھایا مرگ سال	زمین تازی ہونستی ہ خوشیاں
کر و کر عیش فرمایا مرگ سال	فرش ہرنی پوتیاں کے کچھانے
سنے پر جا کے چھنکا یا مرگ سال	جہاں بن خلق کوں یک دھیر
چھڑ کا یا	ات آچھ میگ کا لاب لیا کر

قطب مولود کرنا دیکھ منگ

۱۰۵۰

نبی سہیلا اپے گایا مرگ سال

تھنڈ کالا

(۱۶)

ہوا آئی ہے لے کے بھی تھنڈ کالا	پیایں سنیا سا مَدَن بالے بالا
رہن ناسکے من پہ سیا باج دیکھے	ہوئے تن کوں سکھ جیسے ہو بالا
اے سبتل ہوا منج گئے ناپیا بن	مگر بھوکٹھ لاکر سے منج نہالا
سجھن کٹھ شمشے باج او جالانہ بھاو	بھلا یا ہے منج جو کوں او اُجالا
جورن آوے چندنی کی منجکوں تساو	کہ چندنا منجے من من سوز لا لا
میرے من کا بھاتا ہے لالن سوں ملنا	منجے بھاتے ہیں پیویت کٹھ کالا
نہی صدقے قطبیا انداں سوں ملکر	

اپس سائیں سوں پیو جو جم مد پیا لا

(ج)

مجلد ششم



خُدا د اَدُل



تو اُس میں جنت کے دُکاراں نکالے
مستوق

سورج چاند تارے سو اُس تھو سنگارے
سے دینت پائے

مگر دھرت پر قد ریاں لیا کے ٹھالے
شاید زمین لاکر رکھے

خضر چشمے بہتے ہیں تس میں سدائے
رکھے جس

جوں عیسیٰ کے دم تس میں بہتے ہیں بارے
نشل اے

بدخشی لعل سم کے رُخسائے
کے نقابل

سو مکھڑا سہیل ہو کے تابش سُبائے
ڈالا

سُرگ اچھریاں پاتراں سورسائے
سورج جنت کی عوریں

خدا د اَدُل کوں محمد سنو اے
کو محمد تقی قطب شاہ

بلندی محفل کا ہے آسمان جیا
۱۰۹۰

نہ اس جگ میں دیکھے کوئی ایسے محل کوں
۱۰۹۰

جوں اُلو بہشت نمنے اُلو چھجھے اُس
جس طرح آٹھوں کی طرح آٹھوں

جگت کوں جیا تان بخشنے کے تائیں
تائیں

سُرج چاند پیا لیاں منے امریت بھرو
سورج میں آبِ حیات

اُن لکھ میں لب عقیق میں جوں
اُن کے چہرے کی طرح

پون تھے ہیں نازک سو پانی تھے تیلیاں
ہوا سے سے

فلک تھے جو زہرہ زیں پر سو آکر
 نچا کر بجا بجا جنگاں کے دھکائے
 دیکھا دیں اُرت بہت نبین میں تو کرے
 فلک کھول کھڑکیاں ملک ملک نظائے
 رنگ آسمانی چٹریاں چھبیلیاں سو بند کر
 سوچ کچھ کرن جھلکے تن کے کنارے
 بھواں آسمانی کہاں مس غلوں اُس
 دو تین کے جیواں کے سو ہدفاں اتارے
 نبی صدقہ بار اماناں کرم تھے ۱۰۰۰ کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں پیارے
 خدا کی رضا ہو رھل نظر تھے
 علی پیاروں قطب کو شریارے
 (ج)

سجّ محل

(۲)

ساجنی سجن محل میں ساج کر چھینداں سو آئی

جان جانی ہو کے جاں کا پیالہ سو منجکوں پلائی

سر میں چڑیا ہے اتر سرتھے کئے ہیں مجھ خبر بُد

نہیں تمہاراں کا بھٹی ناز سوں سرتھے چڑائی

سے پھرے چڑھائی

کس میں مینے پھول تارے چاند سوچ گئے

پھول کیساں تھے دو جا آسمان چلا منج دکھائی

بال سے دوسرا سچا مجھے

بھنواں میانے روس باکر کیتی پیالہ پیو منج کوں

نہیں ادھر کے نقل سیتی مجھ کھلائی ہے ملائی

سے مجھے

گال گلا لی اوپر پٹرا پھولاں کا گتہ دھری ہے
 گال برکان نازک ہے اُن کا ہوا ہوں میں کھلائی

نورتن ماراں کے پھانے کر گلے میں بائی ہواپ
 سو ہزاراں بجلیاں انجیل چمک میں پہنچا لی

قطب شے توں اس سکی کا کیوں بیان کرنے سکے گا
 نبی صدقے گرد گر ہو سب سکیاں کوں مل نچالی

(ق)



اعلیٰ محل

(۳)

اعلا محل اعلاد سے اعلا خوشیاں ہنتر گھڑی
نظر آئے

اعلا سکی اعلاد سے جون گھڑی دوداں بھری
نظر آئے

انگ جوت کے چند نور پر کنجک دسے بادل من
بسم کی جھلک چاند نظر آئے کھج

تارے تگٹ پھولان سہیں باندی ہے ساری زر زری
زیب دیں باندی ۱۰۸۰

جب سبیں پر ڈھالے پوچھنا چھتر تانی سکی

اے ساز کرشہ سوں ملی تیپوں دسے جیوں شہ پری
ایسی نظر آئے جیسے

تج بل کڑی کے لعل میں سب مملکت کا مول ہے
تیرے

تیری ہنسی کے بھید تھے چھپا ہے سحر سامری
ہے

تج مکھ کی لالی تھے دیے سو بج کی لالی بھاگ سو
 سے چلے

تاریخ بہود کی کیا نہ کس تاریخ ایسی استری
 بہت دیکھا عورت

مانک ادھر کے چشمے تھے شربت بنجتا جھوکا
 ہونٹ سے پیدا ہوتا زندگی

اس نیرتیں پیاسے اچھیں یا شہ اچھو یا لشکری
 پانی کے میں ہو

صدقہ نبی اعلیٰ محل میں قطب جم جم اچھو
 ہمیشہ رہیں

جب لگ اچھیں آسمان پر چنڈ سوز زہرہ مشتری
 رہیں پاند سو بج

(ق)



محیر

(۴)

محیر میں دایم حیدر کا جلوہ گاہ

عرش آسماں و حضرت پر نصرت ^{نہیں} طہل بجاؤ

لیا سیم ساق ساقی منج بزم میں صراحی

پیالے کی جوت ^{میری} میا نے سائیں صحریت دکھاؤ

سورج طبق سے گالاں میں نے نقل دھڑا

پیاری پرت کے ہاراں پیاری کے گل میں باؤ

نہ کے نہالاں میا نے کنج کے باد کہ دیو

زہرہ و مشتری سوں پا تر زنبھا نچاؤ

ہنتر گھڑیاں سوں ہاویں سینے اوپر کچوں

۲۰۹۰

نابات دودستی اُمرت گھڑیاں بھراؤ

پدینیاں جیتیاں مل شروپ پر بھلیاں ہیں

ان بات قول بیٹرا دیکر سکیاں اچاؤ

صدقہ نبی قطب جلوے کے تحت بیٹھے

حوراں پریاں سہیلیاں مل آرتی دکھاؤ

(ق)

محل کوہ طور

(۵)

تو خلقِ سرمد کرتی رحمان کا اُجالا	کہہ طور پر سدائے سبحان کا اُجالا
اس نور تل چھپیا ہے آسمان کا اُجالا	اس طور کا سوٹھارا مانندِ بہشتِ بہر
جانو جھلکتا ^{کتنے چھا} وال شہِ مردان کا اُجالا	اس محل کوں دیکھت ^{مقام} بجائے بس سب کا جاو
تو اُس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا	بارا بروج پر ہے بار امامِ دہشتی ^{دیکھ کر مبوک}
ہے ہر منار پر شہِ کنعان کا اُجالا	ہر اک کنگور اُس کا جامِ جہاں نما ہے
جو جگ پہیرواں اُس فرمان کا اُجالا	یا قطبِ سات کھم کا یا تختِ بے نیلیاں
دستا ہے تہس پہ تو راں ایران کا اُجالا	انگن ہے اس محل کا جوں اُسی سکندر ^{دکھن یہ ستار}
اس محل کے نورانی میدان کا اُجالا	چند سوراً نو بچا کرتیا بویں دیکھت ^{مثل آئینہ}
	چاند سوچ وہ ^{دیکھ کر}

ساتو سو ملک میانے مانند نہیں ہے اُس کا
 ساتوں میں قدرت تھے سو چاندیوں بنیاد اس محل کا
 اُس انکے تار منے ہے بھان کا اُجالا
 سب کھان پر جھلکتا اُس کھان کا اُجالا
 جگ قبلہ ہو کے دستا اس ٹھکان کا اُجالا
 جم جھلکتے تس میں بیٹیاں جان کا اُجالا
 ہر شہ نشین میں ہر دن ہر برج پر حکم سوں
 ہر شہ پری سوں مجلس جاں خان کا اُجالا

قطبیا نبی کے صدقے مانند کر اُس محل میں

بستا ہے اس میں شیر نیردان کا اُجالا

(ج)

قطب

(۶)

سنگھن سعد راعت سوں سُرج چند اختران خوشیاں

سے سوچ چاند

قطب مندریں کینے ل دیکھ اہرت ہمتراں خوشیاں

کرتے

ملا یک نور در سن کے محلاں باند در پن کے

دیکھت تہاں فرس تن کے کیے نواں بران خوشیاں

آسمان

سکیاں چند سار تہاں میں پیالے مد پی ہاں میں

شراب کے

چاند کی طح

کریں صریاں میں ہاں میں پیالے گوہراں خوشیاں

ہراجاں سے ہاتھوں

نین جھلکار جا کھن پڑ دیکھت ہنستے سرگ بن پڑ

باغ جنت

سوتن کے نور تن تن پڑ کریں جوہراں خوشیاں

خوشیاں عیشاں انداں سب گنیاں سن یہ چنداں سب

رہیا ہو پستہ خداں سب بھارت جگ گھراں خوشیاں

نکل کھن تھے گہر تل تل محل یا قوت مر جا مل

آسمان سے

کریں کھن مات ہو کیدل دریں سمدراں خوشیاں

موتیوں سے سمندر

آسمان

ہسیلیاں جب بچن بولیں پھل نزل رتن رولیں

پنکھی جیواں کے مغولیں دیکھت کھولیں اپنی خوشیاں

دیکھ کر

دلوں

سکیاں چن بندل دینیاں بجائیاں امرتیاں مینیاں

بین بجاتی ہیں

اُننگھوں باج ارت مینیاں سچ ہویں جنتراں خوشیاں

سوچ

نبی صدقے قطب حکم غزل صد ہور دودس کی

اور دن

کھیا دے گرہ کن اس کی تو سن ہویں کن مراں خوشیاں

کہا دے کر کان میں

(ج)



نھنی

نھنی سر تھے آپ کو سنواری عجائب
مشاطہ پری ہونگاری عجائب
نوبلی کہ قدم سر و کہ نہووسے
کہ نوکھنڈ منے ہی پیاری عجائب
مدن پھول کی رنگ ساڑی بندی ہے
سے اس کی موتیاں کناری عجائب
نمن یاد کی مستی منج کوں چڑی ہے
نمین من میں کھلتی خمار عجائب
نہی صدقے قطبا ریجھانے کے نہیں
بجاتا ہے تانا دو تار عجائب

(۲)

پر ممتی چوایا ہوں سکیاں گند و خوشیاں سیتیں
کہ مکھ روپاں کے جھلکا نے جھکتے ہیں نوراں سیتیں

عشق کا داؤ منج سوں کھیلتی ہے اوٹھنی پیاری

نہے

چند اکھ پر نوے چنداں دکھاتی ہے نواں سیتیں

نئے

کہوں تج بھیس کے باساں کہ یا تج بھید کی کہنی

تیرے کہانی

کہ نہج باساں کے مہکائے مہکتے عشق جاں سیتیں

تیری خوشبو

مہکتا باس تج تن یوں کہ مہکے سانت کامہ چوں

تیرے

پریم کی بات کرتا ہوں پریم کے عاشق سیتیں

ترے یزناں کی جھکن میں سہاؤے بھید کا حل کا

لگے ناچاک دوتن کا مین کے منتر سیتیں

محمد بال پن تھے ہے مہمل کے غلاماں میں

محمد قلی بیچن سے

تو جیتا داؤ میں پنتھاں سوں ساک سنیاں سیتیں

(ق)

(۳)

ہنستی ہے کھلتی ڈولتی پیالہ پلاتی منج کوں
میریستی تیریستی جو کھن بہاتی منج کوں

نوی ہنسی نوے غم نے پیاری نوے دکھاتی
جلوے کے راگ گاکر پھر پھر پلاتی منج کوں

ہنس ہنس کے کھسوں کھڑے کے پھل بچھاتی
عشقوں پیالہ نازوں پیو کر ڈلاتی منج کوں

بولے جو بول سکاتی بولنے میں
یک یک پیالہ دے کر نس دن گاتی منج کوں

۲۱۳۰

چکا چکا کہ انجل لیتی ہے مور چھب سوں
زلفاں کے بینگ میا نے نہہ سوں پنگاتی منج کوں
میں

مستی ہوتی نہنی اپ تن اُپر چڑائی

اے ہوتی میں رُپے کا چنڈا دکھاتی منج کوں

روپیہ چاند

خاتانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد

شہنامے کی کہانیاں سر تھے ساقی منج کوں

(ق)

پھر سے

(۴)

نازک نہنی بالی محبت میں سو، نا جانے ہنوز

لوچن کھل جھکیں ولے بارے نہ پہچانے ہنوز

نہ پر سون دھرتے نہیں، شیشے سہرا بھرتے نہیں

بہا شراب

پیالی میں مد کرتے نہیں، حج عرض نامانے ہنوز

امید حج تیرا ہے، حج قول کوں سیرا ہے

مستحق کوں میرا ہے، نہ دل لانے ہنوز

نخن پن کے کھیل مولان نہیں، امرا دھر تو لان نہیں

کچھ صاف تیں بولان نہیں، اپ نرغ ناجانے ہنوز

پنا

قطب زماں کوں جان توں نہ کہے چن میں آن توں

دے عشق کیرے دان توں، کیتا پس تانے ہنوز

(ق)

(۵)

دوڑ کر لاج سوں انجیل وڈ نھنی لٹکی چمن

اُس نھنی ڈال اوپر کیوں لگیا ہے سبویون

سو کا سوں کریں جو غصّہ و ناز کی بات

جب ہونٹاں تھے جھڑے پھوٹی جیونگے اسکوں مگن

۲۱۴۰

نیہہ نہالاں میں لگی ایک جھاڑ کوں خوش بھل تن

باغ کا ہے او مرو مانی خُدا رکھ اُس جتن

اوہ ہستی باسوں کھیلے ہیں پھل سب جاگئے

اس کی باساں کن نپا سے سب خطا ہو رہی تھیں
کوئی نہ پا کے

جب کتاں کے بھید گندالے ہر نٹ نٹ کا رسوں

اوہ نکاراں ناؤ سن کر گڑ بڑاتے سب تین

عشق کے جلاں بجے داہم ہستی عہد میں

بھید اولے کر دکھاتے ہیں اُرت اپنے من

تیرے مکھ تھے پائے ہیں سب برویاں روشنی

جو ہر اں کیا کم تھے دستے ہیں تجھ پر لچھن

چندنی میں جب چھند سول لٹکے تو چندا جا چھپ

آرتی ہونے تج اوپر آتے ہیں تارے لگن

میں بخانوں کیسے نوراں تھے ہوئی تو آفریں

سب نیکھی چھوڑے ہیں تیرے جوت تھے اپنا وطن

منج اوپر کاہے چراتی ہیں بھنواں کا تم کہاں
غمرے کے ناوک سوں دیو اپنے ہونٹاں کا چوین

اے معافی ختم کر ہے تیرا گوہر بہو بہنا
مصطفیٰ و مرتضیٰ منج کوں کمر باندے کسین

(ق)



سانولی

(— ❖ —)

مری سانولی من کی پیاری دیسے ۱۱۵۰ کہ رنگ روپ میں کوئی تار میسے
 سہے سب سہیلیاں میں بالی عجیب ^{دل} ^{نظر آئے}
 سکیاں میں ڈولے نہہ بازی میں جب
 توں سب میں اتم ناری تچ سم نہیں
 تیری چال نکئی سبھی من کوں بھائے ^{تیرے مقابل}
 بہوت رنگ سوں آپ رنگیاں سکیاں
 و لے کاں ترے رنگ کی ناری میسے ^{پھول}
 سکیاں میں توں جوں پھل بھاری میسے ^{سے پاند}

نہی صدقے قطبا پیاری سدا ^{کہاں}

سہیلیاں میں زیب تار میسے
 تہاری

(۲)

پیتا سا بنو لا من ہمارا بھلایا ۱
دل

تو اپ حن سورج سوں جگ کوں دپایا
اپنے کے سے
کہ تاریاں میں اس جوت پیتی ہمایا
چمک سے

رنگیلی دھڑی اس اُریوں سہاؤ ۲۱۹۰
ایکے ہونٹ کی اس طرح

چنچل سی پتی رلیاں کیا آج سب نش
کے ساتھ رات

ہنسے اُس کنول مکھ تھے جھڑتے ہیں موتی

نبی صدقے قطبا سوں مل مدح جن جب

گلے میں ہاتھ ڈالا

(ج)

(۳)

نھنی سانولی پر کیا ہوں نظر

خبر سب گنوا کر ہوا بے خبر

نین چلبلائی سوں کرتی ہے نا

ہمیں موں مں بھیدیا ہی اس کا اثر

ہنساج کرے ناز و جھلستیں دس جوت منج کوں دس جوں قمر
 تر اقد سرو نکلے جب چھندوں دانت کی چک نظر آئیں
 سودھن کسوتاں کر جو آئی انگن اڑے کھونپے کا تچ اُپر تب چنور
 موتی رنگ کا نیتینی پیئے تون تیرے اجالا او کسوت تھے پایا انبر
 معافی نزاکت ترا سب بوجھیا دے اس دیسے منج نظر تل ہشتی سندر
 توں اس کوں کھٹے کا چکا دوشکر ۲۱۷۰

(ق)



کنولی

لے کھڑی کنولی پیاری اپنے ہرے میانے پیالا
ہاتھ میں

لے بچکتی ہے مھکنی میں پون جیون ہرن والا
ہوا

عشق باساں کے سو پھانے باک کھینچے آہ دھن
آپ

کیس میانے بھل جڑی چوٹی منے دوناو بالا
بال میں

کنولی کھ پرہوں چرائی ہے یوں نوراں ستی

عشق کے فرکھے ہیں پوچھو تم اس ناواں کالا

عشق بتاں تھے لگے ہے میرین میانے قمار

نین لذت منج چکھا کر میسے تن میں کراو جالا
نکھ

کنہی کھنچاتی کھڑی ہے پیاری اپنی کھستیں

انجل او جھل تھے نجاتی ہے نین پتلیاں کا چالا
آنکھ سے

نورتن روشن ہوئے ہیں اُس کے انگ کے رنگ ستی

جسم سے
چاند سورج کے حایل بائے ہیں گلے کنٹھ مالا
ڈالے

ہے مجھ قطب نشہ بندہ علی کا کستیں

توازل تھے اوڑتے ہیں منج سر پہ سمانی رومالا

(ق)

(۲)

تج قد دیکھ سرواں ہا کے کئے ہیں بن میں

تیرا
تج قد سہاوتا ہے جنت کرے چمن میں
تیرا

پلکاں نمد تکے کر رکھیا ہوں میں تکتے تیں
رکھا

جو پوتلی وہندی تکتے آئے منج نین میں
پتلی وہ
میری آنکھ

دولب ترے رنگیلے یا قوت کو دے رنگ

۲۱۸۰

لے بھیک رنگ عقیقاں رنگیں ہو میں میں

خلوت میں گمتے شہ جب ڈبتا ہے چاند کھن پر
گزارتے ڈوبتا آسمان
چھپ جائے سورس میں نکلے جو شہ انگن میں
صبح رات

باریک تج کمر دیکھ باریک ہوا ہوں بجا
تیری (کر)
ویسا نہیں ہے کوئی تار ایک پیر میں

کالیا گوریا سکلیا کوں جگ میں جھنپیاں سو ستر
کھنپیں بھول گیا
کھوئی سکی کوں دیکھت میں مد بھولیا کھن میں
کوئی دیکھ کر مد بھول گیا

(ج)

(۳)

اتم پیاری نظر بازی متج سوں کھڑی ہر

نظر بازی کوں مج سوں نظر رکھ جب کھڑی ہر
مجھے تیرے ماتھ
میرے ماتھ

کندن رنگ پتلی کونلی ہو سرورِ دیو یوں نویلی

شکھن سندی آلی لچھن دیدال پری ہے

گلابی نین میں تیری سمندر پور موج مائے

سمندر پورا

سُرج سے کال پردنت نورتن مانک چڑی ہے

دانت

یہو رنگ رنگ بالے بال ہے تج میں چنچل راہتہ

بہت

سُہے تج راج ناریاں کا کہ توں کوننت پری ہے

کرنگ نینی ہیلی توں میرے جیو کی پیاری

محمد قطب سلطان سوں مل بہت چڑی ہے

(ج)

ہاتھ لگی

(۴)

بیل کوں لے سبز آنچل پھول جیتہ پرینے
نین ناری رنگ دھاری مدھاری سرینے
آس من کا عیش تن کا ذوق کن کا ہرینے
لاک چاڑی لوج پاڑی جج کوں آڑی درینے
بھید جانی نہ بچھانی تخت رانی گھرنے

۲۱۹۰

منازگی تھے تازہ چنچل آئی مہیے برینے
کونلی پیاری پہلی باری ڈاوساری لوسوں
نینہ دھن کا نارھن کا پاوں جھنکا یوں ہے
دوٹی گاری دکھ تے گاری ہوک گھاتی کرتی ہے
اے معافی تیری مانی سب میں سیانی نار ہے

(ق)

پیاری

سکیاں جامنا لیا و پیاری کوں آج
 کہ سب چھند بھریاں کا ہے سس تاج
 کہو یوں کہ مندر کوں بہو زیب ہوں
 سنوارے ولے ناگے تاج باج
 دن آسنا تہا ہے گر گیان کوں
 کرو دادا ہیں آتمارا ہے راج
 عجائب ہے کوت تمن حسن کی
 کہ اس تھے سہا تا ہے عشویاں کاساج
 توں خواہاں کا ہے روپ ہیں پاوشاہ
 تو لبائے ہیں سب تیرے تیں نہیہ خراج
 تمن مکھ کا نور جب دیکھوں میں
 او یک جھن منجے سو برس کا ہے کاج
 نئی صدقے قطبا تھے مجلس سدا
 سہا تا ہے جوں جن ہوں ملک لاج

(ج)

(۲)

پیری نکر توں سخن سوں منم	جو جاگی جوانی تو پھر ہو گی خم
بقیں جان جگ میں آبات ہے	کہ گوہر بھٹے پر ہوتا مول کم
جوانی و جو بن ہے سب پاؤنا	کہ تجھ تھے ہوئے عیش سائیں کون جم
میا پائیں کار کھ اپنے دل	کہ تجھ تھے ہوئے عیش سائیں کون جم (دکر)
چھنداں سستی ننگار کرا آئی دھن	سہے کھ آپر خوی کہ جوں پھل پہ نم
پنواتے ہیں سکیاں میں اپ حسن کو	زیب بے چہرہ پوینہ پھول شبنم
نئی صدقے قطبا ہے تج نہ تھے	او چائے ہیں باں میں اپنا علم
تیرے عشق سے	سہے سب بتاں میں توں اُس صنم

(ج)

(۳)

خوشی دولت گھڑی باجے پلاؤ بلجونا داں سول

عشق کی داؤنی لیاؤ بجاؤ عیش تاشاں سول

(تاشہ)

لاؤ

تراز و عشق جو کھی ہے پیاری آنکھ اکہستیں

عشق کے ڈاویک یک کھلتی ہی ڈاؤ ڈاواں سوں

کہو الحمد للہ میری پیاری ہے پیاری

عشق کا شرط لکھے ہیں شرط سوں تیرے نیاواں سوں

۲۲۱۰

عشق گوہر چٹرائی ہے اپس کی داؤنی میانے

اپس کی بانہ پر پھنڈنا بندی ہو بھجاو بھجاواں سوں

باند ہی

بازو

عشق کی بااں میں منج کون عشق کی کہنی سناؤ تم

کہانی

مجھے

پری پر میا نے بلجیا ہے مراد نہ پر یاں سوں

پھنڈا

عشق ہو رعاشتی کا جلو اگا و عشق سوں سارے

اور

بہت تانا چنے گاتے بجاتے سب تالاں سوں

پلاتی مد بھرا پیا لامرے تیں مد بھری پیاری

محمد قطب بہت کنگن بندھی ہوا لکھ چاواں سوں

کے ہاتھ ہیں

(ق)

(۴)

پیاری تو بول مارے ^{تیرے} سچ بول نہیں پستیارا
دستا ہے بول تیرا ہر ایک جوں کنارا
نظر آتا ہے

چوٹی تیری سوناگ ہے ہو زہر اس میں کڑوا

او گھر کھیلاں میں دستی توں سا چلی سنپارا
نظر آتی تو سچی

پھر پھر بھنور کے منے سچ باس ہوں تو لبووں

اس باس میں نہیں ہے زگس کا خمارا
باند تھے

دیکھ دیکھ کر صندل کوں لانا مشک کی لانا

تو تن کی باس آتا سجلا جب اسنبارا

پینی ہے کاج کی کاج اچھری بندھی ہستیں
پہنی باندھی ہاتھ

کیا جانیں پاچ ہو رکاح او ہندوی کنوارا

اور

تج بول میں نک نہیں تیرے ادھر میں نہیں
تیرے کنک میں کس میں ہو چوٹی ہے اندھارا
اور

۲۲۲۰

ایسے رتن رن میں دریا تھے قطب کاٹے
دو جگ میں اس کوں اُم ہے مرتضاً ادھارا
نکالے

(ج)

(۵)

پیاری تیرے پھڑے تھے رن منج نینداوے نا
پچھڑنے کی وجہ سے رات بچھے

توں قدت کی گھڑی تج بن گھڑی پیر مو بھاونا
تیرے بغیر تجھے نہیں پاتی

رن دن کو ج جانے نا جو کوئی حیو عاشق ہے تیرا
رات دن کچھ جی سے

لکھا ہے یاد یوں تیرا کہ بھئی کج یاد آوے نا
کچھ

پرت تیرے کوں لقمہاں بھی سکے نا دار دینے کوں
نکے محبت

صحت کیوں ہوئے عاشق تین جو لب شہرت چکاو نا
کے تیس

سچی تہج رات کا کیکلے ات منج سوارات ہو دستا
 داتمی تری ^{نظر آتا}

کنا کس یج رہنما میں جو توں یج اپ بلا وئے نا
 کہنا اپنے

تری اس آنج تھے دل ہے جیسا ابوج کا کلا
 ہے

کہ جوں نابات توں گھٹ ہی اپس کوں پگلا وئے نا
 نیا

تری باتاں تری صاتاں تری تیاں ہے بہو صا

دیتی جکچ توں گالیاں دے یوسی دلا وئے نا
 ریت رسم جو کہہ

نبی صدقے عشق باتاں حُدا تہج تیں دیا خانا
 کی

تھے قدرت یتا ہے جو قطب کوں سمج وئے نا
 تھکوا اتنا

(ج)

گوری



سہاتا ہے مکھ حسن گوری کا شاب ^{بہرہ کا}
 اوکھ چند پر چند کیان میں لاجوں نقاب ^{اُسی چاندھیے بہرہ پر چاند کا}
 او قد سرویں ہے کند ک نہال ^{۲۲۳۰} جھکتا ہے تو اُس تھے سورج کا تاب
 توں رنگ رس کی باغ کی ہے کلی ^{نہیں}
 رسالے اوھر ہیں ترے مد بھرے ^{ہونٹ}
 کہوں زلف یاتا زہ سنبل سہی
 تری چال مدست تھے لاجیں گج ^{سے شرابیں باقی}
 نبی صدقے قطبا سوں گوری ملی
 تو گل باز دے اُسوں پیوے شراب ^{سے}
 گلے ^{کے ساتھ}

(۲)

عشق کی پستی ہے گوری نگلی
چترناریاں میں دستی ہے چھیلی
سہیں تچ پدیاں کے روپ زباں
کہ ہے چند رکھیاں میں توں سلی
بے سولہ سزگاں تیزانگ تھو
کہ سب خواباں میں توں دستی گیلی
برستائیں تیرے نور جلو
نہ دیکھی تجھ سی کوئی سدر سہلی

نبی صدقہ قطب سول و پیری

۲۲۲۰

پراوا حسن کا کر کے میلی

(ج)

(۳)

عشق کی پستی توں میر دل کھڑی
سے ناز نہیہ پستی کوں نہیہ کا
عشق کو پسون کھینچ باندی کمر
پریم کی سہیلیاں کرو ہم سوں بات
تنے تن ترے زناں بھرے پھول ہیں
عشق صحبتاں میں پیا لا پلا
نبی صدقہ قطب کون گوری ملی
تجے نہیہ کے پر لگے اے پری
عشق سوتے میں منج ارجت دھری
جو بن پیا لالے بات میاے کھڑی
پریم باغ میں سہتی کسوت پری
توں سیورانی ہوناں منے ہی کھڑی
تری نہیہ بھٹی کی مستی چٹری
للات اس کا ہے سوچ و مشتری

(ق)

۶ چھبیلی

چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا کہ اُس بن نہیں من یک تل قرارا
 صبور ہی کو نہیں ہر ٹھا دل میں صبور ہی کیوں کرے سو کر نہارا
 الگ پھانسیوں نکلے جو پکڑنے دکھانی گال اوپر تل کا چارا
 بے من میں اس کے خیال نہ دن نہیں اس خیال بن منج من میں
 نین بہری چھوڑی سو کے دور سوں کرے چنچل نکلے دل کوں شکارا
 میا کرنا کرے محشوق اپنے ہو کہو نا کیا کرے عاشق بچارا

نئی صدقہ قطب عاشق ہے تیرا

سدا تل اچہ نہو یک تل بی نیارا
 رہ بھی

لالا

ہلیا من تو بالاسکی سن مولا لالا
میر لال
..... بن ہی آلا موکر متوالا
مجھے
ترختا..... چولا منجے باج ڈھولا
اُدھر کا پیالا دے ہونٹان ہولا
ہونٹ
مومن تو سونچھو لیا گیا من سو تو لیا
میر دل تجھ سے
میں گاؤں بللا بلے من تللا ۲۲۶۰
دل اللہ ہیں آگے لا
دل اللہ (گلا)؟
بلا لیا بھولا لیا نوارو ملا لالا
بھلا
نئی صدقہ قطبا تو من سچ بلا

(۲)

عشق میں متوالی ہوں لالا
توں اپ دھڑاں تھو منجکوں دینا پیالا
اپنے ہونٹوں سے منجکوں

اُدھر رنگ میں حیات آپ لالا ہونٹ	سرا کے سر نہیں اور سر نہیں ہے شباب
مودل میخانہ پیالہ دیو گلا لالا میرے دل کے میخانہ کو	بھٹی جو بن جوانی بھٹتی سوں
چمن گالاں میں ہے دنت پھل گلا لالا دانت	خمار سن کا ہے منج دینا بوسا
تیرے دھلنے تھے ہوئے میں متوالا ہے	یون ماتی پیالے نین کیستی جوانی کی موت
ترے سنسنے تھے ہوتا دیں اُجالا دن	ترے رساں تھی ہوتی رات کالی کرتی
قطب سوں کیا برت دیو کنٹھ مالا دن	نبی صدقے رہے تہ عشق میانے ہے
(ج) سے عشق	تیرے میں

(۳)

کہ او پیالہ سوچ بھی زوالا زوال	پیالہ لیو میرے آپھے لالا لال
کہ کلڑیا ہے تمہارا منج خیا لالا منجے خیال	نجاو و پھر کہ آو میرے مند لال
لگو چھاتی کہ جاوے دل ملا لالا کمال	سنگاتی ہیں تمیں میرے جوں کے (جون ۹)
کہ دیتا ہے ورنہ منج کوں اُلالا رونیہ	ہوی ہوں میں تمہارے نہہ کی ماتی عشق

سجین تج عشق کے دھوپا میں پیا
ہوی ہوں منج پلا تچ لب لا لا
نبھاویں منج رتن کے ہار پیار پیا
منجے بھاتے ہیں ہوت کٹھن مالا
نبی صدقہ قطب شہ کے سوا پر
اوڑاتی ہوں سکیاں ماوے والا
(ج) اڑاتی رمال

(۴)

تمیں میرے مندر سو آج آو لا لا
تم
زرنیا سو میرا تمہارا میا ہے
تہادی محبت
تمیں میری چھاتی کوں چھاتی لگا
مرے جو بناں تھے سو پھل باس لپو
کسی ہات ناپیوسوں مد پر م کا
نبی صدقہ دایم قطب شہ اند سول
تمہارے سو باہاں منجے کٹھن مالا
برہ کی سو منج تن تھو جاو گی جھالا
میرے
محبت کے موتیاں کا گل باد مالا
توں میرا پے ہے پر م ساتی آلا
کریں بھوگ دن کے تن تن تلا لا
(ج) اُن

لالن

نقل اس کا ادھر پر ہے حوالا
ہونٹ

میں متوالی ہوں لالین متوالا

اڑاؤ منج پرت کا شاہ شمالا
مجھے

مگرتوں ہے سکی نادان بالال

(ج)

(ناقص الآخر)

پتھر ماتی کے بہت تھے لیو پیالا
ہاتھ سے

مناؤں گی ادھر کا جھوٹا دیو منج
ہونٹ مجھے

شہ بھیجے میں تمہاری نیہہ چھترنے

بچن پیرت کے کچھ نہیں بچی ہر تو
کچھ بوجھتی

(۲)

او بند کھولے نا کھولے جیو کا پیارا

اس او پر اوک سو ہے او زلف بارا

اُس انگے دسے چال منس کا بچارا
زیادہ
نظر آئے

نین پچاند میں دل رہیا ہے ہمارا
آنکھ کے پھندے

۲۲۹۰ نہوے پیو کے مکھ کا ہے جھلکارا

کلی پھول تھے بھی ہے نازک اولالین
بھولے ہے اوچھب دیکھ کر تو ہی نارا
لگے پھل انداں کے منج نہہر کوں
کہ جس رنگ تھے ہوتا چین کا سنگارا

نہی صدقے قطبا کوں تچ نہہر متھ بن

بیتے عشق کی راہ کے بغیر

(ج)

نہیں من کوں بھاتا ہے کچ ہو رٹھارا

کچھ اور مقام

(۳)

مرالالین ہے لیلیٰ میں مونس مجنوں
کروں تل تل زیادہ نہہر پیووں
اپس سر پر بندیا ہوں نہہر ہرا
کہ میں عاشق ہوں تچ پر مونس (مضمون)
اپنے بالہا عشق کا
میا سیتی کرو چک سار میری
کہ بھیدیا ہے تمہارا عشق رو رو
مجت ہے
تجے دیکھن تھے پاؤں سکھوتن میں
تجھے دیکھنے سے
مجت تیرا منج سب تن میں بھیدیا
میرے اثر کر گئی

نکر چالے چتر چھنداں کے مسموں
چالیں (نہ ہوں؟)

دو تن ہمناسوں کرتی آریاں با دنا
او مورکھ کی سوتاں کیا کہ بولوں

غیر ہم سے ہے پڑھی باتیں

نبی صدقے کروں اپ دل سوس بوا

قطب شے کا کہ ہے شاہاں میں موزوں

۲۳۰۰

(ج)



۹

موہن

پر م سو کھینچتا آ پخل کنارا	اہو مانی مدن موہن پیارا
سو ووں نیڑا لیا منجکوں پیارا	نگینا لکھن کن کے میا زنیڑے
نہیں و ومانتا کہیا ہمارا	پیا کوں پا ووں پر جنیا منا ووں
کہاں میں نہاس کر کرنا پکارا	یکیلی دیکھ منج انجہانتی ہیں
ولے دیو وادھر کا منج او مارا	تمہیں منج تو لجاتی بیج او پر
ہونٹ مجھے	تم مجھے

نبی صدقے کہی سلی میں قطبا

کہ ہم تم پیہم میں مجنوں بچارا
تہار عشق

(۲)

پرست تازی لگی ہے منجھ سکی موہن پیاری ہوں
نہجے

بند ہیا ہوں دل اوچا تر چھند بھری کنونت ناری ہوں

امیداں کے انجھو موتی کے راساں بادِ صحرے صحرے
ہنوں

رین ساری صبا لک منجھ گئی ہیں ہیقراری ہوں
نہجے

کیاں کسوت سکیاں ہریک پر کی اس چند رکھ کو

سہانی سہ ساری ہوں شفق انچل کناری ہوں

اجھوں دستیاں میں تیج مکھ میں نشا بنائیں انگ شگ
نہجے

اجھوں کھلتی ہیں تیری نین، نس کی خماری ہوں
رات

ابنک نظر آتی تیرے چہرے
۲۳۱۰

سجن کے نہ میں بن مست ہوئے نہیں کام حاصل تو
نہیں

نہیں ہے عشق کوں گچ آشنائی ہوشیاری ہوں
کو کچھ سے

عشق بغیر

پیالے کے قصے شوق سوں کو رنگ رنگ سیتے
 نہ کو سا جن کی دوری کی بچن نہہ کی نکھاری سول
 نبی صدقے ہوئے ہیں منج کوں لا باں کے اوپر لا باں
 کئی ہوں نہہ کا سودا قطب شے نہہ بھاری سول

(ج)

(۳)

ہن بائیں میں حلقہ کان میں باوے سو اس دھن کے
 سو بچ ہو رچاند کوں کرتے پیا کے کھ کے سم لوگا
 پیا کوں بچنے مودل کھ ہے آب وز یوں
 یکیلامین بلجیا موں اس نلفاں کے اے بندیں
 اسی تھے گل کوں چھرتھے چبے کانے سو تن کوں
 برن تچ حسن کا جگ کوں دیا ہے روشنی دیم
 کہ کرنا سب پیا کے وصف کا تعریف حیراں ہیں
 تچے سو تنے میں دیکھا برا یا منج کوں حاجت سب

جکچ فرائے ہم سر پر کہ حاجب ہیں تھی من کے
 وئے میں ناکروں ہم چاند ہو سو بچ کوں سا جن کے
 کہ بھول نکھڑی نہیں بکھرے نہ ہوئے نظر احس لا ان کے
 یہوت ہیں تر سحر اس دو بین جادوے پرن کے
 جو تیری پاس سنگ کرنے کہے بھولاں سب بن کے
 کہ تائے آرتی کرنیں تچے آئے ہیں سب بھن کے
 گنوائے عاقلان مدد ہو دیکھت میں موں کے
 ہوا یوں مدعا حاصل کہ گوہر نکلے معدن کے

نہیں ہے آجکل تھے بیو سوں یاری میں جو کوں
 جھکے توت ازل تھے ہے معافی دل کے درپن کے

(ق)

۱۰ حیدر محل

دن دن انند سیتے طبلہ دین کے باجے	حیدر محل میاں نے نابات گھول سبجے
عشق کے پاتراں سب اُس کاں دیکھ لاجے	اُس سرو قد کے اوپر سلوہ ہے نورتن کا
بتیاں نین کیاں سیر من میں انند سوکھے	سب عاشقاں کے دلیں ہے عشق پھول جلوا
چو پھیر نورتن کے تاراں مندل سوجاے	عشق کا ٹیلا لائی اپنی پشانی اوپر
تیرے عشق کے لاجاں دیکھے ہیں لال جو بھلاے	چادر عشق کا دوڑے جوں بر بہوٹی دیے
ماوے رومال اڑتے ہیں راج کرتے راجے	ماوے سو برد بنکر بڑاں سوں ناچے نرسن ^{ادڑے شل} ^{نظر آئے}
حیدر غلامی سیتی تج سیس تناج سبجے	صدقے نبی شکر کرتی کون ملی اے پاتر

(۲)

بھواں ابرو میں ماوے برد باندے ۲۳۳ عشق کے راگ تاں میں بھید باندے
 ترے کس میں کنول ہو سور آوے کماں بھنواں میں کاجل ساج ساندے
 چولی تنگ انگ میں نت نارنگ پنچے ^{ان} ^{اور} نین سوکاں سوں مچت نت پھاندے
 سنے جالی مئے من میں بلجا..... عشق ناداں سوں نت آئند تھیں ^{آنکھ کے خطروں سے میرا دل} ^{کے}
 توں گھور کر دیکھ رکھی ہے کن پہ طرا کتنے کاندیاں پوچھوں نا بوجھے کاندے
 نبی صدقے ملی حیدر پیاری اے سیویاں ستیں چت سوں چت باندے ^{ان سیووں سے}
 ترے اپنجل پہ ہے چندنی کا چھایا قطب ڈاواں سوں بڑاں کاس باندے ^ق

(۳)

حیدر محل میا تے جلو عشق کا گاوں

یزدانی تانت چوندھر رنگاں ستیں بجاوں ^{سے}

اب ہات میں بندی ہے جلوے کے ناکہ سنگن
اپنے باندھی

نیناں کی پتلیاں کوں پتلیاں نمں نچاویں
پتلیوں کی طرح

عاشقان محبتاں کا پیالہ بھرے پیاری

..... ناقص الآخر (ق)



نوٹ۔ حیدر محل یا حیدر پیاری کا ذکر اس نظم میں بھی ہے جو محلات شاہی میں ”حیدر محل“ کے
عنوان سے شامل ہے۔

۱۱ محبوب

دل چین میں اور پری ناز سونہتی محبوب ۲۳۴۔ سرو سنگا کے بن میں کھڑی ہنستی محبوب
 پھل گلا لاں ایسے کا لاں تھو ہوا ہلست
 پھول تیرے دربار کوں قبلہ کے من بوجے جے
 اے باریک کمر بال تھے اسس بالی کا
 لے نوبلی نہ بوجھے کوئی تیرے مذہب کوں
 بنی کے داس پنے تھے ہوا ہو قطب زبا
 ۲۳۵۔ رنگیلا جام لے اب بہت منجے کستی محبوب
 سر بسر ہے اسے منج عشق کی مستی محبوب
 اس اُپر زر کمرات ناز سونہتی محبوب
 یہو مذہب منے مذہب ترا ہستی محبوب
 اسی تھے تیغ ہے میرا سدا ہستی محبوب
 اسی لئے

(۲)

جگت حسن میں ہے تران محبوب میں طالب ترا ہوں مرا توں جے مطلق

تمہیں بات دل جان کی بوجھے ہیں سوکے کے قلم سبیتیں لکھ بھیجو مکتوب
 ترا حسن یوسف میں کرنا ہوا لاوا خطا ستر کے آئے تری آرزو میں عاشق جوں یعقوب
 تر حسن کا ذکر موکل ہے تہی مرے دل کے گوشے منے توں ہی مرغ
 میرے گلے کی تسبیح اُسی تھے شہاں میں ہوا سر بلندی
 ۲۳۵۰
 نبی کے علاء میں ہے قطب منوب
 (ج)

۱۲ مُشتری

نہیں پستی ہم سوں کری ایک بات	نہیں بن میں دعوے کے پھولاں کھلات
عشق کسوتاں تھے مجھے مشتری	عشق انت ادھر بیوہ تیج کون سہات
عشق تو ہے جو بن کی ساراں کسے	ادھر تیرے کوثر کا پیا لاپلاٹ
ادھر پر ترے ہے پریم کا نشان	ادھر چو منے تھے سولا جے نبات
اچت چاند سہتے ترے دور و دل	ترا کھڑا پریم کہانی سُنات
چتر تاریاں میں چتر بن تھے	کہ آپس کے من میانے منگوں منات

نئی صدقے ماوے چتر قطب سین

کہ راہیاں منے قطب تارا جنتاں

(ق)

شاہوں میں

(۲)

دعا معشوق کا کر کام تج با عسا ہے
اُسے جینے تھے سب جگ پر ترا فرما دے

ترا ہستی اسی کا نا نو ہے تن میں حبس ہو
تو تج مستی ازل تھے تا ابد لک با صفا ہے
تیری

اسی مستی کے تئیں توں جب رہیا ہو دلیں
بہت دن
ہزاراں شکر و سجدے کر کہ تج سومر جہا ہے

۳۲۶۰

ہمیں دل کے گنواے میں سجن کا نور دستا
سوج کرناں کی ڈوریاں میں جھلکنا خوشما ہے
گہواے

سکل دندیاں کے طالع میٹیا ہے زحل تارا
سب
ہمارا مشتری طالع میں طالع کا بقا ہے

خدا یا قطب کے تارے کون دے توں ہر فراہی
خواج کے ستاریاں میں منگل کیسے لہجہ ہے

نبیؐ لنگریں لنگر دار ہو کر رہ معافی
کہ لنگر داری میں تاج کون ہزار لاکھ شفا ہے

(ق)





بلقیس زمانی

عشقِ پادشاہی ہو ہے تج آج ^{زیب دیتی ہو تجھے}
 تو چھینے مٹھائی شیریں کو نہ آئے ^{تیرے چومنے کی}
 سچی اس زمانے کی بلقیس توں
 تو خدمت میں عراں کھڑا یا باجور ^{کھڑی ہیں}
 کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی
 جو بن پیالہ دے ہت میں پیالہ پلا
 عرضداشت عاشق کوں معشوق پاس ^{ہاتھ}
 ہے سر پانوں لک توں کند کی بنی
 نبی صدقمہ پایا ہے جنت کی حور

حُسن ملک میں نا سہے منج باج ^{نہ زیب دے تیرے سوا}
 دیکھ اُس مکھ تختی سوج کپڑا یا لاج
 انچل سیں سہماتا ہے تج بیو تاج ^{تیرے مثل}
 اُن قول پیرا دے کرو تم ساج ^{ان کو}
 تیری چوٹی گند نے ہوئے مشاج ^{گوند ہے}
 اوصقل سوں توں دے کر کال ساج ^{ہنٹ}
 عشق تاراں سوں تم بجا و کماج
 دوزن کوں توں نادیکھ کر مکھ مانج ^{غیر}
 محبت قطب کے خوشیاں سوں توں لاج

حاتم

ناری سہی تیجہ اتالے چالا	بھلکار سہی
سنپولی اُپر بھونگ سٹیا چام	چھوٹے اکاں میں پھول والا
رتن تھے ادک دیں ہونٹاں پر	ادھراں کے اُچرے ٹرسولا لا
دیکھ چندنی میں چند مکھی کوس	سوج کوس پلا چھندوں پیالا
دن رات ہوا جو کھولے دھن کس	نس میں جو منسے پڑیا او جالا
ناریاں میں جو ناز بھاگ اچکل	انگ سنگ سوں کرے بیانہالا

نت پوئے علی کے صدقے حاتم

۲۳۸۰

قطبا کے ادھر تھے پیالا

(ج)

بہمنی ہندو

ان بہمنی ہندو کا کس دھڑ کروں شکایت	نہیں لکھے ہیں مومخ تاہنچ اس حکایت
بے دم اس کا خدمت کرتا ہوں اپنے دل ہوں	دیتے ہیں دام ان کو کون ہو کر تیرے عنایت
اس اساتھ ہوٹاں سوکھے ہیں تاج من	نہیں صواب پانی دیتا امن ولایت
اس شہر کی سوبیتاں کن نا دیکھیا نہ سنیا	نا کو تو ال قاضی ناکس کا ہے حمایت
غمرے کے سمند میانے تیرا ترست نہ دے کر	دوہن ہوئے ہیں اب تو تم ملک و ہدایت
آمان اس دکاراہ خیال بانڈھیا	اپنا ز روشنی باتا منجھوں ہو نرایت
توانت میں جھوکا دوری کہ میں ان پڑ نہ	تج حن کے چھو کا کوئی نا بوجھو ہدایت

یک جھن اگر نہ دیکھوں تج یاد کا جھہلا
 تج باج گنناج کوں شکل ابے بغایت
 نیناں کے لعل تھے دل کپڑا یہ جوش میرا
 سٹ چھانوں عشق کا منج توں اپنی لوائت
 تم یاد تھے ہوا ہے مومور نمنے موتن ۱۳۹۰
 اب نا کریں تو ہم پر ہو کرب کریں علایت
 تمہاری سے
 کوئی ناسکے معافی آپ کی تپریاں کر
 پڑتا ہے اپنے دل میں رب علی وایت

(قا۔ج)



۴ ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تھے توں رنگ بھری ہے
 سگر سندر سپی گن بھری ہے
 لٹکنا بجلی نمنے اُس سہا ہے
 کی ہے اس کوزیب ہے
 چند مکھ موہنیاں جب ناچتیاں میں
 چاند جیسی صورت والی
 سبھی حوراں نہ آئیں آج تچ سم
 آسکیں تیرے مقابل
 اُپچتا ہے ترے مکھ تھے جے شابی
 پیدا ہوتا ہے جو جوانی
 لگن مندپ تاریاں سوں سوا ہے
 آسمان
 سگر سندر سپی گن بھری ہے
 وہ ہندی چھوری بہو چھند شہ پری ہے
 وہ لڑکی بہت
 وُتن میں توں سورنگی جوں پری ہے
 اتوں خوش رنگ
 کہ توں بالاں میں سب غنبر بھری ہے
 بالوں
 اوشابی تھے سدا تچ سروری ہے
 اُس کا دہرے تھے
 اوہاں گاؤں سوزہرہ مشتری ہے
 وہاں؟

نہی صدقے ریجھائے قطب کوں

توسکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے

۵ پدمنی

(+)

تج ناک موتی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں

یا خضر کے چشمے میں تر تباڑا پرتاب سوں

دو بڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھایا

۲۴۰۰
اُس جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے داسوں
میں

تج نین کی راوت چڑھائی بھنوں کما بناوس کر

سب عاشقاں میں منجہ اُپر رکھے چا پتاب سوں

جب ناک میں مکر اسہاگن بین آئی جسلوہ میں

ووقفل دے منجہ گیان پر سکھ کرے ثرتاب سوں

مکو اجو لکائی ہونک بالاں میں پدمنی پدم کے

یک تل میں اہجائی منجے اس کرے کے قلاب سوں
منجے

قلا ب سٹ من میں کوں کھنچی الک ڈوری سیتی

اپ عشق کے کھیلاں دکھاتی ہے عجب لکھ باہوں
لاکھ طے

ہستہ نکھن ہو پتینی بھل کر رہے دھن بھیدیں

وو پدمنی تل کر رہے اب قطبے نواب سوں

(ق)

۰۰



سندر

چندر مکھ تچ لعل لبیں دس جوں تیر تارے ہیں

چاند چہرہ تیرا

دانت مثل

کہو یہ چاند کاں کا ہے کس سماں تھے اتارے ہیں

سے

کہاں

اگر یہ چاند اس سماں کا کہیں جگ تو قبولوں کیوں

سماں کے چاند کے مکھ میں کون دیکھیا جو تارے ہیں

چہرہ

سبح چند سوں سندر مکھ کوں دیے تشبیہ شب شاعر

سبح چاند سے زیادہ جین چہرہ کو

ولے پوچھیں جو عجکوں تو اُس انکے او بچارے ہیں

کے مقابلہ

مجھ سے

کہے دیکھے کر شمع کرو سندر ناز میں منج کوں

تو اُس نیناں کے جھکائے جھلکتے جو کٹارے ہیں

ان آنکھوں

سما آبا ج کے اوپر ہدف سو سور کرنا دو

بھواں کے قوس میں تارے کے نینا تیرا ہے ہیں

۲۴۱۔

سرج ہو چاند کے کرناں جھلکتے سو دس مج بول
نظر میں مجھے اچھے

سوج اور

کہ جوں منگتے سندر کن اوگدا ہو بہت پیارے ہیں
بیٹھے اگلے ہیں سے دو ہو کر ہاتھ

ایسی سندر کوں پایا ہوں خدا کے رحم تھے قطبا

جو حوراں ہو رملک دیکھ کر ہوئے حیران سارے ہیں

اور



سجین

چرخ چرخ چرخ

سجین باہاں پکڑ دیو وادھارا	تمہاری سیج ہے جیون ہمارا
سنو منج بینتی سا جن دیا سول	گھڑی تکتل تم پر میں بلصیارا
میرا آپ بیتی عرض حال کرم سے	تجی سوں جیونا میرا ہے سارا
مرے تن میں تن میں یوں بے شہ	تجہ ہی سے جینا
تمن مکھ جوت سوں سب میں اُجالے	سوج چندا دیوے مشعل ہمارا
تہاے مکھ کے درین میں دیکھو میں	جوں اسکندر کے درین جگ سارا
تہاے یہ چہرہ اُچھ	جس طرح آئینہ میں ماری دنیا
سکی کج میں اچنبا ہے اچنبا	
نئی صدقے کہے قوطبا کی پیاری	کرم خوردہ

زنگیلی

مری مٹھ بولنی میٹھائی سوں پیالا پلاتی ہے

خمارِ رات کا اپنی نین میا نے دکھاتی ہے

۲۴۲۰

آنکھ میں

مری شیریں کنکھی کرتی، کنگن بجتے ہیں ناداں سوں

رتن ٹیلا دھڑکنگ میں نونے چھند سوں پانی ہے

آواز سے

چمکتی

نئے

ہانگ

ٹیکا

نوی متوالی مد پیالا پلاتی نین نقلاں سوں

نین خمارِ اپنے تن چڑھا دھن کن بناتی ہے

اچھل جھلکار کی چونپاں چند سورج من جھکیں

کا طرح

ڈھلک نارا لٹک چالاں منے چالاں بناتی ہے

مدن کا تٹھاں نوے جو بن نویلے تن اُپر سہتے

پون کے راگ رنگ کا کر منجے چھند سورجھاتی ہے

رتن کی پیاری مانک جت پیالہ بھر بِلاتی منج

رنگیلی بر بہوٹی بر بہوٹیاں میں سہاتی ہے

نئی صدقے محمد قطب سول مل اچ گڑی اب توں

چندا ایسی سہیلیاں تیں سوچ ساکھ دکھاتی ہے

(ق)



نور کی مورت

کج انکھ میں سوماہی کے مراتب سوں علم پڑے
چکر بالاں چند اکھ پر سوجھتیاں کا شرم پڑے

تو فجاں حسن کے پے جو بن گچ مست ہو چلے
کنہ کنٹھ مال تج گئے کنہیوں کوئی کم پڑے

تراکھ جام چند رہے سوہیت درین سکند ہے
ولایت حسن بند رہے تو خواباں تج سوہم پڑے

مصور تج لکھے صورت نہ لکھ سک نور کی مورت

اپن میں آپ بہت جوڑت قلم سٹ کر شرم پڑے

چلی لٹکت چمن کھن میں اٹھے غلغل تو پھل بن میں
 جھڑیں پھل برگ انگن میں جھلون دیکھ سرخم کپڑے

عجب قدرت برن ہیں تج جگت خواباں میں تج

للات ان کا چرن ہیں تج دیکھت اپل میں غم کپڑے

تجھے دیکھ کر اپنے

معافی ختم کر اب توں سنے جے کوئی ہوے محنوں

جو یک شمع سنے تج روں کد میں ناجام جم کپڑے

کبھی

(ق)



کسبن

(۱۰)

لاج کے خوے بند اُپر رات کا کہنے جواب
بند شرم

کیوں چھپائے بی نہ جھپ سے نیر نزل کا جواب
بھی کے صاف پانی

نکہ اچھر لکھئے مکھ اوپر سرح صحبت کا بیاں
ناخن سے مردہ چہرہ

آرسی دیکھ ہو گاتب خاطر نشاں تیج با حساب

طرح صحبت باغ میں کبستی ہے توں وضعی نوا
آئینہ کرتی

جانتی توں کچ بوجا ہوں تیرے سب چالے و شباب
نئی دھن سے کچ ہے تو کچ سمجھ گیا چالیں

پیتی..... سوں مد تیج کب بنا نانوں ہے

جیف میری عاشقی تہجیف مثنوی کے باب
نام سے شراب تیرا کسبن تیری

مُج محمد نانوں ہے معنی سو بولیا راستی

آؤ خوش یا نہ آؤ خوش ہے نام میرا آفتاب
نام میل

(ج)

فانز

نازنین

دھن دید پر نادید رکھ سوچ نہیں رہتا کھڑا
عورت کی

تارے چند رسن یو خبر بے یں میں ہے گڑ بڑا
چاند کریم رات

سو دھن کا مکھ جھکا و تانس میں عروج چھپ جاو
نازنین منہ جھکتا رات جاتا

دن میں چند نہیں آو تا تارے تیس سب جھڑ پڑا
چاند آتا ٹوٹیں

ہسبیلی کا کھونپا ہے بدک بندھے جھڑ جو مہوں
بوند پسند کے پیچھے

دیکھت چنچل نینان چیل بجلی تو جاوے کرکڑا

بچ نیر کوئی نا آئے کر کوئی آگ پھرن جائے کر
بچ پانی

باڑی سو پیکاں لائے کر سوکا کرے آڑا اڑا
خط منہ

دھن سسیں پر پھولا چڑے اتیر پر جو نما ہے جڑے

حوراں ملک دیکھن کھڑے دستا نما شاہ یو بڑا
دیکھے نظر آتا

اسان

ہاتھ میں لالی یوں بے کیے شکار و سب کسے
 کرتا شکار وہ ہر ایک کو ہاتھوں
 خونی نشانی سچ دے عشاق لے چنگ سپہرا
 نظر آئے
 صدقے نبی کا داس ہوں میں اس اس کا اس ہوں
 غلام
 قطبا علی کا داس ہوں بکھرے کھڑا دل کڑا
 غلام
 (ج)

(۲) اسرارِ شباب

(*)

سورج تارے و پانی ہے سندر چندریشانی میں
 چمکانی حسین چاند حسین پیشانی
 مگر دستا ہے عکس اس کا لگن سمدور پانی میں
 نظر آتا آسمان سمندر
 بوبانڈی دال ساڑھی لال پتلی چین کے چن کر
 دھرت پر سورہوں کی بکھیا شفق رنگ ارغوانی میں
 زمین سورج میں نے دیکھا

رچی اپنی نشانی پر وہ خونی خون کرنے کوں
کہ سمجھے خوب کر عاشق نہیں چوک اس نشانی میں

ادھر کے رنگ لالی سوں کی بیوقوف کوں بالی
ہونٹ یا قوت
شکرِ نابات کوں پگلائی ہے شیریں زربانی میں

سید کاٹی چاک گچ تنہس کوں پھلائی پھول تنہسی میں
کھائی چال ہا تھی کھلائی
جواناں کوں نہ خاطر لیسائی مغرور سوں جانی میں
جوانی لائی

۲۳۵۰

ادھر امرت پیا جانوں سو مکر اجیو پا جھلستا
ہونٹ
سدا کیوں نا جیوئے ہنسا ہے آبِ زندگانی میں

بچن ہو رہوں سوں جیو لینے وینے جانتی ہو تو
گفتگو اور آواز سے دل لینا اور دینا
نئی صدقے قطب ماہر ہے تیرے بھید جانی میں

(ج)

(۳) انداز شباب

(❖)

یونیتی بہت را کھی ہے اپ کمر
جوانی سے اتنے رکھی اپنی پر
میں اس فوسوں لبدیا ہو کیا عجب
سوچ چند من جھمکے ووز کر
چاند کا طے
ڈو جگ روشنی پایا کس میں خبر
کے ہیں
دو کیا بوجھے مودل میں ہر تو نگر
” سمجھے پیر
کہ جیوں ابر چھانا ہے سور و قمر
بسطح
وہ مورت ہے میری نظر کا بصر
اسکی
جو صرف ہوے گا بوجھے گا گھر
الکی
منجے اپنا کہہ نہیں کتے آپنا
مجھے کہہ کر کرتے
مگر حیلے کی دار و نہ بھائے منجے
۲۸۹
کھونا کہو بلجیا تیرے منتر
میں چین گیا ہوں
دو لعل نین تھے چڑھیا منجے اثر
اس سے چڑھا
جے چاکھے کہے ہر نمک سوس شکر
جو

(ق)

(۴)

چنچل نین

(*)

دو نین تہج ابرو تلیں ہیں نار کیرے خواب میں
دو نون آنکھیں تیرے کے نیچے

دو موت شوخی سوں سہنتے مسجد کیرے محراب میں
سے سوتے

تہج نین چنچل..... کان کردوزلف سول

کھیلیں جو دھڑ تھڑی کے کو تہج مکھ کے ہمتاب میں
تیرے

یہ کیا عجب پڑتا نظر جو دوپ پڑتی چاند پر

یا مکھ نورانی جوت بھڑے نین کیرے شاب میں
دھوپ
روشنی آنکھ

ہیں لشکری نیناں تری سحر سلا کرے

کوئی ریس تس کی کیوں کرے سوزندل کرے ارباب میں
اُن

آنکھیں

نینو گھلاتی سدری تب قطب شہ کوں بھاؤتی

مل سیج میں ریکھاؤتی چو سار توں ہر باتیں
چاروں طرف تو

(ج)

(۵) ماہ ابرو

(*)

تج ابرواں کے چند تھے دستا نجل چند عید کا
تیرے چاند سے نظر آتا چاند
ساتی بھواں کا دور تج پیالہ ہے منج امید کا
تیرے میری

نس دن دعا تھے مون نظر پڑیا بلالی بھواں پر
رات سے میری چاندنی
اس روشنی کے سم نہ آوے روشنی خورشید کا
تقابل

تیرے ادھر پیالے کا حے شیرینی ہو تلخی دھرے
ہونٹ اور

اس کے برابر نا کہوں پیالہ کدھیں جمشید کا

راکھوں نظر تج حسن پر لواتے بھجوں شوق سوں
کبھی
تو میرے طالع کا

سب سرو قد اداں میں کرے سو سرو و خویاں سے سماع

تو جیو کا جاں بھاگ دے دیتا قبا جاوید کا

کوئی آج لک سمجھے نہیں تیج حسن کے نکلتے کتے تئیں

معنی نہ بوجھے عالماں ہرگز کہ صیں تیج بھید کا
بھانپے

تیج کھ مسمی کا سکھ ہے عاشقاں کے دل منے

نا بچ رقیباں جھوٹے کون دیکھیں کتب تقلید کا

بوجھ

تیرا نزاکت حسن کا پڑھنے میں لکھنے میں نہ آئے

اور نور ہے روشن بہوت میں ہی سکت یک دید کا
نہیں

تم یاد بن ہو یاد میں یک تل معافی کون کہ صیں

اور نہیں لہو
شاما نظر منج پر دھرو تشریف دیو و عید کا

مجھ

(ق)

کعبہ رخ (۶)

(*)

سکی کا مکھ مکھا ہو ریس کسوت جون نائے ہیں
 چہرہ مکھ اور بال کی طے

دیسے یوں مانگ موتیاں کی کہ حاجی حج کوں آئے ہیں
 نظر آئے کرنے کیلئے

سے تل حجر لا سود ہو رزقن جو چاہ زمزم ہے
 اور سچے

سو کر اڈول جوں پانی سے بند موتی جو آئے ہیں
 بند ٹپکائے

سکی کے زلف حلقے ہیں جوں کعبے کے درمیانی
 مثل

یوں بہت قطب کے داعی دعا کر گر ملائے ہیں

چنچل کی نہیں تھے حج کو نشانیاں خون کیاں دستیاب
 آنکھ سے کی نظر آتی ہیں

مگر قمر بان کرنے جیو حاجیاں کے دن آئے ہیں

منا عرفات دھن جو بن ترے ہو عاشقاں حج کے

۲۲۸۰ اے عورت
کینے قربان کر کر جیو ثنائیاں لہوں کی لائے ہیں
دل لہو؟

دیسے یوں جالے موتیاں کے پچھل جو بن پتہ خیل کے
نظر آتے ہیں

کہ جوں طہنود و تھانے کا پون بس کس دولائے ہیں

(ق-ج)

(۷) سرنوشت قد

(*)

سرنوشت قد دیکھیا سب سرو کے بن میں عجب

اُس کے سرو کوئی نہیں سب باغ و گلشن میں عجب
(سریکا طح)

سرد سرواں مرا سرواں چ ہے سوچ نمون

اوسوچ کرناں جھکے مجھ نین کھن میں عجب
اُس سوچ کی کر نیں چلتی ہیں میری آنکھوں کے

باغ میں کرتے چمک چالے سکل سرواں ولے
چل نہ سک تجھ چال سم کاڑے گئے بن میں عجب

باغ میں سب سرواں ڈالیں حیران ہو

سبیں ختم کر بات کرتے یک کے یک کن میں عجب

گل کھلے تارے من کنولے رنگیلے سرو کوں
چند سُرُج اُس چل لگے سب سرو کے بن میں عجب

سب پھولاں کی باں میں مہکار مجھ پھول گاہیں

لذت اُس جھلکار کا چُہیا ہے مجھ من میں عجب

یارب اُس سرواں کوں نادکھا بادِ سموم

کیونکہ اُس کا نور و ستاد دل کے درین میں عجب

ترڑی دم دم میں اتاروں سرو رُغنا کے اُپر
سب رقیب اسپند کر جالوں اگن فن میں عجب

جاں چھپا رکھوں معافی پاؤتی دوزن نشان
جہاں بھی رکھوں پالیتی غیر

۲۴۹۰

طاق لوحین میں چھپا اور لوحین میں عجب
آنکھ

(ج)

(۸) چاندنی اور سجن

(*)

ادھر تھے چوہے جم امرت پیالا
ہونٹ سے ٹپکے

تو سب جگ پر سٹیا ہے اپ اُجالا
اپنا ڈالا

دیا اُس رنگ سائیں مکھ گلا لا

سہتیا جوں کہ نزل چپ دبالا
جھٹھ

سجن دیو اُس صفائیں مے لالا

سجن مکھ کا اوجالا چند تھے آلا
چاند سے اعلیٰ

سپورن ہے کلا چند تھے اے شکوئی
چاند سے

تارے نمنے جھکے کن کے موتی
کلیج کان

دیے جوں دو چند اس میں
نظر آئے

جھلکتی ہے رین الماس نمنے
رات مانند

چندن کے اونٹ چندنی ہی زیبا

نبی صدقے قطبا کوں نبیاں سب

(ج)

(۹) چاندنی اوپر سیا

(+)

چلے چندنی میں جب لٹک پیو ہمارا
اون عکس دیے چندر تھے اپارا
چاندنی ناز سے پیار
بے حس ہیا میں پرت ہم سخن کی
بن اسکی پرت کچ نہیں اس پیارا
انکے چلے سے زیادہ
جنے سائیں کے عشق کا دیا ہے
نکر سے اُسے ہو رستی اتارا
۲۵۰۰ ذکر کے اور
جکوئی ماتی ہر سائیں کے جن چھب تھے
او سے مانیں نہہ نیت میں جگارا
جو کوئی تھے مانے عشق کے سنگ
پیاز بستا ہے منج دل جھمک میں
کہ جس نور تھے ہے سرج آشکارا
سکی پیو چنٹا لگیا ہے ہم کوں
سجن بن نکر سے لے ہو کوئی نوارا
سوج کے

نبی صدقے قطبا کا من تج سول لگیا
تج سے لگا
کہ اپ جیو میں تیرا کیا ہے ٹھارا
اپنے دل کرتا

نیاز

علم عاشقی

جس پیو کوں ڈھونڈتی تھی تاج جہاں جہاں

نہ پہچان کر

سو پائی تس اپس میں جیوں سوں تہاں تہاں میں

اکو اپنے دل سے ہر جگہ

سمجھی کہ کچ ادھرتے مج (پی) کا کٹھا تھا

سمجھی کچھ ہونٹ سے مجھے

تو ایسے بے نشان کوں دیکھ کے نشان نشان میں

تجھ جیسے دیکھ کر

مج دل نین میں نور او سنبتور کر کے خوش خوش

میرے کی آنکھ وہ بھر پور

پھر پھر دکھائے مکھ تو دیکھی عیاں عیاں میں

کئی پرہ آچہ رایا جو ہر وصال ہو

اب سنہر آئی ہوں اس ڈھنڈ وھنڈ کہا کہاں میں

ڈھونڈ کر

حاصل کر لی

مشتوق پیو کی عاشق ہوئے کر کے جگت منج منج

پیا

او علم معشوقی کا کرتی بیاں بیاں میں

اُس

کیتتی دیکھت پیارے تیری ہو داس داسی

کہتی

کی صاحب اپنے سوں مل رونگی ایساں ایساں میں

۲۵۱۰

رہوں گی

کیوں؟

حضرت نبی کے صدقے تج پیو اے جو جاں جاں

تیرا پیا ہے جہاں جہاں (ہر جگہ)

کہہ توں جہاں جہاں او قطب اتہاں تہاں میں

(ج)

رسم عاشقی

(۲)

(+)

نین بت خانہ پتلیاں کوں اچھوتا کرتا ہوں سیوا

سندور ٹیلا پشانی را کھئے تل تل ریت ادے نیوا

گلے

مسلمان ریت کافر ریت کیا ریت اے نہ جانوں

کہ جگ کے لوگ ریتاں چھوڑ کر پڑے ریت ^{تیرے} تیج جیوا

دھری ہرکان میں مدے چڑائی ہے ابوتی تن

کہ پتلیاں میانے دستی ہے سوچلی پتلی جیوں دیوا
میں نظر آتی

اُننگ ندی کی کشتی میں سکھیاں چڑھیلنیاں میں خوش

انچل اردہنگ سٹ پکڑے اونا کا ہت ^{چڑھ کر} ستی دیوا
ہاتھ سے

پرت ہنترسوں آئی ہے سکھی اب دود جو بن پر

نین امل کھلا کھینتی صراحی نہ ^{شراب} سرا پیوا

میرا امت انچل او جھل لذت منجکون کھائے

پساریا مات میں آساں میں او اس منجکون نک دیوا

نبی صدقے پرت باغاں میں عشرت کرتا ہوں کر سوا
آس سے

قوتب شہ کوں کھلاتیاں ہیں سہیلیاں رنگ بھرا میوا

کتابِ عشق

(۳)

کحل آنکھ کے رنگ میں بھید ہے تو بھید بھید میں جوت خورشید ہے
گہر پاکاں میں تھے پنجیا گہر ۲۵۲۰ عشق کا جنتا سوا امید ہے
عشق حرکتاں میں سو حرکت لے خوشی پھول چادر میں جمشید ہے
خوشی سیتے بوسادے منج تخت پر گھرے گھر عشق میوے کا بھید ہے
خوشی خوشبوی خوش ہے اسپندنا عشق باس کے جلوہ میں بھید ہے
خوشی خرمی میسر بانی گنائے عشق کے نشاں پر مرادید ہے

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں

قطب شہ نبی صدقے جاوید ہے

نقشہ وصال

(۴)

اے نار میرے بن کوں دے آپنا وید ایش

سرُون بھی تپتے ہیں مے ان کوں بھی دے گفتار ایش

منج ناک دھن تچ ناک تھے دم باس کا دھرتا ہوں
میرے تیرے سے

دم باس دیکر توں اُسے دا ایم دیئے آپا ایش
بے حد تو خوشبو

تج درادھر تہ میں نبات امریت بھر
تیرے موتی جیسے ہونٹ آبجیات

میرے او دھرتا دھرتا ہوں میں ایش
ہونٹ رکھ ہونٹ

تج رنج سستی منج رنج ہے نہیں اس تھن رنج کہیں
تیرے سے میرا سے زیادہ

رنج ہوں ملارنج کوں کہ ہے خسار کوں رخا ایش
سے

منج کنٹھ دھن تچ کنٹھ کی کنٹھ کوں بہت منگتا ہے

میرا گلا عورت تیرے گلے

۲۵۳۰

منج کنٹھ سوں ہم کنٹھ ہوں سور کا جھلکار عیش

میرے گلے سے گلا سوج

باباں میریاں مشتاق ہیں تچ بانہہ کے گلہار کے

بازو

تیرے بازو گلے کا ہار

باباں منے بانا سکے تچ بانہہ کا گلہار عیش

بازووں میں نہ ساسکے تیرے بازو گلے کا ہار

منج ہات منگتا ہے اوک تچ ہات سوں ملنے کے یں

میرا ہاتھ

بہت تیرے ہاتھ سے لئے

منج ہات کوں اپ ہات سوں کرنے دے توں عیش

اپنے سے تو

بھیسٹن کے ڈوب سیتی دھن کچ کچ اپنا طول کر

سے

ہم دو نوچ سوں کچ لگا کچ کچ کریں ہر بار عیش

پستانوں سے چھاتی

چھاتی سوں چھاتی ایک کریک حبس ہو ریک میت سو

اور دوست

تچ نکھ سیتی نکھ منج کرنے میں ہے ٹھائے ٹھار عیش

تیرے ناخن

میرے تیرے رومادلی جہنا و گنگا جوں مل ایں

روں روں سوچھلی ہوں کر کرتے ہیں تچ گنگا عیش

تیرا گنگا کی دیار میں

وہ لکیر جومات سے نیچے کی طرف یہ می جاتی ہے۔ اسکو یہی بھی کہتے ہیں۔

دو ما بھی دو بھونرے ہیں سنگرام کے دریا منے
صل
یہ

دو من ترادو تیر کر تے ہیں اس طعاریش
جگہ

تج منج کر کے کٹ منہ پیرت یکٹ پیٹریا بکٹ

اس کٹ منے کرنا ہے داہم بدن کا بھاریش

تیرے مرے پاواں سکی جوں ناگ ناگن مل رہے
میں

صدقہ نبی کرنا قطب کرتا تھے آپا ریش
خدا کی عنایت سے سید

(ج)

(۵) عیش وصال

(جہ)

سدا منج عید سوری ہے کہ میں دھن وصل پایا ہوں

عورت کا

وفا کے منتراں سیتی سو دھن کا من ریجھایا ہوں

سے نازیں دل کہو چند سور کوں جا جو یکا یک آج نا نکلیں
پاؤں کو
کہ دھن کھ نور تھے اپنی مجالس میں دیپایا ہوں
عورت کے چہرہ کے نور سے

۲۵۲۰

ہزاراں منتاں کرنا تو تک نہیں بولتی نہیں تھی

سو آج اُتری ہے باتاں میں کہ میں مدنی بلایا ہوں

شراب بھی
شراب ہو عشق بازی باج منج تھے نارہیا جاسے
اور
کہ یودو کام کرنا کریں لے سو گند کھایا ہوں
بہت قسم

سکی ہرگز نکو کہہ ہو کھیا میں بات منج کوں جو

کہ دو تن بھٹ پرے گی وو اُسے میں آرمایا ہوں
غیر قیب پھٹ پڑے

سمند دل میا نے عواص ہو کر غوطے مار برساتی
دل کے سمند میں

بچن کے موتی دھند سکی تج تا میں لیا یا ہوں
ڈھونڈ کر تیرے لئے

سو دھن جا عیش کوں پوچھے کہ توں آیا ہے کس خاطر
ناز میں

کھیا ہنس عیش ازل تھے میں قشے خاطر آیا ہوں
کہا

بعدِ وصال

(۶)

رین سب سے سوں مل جاگی سو چھب نیک ہی پیاری کا
رات
نہیں مانتے الک بکھرے اثر گھلتا خماری کا
زلف

دیا جھولے پر م بار اڈو لے پھیل ڈالی ہونا را
پھول
چھوٹے گل موتیاں ہارا

چلے لٹ پٹ لٹک بالی سو ہوشہ مدسوں متوالی
انچل سر چھوٹ گل لالی جھولے اس متواری کا

چنچل کا مکھ چھبیلہ ہے ادھر امرت رسیلا ہے
ہونٹ آبجیات
اجت جھلکار ٹیلا ہے چکندارات ساری کا

دس کے داغ گالاں پر بھنور جوں پھل گالاں پر
 دیسے پھل جھلک بالال پر جو جگنات اندھاری کا
 سو لکھن چھنڈ بھری چنچل کھسائے سیس بھو اچھل
 متی ہوئے مست جوں منگل سو مد پی پیو کی پیاری کا
 نبی صدقہ قطب راجے طبل آتندنت کا جے
 سدا پھل گنید کنٹھ ساجے سو جو بن دھن ہمار کی کا
 (ج)

مَحَبَّتِ
اَوْفَاءِ

پریم کے چھند بند

(۲)

پرت جل میں جسے ہے ہو رنجانے
 نجات کے پانی جو ہے اور ہے
 جسے جسم نیمہ دھبیاناں میں رہیا
 جو ہمیشہ عشق کے دھیان رہا
 حق اپ پرت کے تیں دو جاک نہایا
 اپنی عشق کا جن بنوے ان نگٹ بھا ۲۵۹
 ہمارا بھید میں نہتے نکو آؤ
 نہیں پہچانتے نہ
 کرے سیوا پریم کارا ت دن وو
 اور
 برہ کی رین جن کوئی بہانے
 فراق رات
 نبی صدقے پیاری قطب کہے
 پریم کے چھند بند تیں اں پچھانے

رقیب

(۳)

اے دو تن نہ راسی توں ہے سر بر غلیظ
چڑچڑ کہ منج سوں ہر گھڑی بائنا نگر غلیظ
لے چیز تو غلیظ ہیں جاگ متے ولے
ہو سے نہ کوئی جین کہیں تیرے سر غلیظ
بہتر جو بحر و بریں نہ لے نا نو کوئی ترا
تج نا نو لینے تھے ہو ویکا بحر و بر غلیظ
تیرا چتر خدا نہ کرے جو چتر اے کوئی
تیرے ادھر غلیظ تھے ہوگی شکر غلیظ
دیکھے گا ملک جو خواب میں تیرا بشت چھا
کس دھات تج کوں قطب کہے خوب لکر
اے دونہی نہ راسی توں ہے سر بر غلیظ

رَشکِ قَابِت

(۴)

دیکھو ہیلیاں یہ دوتی جا پیا کوں کُچ سنا تی ہے
میں شکی پیاری ہوں کہ دیکھ نک نقتان چُخا تی ہے
مرا نیہہ شاہ سوں قایم دوتی کیستنا کو اکی توں
جھوٹی باتاں پیا سوں کر سب دُکھ کی باقی ہے
پتوا کی توں کیتا ایسے لَلن سوں ملکہ اے دوتن
دو دین کے پرت میں اپنے شرم توں کے گنوا تی ہے
رہی ہوں جان بچ کر میں پے سب عشق کی بھی مَنج
پڑا کے کیا برہ نیہہ کا بچھو لیا کے لڑا تی ہے

جن کے دشت جن ناری پہی تہس کیا اڑکی تڑن

مکر حریل چھوڑے توں پھڑس کیا آزما تی ہے

نہوے ہاتاں میں جس کے گن بوہ شہ کون بچاؤے کیو

ترکماں سوں اُن کیساں ہے حتی کنکر زبجھاتی ہے

سو اس ہیلی سیانی کوں ہہا تہے ہہاگ یہ سب

جکوئی خوشحال موش کا ہنہن س و قماں گماتی ہے

کہی پیاری نبی صدقے مچھ قطب شہ کو توں

ایسے او گن بچاؤے منج دو تن جو کن ڈراتی ہے

(ج)

بڈھی کی کہانی

(۵)

پریاں کے باغ میانے دیکھیا مندھ گھڑالی

وال یک پری کے کتھ محو سب بن لیا تھا لالی

اوتارنا پر چنیل گل لال گال پھل دل ۲۵۸۰ کھڑکی منے تھے اچل سر پر تھو سر تھے ڈمالی
 تہاے چندا پر وکر رکھے سو مانگ سر پر میں سے ڈھکائی
 پڑیا نظر کا ایک ہلجیا سو جیو بے شک چنگی اٹھی جیوں چمک حسن ملالی
 مج اُس لگیا ہلاوا دوتن سود کچھ ہساوا اس گھڑیں لائے لاواں گستاں جا اچھالی
 سُن عقل اُس بُری کی ساں اُنی اس گڑی کی سو جیو مکھی کھڑی کی کھڑکی پہ جھانپہ کھالی
 بھنواں کوں گانٹھ باکر جے کوں نیٹ دپا کر غصے تھے اس جدا کر دیتی ہزار گالی
 نگہ پر بدھی کی جھڑی کو شاں کی ٹل کی جھڑی موج پد کزنا ترڑی او پاکنی ہے مالی

قطبِ زماں معافی بس کر بدھی کی کہانی

شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی
 جلالی

(ق)

عشق و عقل

(۶)

پریم آینا چتر جگ پر سو چھایا جہاں اپنا پنی چھایا پسوان کھایا
 پریم پھول بن میں بگند باس مہکا پریم اپنے مات ارگج کلایا
 سبھی عالماں آپ ٹپرن تے جاہیں ۲۵۹۰ نہیں کوئی پایا اے پیریت کما یا
 پریم کے سو پیمانے سوں مدلا کر پیما طاق ابرو سوں سجد کرایا
 عقل کے تخت پر پریم تخت بیٹھا عشق عقل کے مات ایسے نوایا
 نہ عاشق کوں کٹتا ہی بن عشق نیکل دو عاقل سدا جن پرت سوں گمایا

بیبا رے سوں گستاخی صدقے قطبا

پریم اس کوں ساجے جنے یوں گمایا

(ج)

دنیا فانی

(۷)

سنو عاقلان سب کہ دنیا ہے فانی
 جو کوئی بوجھیا اُس ہو صاحب قرانی
 دنیا رنگ سول جن بہوت دل نہ باندے
 شہاں میں شہتا اُسے سلطانی
 وہی مرد ہے جے دنیا میاں نے دین کا
 کرے کام ساجے اوسے کامرانی
 دیو و جگ کول بہو جن او بخشش کر و ہم
 کہ جھکے گا اُس نور تھے تم پشانی
 طمع کول پیایا دپانی سول دھو کر
 پس دل میں تھے ہونچن کن کہ دھبیانی
 نبی ہو علی سول قطب کی ہے پیر
 سدا تو ہیں پایا ہے تخت شہانی
 (ج)

مُتَفَرِّقَاتُ

فتنہ دھن

بلجائے جیواں کوں کی اپ چوٹی کیرے تاب میں
 پھانے دلوں کو اپنی بل
 پتلی من لڑکائے ہے دل اپنیں محراب میں
 کٹھے اپنی آنکھ کے
 کہیا کہ مکھ دکھلا منجے چھاتی سون چھاتی لامنجے
 کہا چہرہ منجے سے
 کہی اپن گھر آ منجے بے سد ہوا اس جاب میں
 کہ جواب اپنے
 سو رج بدن چھلکائے جب چھپ جائیں تارے لاج
 (جیا) سہم
 دیکھت سو اس کا جوت چھپ طاقت نہ رہے مہتاب
 دیکھ کر رہے
 کیا چلیلی سو دھن ہر توں ہر فن سے ہر فن ہے توں
 تازنیں میں
 ہو رقتہ دھن ہے توں سر زور ہر یک باب میں

صدقے نبی قطبا سوں تل کرتے رہیاں ہر ٹیک تل
لبدائے کرج جو دل بگلائے جون فدا میں
میرا پگھلائے

(ج)

ایک تلنگن سے

(۲)

پیاری جودتی میں بنت تاج پریم
کرب سوں میں نیوچی تھی سیا کول
دھونڈیا ہوں میں نہیں پایا پرست
پریم پیو کا ہمارا جو سنجو
منجے جیو دیونا ہے پریم میں نیم
کے یک تنہا حج من تل کوہ ہویم
بہوت جو یا ہوں میں پایا ہوں میں نیم
پریم بنتھ میں ہر عشاق کا یہ نیم
نبی صدقے قطب سے ساولی سول

۲۶۱۰

بچن ہندی سوں بولے ایم مریم
زباں ہندی میں ایم رے ایم دکیارے کیا
(ج)

دکن کی تپلی

(۳)

سدا منج مست کرتی ہر نین سیتیں نین پتلی
کہ بالی غمنے کے پیالے پلاتی ہے یون پتلی
نین سوں صبر کر کہتی کروں اب صبر میں کینا
نین ہوتے ہیں روشن دکھتی توں ہے لگن پتلی
بھنواں کشتی منے میں یوں رہیا جو فوج کشی میں
پر ت دریا منے پایا پری اسی تن پتلی
ترا کھ لوج کلبا باڈوں ناں میں ہی جن تھو
ہندو پاتر سپرتی نین چکتی جیو ہرن پتلی
اگر منگتی رنجائے عاشقاں کے تیں گھڑی تل
نچ جھلکا دوساں چلے دگ دگ کون پتلی
نین کچھو میں تپلی فوی چالیاں سوں تر تی ہے
نین عاشق ہیں دیکھن کے کچن سننے کرن پتلی

نہی کے صدقے سر تھے جینتیا نادان بالی کوں

اندازوں ملی قطب زماں سے تیں دکن تپلی

(ق)

موہن اور حیدنگر

(۴)

سو حضرت کے گوشان پر پڑ رکھایا
 اُن بہت تھے حق پیالہ کو تر پلایا
 مے میں موہن سیر اسو متا ہے
 اُن کے بات سے
 تخت ہو تخت کا قطب نجم اُویا
 فلک دادے منڈپ چایا ہر رنگ رنگ
 سہرا سیتا
 دماے سوباد دل کے کھن کا چہر ہے
 پریاں ہو حوراں کو اُس تل چپایا
 بریا نظراں تھے اُن کوں اسپن اُتار
 اور
 کھلیجا سوسن دشمنان گڑ بڑایا
 کہ حید رنگراں انداں بھرایا
 محمد قطب شہ بندہ ہے علی کا
 کو اُس نے آندہ سے بھردیا
 علی آپ صدقے دو جگین بچایا

کلیات مخبر قلی قطب شاہ

در وسر حصہ

غزلیات

تفصیلی فہرست غزلیات

(جملہ غزلیں ۳۱۲ اور جملہ اشعار ۲۳۵۴)

نمبر شمار	رویف	صفحہ	تعداد غزلیات	تعداد اشعار
۱	الف	۱	۳۱	۲۳۱
۲	با	۳۰	۱۱	۸۱
۳	تا	۴۳	۱۲	۹۹
۴	ث	۵۶	۱۱	۷۷
۵	ج	۶۶	۱۰	۶۹
۶	ح	۷۵	۸	۵۵
۷	خ	۸۲	۴	۲۸
۸	د	۸۵	۱۰	۸۳
۹	ذ	۹۴	۱۲	۸۹
۱۰	ر	۱۰۷	۱۷	۱۴۱
۱۱	ز	۱۳۳	۲	۱۶
۱۲	س	۱۲۵	۶	۴۴
۱۳	ش	۱۳۰	۱۰	۷۱
۱۴	ص	۱۴۲	۵	۲۹

نمبر شمار	رویف	صفحہ	تعداد غزلیات	تعداد اشعار
۱۵	ظ	۱۴۶	۳	۲۱
۱۶	ع	۱۴۹	۱۲	۸۵
۱۷	غ	۱۵۹	۵	۳۰
۱۸	ل	۱۶۳	۲	۱۶
۱۹	م	۱۶۶	۹	۷۰
۲۰	ن	۱۷۴	۳۹	۱۷۶
۲۱	و	۲۱۳	۵	۴۱
۲۲	ہ	۲۱۸	۶	۵۰
۲۳	ی	۲۲۴	۸۱	۵۴۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ردیفِ اَلِف

(۱)

دلِ امنگِ خد کن کہ خدا کامِ دویگا	دلِ امنگِ خد کن کہ خدا کامِ دویگا
خواجه کی اکن قہر کے پانی سون بڑھاگا	خواجه کی اکن قہر کے پانی سون بڑھاگا
دو عالم کے دوائے کھلے ہیں عیش کے خاطر	دو عالم کے دوائے کھلے ہیں عیش کے خاطر
جسے دل میں محبت علی و آل علی ناہ	جسے دل میں محبت علی و آل علی ناہ
نکھانم توں زمانے کا تر اکامِ خدا سوں	نکھانم توں زمانے کا تر اکامِ خدا سوں
اپن بخت حقیرے تھے کہیں دلمیں نگر غم	اپن بخت حقیرے تھے کہیں دلمیں نگر غم
رقیبیاں کے دکھوں سیتی قطب توں نگر غم	رقیبیاں کے دکھوں سیتی قطب توں نگر غم
خدا سارے رقیبیاں کے گلے دامِ دویگا	خدا سارے رقیبیاں کے گلے دامِ دویگا

(۲)

جس حال سوں کھیکا ہے او خوشی ہمارا

جے کوئی خبر سولیا دے مکھ پھول کا تمھارا

جو لاوے تمھارے

مجھ میں پوجاری پوجا ادھان ہمارا

رنگ کائے مجھ کرے مت کوئی سجدہ اس دورا

ہے شرع احمدی تیج انصاف کر خدارا

او خیال کد نہ جاوے ہم سر تھے ٹاک بہارا

جب توں لکھیا قطب شہ مہر مجھ اپ دل

ہے شش جہت میں بجوں حید کہ تو ادھارا

سہارا

سب اختیار میرا تیج بات ہے پیارا

ننال انجھوں سوں دھوٹ پکاپ پکاپ سنو چھارو

ہنگھیں انسوؤں سے دھوٹ قدم اپنی پلوں سے جھاڑو

بتخانین تیرے پو بت نین کیاں تیلیاں

اس تیلیاں کی صورت کئی خواب میں دیکھے

تیج عاشقان میں مونا جنگ و جدل سون

تیج خیال کی ہوس تھی ہی جیو ہم سوزند

جب توں لکھیا قطب شہ مہر مجھ اپ دل

ہے شش جہت میں بجوں حید کہ تو ادھارا

سہارا

(۳)

نوا یوں نوجوانی سوں سکل شاہی کرن سکتا

نیا سے پورا کر سکتا

نزاکت حسن دولت ہے منگے جاہی کرن سکتا

ناگا سکتا

دیا مشرق و مغرب میں جھلک درین کھاترا
 کہ توجوہ فلک تھے ہے سوتا ماہی کرن سکتا
 تم کچھ مریخ اکا نور مج بننا بھریا دیکھے
 کن صورت تم سر بھر نہ ہماری کرن سکتا
 کھاتر سوج کتابا تھے نوا خط سو لکھا یا تو
 اسی خط پر سی عاشق سو یک ای کرن سکتا
 کتے دن تھے پڑا کر مج کتا پڑھیا نو چھا ٹک
 الف پڑھتے ہر سچ گال اگر خواہی کرن سکتا
 تم جن آتش ہمن زردی نپایا کچھ بیچارو
 دیکھے عاشق شفا خاتمین لاہی کرن سکتا
 تم مکتب میں نہ ہوا داں پر بختاں سدا کرتے
 سکا وں علم شیخاں کو نچھل کا ہی کرن سکتا
 دم عیسیٰ کتے مردے جلا وں ہی و تیر لے
 دوری مارن ملن جوں جب آگاہی کرن سکتا
 زمانے کے اندھارے تھے معانی توں نگر غم جگ
 پیا لاہت پیا کے پو توں جگ شاہی کرن سکتا
 پیا کے ہاتھ سے پیکر دنیا کی بادشاہی کر سکتا ہے
 (۴)

سکی باتاں شکر کرتی ولے میٹھائی آسے نا
 دوانی بیشکیر کی کدہیں نابات باسے نا
 سکی نہیں
 اے یوانی کبھی نبت نہیں کھتے

خبر ہوئی ہوی سورا یکا یک آئے مج ہمارا
 نہو چھٹک بھڑک بھار اتوا تباہا سہا
 کہوں آپ بڑ جس کن اکن شعلہ پرے اس تن
 مشکل اتیا مج من بہن دکھ کوئی سنا سہا
 مگر کھولے خدا ہی کھ دکھاوے اس سرج کاہہ
 اندھاری میں پاویں سکھو مجھ دکھ دے نا
 معافی ٹھاو توں جانے غوہن ہو کر تن پنا
 سو خالی سپیاں کیا دو حیاں تم نکال آسے نا
 اندھیری آنکھیں
 سوج
 افکار برابر

(۵)

کچھ میں نفشہ رنگ تلا کا نوڑیں توں یا یا
 ۱۔ جیون یا ایم نگ چنداں مل سب چندا چھٹا
 کچھ کعبہ کے میا نے منے مقصود مج پانے منے
 ۲۔ امید کے خانے منے گوہر کے دیوے لایا
 کنٹل میں کیوڑے بھیں لوگان نہیں دس میں
 ۳۔ مانک اجالے سین میں منتر سوں میں بلجا یا
 مجھوں میر نام ہر وحشی توں مج سورا ام میں
 ۴۔ اس کہہ الکھ جب دم ہیں یکیت سچ میں گل باہیا
 نچ کان بھل الے اپر لٹ چہ موگل لالے پر
 تیرے پھول اعلیٰ زلف

مُج خیال مینا توں بسج گیان دیوا توں سے کتنا کسوٹی پر سے میں دھیان تہج سون لایا
 میرے میں تو میرے چراغ تو نظر کئے کتنا ہی تیرا ہی
 برامعانی مل ہے اس کا دلاج دل ہے
 پھل نیک قیماں مل ہے کیوں تو دہن بلکایا
 پھول کے ساتھ بھی خیال

(۶)

ہے عشق ہر اک دھات ہر اک دل میں پیارا
 پتلیاں بنناں کی سوکھل جگ کو بھلائے
 تری ٹھڈی کے جل منے سو جو کا جیون
 زاہد جو تراکھ دھیت جیو دے ہیں
 انکھ پاس کے سم پھول اپن باس نولے
 کزنار تیں کس میں توں پھول گوندا
 بن سیر تیں ساری کلیاں سوک رہی ہیں
 سوکھ تھاری
 مج عشق پیاری کا ہے جیو کا ادھارا
 مجھے آسمان میں اٹھے شور دھیت زلف تمارا
 او چشمہ منے میں من جیو کیا ٹھارا
 اس نیل ٹھڈی کی پھبی ہے عیسے کا بارا
 کھلا کر جھڑے برگ کتے باس میں ہارا
 قدرت کی کلیاں کا ہے لٹاں میں ہارا
 ملک آکے کرو گشت چمن جی اٹھے سارا
 ذرا

سب مائی پھیل نیر پلا جھور رہے تھے
 یک تل میں ہر یک پھول ہوا نور ستارا
 دیکھیا ہوں ترے من میں صنِ خدا کا
 تو سر نہانی سوں جھلکتا ہے پھر رارا
 عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا
 لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا
 دو تین سو حد کیوں کرے نت ہمنار پر
 ہے تاج مرے میں منور جھومکارا
 پایا ہوں اماں کی دعا تاج شہانی
 مچ تاج میں نور الہی جھلکارا

اے قطب معانی کہ ترا قطب خطاب ہے

کرشکر خدا پر کہ تارا ہے سوستارا

(۷)

باغ دل میں تجھ محبت کا اجنبیا پھل لگیا
 باس سنگ پھولا عرق کا میں ابھون لگیا
 یہ علم ہو ریے کتب ہو کس تھے بوجھیا جانا
 عالمیں بیچارہ دکھ کر اسکی تک میں رہے تھکنا
 سانولی قدر سڑکوں لاگے ہیں اب بیٹھ نہات
 چکھنے جا کر میں اس سستی رہا ہو دھک دھکا
 ۵۔

شیشے کی قفل تھے پیالے میاں باندھو بڑ بڑ
 بڑ بڑ اور دونه کے زوار میں جگ میں جگ کیا
 توں اندھا ہے سہنتھ میں نامنگ روشنی غبار
 روشنی تج دیوے کون قدر اُجالے کا لگیا
 میں اُمی کر گنتے ہیں نسب میاں تو علم میں
 موزیانی کا قلم تج وصف لکھ ناسک بھگیا
 تم معالی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کے
 میں مجھ نانون تھے دونوں جہاں میاں نے جگیا
 نام سے میں

(۸)

سکندر کے درین تراکھہ درپایا
 میں آپ کام اس آرسی میاں نے پایا
 تری یادوں نکلے مودل تھو لالی
 کہ آپ پیالہ سوں لالہ سب کوں بھجایا
 صراحی میں پنہاں ہے مے گنج قاروں
 گد گنج پا کر اپس کو پسوایا
 اپس خیال میاں نے دکھیا گنج زر کوں
 سنے بڑ بڑے پر اپس جو چو بھجایا
 نہ بیچو منجے مشک نافے کے نمنے
 ازل تھے گرہ پا کہ طبلان بجایا
 منجے ماند

ہم تم میں اے باو شرط وفا تھا
وفا چھوڑ باتاں رقیب باں سنایا

کہے ظلم کتوال کا شہر میں ہے

معافی کوں ڈر کیا توں لطفال نپایا
نپایا ہوا

(۹)

اُس مکہ شراب و شہ مرا آفتاب تھا
انکا چہرہ

میں روتے تھا سو یوں کہ نہ آفتاب تھا
وہ

جیو اس میاں بصورت و معنی خراب تھا
دل میں

دیوانہ سیں آگ برہ تھے کباب تھا
فراق سے

تب ہر طرف تھے کار رقیب اضطراب تھا
سے

او نقد عمر مود و نفس و رجا تھا
میرا

او شرم موکا اس رخ چند پر حجاب تھا
جھکو کے چاند جیسے

کل موتو نور دیدہ بسو ثاب تاب تھا
مجھے تیرا بعد دولت

مناویں اُس تماشہ مکہ سور نور دست
دن (دیکھ)

مجلس ترا ہزار پرینا نہ سکل
سورج تمام

اوز ہر ڈنک نینو جو پئے گانیں دہاک
انکھ

میں تو میان ریختہ جیوں دانہ نہک
انکھ

موآہ و نالہ تب تھے دکھایا ملن گھڑی
میرا

او کی بہت جیا گانہ سکت دیکھن کوئی
اسکے بغیر نہ دیکھ سکے

تسبیح زاهدان کرو نقل و مدہوا ۛ تسبیح گنہ سو کیا ہی یہ بات اس کتاب تھا
 ساقی تو آہ گرم معانی کے تھیں نرج
 اس کیا ہی اختیار گناہ شراب تھا

(۱۰)

یوسف گم سو پھر آکا اب بکنغاں غم نکھا	گھر ترا امید کا ہو گا گلستاں غم نکھا
ای ہمارے دکھ دکھیا سو خوب ہو گا حاجت	من کا چننا ہو گیا پھر آ کہ جاناں غم نکھا
اے دل عشق کا دیکھا تیرا	دل کا
برہے کہا دو دن تھا دور اپنے پیو تو	داہم یک دھاتوں رہے کا رہیں غم نکھا
جم بہار عمر تج ہے پھر کہ آگا باغ میں	چنر پھل کا کھلک رنگیں مرغ خوشواں غم نکھا
ہاں توں نا امید نا ہو کو نجانے سر غیب	آسان کے پھول کھل کے
اوجھل میں شوق سوں اکبہ خاطر رکھ قدم	کیا اچھک پارے اوجھل کھیل پتلیاں غم نکھا
اس	منج اگر بولیں جس کا نئے منغیاں غم نکھا
ای صیا موجا نئے ناڈر منکا بھانا ہو گیا	تو مجھے ہے نوح کسی بان طوفاں غم نکھا
اے دل موج سے	دل کا

بات تیرا دور اگر ہے عشق پہنچے دکھلائیگا
شاہ رایا تو ہے رایا میں زریاں غم نکھا

حال میرا دیکھ نادان ہو کر کوپ رقیب
تب بوجھیا خدا ہو شاہ مرا غم نکھا

قطب نے اس کنج فکر و خلوت دینی میں

تنا اچھے و روت دعا و درس قرآن غم نکھا
جب تک رہے تیرا دور

(۱۱)

منج جیو کی آرزو کوں بندھو سستیں پیا
دو تن کی بات پڑے ہے کیر و ستیں پیا

ہلنے کوں عاشقان کوں نہیں باؤ آنہ ٹھاؤں
پکڑے کمان آہنی ابرو ستیں پیا

قربان جاؤ نا میٹھے باطل کے سحر پیر
سب جادو پکڑے ہیں کج جادو ستیں پیا

مشکی خطا کا بس بچا رہ دیکھا کاں
پکڑے ہیں سب باس کوں ابو ستیں پیا

کیا کم پلاؤ نا منجے ساقی پیالہ بھر
جوڑے ہیں سر تھے یاری او مندی ستیں پیا

داؤ دوراگ پنچ صراحی کے نادے تھے
رنگیں کئے ہیں بزم کوں دارو ستیں پیا

طے سے

ہر غم پہ کچھ خوشی ہے معالی توں غم نکھا

تعوید باندھے ہیں تیرے بازو ستیں سپا

(۱۲)

تیرے ہونٹوں کے حلقے میں تھوڑا لہجہ ڈو
میسے دواں کوں سدا تیری شفا تھی ہے شفا
نہیں جھلکا تیری بجلی نہن جب جھمکی
دشٹ تھی منج شوق کا مینہ پڑ کہ ہوا سب ہوا
پھول پھل کھیت ہمار کو لگے ہیں تھے
نظر سے میرے
نہیں دل بحث آپس آپ میں کرتے ہیں بجا
کیا غرض تجھ کوں اے بھانسن بلایو ساقی
غم کچھیں عیش و خوشی کا مے صفا ہو صفا
حسن تیرے کا کیں جاڑی نہیں آپ میں آپ
عشق بازی جو منگے کرنے ہوا صبر اسے
نہیں

و غلط تیرے معانی بندھیا ہر دل یار

کر دامن نبی عیسیٰ تھے اس کی دعا

(۱۳)

دیکھو کہ کیوں کئے اُنو ہمناسیتیں وفا
 لکھے سو پایا ہوں نہیں کچھ یار کا گناہ
 مائے پنکھیاں مودل کا بوتر تو نتھ میں
 تم ظلم ہے ہمیں کون خوشی سو دِل
 ساقی و دین کے رشک بن ناز پر یال دے
 جاسوس بیدھی باٹ دکھانیہ پتھ میں
 کرنا نہ کچھ پکار کہ چپ ہے تو ہے شفا
 جم کوں نتھا ای پیا لہیں اس شایں ریا
 رہ باٹ میاے ہو زگر سبوں ماجرا
 کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں

بخشیا فصیح شعر معانی کے تہ خندا

(۱۴)

جگت عشق کا اولائی انجیل کنارا
 لبدا بجا پنکھی جیون اس جوت کوں ہمارا
 دل پروانگی مانند
 مائل ہوا

جوسی نکر توں پھر کر ہم خاطر استخارا
 ہونشی ہے نہ کر پھر سے اہمارے بارے میں
 چھپتا ہی رُس کوں جیوں چھپتا دس تارا
 سوچ رات جوں دن کو
 مینہ شہر میں ہے فاضی کو تو ان سیج کارا
 عشق کے
 طالع لکھے سوں انڈیا اسکون نہیں ہے چارا
 حاصل ہوا
 نابو جھیں توں بوجھیا سو کربات آشکارا

جب توں بلائی ہمنایا پیرت میں آپنا کر
 ہم کو محبت ایسا بھکر
 سچ مکھ کی جھلک ہو پریشانی کی بجلی
 اور
 تیرے چہرہ
 اے دیدواں تعدی نا کر منجے نہیں ڈر
 اب آنکھیاں کوں کہہ توں ٹک محبت نظر کر
 آنکھوں سے
 زہاد ہو ر عالم ہو ر جو ہری صراف
 اور اور

نیمہ بند آنکھوں تھے جاتا پھرتے رُخ گل
 عشق بوند آنسوؤں سے پتھر
 حیران ہے معافی ادول میں نہیں ہے ٹھارا
 اس کے قرار

(۱۵)

جے کو کہ ہستی ملی جام لیٹیا ۱۱۔ سلطانِ جم مدام لیٹیا
 جو کوئی میں
 پانی کہ خضر حیات پایا مد گھرتے جام لیٹیا
 جس سے کہ
 سر کام را کھو اے - صا - سوں نظام لیٹیا
 یہ

مویارکن تھے رام لیا

میرے اس دور کرنے کہ کام لیا

اور شٹ چیل تھے دم لیا

پوچھن صبح و شام لیا

روپوں نکلی تمام لیا

باہر تو آدھرتے سا قیانا

تیرے ہونٹ سے نہیں ہے

لوچن تیرے شیوہائے مستی

ذکر مکھ و زلف سچ ہمکن دل

چہرہ تیرا ہمارا

موسینہ داغ درو دو کھوں

میرا دکھوں سے

اوجاہ ٹھڈی معافی کی جان

اے ذوق

تو حسن و وسو غلام لیا

تیرا

زلف کی جدول میں ہلچا ہے دکھو بار صبا

پھنسا دیکھو

ہلچتا ہے باو ایسا بوجھو و وکیا ہے بلا

پھنسا پھانوس وہ

نین میٹھائی سوں لبہ ز اہداں سچ نیہہ میں

تیرے عشق سے کھینچے (مائل ہو)

ہم کھنچی کوں چاکھتا ہے او میٹھائی سب وا

چکھتا وہ

تیرے مکھ کے نور تھے ہوتا منور چاند اجبت
 ہے نہ جیتا ہوا

دل کی تحقیقاں سوں دیکھو بی باتاں بے ریا

تیرے مکھ کے مصحف اوپر کھینچے سوکے کا زبر
 سحر کا خط

جرم ہو رہیا ہے دل تشدید نا کر آپسیا
 تشدد

سحر خط انگے کہتے ہیں بات لوگاں سبزی کا ف

کیا خبر ہے اُن کوں کیوں پیدا ہوا ہی سب گیا
 کے آگے انھیں کہ

کیس کھولے کرے کنکھی رات ہی مہناں کوں وہ
 بال ہمارے لئے وہ

مانگ کاڑے جب کی وو دس مہناں کوں صبا
 نکالے تو وہ دن ہمارے لئے صبح

نہج کت کوں اے شمع اب روشنی تھے نہ نہج
 تجھے کتنا کہوں شمع اپنی ہے
 مارتے ہیں دم بدم گردن کہ توں بے جیا

تبدے کر مہراں سیتی دکھلاتے اس کا نور سب
 سنیچہ ہے
 نور جانا آف سیتی اس تھے سدا ہے بے نوا

رات ساری تیرے غم کھینچے صفاں ہمنوں پر

مٹھ پچناں تھے لکھیا میرے حنّامی کا رخا
ہم پر رہاں رتو باتوں سے

اپ گناہاں سوں میں کھاتے ہیں غوطے رات دن

اپنے سے ہم اپنی قدرت بات سوں مُنچ کو بچا و وائے خدا
کے سے مجھے

تیری انجیل باد تھے ہے عیسوی دم جلوہ گر
ہوا سے

و و انجیل مُنچ بات میں ہے جیوں کے موسیٰ کا عصا
یہ سے

میں نہ جانوں کعبہ و بت خانہ و میخانہ کوں

دیکھتا ہوں ہر کہاں دنا ہے نیچ تکھ کا صفا

ہر اس جگہ جہاں نظر آتا ہے تیرا

بھاتے ہیں پردے اندھار کے معافی تیرے سب

اٹھ جاتے ہیں اندھیرے
شکر کر حاصل ہوا ہے مدعا توں اس دُعا
تیرا سے

(۱۷)

خبر لیا یا ہے ہد ہد میرے تئیں اس یار جانی کا
لے آیا پس خوشی کا وقت ہے ظاہر کروں راز نہانی کا

مرے جو آرسی میں خیال منج کھکھ کا سودتا ہے
دل کے آئینہ تیرے نظر آتا ہے
کرے او خیال منج دل میں نشانی زرقشانی کا

جتا ہو عشق کے جنگل میں بیٹھیا ہے دری لے کر
چیتا بن کر

لیا ہے جھانپ سوں آہو من دل منج ایانی کا

خدا کا شکر ہے منج سلطنت تھے کام پایا ہوں

دندے دشمن کے مکھ پر پوتا منے ارخوانی کا
تیری سے مقصد
مخالف سامنے

چھیلے مست ساتی کے پچھیں دوڑیں سو مخموراں

پلا دوسری ہوا اب تو ہوا ہے گل فشانی کا

دو تین افسوں کے بارے تھے تمہیں کون کچھ نہیں دے
غیر کے ^{پھونک سے ہم کو کچھ}
ہمارے دیو کو (ہے) روشنی صاحب قرانی کا
چراغ کو

لگے ہیں انجواں کے بھل صنیف اس نخل کوں میرے
آنسو
ہر اک انجو ہے دردانہ منجے و خسروانی کا
آنسو

ہمیں ہیں عشق کے پنتہ میں دو نو عالم تھے بے پروا
راہ
لگایا ہے داغ منج دل پر سو اس ہندوستانی کا
یہ

پڑے دنبال میں میرے سو اس نیناں کے دنبالے
آنکھوں
خدا یا عشق مشکل ہے بھرم رکھ توں معافی کا
۱۴۰

(۱۸)

اس مکھ شراب و شربت مرا آفتاب تھا
اسکا چہرہ
میں عیش میں تھا یوں کہ نہ آو خواب تھا
۱۴۱

کل جج کوں نورین لبو ثاب تاب تھا
ستادیس پیو کے مکھ کے تماشا کے نور تھے
سے
چہرہ

مجلس تراہنہ تاجِ خواباں کے حسن میں
مُجھ جیوا نہی کے روپ سینی کا میاب تھا
اس میں سوکائیں پرتِ مُجھ کوں یو پیا
دو جیاں کا دل ہماری برتھے کباب تھا
آنکھِ خطِ سر سے محبت مجھ کو
میرا دل اغیار فراق میں

(۱۹)

سیماں گن لجا دے کنِ خبرِ مُنہ موریک بارا
کے پاس لے جائے کون چوہنِ نیش کی بار
کبوتر دل کوں عرضہ بند کروں پرواز اس ٹھارا
عجب سحر کے سحر سامری اُس تھے گیا ہے چھپ
اولبِ خندے کے افسوں پر سوارو آپ لکھ بارا
اُس ہنسا کروں اپنے کو لاکھ بار
برہ کی تاب تھے مُنہ کوں خدایا توں سلامت رکھ
فراقِ تیش سے مجھے تو
تمنِ امیدوں بیٹھیا ہوں بھیجو لطف کا بارا
ہو تمھاری سے

نینِ راوت لئے سوکر کے نیزے ہاتھ غمِ زے سول
آنکھ خطِ سر
سوکر تانیزہ بازی ناز سوں مُنہ دل میں اوپارا
سے میرے وہ

صفاں سب ستموں کے بھاگ گئے تھے خروشی فرشتے

شہاں تورات دن کرتے مدار اہیوسوں سارا

کریں طاقت گنوا کر عابداں میخانہ کوں سجدہ

کیا زناں میں تسبیح دیکھن روئے زیبارا

دیکھنے کے لئے

تجھے یوں ہے معالیٰ کوں جواں کر آپ بویاں

لہ میں صد بار قرباں جاؤں اس لعل شکر خارا

(۲۰)

خبر لیا دو کہ میرے تیں سو اس بے رحم عالم کا

نجانوں میں کہ او بے رحم ہے سب جگ میں آدم کا

اگر وہ ملتفت ہوئے ہماری بات پر یک چھن

فواروں میں خزینہ اس اُپر اس مل کے درہم کا

تقار کر دل

گدا سچ عشق کا ہوں دے زکات عشق منج ماں

مجھے اے مائیں

لہ ہے اعجاز منج من کوں کہ جیوں عیسیٰ مریم کا

میرے دل کو جیسے

فقیر و ناتواں ہوں میں کہاں شاہاں کی مجلس منج

مجھے

مگر اپنی خیال میں دیکھوں او صحبت آب زمزم کا

”

مراقب ہے سوچ نیبہ او تھے لرزاں سو جیوں جہنہ

اپنے

عصا دے ہاتھ میں میرے کہ جیوں موسیٰ محرم کا

جوں

توں ہے خورشید خاور و زرہ میں جب ناگنے منج کوں

نہ شمار کرے مجھے

گنویا ناگنو سچ بات ہے سب حکم خاتم کا

تیرے ہاتھ

پیار تج بند میں ہلجا ہوں کر آزاد منج بند تھے

مجھے

معافی کوں غلاماں میں خطاب اب دے کر مر کا

گرفتار

(۲۱)

یاد مج اُس رات کا دیوانہ کیتا وہ نخصنا مج خواب میں افسانہ کیتا
 رات میرے تمنّیٰ مج سونے نہ دیوں او ہمن گھر میں نہیٹ ویرانہ کیتا
 کم نکو کر یا خدا اُس زلف کے نہیں مج دل آزاری بدل اُن شانہ کیتا
 شمع ہماں جیوں کرے پروانہ کوں اب مرغِ بسمل بھونکر پرے وانہ کیتا
 جیو میرا اُس پری کے نیہہ سوں مل عقل و ہوش سُد مرا بے گانہ کیتا
 میں نہ جانوں کیوں اچھے گی حورِ جنت حُسن تیرا مج عجب دیوانہ کیتا
 اب پیچھے گا قطب معنی حال کیوں کسی ہوگا مجھے
 قبلہ کوں اس کام میں میخانہ کیتا کو اسکے عش میں سمجھتا

(۲۲)

صبر سوں محمور تھا مندر سو منج دیوانہ کا عشق آپی آ کیا سودا سو میر خانے کا
 (دل) مجھ سے آپ ہی

(۲۴)

کل منج وزیر دل تھے قاصد تجارت آیا

یا حضرت سلیمان کن تھے اثارت آیا

کے پاس سے اشارہ
خوش نین نیر سیتی تن خاک کوں گلاؤ

آتشوں کے پانی سے جسم کی کو ملاؤ
دل کے مندر ہر کوں سر تھے وقت عمار آیا

مکان کے لئے نئے ہے سے تعمیر

میرا سو عیب ڈھانکو لے دے سوں بھیکے کپڑے

شراب بھیکے ہوئے کپڑو
او پاک دامن آپی ہمنا تجارت آیا

وہ آپ ہی ہم کو بچانے

منج یا حسن تھے جے بولے ہیں باتاں بے حد

میرے کے سے جو
یک باب ہے سوال ہیں جو اس عبارت آیا

جاگا سو ہر گیس کا ہووے گا آج پر گسٹ

جگہ مقام ہر ایک (رب) طاہر
او چھند بھر یا سو چند ابھین صدارت آیا

وہ عشوہ ساز چاند بیٹھے مدد میں

جہم کے سوتخت اوپر جے تاج سو پر چند ہے

۱۸۰

جہم کی دیکھو ہمت جو اس حقارت آیا
چوٹی

اُس شوخ وید تھے یوں ایماں پس سنبھالیں

اوس حرکماندار کرنے سو غارت آیا

قطبا توں داس شہ کا جہم فیض اُس تھے مانگیں

سودا ہے تج پر غلام سب وقت تجارت آیا

(۲۵)

سجھ میری خچل اے پیہم ماما

مہن کو پ کرتے ہیں اپنا زینتی

سناتے ہیں چھداں میں سا جن ولیکن

مری چنت کرتے ہیں سا جن پرت سو

نکر

سکیاں کوں پیابا ت نکلیں سبھاتا

دو تن جا کہے ہے مگر میری باتا

سجھ کا میا نیہہ منج دن (دل ۹) نیاتا

اُسی تھے سدا برہ کوں میں سناتا

سنا

دو تن کھلتی ہو رہتی جوں موم بتی تجسس
 گنوا تی ہے جلنے منے ساری رات
 رقیب اور بل کھاتی
 سدا مانگوں میں جیو ہو دل میں ہو کوں
 کہ اُس بن دو جا میرے من نے سما
 جان اور سے پناہ
 بنی صد فتنے قطبا سوں کہو بتی میری
 کہ تم حسن کا چھب مرا من رجھاتا
 تمہارے

(۲۶)

سنو میری ساتی پیا ہو روں راتا ۱۹۰
 ساتھ پہلو اوروں کے ساتھ شواہد
 ہوا بے سبب سائیں ہمنا سوں کر
 یار ہم سے نارائن
 پیار سوں یوں مل کہ جھل کھا دو تن
 اے پیا مجھ سے اٹھ جل رقیب
 حکایت پریم کا نگو منج تھے پوچھو
 عشق نہ مجھ سے
 میں بھولی ہوں تیرے چھنداں میں پیا
 فریب خوردہ عشقہ طراز پیا
 نہیں امن خاطر منجے وصل میانے
 منجے میں
 کہ ہر دم منجے بڑہ سائیں ڈراتا
 مجھے فراق یار

بنی صدقے قطبا کی ماتی کتی ہے
 قطب شاہ سندر گئی مَد ماتی
 اچھے گن والا عشق میں گن
 (۲۷)

تری نیہہ کا منج کو بچھو لڑیا
 مرے سب ہی تن میں بس اُس کا چڑیا
 میں آئی ہوں چچ پاس اُتار کر
 جو دیکھی میں اُس روپ و نسا سخن
 عشق
 زہر چڑھا
 تم ہی
 دلے
 نین اُس سلونی تھے پھر بس چڑیا
 آٹھ
 سے زہر چڑھا
 (۲۸)

کھوا پھڑ کے آویں گے من ہرنا
 لگوں گی آج پیسے کے چرنا
 سنو انری ہوں میں صدر سینا تو میں
 موانگن میں توں پیایک و حصرنا
 کہ دیو و منج کوں انثر تم لکنا
 کہ تمیں من کے میرے ہیں پیرنا
 دوتے کا کور کپٹ دوتن کوں
 غیر کے ساتھ
 سنواری
 سیر تیرے
 لال لال
 دل
 تولا نوت
 عشق کے شہر
 کے ساتھ

پھول بن میں تیرا نازک ہر دہن چپ رہنا آہ سکی نا کرتا
 چاموش آہ نہ کرنا

نبی صدقہ قطبا کے من میں

جوں سسی ناؤ سکی چپ رہنا
 چاند مانند کرنا

(۲۹)

سکی آپی توں سائیں سمجھو نا مندر میرے سمجھو کر لیاؤ نا
 تو آپ ہی سائیں کو سمجھاؤ

پیاری کا کرنا ہے من بھاون نا پیالکھ بچن لے منگل گاؤ نا
 دل کو بھانجی والا

پیال بات میں ہے مرا احتیاج منج اپنا کیا ہے مومن بھاون نا
 کے ہاتھ

منجے غنچے کوں دیکھ یاد آؤ نا انکار سوں سائیں مسکاؤ نا
 آن

جلانا دوتن کوں اگن رشک میں سنائے دوتن منج سوں آؤ نا
 غیر ہمتش

بلانا وخت منج ہنسی بازی سوں دوتن دیکھتے منج مندر آؤ نا
 بلکر بے وقت مجھے

نبی صدقہ قطبا توں اس چوکری قیب کو دکھائے کوئے میر مکان میں آؤ نا

سین کی سرک میں سو بلکاؤ نا
 بنتر کر دیا

(۳۰)

پیایا پچھڑا ہے منج کوں دکھ گھنیرا
 نہ جانوں کب ملے گا بیو میرا
 جو سلطان وصل نہیہ سوں ور لیاو
 مجھے زیادہ
 پتر زخار کر سولے کے قسم سوں
 عشق لاوے
 آپس سائیں سوں یک جہت سوا کرنا
 خط
 صبر سوں کام دہ جگ کر تو اپنا
 اپنے سے
 محمد قطب شاہ راجا آئن سر
 راجہ اپنے
 نبی صدقے سدا کستا تر کمال
 میرے

(۳۱)

نوازیں اپ میا سیتھیں توں منج کوں
 کہ میں باندی ہوں تیج سوں حبسارا
 اپنی سے مجھے
 باندھی تجھ سے محبت ماری

لے سکا = سرور کا وہ خط جو آنکھ سے زلف تک کھینچا جائے۔

نکو ہو نکو ہو سہیلی کھیلی
تجے مشہ کر میں گے میا سوں نہالا
تجھے محبت سے

ردیف ب

(۳۲)

تج دل پیادوں ایک ہو میا نے نہ آسے کوئی تب
تیرا کے سے درمیان آ کے
یک پست ہو مل پیوسوں جوسی نہ چھین مئے تب
دل پیاسے بوتشی

صنعت انو پر اس

خاطر خوشی خبراں سستی خوش ہو خوشیاں کرنا خوش

خسرو خاری ہوئے خوش یاں کے خیال سو خوش ہوئے

خ

رنگوں رقیباں کے رسیلی راج سوں جاں کو

رنگ کے رین ہیں رنگ کروں ہوئے رنگیلا خوشی

رات

پیو کی پرت کا پھول پیا لو بیہم پانی پور کر

پیکاں کے پینگا میں پکا وہ پیو کوں پھل ہوئے تب
پکوں کے پچ پئے گا

پ

س

سائیں گھر کے سامنے سکیاں کی سٹراں کیوں سہول
سہنتا ہے سائیں سچ سب سندر مننا سونے
ناراضیاں تب

جو بن جوانی جوت پر جو لا چڑائی جنت سول

چمک جسم نثار کر دیا فکر تب
چنچل چنیل چیت میں جھوکانے جھولنا جگ جو تب
دل دیکھے

ج

صدقے نبی صدقا قطب ہر صدق سول صاحب نظر

ص

صہبا صراحی صاف پی آنا صبا کا بوئے تب

(۳۳)

فرح بخش ساعت میں لینا شراب

صباحی ادکھ دیکھ پینا شراب

اوکھ کے عرق تھے سو پینا شراب

ترے حسن تھے دان دے شاہ کون

اُس سے

سے خیرات

پر ت مے بھر با دل کا لینا شراب

تری نین مستی ہو روں روں چڑی

عشق کی مے سے بھر ہوئے

آنکھ (روم) روں روں چڑی

کہ قانون تاناں میں لینا شراب

عشق ساز کے تار مطرب بجاؤ

ازل تھے نبی حب قطب بیوتا
 سے حب نبی
 ترے پیالے سوں ساتی دینا شراب

(۳۴)

رات دن ز سوں گماتا میرے خواب	جب سچ دیکھوں توں آتا میرے خواب
(نہیں) عشق میں گزارتا	تو خواب
تیرے بن کوئی نہ بھاتا میرے خواب	میں ہوں عاشق تیری چیت نیناں سوں
عشق جھلکا راں دپاتا میرے خواب	دل پہنچیں
روشن کرتا	سچ اموک نور تھے روشن جگت
چاند سوج توں دکھاتا میرے خواب	تیرے بلے ہا سے
تو	میرے رول رول تھے بدل غم دور ہیں
	رواں سے غم کے بادل

جم اچھو صد تے نبی عشرت سوں قطب
 رہے کے ساتھ
 نہہ سوں نیناں دکھاتا میرے خواب
 محبت کے ساتھ آسجھیں

(۳۵)

خوشامستی تمہارا بی ہم پر بل کیا ہے اب
 بھی ہم
 کہوں نے کاخاری تیج کہ ہر توں سا قیا ہے اب
 تیجے

سدا دیتا ندا مطرب مقام دلپذیری کا

۲۵۰

ہمارے تم میاں نے آشنا باتاں کیا ہے اب

تہا کے درمیان

دم صبحے، منی لعلے ادھر بھرتوں پلا تل تل

ہونٹ بھر کر تو لوطہ لوطہ

ضبا مرغال کریں تہ تہ نواسوں نو کیا جواب
نئے سے

سلیماں دوجی انکھی صبا بار انہر لیا یا

ترنائے ترن تاران بج کر دل چھیا جواب

چا

جیا جیوں پھل گلے باندھے گئے تئوں تون پچن پا کر
تیرا

پون دل گل کھلاں ہمارا طرب کا مد پیہا ہے اب
شراب

دودار و مراساتی کا پھر دیکھن مجھے بس ہے
دیکھنا

منکیا توں سو خوشیاں کرو دالیا کر دیا جواب

مرید پر بیخانا ہوا ہموں دیکھ اے زاہد

ہماری مے پرستی میں تم تنسی ریا ہے اب
ہماری تنسی

نڈرا چیل چیل لوچن ہن سا جن کے خوش ڈہریے
 زور شوخ شوخ آنکھ ہمارے
 اتھاو نل کے دشتی سوں سحر کاریا ہے اب
 نظر

فلک سارے سکل تارے اپن غربت سووہن ہیں سب
 سب اپنی سے غلام
 سدا قطب سعادت کا معانی تج دیا ہے اب
 تیرا چراغ

(۳۶)

اب مجھے واجی دے اس لعل شراب آلوداب
 قرض
 یاد رفت تو کراؤ تیرین شہاب آلوداب
 ۵۵

ہنس ہنس شیریں زباؤں دیو منج گالیا جھنک
 میری آساں کم نکر توں مہر تاب آلوداب
 امیدیں تو

دل چین بند قبا کھو لو گریبان چنپہ کا
 چنپہ
 فرح دیو اس بتیاں ثواب آلوداب
 ۲۶۰

کب لگن آسرتیوں پھل بیج عرق رکھے سدا
 او لجان خوی کینہ لیلیات نقاب آلوداب

اس ادھر آنکے معانی گڑ کے تیں منگت کھڑا
 منگتا اس کے ہونٹوں سے
 منگتا سودے یا بگالیاں سوں جواب آلوداب
 گالیوں کے ساتھ (۳۶)

خوش رات تب سوتیرا مطلوب آئے طالب

مست اک مستی سیتی گالیاں دلائے طالب
 اگر سے

نند کا سرا میٹھائی بے حد اٹھیا ہے ڈرنا

اس دن کی مار کر توجیفی جو کھائے طالب

اچھ کسی کے مکتب نالیکھیا بت پرست او
 حرف نہ لکھا
 دل گھر میں چپتر کر صورت دکھائے طالب
 تصویر اتار کر

اس سات ہلچا ہوں میں جنگی ہے عشق کا سو
 پھنس گیا ہوں
 سب کنکرے صلا لاں جاگ میں دیائے طالب
 پتھکائے

جو طالبان کون دیکھوں سب آرزوئے یابیں

مطلوب میرا بارے پھر پھر بلائے طالب

کو تو نہیں کہن تین پستلی و تن کو بالیب

کہو کہتے ہیں غیر
او ظلم کس و ضاموں کرس جگائے طالب
وضع سے رات لو

لکھ برن تھے ہزاراں کھنیا ہیں لکھ کتاباں

لکھ سے
منترسوں ناصحاں کے کانٹے چوبائے طالب
پچھلے سے

کہتے ہیں طالبان تیں ویرا اچھائے تو رخ

اٹھائے
او لکھ کی بندگی تھے تک دل مار کھائے طالب
اس چہرے سے

لکھ پانی اے سجانے تک سٹ معافی اگ پر

ڈال
نہ پیا لامو پلا سو آئند پائے طالب
عشق کا بچے

(۲۸)

سجین تاج کھ عرق بند بند بہت و زور و دستا اب
تیرے چہرے کا ہونڈ ہونڈ نظر آتا

او مد جن کو بیٹے سوعا شقی میں ہور دستا اب
وہ شراب کوئی اور سی نظر آتا

کماں بھنواں کے ناندے ہیں سجن کیا بھید ہے دیکھو

دو زن کچ کو ندے ہے غیبت کشش بل و دستا اب

ڈاں تھے بھوں اچا کر چک نہ دیکھو بہوں سجن کے
رقیب کچھ

کہ مکھ سمدر کی موجاں تھے ابلتا خور دستا اب
ڈ سے بول اٹھا کر پوک لر بھول

سکت تاج جیو دینے ہے ولے مارن قواعد نا
تجھے دل

تری خوبی نچھل بازار میا نے سور دستا اب
پاک میں سوچ نظر آتا

معانی قطب نشہ کس دھڑک نہ رمز نہاں پیو کا
کسی طرح پیا

کہ ہے چہ سر مجلس کا سوچلا عور دستا اب
سچا جو صدر

(۳۹)

باغ کے پھولاں سرائست ہیں بن دیک آب
بات اب باساں سے کرتے ہو پیتے ہیں شراب
اور

اپ عرق بنداں تھے بھرتے ہیں پیالہ دم بدم
اپنے عرق کے بندوں سے

اوپیا لہ کن پیوے ہے اس سد مستی کی داب
کون ہے میں دباؤ

تم بہشتی کرندا آتا ہے مے خانہ میں تھے

خوش طہور اسے تم ہی پیو کہ ہے وقت شباب
تم ہی

اس بچن میٹھے تھے جھڑتا ہے منک بھوناز سوں
اس کی میٹھی گنگو سے بہت

اونک دال تھے منک دیو کہ ہو گا سم کیاب
اس سے

عرضہ کرنے پھول سب آئے ہیں تیج کن بات کھو
تیرے پاگل

نرخ ہمارا نا توڑو ہیں ہم تمن تھے نور یاب
ہمارے سے

تج میں دیکھیا ہوں سلیمان فرعجا ب حسن کا
سرخم کھاتے ہیں تیرے پاؤں پر نے کو شتاب

مے فروشاں لاج تھے باندھے ہیں میخانہ کے در
عیسوی دم موسوی فریے تھے ہمارا کھول باب

بیہدہ کرنے پریش چاند ہو ر نور شید کوں
میں کروں سجدہ تجھے توں نور کا ہے آفتاب

کچھ عرق تھے بھر صراحی سا قیامخ بزم میں
تا معانی پی کے گاؤے ہو ر بجاوے نہہ رباب

(۴۰)

جب گھلے امید دروازے دعا ہی ستباب
اب تو اب تسبیح ہو تر آن تھے پایا ثواب

غم کی آہاں داٹیاں نہبہ کا پانی چھنک
 عشق چھڑکنے سے
 داکھ کا ہنگام ہے ساقی پلائے جیوں گلاب
 انگور

ہے تھڈی پانی ترا سرچشمہ آبِ حیات
 آبِ ذوق
 حق ہے جیوں نوشدار و کا اوصاف تیرے خوشاب
 ہونٹ

آپ کچھ آئینے تھے مودل کا کریں سب زنگ دو
 لے آئینہ سے پرے
 بھی گدھیں زنگ اس کوں ناکہ پڑے تمی دیو آبِ وینا
 پھر کبھی

نٹوے سدا کاں لیتے ہیں جیو پون نت ناک کا
 ناچے والے
 پاتراں غم نے کتیاں دکھلاوتیاں موہن خواب
 رنڈیاں کرتی ہیں دکھلائی ہیں میری آنکھ میں

عاشقاں کوں نہیں ہو حاجت کچ سلج سجدہ سول
 سہلے ہتیار جوڑنا

۲۹۰

تم نین بھالے ہمن دل پر رہیں حاضر جواب
 ہمارے

اب معافی شوق کے موتی جھڑیں تج نہبہ پہلو
 جوت اس موتیاں کہ یوں دلیسے کہ جیوں سمد پر آب
 چمک نظر آئے

(۴۱)

دو فی جاگ میں روشنی تو مکھ کے باب	اے بہشتی حور تجھ کیسا کم نقاب
مست ٹپیں گے کس اوپر تم آب شباب	اس سبب دیوانہ و حیراں ہوا
تنا اچھے فردا قیامت تم ثواب	مستحق عشق کوں دیو و زکات
کس سے تھے ای شیوے سکھ کرتے کباب	باٹ مارے تیر پلکاں کی ہمن
میں پھر دل پروانہ ہو دیو و خطاب	نہ ترنگ چڑ کر کرے سب کوں شکار
کرتے ہیں بے رحمی و منگتے جواب	عاشقاں جلتے ہیں پروانہ نمن
بے خبر ہوں لطف سوں سٹ یہ کلاب	دین و دنیا کھوئے ہیں تج عشق میں
غیر کے باآں نہ سن ہیں بے حساب	عشق کے پنتھ میں ہماری پند ہے
دوا دھرتیرے ہیں جیون کوثر پر آب	دو نو جوبن ہیں ترے قصر بہشت
آب نہہ میں رہ پلا کوثر مشراب	یارب اس علوی کوں رکھ علویاں منے

حلقہ نہرہ کا ہے معافی کاں میں
 راکھ اپنے حلقہ میں نا کر عتاب

(۴۲)

سوئے میں دیکھیا کہ پیتا ہوں شراب	عاشقاں کا دل ہوا اس تھے کباب
سوئے میں دیکھیا کہ پیتا ہوں شراب	آج بجاوے میرے میخانہ رباب
میرے بت کوں پوجتے سائے بتاں	سبھی رمالاں کہو اس کا جواب
شکر و شکر و شکر لاکھاں شکر ہے	میری مجلس کوں ملک نا دیکھیں خواب
ٹھارتے کے نہیں بوجھو چند سور کوں	ہو ر کے دھرتی مکھ اُپر بادل نقاب
ہڑاتے کیوں نہیں پہچانو چاند سورج کو	اور کیوں زمین کے چہرہ پر کے
چاند سورج تاریاں کوں منج عذر کہو	ایک تل نا ٹھار کے لئے نقاب
آسماں کہنے کُنہہ مشکل بہوت	گر کہیں گے تو کہیں گے بو تراب
تج نین تل میرے دل تل تل بے	ایک تل انکھ نا اوجا چوتا شراب
تیرا آنکھ کی	ایک تل
لے ایک تل انکھ کھول تا پودے شراب	

عاشقاں کے شعر تھے جگ بگ اٹھے میری آہ کا آگ ہے جیوں آفتاب
قطب شہ بندہ گناہ گار اب ہے
سب کرو یا راں دعا ہو گا ثواب

رویف ت

(۴۳)

نہنی کے ناز مستی دیکھ کر سر تھے ہواست بہت نیکابرا کا مدعا کا کام منج دست
نہن غمزے سیتی پیاری گلے میں بائے زنجیر بہت راجھا برائے گا
ترے کچھ صنفی کے خط تھے جتنے علماں سو بسیر نجانوں کن جنس ہو گا منجھے اس مانس تھوڑ
کنگی کرنے کوں کھولی کیس شیرینی کو شیریں پڑن ابجدیے سب علماں مکتب میں نشست
وفا مانگنے ہمیں بے عقل شہر حسن میں اب کرے اس باس تھے میرا دماغ باور است
کی خواہش کرتے ہم

عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے اُن ادسا ساں روکشی ہے آفتاب
آہوں سے

دورِ تیرا دورِ آتا ہے کیلک دیکھ کر مچ
کروں جب یاد دیکھ کی آہ میں غم جاوے
قطب شہ سب شہاں میں ہر شہنشاہی خدا کا
کھڑے ہیں رستہ انس و جاوے دربار کے جند

(۴۴)

یون کی شاخ کوں لاگے میں پھل جو بن کے مست
صبا کا باو لجا عرض میری دست بدست
او بال پن میں دیا جو بنان کا مکا سخت
او تول سیتیں مول بھانڈہ کاج کا شکست
نکو پلانجے ساتی پیالہ بھر بھر کر
کہ پیتے ہیں ہم دایم پیالہ اس کے دست
رواہے گرچہ بھی طاق ابرو اں کوں نماز
تو طاق ابرو اں کوں جن نماز کتا حجت
دلیل پایا ہوں تو زلف سیتیں آب حیات
اچھے جو زندگی کا نیر تیری زلف میں است
ترے خیال کے مرغان ہوئے ہیں جگت بسکھی
تماری یاد سو بے خبری تھے مرغ دل بخت
پند

نکو کر و پنکھی تم بال و پر سوں مغروری نہ پرند
 کہ بے پنکھاں سیتی تم میں ہوا ہو سرت غور
 تمہاری یاد بغیر نہیں ہے بزم مورنگیں میری نہیں
 کہ میرے بھاگ لکھیا ہے عیش و زلت صفت لکھا ہے
 سدا تو مدح نبی و علی کی کہتا ہے
 قطب شمع نر تو لکھے ہیں دست بستہ
 ن مسانی

(۴۵)

میرا ہے پیارا سو سراپیک جو دولت پیکر
 میں تو کہ کیا جانو کوں بخت سوں بولت بولتا ہے
 اچھل تو بیکار بن گستا موتی سوتا را رنگ
 ناسیک ویا موتی ستر یا نم جھولت ۳۲
 دو جوگ ٹلا موتی کٹل بیکھرتے تارے چمکا
 کھنڈ کر کہ جوں سورشار یا کوں سولت تہنچ سورج
 ابھری ہے من رنگ خماری کی گلابی رولتا ہے
 ساتی تو باریک ٹکا موپ سراسٹ مکھ
 گل گشت چمن پیالا ہتا ایک سولت گنگ
 برہے کی کتابوں سوں دلا لیکھ امولت ہاتھ میں لیکھ
 دو تن تو رکھے دشت نہٹ میر خیال نظر
 غیر

سب دن تو متا چہ معافی کہ نگر غم
برے کی شکایت تو کسی صبر کھولت
فراق طلع نہ کھول

(۴۶)

خوش دل ہو گاتر اُبار کی جام دیت	مُج تیرے لال لبے چین سوں کام دیت
و دنانوں رد کرتے سود و جگ میں نام دیت	تو تانوں یاد دل تھو بھی یا دل تھو دھو
کس دھڑکے کس دھڑکے ہوں لا موند رام دیت	یک چھین سوچ کوں صبر ترے کچھ بنا تو ناہ
اب تیرا حسن دیکھ منگیں مجھ کوں ام دیت	مک دیکھ اب تو حسن بلکاؤں تو اُسے بھا
میں ام کس رضا سوچھاؤں کو نام دیت	مشکیں کرنگ دل میں اے کھے کرب خیال
عاشق بیچارہ کیا کرے کو تا پیام دیت	کوئی تو محروم کوں رضا میں چند سال

کیا تائیں توں غم کرتا معافی انہ ذکر
قلقل پیالہ بھر نہا تا تف ملام دیت

(۴۷)

ہوئی مت پون مت لگن مت پری مت	بدن مت بدل مت کچن مت پری مت
ہوا	عشق کا دیوتا ایل ناز و انداز
مکھا مت سدا مت سہن مت پری مت	چڑھی مت ہی مت ڈلی مت رہی مت
چہرہ	
گزک مت نقل مت کچن مت پری مت	کھڑی مت انجل مت ڈھلی مت اور بھی مت
سجی ہے	
ملی مت کھی مت رسن مت پری مت	پری مت پیون مت سیرا مت ہوئی مت
زبان	شراب
لٹاں مت نین مت ویکھن مت پری مت	کھپا مت پچھلاں مت کچل مت کھلی مت
زلف آنکھ دیکھتی ہے	پھولال کاجل
شکر مت چمن مت تنن مت پری مت	تلا مت طرا مت دھری مت دھری مت
چونا ہنسی	نیکا

چولی مت کھلی مت لکل مت بھنور مت
 کنول
 قطب کری مت یون مت پری مت
 جوانی

(۴۸)

مکھنہ تیرا دیکھ کر میں آج مت ۲۵. تیرے مکھ کتے میں ہوا بوبت پرست
 چہرہ

مکھ عرق میں زورستی ہے عجب ^{چہرہ کے}
 میری مکھ زردی میں رنگ لعل بست ^{چہرہ کی}
 داکھ دانے انگلیاں کی بوٹ ہیں
 رنگ بوٹاں میں مئے عذاب ہرست
 زاہد اکیا پند کہے اے بے خبر ^{انگور کے}
 رب کی حکمت میں سو گنج حکمتست
 میرے اکھڑ میں لکھے سونا پھرے
 خوش لکھے ہیں عشق سطران رست رست
 جانتے وارو حکیم ماں درد کا
 نیہہ دوا ہو سے نہ ہرگز ان کے دست ^{عشق کی ہر یکے}
 ہر کیس میں سستی ہر یک صحت ہے ^{ہاتھ سے}
 ہر ایک ^{طرح}
 قطب معناست از روز الست

(۴۹)

ہتھائے مکھ کے گہر تھے سونو پایا بہشت
 عدن چین میں تین ہر کا ہوا ہے کشت
 پیائے حسن تھے سوج چھپا ہی مغرب میں
 گلے میں طوق سودھ چاند کے مرا یہ شرت ^{دیکھ}

لہ بوٹاں - لہ ترکاں - لہ معنی -

رقم ہوا ہے مرے خیال میں سچا تو خیال نہ حک تھے جائے نہ آبِ لال تھو اولو^{ست}
 تو مکھ کے باغ تھے موآرزو کے پھول کھلے ۲۶۰ شو اس نہال کوں بسلائے باغبان نشست^{سے وہ تھو}
 سو باس سیر تھے اپ دل میں لالہ داغ دیا پھولاں سو باغ میں تاج بلج دتے ہیں^{بٹلاتے}
 نہ کر خیال ہمیں پی شراب مست ہوئے کہ مکھ کے پانی ترے تھو سدا میں^{تیرے بغیر نظر آتے ہیں}

پیہ کا حسن معافی ہے جگ میں جیوں اوتا
 پسند جالوں لگے مست او سے کسی کی دست
 جلاؤں تا نگہ اسکو نظر

(۵۰)

خال ہندو کا بھلا کر مجھ کیا ہریت پرست سب خیال اپنے ست کرتا ہی میر خیال دست
 دو طلسم خال تاج در بند ہے منج جیو کا کس نظر اس حال پر پریا کہ پیش بند تھے تخت
 مادہ قابل دیکھ کر اس زمین کو کھان دار^{میرے دل} میرے دل کی کھان تھے گوہر نہ پایا بل مست^{کان سے}

لے شو اس نہال کوں بسلائے باغبان کا رشت لے قطبہ سے جوں سے او سے مات لے کد ہی ۔

جن چرے چار او دانی کا اچھے معمور ^ب
 جو عالم سب جگر کے تج بزم خط تھے خط ^{کھیں}
 علم کا عالم پڑھایا نہیہ کی آیت ^{مُنھے}
 کن کمر باندھے من لہو رنگ انکے سیک تل ^{۳۰}
 من کے تیز آب تھی چوتے میں منج نینا بند ^{انکھ خونی رنگ کے سنے ایک}
 قد الف ساقی توں بہت لے جام وضع دال کا ^{بہت}
 بادشاہی مرتبہ پایا ہوں تم درگاہ تھے ^{ہماری آنکھوں سے بند}
 اے معانی توں چھپا کر کا ہے پیتا ہنر ^{۳۱}
 کو تو لاں لکھ ہے بایاں تریاں رست ^{بائیں تیری}
 (۵۱)

نظر تج پہ ہے کیا تماشا کا حاجت ^{۳۲}
 نہیں بزم خط آگے چنپا کا حاجت

۳۲ ^{احکامات}
 لے کا لے فون ^{۳۳}
 لے یہ قطب شہ ^{۳۴}
 لے نہیں بزم خط انکے خضر کا حاجت

طبعیاں کریں منج کوں بالی سوں مارو
 کہ بالی ہیں موہن ہے بالا کا حاجت
 ہمیں نیشکر منے ہلجے ہیں بستیں
 نہیں ہو رہت کون جالا کا حاجت
 ہم کا طع بھٹے قید
 خمار یمن تھے کھلے پھول جنوں
 نہیں ہو کو دونا و بالا کا حاجت
 مراد دل ہے زربفت کا کارخانہ
 نہیں منج کوں بازار والا کا حاجت
 تو گنیاں کتاباں کے جیویں لکھیا ہوں
 معاملے میں کھول کہنا کا حاجت
 انگوٹھی سلیمیاں کی تچ باتیں ہے
 سکت در کے درن اجالا کا حاجت
 مراد کُندن حسن کا کھان ہے تو
 نہیں ہے سناری تفضا کا حاجت
 ہم مدعا مدعی نابو جسے کچ
 نگو بحث کرنس ہے اعدا کا حاجت
 ہمارا
 معافی ترا زرگری کوئی نہ بوجیں
 کہ اس علم میں ہیں ہونا کا حاجت
 نہیں

۱۔ تس کوں ۲۔ کہ اس بالی کون نہیں ہے بالا کا حاجت ۳۔ ہمتاں کے غوغا سے قطب شاہ

(۵۲)

نہ جانوں کیا اتم ہی رات پایا اُس کا میں صحبت

دعاے صبح میرا اب دکھایا ہے اپنی قدرت

انچل کا ناز کا جب چھانوں پاڑی منج پہ اوچھل

سبھی بھاگاں میں دتا ہے مرے بخت نہ کہ دولت

بہت دن تھے لگیا ہے پیاس تیرا اس کا منج کو

پلا دوں میرا بھونٹاں کا ہے اوں میر منج جنت

نرا کت حسن تیرے کا نہ آوے جیب سوں کہنے

اے باتاں سُن کہ سب پکڑے ہیں تیرے شوق سوں

تمارے گلے کے چھاواں تھے ہمیں روشن ہو ہیں سب

اے چاواں دیکھ کر دوشن کوں پکڑ یا تاب ہو رشت

لاڑ غیر کو پکڑا اور

دیکھو تم عاقلاں کا عقل کہتے جسام کوں چھوڑو

۳۹۰

کہ رگ رگ بھیدیائے دیوانگی کا اُن کوں علت

چھید دیا ہے
آخر کر گیا ہے

منجھے پائے ہیں نھن پن کھوتے اس چاہِ زرخداں کا

بچپن بسر کرتے

کریں کیوں ترک اے مذہبِ ازل تھے پایہ ہولت

سے پایا

ہمیں ہیں شیعہ کر کرتے خوارج دشمنی سب ہوں

علی ابن ابی طالب ان کوں مارو ہت ضربت

ہاتھ سے

معانی عاجز و بیچارہ ہو آیا مَن در کوں

تہا سے

کھو لو دروازے لطفال کے کرو پُر نظر حمت

مجھ

(۵۳)

یک چمک ناز کا دیکھیا ہوں ات
جن سُنے دین کا گنوائے بات

جو

دیکھا

سو ہونٹاں کا پھسی برہ آگ پر آگ میرنا او چائے سب جنات
 چھاواں انجل بھیاں نین کی تیلیاں ان نہ چمکا طلسم ہے یہ بہات
 برہ کی آگ کھلا سمت رکوں بیٹھی ہیں آنکھ میں ہما ہوں کھلا و منج نبات
 قدر عینا و ہور لستکنا چال پایہ دوٹھتے دو جگ لمعات
 زلف سحر میں طالباں بلجے باطل السحر میں ہے اس ابیات
 نین دریا میں ابلے ہیں موتی عشق گدڑی بکاوے ہاتے ہات
 حسن کے دعوے ہور کی کرتے اس دے ہیں ازل تھے حسن برات
 شعر تیرا معانی صدقے نبی لکھ لیتے مہات گاتے پلات
 پلاتے

(۵۴)

مُخ کئے میخانہ مُخ لے پسیا لابات مُخ لگی چالوں میں سب کس کوں بھلات
 کی طرف میں سے ہر ایک کو بھول جاتے

فعل جنگی کے تھے ہوا پیدا اے نور
 چکاری سے یہ
 تھا ازل تھے اس میں ہو رہمناس راز
 چکاری سے اور ہم
 میری آہاں جوت تھے بوجہا ووا
 سے بھٹا چرخ
 کیا کرے گانیش کر کا توں مٹھانی
 تو
 واکھ کے نھنواد پنچے تیرے باغ
 انکے
 حسن تیرا لکھے ہیں قدرت قلم
 لکھے
 موگر اچنیا جت خوشبو اچھے
 جتنا
 تیر مارے سو معانی پھرنے آئے
 بال میں
 ہے عجب تیر مار کر لیتے پھرت
 پھیر لینا

اے کیوں کہوں ہے بات میرا اس کے بات سے قطب شاہ

ردیف ث

(۵۵)

مٹھائی اپ اوصو دلدار احداث	کرے سب شے اپنے اوتار احداث
کیا ہے جگ میں سب گلزار احداث	اپس کچھ پھول ایسے رنگ بھرے تھے
کئے عاشق کے تئیں زنا ر احداث	ترے دوزلف ہیں جے کفر رنگ کے
ہمن پرلی رے کرے ہی پیار احداث	سلونی روپ و ننتی جیو کی پیاری
کہ ہے اس بات میں گلزار احداث	بچن اس کے کریں راویں کے سم کیوں
کیا اپ پیاروں سنار احداث	خداوندی اُسے سہتی دو جگ کی
اپنے دل میں کیتا	زیب دیتی
محبت حیدر کرار احداث	

(۵۶)

اپنے سوں لٹکے جو توں مرد بھی پاوین بعث
سو کے سو پھل تیج و ثرت تھو نانے ہو کر لیاوین بعث
سو کے پھول تیری نظر سے

سب عشقاں تیج عشق میں جوں پھول بن جائے ہیں
موراں پیسے کو یاں تیج شوق تھے گاوین بعث
تیرے سے

تیج بن تھے سک چین سب پائے ہیں آدم ہو ملک
امرت بنی سیتی سدا تیج ہونٹ برساوین بعث
آب حیات سے تیرے

نابات ہو رابح تھے دھرتی ہے میٹھانی بہت
تیرے بچن تھے پائے ہیں میٹھانی سب اوین بعث
نابات اور مصری سے دنیا میں
سٹھاس

بھواں کماناں تیرے لکناں ساںد کراے جو توں
ہر تیرسوں نواک جیو سوتن میں الجاوین بعث
کمان ابرو جوڑ توں
لکھ لاکھ الجھ جاویں

جب توں کرے یک دشت اپنوں جگت جی اٹھو
 نچ من نزل روپ سوں تل تل کوں دکلاوین بعث
 تیری آنکھ صاف شکل صدقے نبی قطب زماں عیسیٰ من بولے یحیٰ
 چوندھر تھے جیون کے بدل عالم اُپر بھاوین بعث
 چاروں طرف سے زندگی بادل کے اوپر
 (۵۷)

منجے تھج عشق کوں ہے راز باعث	سکی چھند کوں ترا ہے ناز باعث
ہمیں میں مست نہیں جنگ ساز باعث	پیا مٹھ بول تھے ہو راس اودھر تھے
پھپھے کیونکر کہ ہے غماز باعث	نہیں تیرے کے کینتے دشت چاڑی
پریم مد کوں ہے خوش آواز باعث	نظر جیو کوں پیا بھل کھ سبب جوں
کہ جس موتیاں سوں جیو دم ساز باعث	بچن بولے رنگیلی جیسے موتی
ہوا ہے اس تھے اے پرواز باعث	کھلے ہیں پھول نہہ کے مرغ من کوں

نبی صدقے ملیا قطبِ زماں ہوں

اوپر یوحنا چھند میں ہے ورسا زبا
وہ جو فریب

(۵۸)

یہ زمرم کی ندیا کیا کم منجے مینخانہ ہے با

ہزاروں شکر کرتا ہونہ اس پیما نہ ہے با

توں نادوئے کن دیوے دول کا دانہ ہے با

ہر ایک بھولاں رتق میں نے پرت شامانہ ہے با

پڑے بلبل فسانہ کی منج او افسانہ ہے با

ہمیں کیا کام ماریں مہن جانا نہ ہے با

گنوائے دین کوں سے نین تبخانہ ہے با

مواہاں کے پتر پر دوڑتا ہے عشق کا پانی

پچھایا ہو پلو میں آرزو کا کام دیو کر

برہنہاں منے جب تھوٹیا ہو بیچ میں نہی کے

نین کی چلبلائی میر دل کے بن منے بنجیا

نہ ماریں دم میں ہرگز کمت دم نکلے گا اس کا

معانی کے پرکھنے پر ہنساں کام کرتے ہیں

نکو لیا دو گھڑوں موتی موک داندہ ہوا

نہ ملا

(۵۹)

تیری نین کے چوٹاں منج پر کیا حواوث ۴۴ ساقی دے منج پیلا جاوے صبا حواوث
 پلکاں کے بال بھالاں نامارو سیر تن پر ^{بجھ} ^{دل سے} ^{آسان} ^{امیدوں کی آہوں سے} ^{موسر منے چڑھیا ہی نہیہ مے} ^{پیرے میں چڑھی عشق کی شراب کی} ^{غم ہوو محبت اپنے دل پر لیا حواوث} ^{اور}
 کیا کام آوے منج کوں لے لال اکھ مستی ^{انگوری} ^{مچھے} ^{باتاں کہتے ہیں لوگاں دشواری ہوو غم کیا} ^{اور} ^{تم ناز حسن سکے ہے دل اُپر ہاے} ^{دل کی بات کہتے کوئی کھول کہہ سکتے} ^{ہیں سکتا}
 رقیباں تم نہ بوجھیں ہی لے جیا حواوث ^{کھل کھل کتاباں پڑھتے دل کوں دیا حواوث} ^{کھول کھول کر}
 اوطاق ابرواں دیکھ مئی پی معافی نہایت ^{بے کیف جیونا ہے جب میں دیا حواوث} ^{جینا}

(۶۰)

مرے جیو بادشاہی کا سدا تم ہی اچھو دارث ^{دل کی} ^{ہو}
 عریضہ اپ بندو کا انگ کن دھرنو دارث ^{اپنے} ^{یہ ذرا کان دھر کر}

منجھے سب عاشقوں اب بڑے کر گنو وار

طبیبا سب ہو عاجز کہ یک در و کہو وار

منجھے ڈر کیا تر اون بار دریا کا ہر تو وار

رقیباں پکڑے ہیں نہال اس تھو تم رکھو وار

اور کا حلقہ کن میں بالے میں تیرے انوار

معانی کوں و وانگن کا گرو غبر تھے خوشبو

منجھے پھولاں کا بو کیا کام آتا ہے جو او وار

ہمارے عشق کا میں دوزن بن تھی بیا جو یوں

نکڑے واکن عشق وداں کا کدیں ہرگز

گنگا ابلیا ہر میرین کے آنجھواں کے بنڈاں تھے

ہمارے نور تھی پایا ہوں نہتھاں عشق کے سب

اور امید ہر توں پکڑو و زور یک چت سوں

معانی کوں و وانگن کا گرو غبر تھے خوشبو

منجھے پھولاں کا بو کیا کام آتا ہے جو او وار

(۶۱)

تو پگ پکڑ کہیا ہوں تم میں ہمارے وار

کھینچیں نہ اپ طرف کیا ان کوں مولے با

میں بندہ ہوں گنہ گار بخشو مرا خجارت

تو حسن کا جھک ہی جوں کی دیری حار

اپنے نبین کی کد نہایت کمند کر گل

مسجد میں کیا ہوا اس بڑاں کوں سجدہ

مانند

پر کارمنے پکڑے تو زلف دور میرا

دیتے ہیں خوبریاں رقبے ^{تیرے} ^{ماند} بن میں جلوے

مکھ خال نقطہ منج پر کرتا ہے حوادث

کہو اے رقیب کا ہے تم ہو ہے ہیں ماکث ^{چہرے خال کا} ^{بھ}

نیناں کے دھارا پر خوشیاں سون ناچتا ہے ^{ہاتھوں}

بوجھیا ہے معانی راز و رموز بیہوکا

ہر کوئی فہم کر کچھ ^{بکھ} ہوتے ہیں میں ناجث ^{اپنے آپ}

(۶۲)

بچھڑی کے دریاں کوں تم ہونٹاں کا منج کوں مے غیث

اواثر سر کوں چڑے تو منج کوں ہے اوے غیث ^{قرآن} ^{تمہارے} ^{مجھے}

میرا سب بد سب لے کر کے ہو رہتا ہے ہیں جُدا

دل کے آساں ہو رہا ساں کا ہوا ہے نیے غیث ^{اور} ^{آہوں}

وصل کا دیوے خبر جن دے کر واپس جو کا

تو فرشتے آئیں کہہ دیویں منجھے پے پے غیث ^{اپنے دل} ^{جو} ^{دیں}

جوشِ غم کپڑا ہے دیونہ کالنگ تمیں
آس کی کشتی میں بیٹھا ہوں کر دم سے غیاث

میں پلک اور پلک ناما رکھو تا عشق باط
منج کوں اپنا ہیو کہے تو سب منے او ہے غیاث
میں وہ

حسن رنگ کا مے پلائے منج کوں سخن پی تھے پیا
دین میں کچھ نابو جھوں منج کوں ہے دین دے غیاث
میرے لے

تیری یاداں کا معافی کرتا ہے تسبیح نت
مصطفیٰ ہو مرتضیٰ تھے ہے توجی لے لے غیاث

اور

(۶۳)

چپ رہے توں عقل کرتی دو دوں کا بحث
کن رکھ سنو کہ کرتے صراحی و جام بحث
کان دھر کر

مونین ہو ردل میں لگیا ہے مدام بحث
کہہ مطرباں کوں ساقی کہ اب صوت کم کرو
سے

بوسے کے تول سیتی نہ آئے اے جو جسم ۴۰ ہر کن کرے وہ بخت ہے اس کا خام بخت
 رستم ہے حسن کا بکٹ اپ نہہ فن منے ^{دل مقابل} کیا کام آوے ایسے وقت زال و نام بخت
 لازم گناہ کرتے ہیں کو تو ال قاضی سن ^{ہمارے عشق کے میں} میں شرعی ہوں کی کرتے ہیں لوگ عام بخت
 نازک ہو ہے بیش تھے دل اس کھو سناں ^{سنکر} لا گیا ہے ہم تن کوں ازل تھے مدا بخت

لیکھے اچیں معافی کے انکا راج رقوم
 کچھ ہو ریا د آوے تو وہ ہے حرام بخت
 کچھ اور

(۶۴)

اُس کے تنگیں خط کا میرے دل پر کھو لو بخت
 بات میری کہہ قیباں صحرے طاقت مرا
 تیرے طاقی ابراہن کن میں بابا حلقہ سن
 عالم اپنے علم کرتے ہیں سب گان میں ^{کان ڈالا} لا
 عالماں عاجز ہوئے ہیں ایک تل بولو بخت ^{ایک لمحہ}
 تم سلیمان ثانی ہیں کن دھرنو یک موخت
 اب منجے زیبا ہی کہہ بولو پیا یک دوخت ^{کان دھرنو میری}
 تو نین کے جام کا مے پیکہ پڑتا اوخت
 تیری آنکھ ^{پیکر}

تیرے تل ہیں میرے دل کنٹھال کے موتی صحیح کرتا ہوں تسبیح اس موتیاں کا تم اکھوتہ
 شمع تم جلیں قضا آپ زباں ہوں بولیا ^{مالا} رشک آتا ہے منجے کیوں بولتا ہے تو حد
 تمہاری قصہ اپنی سے بولا سب گنہ تیرے معافی دھو گئے اس دلوں ^{تیرا}
 نقش کر اپ دل منے توں جہاں سویت ^{نقش}
 (۶۵)

جنے ہوئے اوٹن جام اُسے جامِ عبرت جو چنے اُس آنگھ ہے
 بزم میرا سو من یاد تھے روشن ہے جم جیو کی آرسی میں کن نہ دیکھیا تمنا کوں
 جیو کی آرسی میں کن نہ دیکھیا تمنا کوں ^{تمہاری} دل کے آئینہ کوئی تم کو
 عشق کا ملک تری یاد ستی جیتیا ہوں ^{سے} ہمارے عشق میں جوں موسیٰ لگن لک انیر پیا
 آسان تک حال کیا تمہارے حسن کا دیوانہ ہوا ہوں جگ میں
 زلف چھاند منے لہجیا ہو منجے دامِ عبرت کے پھنسے میں چھانریلے
 جیو کی دور بندھیا ہوں بھیجا پیغامِ عبرت ^{دل} ہاں دل کا نانوں نالیو کوئی لینا ہوا و نامِ عبرت
 دے تے ہیں میرا نگے رستم ہو کہ سامِ عبرت ^{نام} نظر آتے آگے
 اس چھجے پر چڑھیا ہو بھی منجے ہر عامِ عبرت ^{اس} اس چھجے پر چڑھیا ہو بھی منجے ہر عامِ عبرت
 اس تھے جھگڑا کریں مل خاص بھی ہو عامِ عبرت ^{اور} سب سے

اے معالیٰ توں پرست شوق کا پایا ہے لہ
 تو تجھ کے
 قند نابات مٹھالی ہے سچ کام عبث
 تیرے حق کے لئے

ردیف ج

(۶۶)

طبیعیان دیکھ کر مودرد نابوج	کہ دار و مدد بھینتر کا یو نابوج
ملن کا سد دیا بوجک ستارا	۲۹۰۔ لیکن فتنہ جیو کا تو نابوج
کون شعلہ تھا کینا رخ جو جمن	کہ عاشق غیر عاشق کون نابوج
وہاں تھے باخوش بار الے آیا	ولے مجھ باس مخفی تو او نابوج
گن گن کہتا جو دین تھکوں دیکھا	ادھر پر خن اتناں کا مو نابوج
کتنے ہیں تم کہ عاشق دیکھیل مج	جنوں تھا دور پیرن کا سو نابوج

طبیعیان ناڑ میری دیکھ نابوج دیویں دار و مدد بھینتر کا یو نابوج

معانی مست تھا او ترکِ نس
رات کو
موباماں عرض کی تل یک نابالغ
میری

(۶۷)

تمہارا لکھ سو کعبہ من دے مج آج
کے مانند نظر آئے مجھے
تمہارا لکھ کے پھل جل میں مجھ عجب نرتی
مانا پانی پھلی تیرا
ترا و دن سو دیا نور حور جنت کوں
چہرہ
تمن دوا لکھ ہے نگیں سلیمان کا
تمہارا
ازل تھے عشق کے پڑے کتیں کئے مج بٹ
... فقیہ زابداں میا نے منجھے کئے ہیں سراج
سودر دوری کا اپن صل سوں کرو مو علاج
تمہارے فراق سے
نبی کا داس معانی ہے عرض خوب سنو
غلام
سکل تہماں نے شاہی کامنج کوں یوراج
تمام میں

(۶۸)

دن ازل تھے جیوتاراں میں بنیا ہوں خیال تج
روز سے دل کے سے بُنا تیرا
نقش بندی خیال میں مودل ہوا ہے خال تج
میرے میں تیرا

نین پتلیاں یاد کے دریا میں غوطے کھاتے ہیں
آنچہ

نیہہ کے طبلوں بجا ورنِ دکھا موگال تج
عشق آئینہ جھکو تیرے دھاکا

اُس کے ننہاں کی سیاہی میا نے ہے آب حیات
آنکھوں میں

کیا بوجھیں غواص زیرِ باسن کا ہے حال تج
پہچانیں تیرے

عشق کیاں باتاں سمجھنے ہر کسی کوں آوے نا
کی

جانے وواپ دل میں بسلا یا ہے پیرت ڈال تج
وہ اپنے بٹھایا محبت تیری

لکھ تیرا دیکھ کر پایا خوشی دل موصباح

ایک چھن کر صبر دیکھوں لکھ مصحف خال تج
لہو

تیری باساں تھے ہمارا جیو دا ایم تازہ ہے
 نونو سے دل
 ناچ کر مہر بوسہ دیوؤں میں ترنگ کا نال تچ
 گھڑے کے نال جیسا اور
 شکر کر چھین چھین معافی اپنے پروردگار
 نیمہ باغاں میں گلابی پھل کھلے ہیں لال تچ
 پھول محبت

(۶۹)

چند اکھ پر کسی کن دیکھنے باری تھے بالال کچ
 چاند جیسے چہرہ پہیلی سے
 غصے سوں اس پر کھینچوں کہاں ابرو ہلا لال کچ
 سے
 تمہارا حسن میرے دہن میں نقش باندیا ہے
 تمہارا ہنسنے کا
 جے کوئی دیکھیں تم کوں کچ ہو ویں انکے نہالال کچ
 باندہ دیا کچ
 نہ آوے سرو کوں ہرگز کد ہیں او ناز کا دلنا
 سہماتے ہیں انوں کوں تازہ ہو چالے وہ کچ
 اور کو
 زیب دیتے ہیں ان کو
 لہجہ جی کوئی دیکھوں -

جیتے ہیں سمند، ہنوشکی کوں بھی کیا جیتے منگتے

تمائل نئے بائے ہیں گلے میں کنٹھ ^{مالے} مالاں کچ
کی طرح ڈالے

گنوائے غم گیا میں باغ میں یکھیا عجائب کچ
پیا کے پاؤں پرنے تین ہوئے ہیں پھول ^{دیکھا} الاں کچ
کے لئے

دو دل ہو روپونگ کے موتی متن کن میں کرے بتاں
اور تمنا کا

اسی تھے ہو کے نزل ڈالتے ہیں خواب ککالاں کچ
سے

معانی عشق کے تاراں سول بنتا ہے سرسرب

سراسر کن نہ بن سکیں انوں کے ہیں خیالاں کچ
کسی سے سکیں اُن

(۷۰)

توں پائیں سول اپناں تھے نکورنج
اپنے کے ساتھ رہ سے زنجیر
کہ عاجز ہوں منج او پرنا کرو رنج
مجھ پر

رقیب باں ناز دکھلاتے دکھورنج
دیکھو
تمارے ناز جھٹکاراں کانیں تاب
ہیں

پیا مینج خاص خسیلاں میں گئے ہیں کہ ہے مینج شب نویساں تھے ہو رنج
خدا اپ صنع تھے دیتا ہے تم ناز پرستش بنا کرے اس دل رہو رنج
منگے عاشق جو او پھول حسن سُن گئے کہ اپنے جو کت باں پر لکھو رنج
ازل تھے حسن کا دل کا رخسانہ کہ اس کے تار پوداں کا ہو رنج

معافی کوں تن غم زیاں تھے میں پوش
پنچل صوفی بتا ہے تار کھو رنج
اٹل بندہ

(۷۱)

او چشمہ حیات کوں نالا خدا توں رنج اس دین تھے عاشقاں کو ملیا ہر پر کا رنج
مورود کا علاج کرن توں حکیم ہے موآہ درد دیکھ حکیمان کد میں رنج
یوسف کا ہو رقصہ زلیخا کا جگ بھرا ہم تم کوں دیکھ کاٹ لئے بات جوں ترنج
موسس اپ بھنواں کا انکس کا ہے راکھتی نیناں کے شہر میاں نے بند ہیں منجے سنج

لے قطب شاہ

تو ناز کی سوں جانوں کا بھلا کے دل
پیشانی ٹیکا لائے ہیں سینہ در جیو سونج
تیری سے بولے
موسر منے چڑیا ہے خساری اویار کا
اس یاد سستی پیالے پلاس اتنی چار و پنج
تو نہیں قصہ شن کے معانی ہوا ہے
تیری آنکھ کا
اب نہہ کی ترازو میں کھکرتوں اسکو سنج
تو تول
۸۳۰

(۷۲)

مُج جھوننے ازل تھے ہی جاناکا احتیاج
غم کے چنگل منے ہے رضواں کا احتیاج
پیرے دل میں
پرست کا ناز راز تہن کو عیساں ہے
روشن ضمیر کون نہیں داناکا احتیاج
عشق
تم لعل ادھر تھے پائے ہیں یا تو رنگ ننگ
سوزنگ بھر کون نہیں ہی پامان کا احتیاج
تہلے سے ہونٹ سے
تو نہیں دشت تھے نہیں ہے صبر کو قرا
تج کفر زلف تھے نہیں ایماں کا احتیاج
تیری کانفر سے
ہم تم میں اس تھو نہیں ہے پیار کا احتیاج
وجہ سے نہیں ہے
مجلس ہماری کون نہیں دریاں کا احتیاج
تیری آنکھ میں بھرتی بھی کی نہ آوتے
کیوں نہیں آتے
ملہ قطب شاہ

ہونٹاں کے نیر پی کے معافی دے خضر
پانی نظر آتا ہے
دربار تیرے کوں ہے شام کا احتیاج

(۷۳)

سکی آج پیسا لانا منہ کا پلا منج	ویا قوت اُدھر اں کی مستی دلا منج
نوشی مجھے	اور جیسے ہونٹوں مجھے
محل دتے ہیں نور کے ات صفا سول	سکی لبیا سجن کوں من کر بلا منج
نظر آتے بہت سے	لے آ کر پوچھیں پو کوں ہلا منج
گلن سے طبق موتیاں سول بھری ہو	پسیا آرتی تائیں پو کوں ہلا منج
موتیوں سے	کی پوجا کے لئے پیا
ترے نہیہ بن جیونا منج نہ بھاوے	۵۴. مسیحا من آپ دم سول جلا منج
عشق کے بغیر جینا مجھے نہ پسند آئے	کی طرح اپنے سے مجھے
ادھر تیرے بن منج نہ بھاوے عقیقا	بدن تیرے بن نہیں ہے نیکا طلا منج
ہونٹ بغیر مجھے پسند آئیں	بغیر نہیں اچھا سونا
ترے حسن بن ہو ر منج من میں کہ	نہ آوے کہ ہے اس سیتیں اتلا منج
کے بغیر اور میری آنکھ کوئی	سے

نبی صدقے قطبا علی مہر سیتے

بند صادل کہیں نیں ان بن لا منج
نہیں ان کی بغیر محبت

(۷۴)

دنیا کے کارخانہ کا نہیں زربا مولک کج
سودھن میں کو نیل پنے سولہ کو نیل ایک
اچھی عورت پھوٹے اپنے ہاتھیں
نرے قد سدرہ طوبی امن سچا ہوتا جو
کے مانند سچا زیبا دیا
سے کے باغ میں تیر بہشتی میو چننا ہوں
امید باغ میں تاج کوں لگے تیرا رہ میو
کے بگلی شاخاں پر پالی رکھے آراغصے سیتے
سمومی باو اب ہمناد انا کیا ہو گرمی ہو
باد سموم ہم کو سے

سُنے کے تاجب جانگے کل کرتب ریسے وح
سوئے جائیں گے
تو اس تھے مدعا پا کر دے گا عاشقاں کج
لگے تو رس بھر بیو رنگیلی تیراں او دو کج
تب لگے وہ پتیاں
کہ تازے میو کے انکے سو کے سو میو ہر سب کج
شکر کر میو کھا کر توں کھ اپنے جیو تھے اول کج
رکھے کاہد صحن شاخاں پر اگر آرا تو ہو گال کج

ہمار باغ کوں نہ بہ باؤ لگتا، باؤ تیرا کج
کو عشق کی ہوا ہوا کج

(۷۵)

برہ منج جاجتا ہے سائیں تم باج
فراق بچھے جگنا
جو عاشق سائیں کارن جی چھپاوے
کی خاطر

مرے مندر تم آدو وصل کوں راج
مکان
اُسے نہیں عاشقاں کے صف منے لاج
نہیں ہے میں شرمندگی

جئے ثابت قدم ہے شوق میا نے
دھڑے گا پیہم اس کے سیں پر تلج
جئے کامل کیا ہے پیہم اپنا
غنی ہے دولت میں نہیں وہ محتاج
پرست کوں جان عاشق جو اپنے فرد
توں یوں بوجے توج دکھلائے نہاج
پرست توج کوں کرے کرتیر باراں
توں اپنا سینہ کر اس تاں میں آماج
نبی صدقے قطبے دولت میں
علی کا ہر توج سرورۃ التاج

ردیف

(۷۶)
اگر تو دین میں ہو ٹیلا لاؤ نے کون مباح
پیشانی ٹیلا لگا دیو تاکہ پاؤں نجات
لوچن کی تیلیاں کے تہانہ کوں کیا سجد
فقیر و ناتواں ہوں میں کروں سہی الحاح
کھولے جو کس کنکھی کرنے کوں دسے ظلمات
جو سر تھے بائے پھر اکھونہ یکھ دسے صبح
بال کے لئے تو نظر آئے
پھرے پھرے

ہمارے ہونٹاں لکین بسے نوش دارو ہے
کہ سر تھے ہو دج ان اس تھی پاؤ قوت اح
بھول کمان من تیرے تھے کنن نہ چھوٹیا
ہدف ہو بیٹھے ہیں مارو نہ مارو تم ہے صلاح
کمان ابرے چشم سے کوئی شہا
ہتھالے ہجر دریا میا نے بایا نہہ شستی
ہلیا ہے ذوق کا بارانہ جانے کن ملال
کے میں ڈالا عشق کی
پیالے کے میں دے جوت خضر و موسیٰ کا
کہ اس کی یاد کوں رو کر مسا و صبح
طوفان نہ معلوم کون
ہمن سیتی نہ کرو ہٹ مہیا کرو ساقی
کو تو
ہم سے

معانی بھید یا اس یاد نور تو دل میں

اسی تھے دستا ہے دل رو ترا کہ جیوں مصباح
وجہ سے نظر آتا ہی رو رو

(۷۷)

ساقی پلا پلا لا منج کوں ہوا ہوا صبح
دو تن کی چاڑی ڈرتے منگتا ہوں دعا صبح
سائیں کارا ز مستی تیج پر چڑیا دعا کر
کی تجھ
مجلس ہوا معطر اس زلف غنبریں تھے
کیوں یک دو پیالے با پیوں دستا ہے صفا صبح
نہ نظر آتا

باتا عشق کیاں منج یوں ہو لکرنہ پوچھو ۷۷۰ غم کی سیاہی دھویا یک چمن منے صبا صبح
 دو دل سستی من سوں جن کوئی کیستے پیرت ^{کبک} کی مجھ سے
 میرا خمار تو رواپ حسن کی نگہ سوں ^{کرتے تحت} سے تم سے
 تسلیم کر معافی اوطاق ابراں کو ^{اس} جس طرح
 گدا کا حاجت بر آیا ہے کو صبح

(۷۸)

ترے ہونٹا کج ترن تھی سنیا ہوا بات صبح ترے ہونٹا کج ترن تھی سنیا ہوا بات صبح
 دل کے باناں بوجھے معشوق تیرے حق میں ^{سنا} سے
 تمہارے حسن تھے دتا ہے ہمیں کچھ پر نور ^{پہچانے} کی تحت
 ہونٹاں کا چھوئے علم لاؤ کہ تا ہوئے ملیج ^{ہمارا} سے نظر آتا
 زندگی نیر اُپر نیل نہ کر سوں ہرگز ^{آہوں} سے
 آب حیات

دل کے سینے میں بھریا تیری محبت کا نے
اونخاری چڑی منج میں صبح ہو صبح

اور

چڑھی

تو کنگ دشت تھے ہوئے معافی سنا

تیری تریجی نظر سے سونا

نہیں حاجت ہی نبی پودہ کون کرنا تیرج

(۷۹)

خدا کا شکر کہ سب کوں کیا ایما ت صبح

اُساں آہ کی باتاں تھے ویسے رات صبح

عشق کا آب نوا باندھو دھات صبح

خطا ختن میں نہ لکھیں تمہارا گات صبح

کہ سبھی میں تو منجھے دکھات صبح

دو تن غرض کیا تیری ذات ہی کجائ صبح

دو تن غرض کیا تیری ذات ہی کجائ صبح

دو تن غرض کیا تیری ذات ہی کجائ صبح

نین تمہارے کرے ہیں ہمیں بیا صبح

لوچن کے بھالے چھہ ہیں تو عاشقان دل میں

لوچن اُپر بند ہیں تم خساری کا پردہ

ہوئے نقش مر دل میں جیوں تن صورت

تمہارا خیال لوچن نہ میں ترے مجھ ہو

بہوت ہیں رمز کی باتاں پیا او ساتیں

بہوت ہیں رمز کی باتاں پیا او ساتیں

بہوت ہیں رمز کی باتاں پیا او ساتیں

معافی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی

توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صبح

(۸۰)

تمہاری یادیں نس گئی پلاؤ ساتی صبح ^{رات} او ایک قطرہ لہوتا میں تو ریا تو بہ نصوح
 رتن ہوٹاں کا پلاؤ تمیں منجھے جلاب ^{وہ ایک} کہ سر تھے ہوؤں جو اس فقی پاؤ قوت و ج
 تمہارے پاں بھیجیا ہوں خیال کا حاجت ^{پھر سے} ۵۹۔ سنے جو یک چھن او عرضہ ہو منجھو قوت
 تمہارا حسن دکھیا جب ہوا ہو جیوں جمشید ^{ایک لمحہ} تمہارے ذکر تھے پایا ہو عمر میں جیوں لوح
 معانی کون نہیں ہے ڈرانڈھا راتاں کا ^{نظر آیا} ^{مانند}

کہ رادن دے اسکوں پیا کا کھجیو لوح
 نظر آئے

(۸۱)

تمن کوں آہن اچھو سا قیاد عاؤ قح ^{تم قبول ہو} کہ مطرباں کرو مجلس نو ابرائے قح
 خبر لے آو تمیں میر تیں بر جا سوس ^{تم} کہ میر ستر میں رہیا و اچھو ہوائے قح
 اُسے نہیں ہے سوچ پانڈ پیا لے کی پروا ^{پاس عشق کے} تمہارے ہونٹ اچھنکے جسے بجائے قح
 بوں گے جس کے لئے ^{رنا اب تک}

شراب خانہ صرا تھے چڑھے نہ مستی مہج
ہوا ہے نین کے لعل تھے ابتداء قہج
ہمار میستی نہیں تیرے پیالے تھے ساتی
دوناؤں سیتی پلاتا ہوں فداے قہج
ہوا ہے مست معافی صراے بخت تھے
کپیو کے نین کے دستے ہیں لوے قہج
(۸۲)

تو کھ کی نازی کی ہور باں تھے سمن مجروح
کئے ہیں میرے چو چھڑ کاٹے تن مجروح
تیرے تھڑی کے خم تھے پلاؤ ہیں کوں لعل مد
ہمارے ہونٹ ہو تم کو بے چوں مجروح
چاہ دخن سے ہم کو
ہوا ہے جہاں خیالوں تھے شیشہ مودل کا
نہ دیکھوں دوروں میں تھیں لکھن مجروح
موتن کو کیسے ہیں چو بیل زلف کی چھا
ابجھو تھے پاکتہ کرامی کا وطن مجروح
ہمارے سائیں کو ظاہر ہیں دل میں کی باسا
دوتن کی بات کہوں تو ہوئے دہن مجروح
کمال سحر تھے چھوڑے اہے محبت تیر
ہزار شکر کروں بھی نہوئے بچن مجروح
پھر بھی

معانی کون نہیں ڈغم کی موج طوفاں تھے

پیا کا لطف نہ کرے کہ صیں ہن مجروح
نہ کر کے کبھی ہم کو

(۸۳)

ہونٹاں کے ناو میاں ہے دواروح

مانند ریان

نجانے چین میں اوچین کا بہاروح

اس نشان بہت

دیکھو مکھ آرسی دیے صفاروح

بہرہ آئینہ نظر آئے

انوں تھے ہے بگاہ آشنا روح

ان سے بیگانہ

حسن پانی کے پیالے میں دکھاروح

کروں کیوں جام جم پرین فداروح

ہونٹاں کے بوسہ تھے پایا جباروح

دل سے

نگین منے ادھر کوں چین پکڑے

نشان

شکل بن آریاں جب کیا ہو میں صا

آئینہ کی

پیا کا شغل مستی کس نہیں سر

چکے سر میں تھکا

نین پتلیاں ہوئے ہیں بھوت اتانی

بہت

ہو اورین سکندر تم تھے روشن

کا

معانی دل بھرے تو حسن کا گنج

تیرے

کرے نت نت خوشیاں سستی نواروح

سے

ردیف

(۸۴)

پڑوں بلبل کے من جن کا قصا سب شاخ پڑا ہوں ^{طبع} قصہ ^{شانوں پر}
 بات دوتن کی تن کا من میں ہے محرم جب گنگھی ^{تہنکار} بلے تن کیس منے نازاں ^{میں}
 عاشق او نیش گنگھی دیکھ کا ہوتا سورخ مصطفیٰ اٹھانوں ازل تھو دے میں حیدر ^{پہننے ہمارا مال میں نازاں}
 جہنہ شک لیا دیکھ جہوں کہ تنور طلبا نار کے نور کا پیلا دے منجھے ساتی توں ^{کی جگہ سے}
 پھکنا اغیار کا دیکھ کر پڑیا ہوا نفاخ حال نمے دسوں میں عاشقاں میں تھے پیا ^{تو}
 بات چوگان لیو و نہیہ کامیلاں پہو کے درداں تھے معانی اچھے کیوں کہو ^{کے مانند نظر آؤں سے}
 اس کی یاداں سستی جنتا ہے عشرت کا کاخ چندنی مکھ کے اُپر مری کاؤ لنگستاخ ^{۲۰}
 جب رکھے کان اُپر تو دے سے ہمنگستاخ چاندنی

باس پھولاں کا تمں کیس نہیں ہے محرم
کنگھی اپ توخی سوں تم کیس میں رہنا گستاخ
بوجھنا عاشق و معشوق کی باتاں مشکل
یہ سما میں دو تن بات کول سننا گستاخ
تم ادھر تھے پائے ہیں پانی نہ رنگ لعلی کا
وہ اوھر باج اوھر ہو رہے جھمنا گستاخ
حسن باغیاں ہیں کھلے پھول بہو رنگ نگار
تمہاری باس تھی بھی پھول ہے سنسنا گستاخ
مرگ کا ناذ تمں یاد تھے ہو خوشبو
ناذ میا لے تھے دو جانا فکوں چنا گستاخ
ہرں تمہاری سے
تمہاری یاد تھے ہوا ہے معانی مجنوں

مجنوں اگلے ہے پیرت کہنے کو کہنا گستاخ
کے ماننے محبت

(۸۶)

غیر جب لبوے تمں نام ہو ویرا وہن تلخ
شکر و شہد پلاویں تو نجاوے دو سخن تلخ
بھالے پکاں کے تمہارا ہیں جراح قلم جیوں
میں قلم بال ہوا ہوں کر سو پین تلخ
دل بہو رنگ تھے یا قوت رنگیلے ہو ہیں
جن نکو جوت نہ پاو ہیں اس کے سوچن تلخ
کے کے سے

پھول کلیاں کے مجلس خوشیوں میں جہناں میں ۴۲۔ دسے بکریل کوں یک پھول بیٹھا ایک سمن تلخ

عاشقاں کے ہیں منج کوں ہند ہو پیر میں
تیرے نگہار کے موتیاں تھی پڑیا جگ میں اجالا
بن من تیرے منج کوں دو جا تیر دیکھیں تلخ
دس اس سو کے اگلے تارے ہو رین تلخ
نظر آئے
نظر آئیں روشن اور

چاکھیا شیرینی معانی بہتار مکھ مٹھانی کا
تو ادھر تھے چو مٹھانی نہو کے کد بھی پن تلخ
تیرے ہونٹ سے
کبھی

(۸۷)

نیناں کی شوخی میں دیکھیا ہوا آج نو تلخ
ہم درد کا گانا ہے تمن بزم منے راگ
اپنے عشق کی سے شیرینی مجھ
ساتی چھپاؤ میرے اگلے شیشہ سرت تلخ
صندل کھو مر پر نکر دیکھ بھی میا تلخ
پلکاں کے سخن سوں نہ کرو میرا ہس تلخ
پہو نہیہ کے کھوٹے بنا ہے میرا جیا تلخ
اپ نہیہ مٹھالی تھے مٹھی منج پر کیس تلخ
سرت کا پیلا پلائے منج کوں ازل تھے
شکر گئے ہیں عشق کے شہراں منج کوں
شاہوں میں شمار تھو
ہم درد کا گانا ہے تمن بزم منے راگ
تہا ہے میں نغمہ
تیرے کی سے
سائے شراب

عاجز ہوا اس فن منے سب حراں سحر
دو تن گزناں تھے ہوا ہے سب ہی فانی
ہیں
جم عیش ہوں کر راج کل جگ میں معانی
۶۲۰
کیتا ہے ترے دشمنان کا کام خد تلخ
کرتا

ر د ی ف د

(۸۸)

سہیلی نہ کرتوں ہمن سیتے دند
کہ میں بوجھے ہوں تیرے سب چھند
تو ہم سے دشمنی سمجھتا
منتر پڑتی ہے دوتی موڈ ٹپ پر
کہ زیاد سے اس نین اپنے چھند
دکھائی دیتے ہیں اسکے آنکھ کو
سلی چالے نا کر مو پیاری سیتی
کہ سلتا ہے منج سینہ میں تیرا دند
چال نہ میری سے کھلتا
پیا کوں سچا نہیں بھاتا ہے
دو تن اس کے میں پیو انگے ارجمند
عشق پسند ہے رقیب اس مجھ سے نہیں کے پاس
نہیں دیکھے ہیں کس چین میں کدھیں
سجن قد ایسا سر و کوئی بلند
محبت پیالہ پریاں لے کھڑیاں
دسے یوں اُن بہت میں جہوں چھند
نظر آئے ان کے ہاتھ جس طرح سوج اور چا
کے کھڑی ہیں

محل غلامی تھے قطب زماں

سکیاں گل میں بایا ہے اپ نہ کھیند
کے گلے ڈالا اپنی محبت

(۸۹)

اُسے دیکھنے میں ہیں عشاق بند	پیاری بھنواں ہیں تیریاں جو کہ چند
تجھے دیکھ کر پائے عیشاں اند	تو سولہ سنگاراں کوں جب پہن آئے
تجھے کون سکھائے اے مست چھند	تو ہوئے عاشقاں بے خبر دیکھتے
نظر نا لگے تیوں کو دُاں سپند	بہوت بھید سیتی تو فتنہاں سو آئے
کر اس نور کی پتلی سوں مل اند	سہاتی ہے مہتاب کی رات چھب
کہ عیداں ہو باں اُن تھے سب ارجمند	پیا کھڑیں دن دن صفت عید ہے

نبی کی غلامی میں ہے قُطُب شاہ

صفت اُس کے ہے نانوں کی چاروں کھنڈ

نام

(۹۰)

ہم سوں یک ہو غم کرتا ہے شہرِ یاد
کرو ہم دونوں کو اس غم تھے آزاد
ستیا اُمید کے ٹخنوں میں
میرے سب تخم کوں تم کرنا آباد
کہ ہے منج روح تم باساں سوں زندہ
کرو باد صبا سوں منج کوں ٹھک شاد
لہو رنگ کا بسنت لیا وہ کہ کھیلےں
ہمیں اس کھیل عاجز ہیں توں استاد
خیال اس حسن کا منج جیوں سوں کپیا
پکیا بن آگ سوں تم دیو ٹھک داد
نہ بوجھے آدمی اس نار کا ناز
لکھن وونا ونا آوے کس اوراد
کتے ہیں گوہراں سوں حسن دستا
وخط و حوال کرنا منج دل آباد
ہمنر ہو رہے ہمنر ظاہر ہمارا
پیا کی یاد سوں پیتا ہوں میں ہے
اساں اس سیتی کرتے ہیں بات
اہل اُمید سے

معانی بے خبر باں توں کہتا

ولیکن رکھ خدایا توں اپ امداد
تو اپنی

(۹۱)

موعمل بنیاد جانوں کہ کیوں کہتا ہے بنیاد
میرنگ میرکس رنگاں تھے ناکہ پڑے رنگاں
مستی کی باں کہو یارات کی باں کہوں
اے ہمایہ خیال کی ہوا میں اڑتے ہی توں
حقیقہ کی باوا تھے بختیاں نفیر یا صد ہرا
لکھ لکھ ہیں ہی ابجد میں الف بے کی کیتیاں
صح کرے ہیں سچی اس ابجد کی کیتیاں
بے نقط اعراب کرتا ہے تعلیمات منجھے اُن

مرفعی کا با نظر بنیاد تب ناموئے فریاد
سب رنگاں تھو دھو گیا ہو یا علی منجھوں کہ آزاد
دونوں قصہ کھول کہتا چون بخشو تم ہیں استاد
گھر کیا ہے تیرا دکھلا تا کروں میں گھر کون آباد
اس نفیر یا میں کر گیا کن نفیری منجھوں باراد
تم پر ہاؤ موکل ابجد تاروں میں شب ارشاد
جن بوجھ دو علم سلطان تھی ہو دیکھا ان آباد
میں اگر چو کوں گاسیں تم نہ پڑو ہم پہ ایراد

اے معافی سب کے بولادہ ہر تے ہیں شکر و لکین

بات تیری پھول نمے اس نمک شکر خدا
کماند میں

(۹۲)

سکی کے بات کنگھی کس دیکھ کر تاپے فریاد	اٹھیا فریاد از حدیو ٹکٹ مٹال کوں تم دا
نمین تپلیان چنیل چاکب اران جو کے منج	جناورین میں تیرے ہمارا توں ہے صیاد
سکی تاج ناک کی پھلڑی کہ ہر یاقوت کا دا	کہ سب دانے بسر کر میں اور دانے تھو آبا
لتریری رگاں کا تاج من تپلیا میں بلجیا	بلج رہ کر ہوا ہویں توں اس کا ماں میں اُتار
الف ہوریم عین بن جگ منے ہو رگے بنالو	کہ میں ہوں خاک سج رہ کارو مو خاک آبا
اپن شیرینی سو شیریں کے سب کام شیریں	۶۸۰ کہ میں لڑتا ہوں غم بہاڑا سون جو لڑتا ہوں فریاد
بسر کر قبیل میں تم طاق کوں کرنا نازا	ندیوں او میرا کس کروں میں داو و فریاد
کینے گھاس پر توں چھانڈ سٹ اپنے کرم سوا	کہ چھوٹٹا چھانڈ اپ گھانڈ دو و قد شمشاد
سایہ ڈال	جھٹھ ڈالنا سایہ اپنی

دنیا کی دھڑلے بچاں تھو معانی توں نڈرل
دکھاں کی آج تھے تج کوں خدا کی تہا ہے آزاد
تج سے آج سے

(۹۳)

جہ کوئی قدم رکھے کج باطنیں سو ان افتاد	جنے رکھے قدم اب کام بھی نکو سر یاد
پڑی ہے گن میں دو آواز سب آواز آباد	ہتمائے کام میں مو کام کا نفیر بجیا
او باوگا ٹھہ کے عقل تھو کدیں نکشاد	تیری کم کوں سرائے ہیں باد تھے نازک
او پوجنا تھا یقیں اس تھو میں ہوا آباد	گنو ایا دین تمن بت پرستی میں اپنا
سوال کرنے دو دینے تھے میں ہوا آزاد	گدا تراہوں کروں میں گدا کی کس درکن
ترا نصیب ازل تھو لکھا ہے یوں استاد	وال کرنے تم اپنا کہہیں نکو چھوڑو

کہیں معانی کوں مٹو ادا قلاں سارے

۶۹۰

ہجے برائیں ابجد کے کرتے سر تھے یاد
بھول پھرے

(۹۴)

کہو کس نور تھے یا راں ہوا لیے نور پدید
 اب توجہ دیکھتے سُد بد تو مرا کھوئے گیا
 اُس چو من تھو چو من دور خدا یا نہ کریں
 کے چو من سے پر چو منا
 ہے بُرائی جو من شمع پہ تم نور پڑے
 نیند بھانے سو من جب تم ہی اپنے موچے
 کیا دشت دم عیسیٰ دھور بھاگ میں فتح
 اور ختم
 کہو یا راں کہ متعالیٰ ہوا دیو از سوکس
 ہوئے انجان سو یو جانوں کہ ہیں اپ نشید
 میں بخانوں تھیں بوجھو کہ کون ہے عید
 کس کی مجلس کو معطر کرے ہوئے کس کی نشید
 کہ حیات آب و لب سے مراد اُس پر کشید
 پوچھو خورشید کو کس تھو تھو لیے نور رسید
 ساحران کا بھی سحر اُسی لحظہ درید
 ایسے در دانہ کہ ہر بات میں میرا سوکید

(۹۵)

ہوت دن تھو میں منگتے دکھ لعل سے تکی کھڑو
 بہت سے انگور
 چکا کر اپن تھے لعل مد میخانہ کوں پر درو
 اپنا آنکھ سے

تیرا سیاہی کن جو ہری پایا نہ ہو رہا
 غوطے کھا کر ہوویں حیران خواں انیس کن ہو
 نین دل کا ہے جھگڑا کن کے صبر کتا بہت مشکل ...
 اگر آ کہ تو ان کے جو میا تھے اٹھے گا گرد
 یوں کے من پر ہو سوار دیکھیں آری بہت کی
 تم کوں حکمتاں کن سکھلایا کہ پوچھیا پو کو
 علم سو گیا تھے کرتا ہوں تو میں داری عالم میں
 اگر منج پر اچھے دایم پایا کا فیض یک چھن میں
 جے کوئی آپ سن لگاتے ہیں جگ میں لا دعویٰ ہو
 رقیباں اپنے تار پود مبانے غم سستی
 ادھر کے پھول چننا عیش ہے دانساں کے چمے ہو
 ہوتا

غوطے کھا کر ہوویں حیران خواں انیس کن ہو
 اگر آ کہ تو ان کے جو میا تھے اٹھے گا گرد
 عجائب مخفی میں کھیلے آپ حسن سستی زرد
 سکھایا ہو حکیم او منج جنے تصویر تین کا گرد
 انداز کیا ہو تم کا کہو سب میں ہو فرد
 ہنسا لائے کہ پچا دو کر دگا دکھ کے چوں د
 دس سچ کھ کے متا ب انکے انکے کھ کے دیو زرد
 خدا یا انکے بستر کوں کر مر کر کہیں گستر
 دو چمنا نا دجن نافہے اس کے دل اچھو سودر
 رہے

طناباں منے کا ہے تاب دینے زلف کوں کھنا
 ازل تھے نہ تمہاری میں معالیٰ کوں خدا پرورد
 سے عشق

(۹۶)

جنوں کے دل میں اور صورتوں کو بے آنند
 دیا ہے روشنی تحقیق حسن اُسی تھے بلند
 عشق کا جزو ہوا چھند بند سستی تمام
 ای جزو کوں نکر دھو جز سستی پیوند
 بتی موتن کا متن نور تھے ہوا روشن
 کتل تل اسکوں نہ کتر وان تھی خرمند
 جی کوئی کہ عید دن کیو یک پہ رکھے ہاتھ
 ہر روز ہر ماں ہر ماں میں نہیں مانند
 ز اہد کی باتاں مکر کیاں ہرے پلا ساقی
 کہ ایک دو پیالے پیکر ہو سوار نہہ کا سمند
 شراب فائدہ نہیں کرتے ہیں لو گلاب
 جو عالمان رکھیں مدد تھے بہار قدم
 سو آگے سکھتے ہیں میخانہ پیرن سب پند
 قلم کے نئے جنے ہے ہتھکے فرماں میں
 پلاؤ چاؤ سول شربت او سے بخت زند

معالی کون نکودہ یار خاص عام شراب

سو اس کے نہہ کام پی ہوا ہے دولت مند
 عشق شراب

(۹۷)

نم کی ادھر کے چھو سیستین باند میاں گاند
 یک چھن منہ ہی تھے نیشکر اب کیسا بند بند
 گر منگتے ہی کہ لہو کے دریا میں نہ تیرے توں
 خواباں کے کسی میاں نے وفا ہی کہ دل نہ بند
 طوبی کا چھل نہ آئے ادھر بھل کے سم کدیں
 اے بات میں حدیث سیتیں کہتا ہوں بلند
 گر غصہ کرتے ہیں تمیں گرناز کرتے تم
 اس کے ہمیں بند ہیں جسے دل کرے پسند
 پکڑیا ہے جوش ثوق کا دریا کہا ہی فوج
 تل تل آتاوں ترڑی نواؤں کا ہو پسند
 اور

سائیں کی سیوہ فرض ہو ہی معافی تج
 سیوا
 او فرض کوں ادا کرتے ہو نہت کریں اند
 اور

رویف ذ

(۹۸)

پیارے کاروپ نزل ہے سدا میرے من تعوید
 چہرہ صاف
 پیارے کا ریت پیاری کے دھن پن تھے من تعوید
 بچیں سے دل کا

سجّہ کے ہونٹ اُمرت کا لذت یں بس چاکے تھے
 کے آنچیاں ^{ون چھنے سے}
 سود و لذت کوں اجنوں لک گیا منج رس تعویذ
 کو آپسک ^{پیرا زبان}

بیانکے کے قلم سوں خوش نویسی کرنے منگتے ہیں
 کیلئے مانگتے ^{ہاخن سے}
 ضرورت ہے سکی بیوہست میں مینا اپ جو بن تعویذ
 سے پیارے ہاتھ ^{اپنے کا}

سکی منج لب پہ دستی سونشانی بوجتی ہے کیا
 نظر آتی ^{بھجانی}
 دے سے میرے اُدھر کوں پیار سوں ہو کی رس تعویذ
 نظر آئے ^{ہونٹ زبان}

عجب تاثیر ہے تج نانو میں پیاری جو سن نے میں
 سکیاں بھل جا کے لکھ لکھ لیکے کرتیاں ہیں اپن تعویذ
 اپنا ^{بھول}

مرے بازو کوں جب لالین کپڑے پانچوں انگلیاں ہو
 سو انگلیاں ہیں سکیاں منج بازو کے کندن تن تعویذ

پیا کا نہہ لگیا وز در منج کھو بند گویاں کوں
 کہ کچ پرچیت نا ہو سے ہم ^{پراپ تمن تعویذ}
 ہمارا ^{بہم}

پیا جس دن نہیں لگتے گلے میج سوں تو دکھ ہے میج

گلے لگنا پیا کا ہے سو میں راؤ دکھ بھیجنے تعویذ

نہ جانوں کسکوں اپنی نہ پھند میں پھنسانے منگتے ہیں

سنی ہوں میں کہ لکھے ہیں اس باتوں سبج تعویذ

اپنے اٹھن سے

منگی تعویذ پیو کن وصل کا نہیں تھے دیوانی ہو

ہوئے میری دیوانی جب دیئے میج کوں للن تعویذ

سبج یک دن بسر کر میج سلا ماں لے کے لکھ بھیجے

سو اُس کا غد کوں جو نمٹے جتن کر کے ہوں تعویذ

بسا تو برس لک قطب زباں سب جگ میں جیتیں

ازل دن تھے دیئے لکھ کر دیا تھے خچیں تعویذ

کرے

(99)

میں اُس بت ہندی کے رکھیا ہوں میں لکھ بھگتوں
و منج تھے دور ناہوتیوں کیا منج پر بندن بھگتوں
وہ مجھ سے نہ بازو بندھن

دعا ہو مقرر استغاثہ و وحیل منج کوں سنپڑے کر

اور سے وہ شیخ مجھ کو پناہ دے گا
بندیا ہوں اُس کے دُور لہاں سستی میں جو کُن تعویذ
باندنا سے دل کو کمند

باندہ
سکا
یرت و رزور دھن و رزور پور و رزور نمازا

عشق عورت اور بہوت پر حقیقت کا ہونا منجے نصرت کرن تعویذ بہت اثر نہجے کرے کیلئے

عشق کے بھاری جانے کوں منج دلوں نہیں کچھ ڈر

کیا ہوں اُس کی پیرت کوں میں آپس کا سو من تعویذ
عشق اپنے لئے دل کا

ریت کے قول دیتی ہو لے منج کوں پتیا را نہیں
پیش عشق مجھ ہنس

پنہار تو ہوئے منج کوں جو دیوے منج چمن تعویذ
مچھے مجھ جوئے

وہ روایت کٹر اہیت ہو چالاک ^{شیخ} اچیل ہے
 نظریں کس نہ آوے تیوں لکھے ہے ^{اسے} دو جو بن تعویذ
 مہل ہو علی کا نانو لے کر ^{نام} قطب ^{جیتا ہے} شہ جنتیا
 سو ^{اور} چیل کے دو جو بن گرتیس اوپر کے بھی ^{شیخ} تن تعویذ

(۱۰۰)

لذت دکھلاتی ہے منج کام احناؤ	سکی دیتی اُدھسر کا جام احناؤ
^{میرے حق میں}	^{ہونٹ}
کتنی ہے مست منج ہر کام احناؤ	مرادل تھا بہت ہر شیار اول
^{کتنی}	
منجھے دیتا ہے او نام احناؤ	ہوا ہوں مست میں اس نانوں تھجم
^{منجھے}	^{اس کے نام سے}
کئے بے ہوش تج با دام احناؤ	ہزاراں شیخ کوں ات شوخی سیتے
^{تیرے (اکھ)}	^{زیادہ سے}
سکی کا کام صبح و شام احناؤ	کرے ہے عاشقاں کوں مست بے سُد
دیتے تج ناز ہو رٹ لام احناؤ	سکل عشاق کوں متوال کرنے
^{تیرے اور زلف}	^ب

قطب مدین نہیں گستاخ کی چھین
 شراب نہ کے بغیر گذرنا
 دیا ہے میخ علی کا نام احسان
 مجھے

(۱۰۱)

سکی دل جگ میں تج فرماں انفاذ
 کی دنیا تیرا
 اوصیر تیرے جو ہیں قدرت کے یا تو
 ہونٹ
 ترے بوسے تھی ہے حیواں کون احس
 دلوں کو
 نیلم ٹلیک ترا تیل حجۃ الاسود
 عجب معجزا ہے تیرے پچن میں
 خوش آوازاں تھے اس جگ منے ہیں
 بختے

نئی صدقے علی کا داس قطب
 غلام ہے
 تو اس شرمان ہے سب ٹھان انفاذ
 جگ

(۱۰۲)

نُذر کے ادھر میں شکر تھے اَلذَّ ^{ہونٹ سے}
 ترے بوسے نباتات تر تھے اَلذَّ ^{نبات سے}
 چنڈر تو اہے جوت میا نے لید ^{چاند}
 دکھائی مکی جھلک کانن میں ^{آنچھ}
 گھنگروالے تیرے لٹاں کے کھپا ^{بالوں}
 کمل پھول پر تو بھنور ہی لید ^{کنول}
 ترے کھ بَرَن سم سو گنچن نہ آئے ^{رنگ مقابل سونا}
 خضر نیر تو جن ہوئے سو جھوڑ ^{تیرا آب حشر جو پیٹے تھے}
 گہر کوں تو ہی رنگ ہو رہو تالے ^{اور کئی}
 ترے دو کچاں پر جن نکھ کی لکھ ^{پستان خاوند کے ناخ کی کبیر}
 سورنگ میں لے لے لڈناں میں ^{اچھی رنگ کی شراب کئی}
 ترے بوسے نباتات تر تھے اَلذَّ ^{نبات سے}
 ولے مکھ کی کاچن در تھے اَلذَّ ^{پے چاند سے}
 ترا بی (بے) ہنر سب ہنر تھے اَلذَّ ^{سے}
 دیس نیر پر کی لہر تھے اَلذَّ ^{دکھائی میں پانی لہروں سے}
 ولے مکھ پہ تیج تل بھنور تھے اَلذَّ ^{چہرہ تل کا بھنورا سے}
 ترے کیس میں مشک تر تھے اَلذَّ ^{بال سے}
 ولے تیج ادھر میں امر تھے اَلذَّ ^{تیرے ہونٹ امر سے}
 ولے تیج دسن میں گہر تھے اَلذَّ ^{دانت سے}
 سہا قی بچتر چیت تھے اَلذَّ ^{عجیب تصویر سے}
 تری دشرٹ ہی مد اثر تھے اَلذَّ ^{نظر شراب سے}

خبر تو ترے وصل کا ہے لید
تجھے دیکھنے ہے خبر تھے الذ
نہی صدقے تج نہ شہر میں ہو قطب
نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ
ہے

(۱۰۳)

سکی تج او صہر تھے پلا منج نبید
چمن کے نقل سوں پلا منج نبید
جیا کوں دیا ہے صفا نہ شہر
دیا دل کوں کوثر جلا منج نبید
مرے نین جوں سو پر نور کر
دلا کوں دلا کر کھلا منج نبید
تری نین تھے منج چڑیا ہے اثر
دیا تج تولا کی کلا منج نبید
جون کی صراحی قطب بت میں
نثار دیا قلعہ لا منج نبید

(۱۰۴)

دو جگ منے منج کوں اے کر بار معاذ
 میں منجھے ہے خالہ
 اُمت ہوں محل کا کروں شکر خدا
 پایا ہوں ملک کوٹ اُن یار تھیں
 اُن کے سے
 پنجن کا منجے داس کیا پاتھے حق
 منجھے غلام سے
 بند ہوں اسی کا وہی ہر ٹھار معاذ
 تو ہے منجے جم احمد مختار معاذ
 منجھے ہمیشہ
 منج کوں ہے سدا حمید رکرار معاذ
 پنجن ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاذ
 سے میرے لئے

اللہ محمد علی ہو رہا رہ امام

یوسب آہیں قطبا کے سو آ پیا ر معاذ
 اور
 یہ ہیں آد پر

(۱۰۵)

رقم دیکھو اُس پر جب پیا کا نہہ بچن کاغذ
 اگر کھار کھو اپنے پاس
 تھوڑی چڑی تو میں ہی پرت کے از مثال
 نہیں محبت
 بڑائی منج ہی بس ہی پرت کے نہہ بار اُن
 منجھے محبت عشق بازوں
 گلابی رنگ نازک موی جو بن کے سمن کاغذ
 سے
 دو حرفاں ہیں جو دستے میں اُسی سبب قن کاغذ
 نظر آتے ہیں
 پیا لیکر رکھے اپنے من اور پر ہمن کاغذ
 آنکھ پر ہمارا

بن پتلی لکھن ہاں ریہی کا حل انکھیاں لے ^{آنکھ لکھنے والے}
 اچھرج تحسن کے اس کوں سفید سونے کاغذ ^{حروف تیرے}
 توں جس کاغذ پر کرتا ہے نقطہ و نوازی کا ^{آنکھ}
 لکھے تھنصن کا کاغذ کے وصف مصحف کوں ^{نقطہ}
 سو اس میں لیکے آیا ہی بہت رنگ کے چمن کاغذ ^{نقل}

نبی کا مدح لیکھیا ہے قطب شہ جو کلک سیتی ^{دل کے تلم}
 تو اس خوش مدح کوں ہستای جم سوج برن ^{زیب دیتا}

(۱۰۶)

شہد و شکر نبات تھے سچ ادھر لید ^{تیرے ہونٹ}
 امریت حشمت تھدی ہے ناسک چمپا کلی ^{آب حیات کا}
 سنگ باس چنپی کارہی مکھ موڑا لک بہوئر ^{زلف}
 پنکھی نجائے بات سو اس باس چنپی کا
 لاگے تو قد سرد کوں سو جو بن ثمر لید ^{لے}
 تو بینی آئے نہیں تو لک کے بھوئر لید ^{ہیں زلف بھوئر}
 پایا نہیں بھوئر مگر اس کا اثر لید
 اس چنپی باس اس پچھانے بشر لید ^{پچھانے}
 مکھ کے کنول پہ چھا ہیں چھند کے بھوئر ^{۹۰}
 چہرہ ہیں فریب

کا در بھواں ہر تیلیاں منیا سے ماسد
ہے ناگ چوٹی ناگ ہے ناگ سر لذید
گھٹتے ہیں بھونری سور سور کی سراں کپڑا
کچھ دیکھ کرتے ہیں سور سر سر لذید
والے تلان منتر کہ گھٹ مار کار سے
دنت چھند اوصہر یہ ہر سو منتر کی اچھر لذید
شکل دانت ہونٹ حروف

صدقے نبی کے رات و ناکھوت اندر
رات دن بہت آرام سے
امرت اوصہر پلاتے قطب کون سر لذید
آب حیات ہونٹ سے

(۱۰۷)

یک دو میلیاں پیاروں منج ہات تھے لے یار خد
سے میرے ہاتھ سے لے
اپنے اوصہر امریت میں منج لب نقل کے ٹھا خد
ہونٹ کے آبیٹا میرے لے

تج سات مد مل پیسے کون بھودن تھو دھرا ہونٹوں
تیرے ماتھ شراب ملکر کو بہت سے

اب نہہ مد ملے کے تیں منج ہات تھے یک بار خد
اپنا تجت کی شراب کے پیالے کو میرے ہاتھ سے

تج منگ میں جب شوق ہوں لاگوں گلے لے چھند بھرے
سے لگوں سے
کچ منک کو منج لب سیتی توں بوسے دو تیں چار خد
کچھ سکھ نہ چاہے میرے تو تیں

منج من انا لہے اؤک اے نارنج سنکرام کا

بڑا دل جلد باز زیادہ عورتیری
لٹ پٹ ہوا ات پیہم سوں منج بانہہ کے گھما رُخ
بہت محبت سے میری بازو گئے کاہار

عشاق ابن بن پیش کش لیا تے ہیں تیرے زلف تیں
اپنے دل لائے کئے

ٹنگ دیک کر خاطر میں لیا اپنے لف سوں آیا رُخ
ذرا دیکھ لا اپنی سے

بہودن تھے من سنیا بچن تیرے ادھر امت تھے میں
بہت سے نہیں مانات ہوتا آجیات سے

عشاق کے تیں اے پری اپ لب تھو کہ گفنا رُخ
اپنے سے کو

تج عشق کا میں برہمن ہو کر سو آیا تج کئے
تیرے پاس

اجھنوں کتے ہیں کے منج زلف تھے زنا رُخ
آج تک کہتے کیوں مجھے میری سے

سنگار تج سینے کا ہے اپ سینے میں توں ناچھپا
اپنے کو تو

منج نل کیرے ہار کوں اے چنچلی دلدار رُخ
تیرے

صدقے نبی کے آج دن ہے عیش ہو رُخ شرت اؤک
اور زیادہ

قطبا پتی سوں کر لساں ہو رُخ طای چوسا رُخ
کے ساتھ عیش اور

(۱۰۸)

دس تیرے اہں رنماں کے آخذ	سکی تج زلف ہے جواں کے آخذ
دانت ^{ہیں موتیوں}	تیری ^{دونوں}
ترے نازاں ہیں سب تھراں کے آخذ	تری نیناں تھے پیچھے ہیں منتر سب
	آنکھوں سے ^{نکلے}
ہے سب عاشق درواں کے آخذ	ہے تج سیس پر انجیل سہیلی
زیب دے ^{دراں؟}	زیب دے تیرے سر
میں دوست ہیں مستان کے آخذ	تری پتلیاں بھلائیوں میں جگت کو
آنکھیں ^{دنیا کو}	بھلائی
ادھر میرے ترے بوسیاں کے آخذ	نکھاں میریں تج جو بن کے شاق
ہونٹ ^{بوسوں}	ناخن ^{تیرے}

علیٰ ناناں ہو کیا یو غزل قطب
 کے ناموں ^{کہنا}
 علیٰ ناناں ہیں سب کااں کے آخذ
 کے نام

(۱۰۹)

ہمیں من کوں اوسوں کیتا ہے تعزید	خدا تج حسن کوں دیتا ہے تعزید
ہمارے دل کو ^{اس سے کرتا}	۸۰۔
تجے آپسن کا بھاتا ہے تعزید	ہمیں آئے سنگاراں تج نظر مل
تجھے ^{ہے}	تیری ^{سے}

کیا کچھ نور چہار اُمّیج نین کا وہی مَنج نین کوں سہتا ہے تغینہ
 میرا آنکھ میری آنکھ کو زیبینا

ردیف

(۱۱۰)

خیالوں سوؤں کپڑے کوں ہیں مس پکر	پہلی کے منے چمکتا ہے مودشت کے گھر
شوق کا جالا سبیاں سو سمند عشق میں بھر	آس بندھیا ہو ووجا میں تھی کیا ہوئے منظر
سیر چڑھانہ کی مستی متی کج چسپالی	ان یکا داسکے اُپر پرکہ دموں میں ہر صر
عشق کا چھ سٹے میں بھید سوں منج راہ منے	پنتھ یو بوجھو میرے پنتھ کا سواہی توں اور
ہر دن کینا ز کا بیج پیرتے ہیں دل میں سر	کہو کس ناز سیتی باندھوں موی جواے سرور
چھینے چمنال تو نرا کت تھے جھڑیں بھول ورق	باور نکال تھی انوں سب کوں کیا ہے ابتر
چمن چین	ان سے

تو طلب کا کرے تسبیح معانی دن رات

میرا
 مرتضیٰ نور تھے یارب کریں گھسے نور
 کے سے

(۱۱۱)

خدا جیو کی جان کوں دکھائیک بار ۸۲۰ ^{دل کو} دکھاں ^{اپنے دکھ} عرضہ کر عشم کروں خواہ زار
سمند ناز کا گردِ سر سے کرو ^{آج} کہ انکھیاں ^{دیکھ} دچکے سو ہووے قرار
اَس اَس آس کا باٹ باندھو میں سب ^{آنکھ} نزاکت چپل چپلی نین نار
کہ جیوں ذرہ یک پُفِ سیستی بند ہوں ^{آج} اگر پُف کریں سب میں ہوووں گوار
کرے کن ^{مش} دلیل و دلائل ^{سے} سو عشق ^{گرفتار} دیلاں میں بلجے میں عالم ہزار
جھلک ^{کون} نین ^{سے} شمشیر ^{تو} تھے توں نہ ڈر ^{آنکھ کی تلوار} نمک چاک کر ہسم ہوئے اختیار
کرے بھوں کا تل ^{ہم کو} تل میں ^{لج} بیل ^{سے} دہن ^{جو} کرے نالہ تچ ناز زلفاں تھے جن
و توں باج ^{اُس کے بغیر} خضیں ہو ^{اور} تل ^{یہاں} مواد ^{سہارا} دھار
و مجلس ^{اس سے} تھے کرنا ہے ^{کو باہر} اُس کوں بہار

معانی کا دھاکا بندھو زلف سول

اُسی تھے دیئے مصطفیٰ و و انار

(۱۱۲)

صورتاں سب مر بنیا تھے کئے ہیں باہر
 جیوں مجنوں ہوا مرتے ہی تمہارا ذکر
 باندیا احرام کہ تیرا کروں گا جو سو طواف ^{۸۳}
 لعل رنگ انجھو ہمیں کوں نہیں تو تانا صر ^{بھرتے}
 نین پیچاں منے بلجے ہیں مرغ سب جنگلی ^{دل سے}
 آنکھ کی پیچوں میں گرفتار
 اپ پیشانی پہ دھریا داغ غلامی کا ترا
 دو انچل نازیں جب بات چڑھیں گامیرے ^{دھرا}
 عیسیٰ دم بھونک کے مرے کوں کر زندہ لو
 تیری یاداں سیتی کہ آہ نہ ماؤں ہرگز
 میں کتاباں تو علم کیا پڑیا ہوں بیہوش ^{کبھی}
 گال خط مشکیں جتا پڑتا نہ ہوتا آخر ^{عشق جتنا}
 کرو بیے ناز معافی کے جیا میں تیرا ^{دل}
 کد نچا سے او رقم بیٹھیا ہے اس کے خاطر ^{کبھی}
 کہے وہ ابٹھا

(۱۱۳)

کھلیا میں کلیات میں متی ستین جوں نو بہا
مے پلا ساقی ہوا ہو سر تھے میں بے اختیار
سب گھڑیا کو نانا بوجھوں سے دو گھڑی محکول
یک دُوبنداں تھو کرو تم کام میرا خوشگوار
دن ازل تھو کہتے ہیں قسمت مجھے یہ روزگار
کسوں دن باندھوں کہ دو نو تھے ہوں بے قرار
عاقلاں میں تے ہیں اس تھو انوں سب ہر مسافر
میرے دل کا بھید نہ سکیں سمجھنے مدعی
کیس تھو غلطات پنچے مکھ کے پانی تھے جیتا
میرے جھوکا دھاگہ اس کے موتی باند میں کھینچ
دونوں کی چلبلائی کھیل میری وضع سوا
میرے دل کا بھید نہ سکیں سمجھنے مدعی

تیری یاداں میں معافی پیتا ہے پیلا لادم

آپنے پیاراں ستیں توڑیں اس کا خمار

(۱۱۴)

تیری طلعت تھی نہوے کم جو کر سے منج پر نظر
ذرے سب تیرے کو مکھ نور تھی ہوتے ہیں قمر

کیا گنہ آنجھواں کا نین دریا ابلتیا دگر
آنسوؤں آنجھواں کا ابلتا

صبر کر راز ترا لکھتے آنو دھڑ سر سر

کچ نہ بوجھ جھوٹوں کوں کر پڑیا کپٹ سیتی دور
کچ نہ بھگدے دعا وہ

وٹھلیں وگر دی خاطر آنجھواں بن تیر بھر
اس آنسو آنکھ سے باہر

۵۰ باطل السحر نہ جانوں نہ تو پڑتا مستتر

کیا اندازہ کہ تیرے سم آجے بچارہ شکر
مقابل

کس قسم سوں نہ سکے کوئی لکھیں تیرا چتر
تصویر

عاشقاں سن کا گنوئے ہیں سبھی آپ خبر

عاقلاں دیکھ انوں کوں ہو ہیں سب ابتر
ان کو

منجے ہو یا دکی مد تھے چڑیاں سر کوں اثر
شراب چڑیاں

اب معافی کون نہیں درد مند مور دشمن کا

پڑتا ہوں جیوسیتی ناد علی کا منظر
دل سے

راز بھوسال کا میرا کئے آنجھوٹا ہر
طوفان آنسو

موتی آنجھواں کے رکھیں کان میں صا حناں
آنسوؤں

نابو جھین بھید ہمیں جاسوساں کا مور کھ کد
نہ سچائے سارا نادان بھی

کیوں پڑیا گرد چمن کا ترے امن پر پیا
پڑیا

پھول سم مٹنے کوں منتر کے ہیں کانٹے سب
کے مقابل

قد ترا دیکھ پگھلتا ہے گلا قند کا سب

کلب قدرت تھے لکھے حسن ترا اول تھے

یا دیری تھے ہوا نام و نشاں موطا ہر
میرا

عشق کے پنتھ منے بلجے ہے مانی منگل
راہ میں پھٹتا

درد میر کوں طیبیاں کا دوا حاجت نہیں
کو

(۱۱۵)

لوچن دکھائے جیو دم حنا نہ خانہ کر
 عشق توجج تنم زن مستی بہانہ کر
 اسی وضعہا کہ کل جو کیا تازہ لے صنم
 او غمزہ تازہ تازہ ترا عارفانہ کر
 جے وشت عشوہ کا کہ زیناواں کرے
 اول دل گستہ میسر ایگانہ کر
 لے چاکست ابرشت لے ناز کے سوا
 منج سیدہ میلنے اسپ ترا تازیانہ کر
 بیداریم تمن سوں ہماری کہانی ہے
 او چشم ساحرانہ ترا ٹونہ ٹانہ کر

پیوستہ باد باتو معانی عروس عیش

قلقل کی صوت بختی ہے مجلس شہانہ کر

(۱۱۶)

کافر سلاخ سجاں سُر اپیک آیا بہار
 صاحبقران اپ تو مرے جیک آیا بہار
 جیتہ سو حوہاں کا وضائیں پر رکھا
 سو جیتہ لاکھ مجنوں گنداسیک آیا بہار
 عاشق ہے ناتواں نہ کرے بادے وفا
 جگوں بار کر لے ساریک آیا بہار
 بھول وہ ساری ساری

دُکھ دینا بے وقائی ان کا تو عادت ہے
 عادت بسر کہ مست سراپیک آیا بہا
 بھول شراب پی کے باہر
 اس کانٹے کے جفا سوں معافی نہ تو رہا
 سے ایک رہا
 آخر سو خارسات تو پھل نیک آیا بہا
 پھول اچھا باہر

(۱۱۷)

دیکھ جو گاہ سور گہے ڈوبے کیا ہے ڈر
 دیکھ سور حور نور سدا دیے میرے گھر
 مشرق کے خوشید پر سے تو کا نور
 تج لکھ جھلک کی ساج تے رن چند اسوج
 تیرے چہرے سوج
 قدسی لکھے ہیں دل میں تین نور کے برن
 سجاد سے چاند
 تج انگ باس من منے پھل ہو کھلے سو من
 تیرے جسم کی خوشبو دل میں پھول خوشا ہانا
 حور اطلق سو نور کے لیا یہ ہیں چاؤں
 لائی سے
 عاشق کھتے ہیں باغ کو بہلانے جا میں دل
 لکھ کر وہ گھٹ مٹ جھنک ساز کر چلے
 سو باکس نامن منے نائشک ونا غنبر
 ایسے میں
 آرت ستارے سور چندا کرنے تج اوپر
 نذر سوج چاند
 کیا بوجھے پھول زراغ مگر بوجے تو بھنور
 سونا دنگ مست متی حبائیں ہار ڈر

ہستہ کیان کو گھٹا سنت گڑبڑا اٹھیا
 باور گیند سنت پچھانیاں سو سرسبر
 بننے والی گھٹا منکر اٹھیں اصلت پچھانی

قطبا تو دکھ بار بخت علی ولی

لے بات کھرگ مار کمر خارجی حسر
 ہاتھ میں تلوار

(۱۱۸)

تمہارے کھک کی تحسلی تھے پایا نور
 تمہاری چھاؤں تھے چند اُنیم ہوا سنور
 تمن پرت کر پی پچاں پڑے ہین دل میں
 ملائکان مقرب سندر ہشتی حور
 میا کی دشت سوں یک دن لنگ عدن میا
 مردوں کو ہونٹ سے زلال تھے بھر پور
 خدائے پیار تھے پایا ہوں میر من کی مراد
 حیات سو جا کا کیسا باذن غفور
 تمن خیال منے میں نہ بوجوں مسد چک
 پڑی عاشقاں میں مسلمانا کروں مشہور
 تمہارے میں

بچن معافی میں گوہر کے دل جوا دل تھے

سین نظر کی کرن تھے سدا دے جوں سر
 چکے مثل سوج

(۱۱۹)

ہندوئے ہند جب کرے مجھ جان لے کر ارم
 ساقی اباریا جام دے ہو مجھے آبِ حیات
 نیناں کے پانی میں سد مجھ دل تزاوین کر
 میرے سرنے تھے کہو ان کیا سرایا جائیگا
 قصا ہو جگ میں لیسے و مجنون ہو زہاد کا
 گالیاں تھے او ناز میں مجھ یاد کرنا کر سنیا
 ہم بت پرستی چھوڑ کر زہد نہ کہہ پو جو صمد
 دنیا کا حکمت نا جو جھیں ہرگز حکیمان علم سوں
 شعر معانی ان بند موتی ہیں جگ میں حسن
 ہندوئے ہند موتی جمیا اپ وار اینر ذمام پر
 دل کا شاکر کے

نابات مصری مصر میں اوں اسکے جام پر
 پی کر او جھوٹا میں کروں رقصی جنتِ بام پر
 کوڑیاں تیلیاں سوں چرلے جائے ہتھام پر
 پایا ہے او پرورشِ جنت کے احکام پر
 اب عشق میں جلوہ کرتا ہے ترے پیغام پر
 بدل کروں قربان اس دشنام کے انعام پر
 ہم کام میں تیج کیا غرض وہ دھیا لا اکام پر
 گاؤ ترنا عیش کا نس دن پایا کے نام پر
 رات

(۱۲۰)

سو زمن پیلے میں ساقی شراب پور کر ^{سوچ کے مانند}
 سائیں کے مکھ گلال تھے مستی عشق اب چڑھی ^{پہرے}
 میرے خیال کھیل پرنتے ہیں عقال سدا
 بادِ سحر کت کرے یہ دہیہ دوا دوی
 میری سواہ تھے شفق چھایا ہو رنگ نیام کا ^{سیاہ}
 گوشہ کروں موجب کوں گوشہ تھو سر بر کرے ^{میرے دل کو}
 مست نگاہ ہو سدا اس بت ناز میں اپر
 سرنہ بھائے دیکھنے یک تل اگر او قد دیکھوں ^{پسندائے}
 صبر نہیں ہے نتیجہ صبر توں نیک جھن دکھا ^{دیکھوں}
 اب تو معافی عشق سوں دو جہاں ہو کر ^{تو اچھا نہیں}
^{سے}

موغم دیر سالہ کوں یک وقیح سوں دور کر ^{میرے}
 دور کروں منفشہ رنگ سپر میں آج پور کر
 جانو بجانو کھیل کچھ کھیل پیہ کے سور کر
 یک دو خبر خوشی کی لیا مول جاں سرور کر ^{لا میرے}
 برق من جھکتا ہے شعلہ بطور نور کر ^{طور پر}
 خاصہ عام میں منجے اب تو اپس حضور کر ^{اپنے}
 مودل درد مند تھے صبر لجائے گھور کر ^{میرے}
 باو اُساں دمدم شوق سوں ہا چور کر ^{لے جائے}
^{کھینچوں آہ}

(۱۲۱)

اندھکارِ شہر پر خورشیدِ تاباں ^{اندھیرے} ٹپک منور کر ۹۰۰
 کھیا عرضہ ستونیں ناز سوں کھئی کام ہی منجھو ^{کھا}
 کرے ایران میں پر بادشاہی تاج نہیں غم ^{تھے}
 سوئیں نجیر زلفاں سوں کٹان کو تو کربا ہی ^{کتنوں}
 ہمتار عکس تھو روشن ہو ہی چاند رنگ میں ^{دنیا}
 غبارِ خُط سواں کھ پر عجب ہی جو بچا ہی ^{نکلا}
 ہماری آہ کی شعلیں تھے پایا ہے شفق لالی ^{شعلوں}
 خدایا لطف کا باراں بھیج اُس شعلہ کے اوپر
 ابھالال آہ کے دالے ہیں منجھ سینے میں ^{میرے} در کر
 غزوری آہ کرتے ہیں کتا جس کے زرگر ^{کتنا}
 بدن کاٹیاں پیوتا ہو پیا توں کھ سہر کر ^{عشق کا دیوتا کاٹوں}
 مسداغ غلامی دے منجھے مجھ میں غبر کر
 وگر نہ رنگ کا ٹھکرا ہے تاج بن خاک بر سر کر ^{ٹھیکرا}
 سو پرنے اُس رقی ناسک ہی بہت جو ہر کر ^{تیرے بغیر}
 اُساں دود میر تھے اُپر چھایا ہے منظر کر ^{نہ بیکہ کر}
 کہ جیوں نمرود کی آتش میں ابراہیم سر در کر ^{آہوں کا دھواں}

رقیباں کہنیاں سُکر ہماری ہوتے ہیں حیرا
 معانی آپنے دل میں علی کا مہر ظہر کر ^{کہانیاں}

(۱۲۲)

ہمیں ہیں بے ہنر گر ہوئے نظریا
ہنر داراں میں دیس گے ہنر دار
طلب کے تے سوئیں ہے منج نظریا ۹۱۰
نہیں ہوتے ہیں اس تھو متیاں با
نظر تج پر الہی کا ہوا ہے
دنیا کا پھول اچھا ہے جاسوں
پنہ میں رکھ خدا یا منج اس آزا
محببت سے دے اس کھ صفایا
ہمیں پالے میں مے بھرتی کلنا
دیا استاد منج تعلیم کچھ ہو
ہمیں کچھ دیکھ کر باندھو ہیں زنا
صریحی کے اوپر پیالا بھجا ہے
کہ اس چھتے بغیر چھتے میں بے کا
درد جانے حکیم خوب دانا
ہمارا درد کیا بوجھیں گے اغیا
پہچائیں گے

معافی پر نظر اس یار کا

سدا اس نہیوں ہی پیدا دید
کی محبت سے

(۱۲۳)

نہیں پانی میں تیرا ولد ا	موت نظر سامنے نہیں ہے یا
وہ بھی نکلے بھرا پہا لی ما	پلک پر میں پلک جتا موندو
منجکوں چونہ صرنا زیک قرا	قبلہ کا پتھ نہ کوئی دکھا سراج
باطل السحر ہے بچن در کا	سامری سحر میں جتا کہ کروں
توں کھا غمزہ ناز سوں یکا	دارو کرتے ہزار وضع طیب
تخم سٹنا ہوں تا کیوں آوے با	غم کے خواراں میں تین بند بھرے
سٹوں انجھو کہ ہوئے شجر دبا	عشق ناگر کیا زمیں دل کا
پھول پھل ہووے تا بھی گلزا	بار وہ میرے جھاڑ کوں یا ز

ہے معافی گناہ گار بند

رکھ محبت نظروں تج در با
کا سے تیرے

(۱۲۴)

ہمن شاخ بن پانی ہوتا ہے سرو	سکل باغ پانی تھے ہوتا ہے پرو
ہمن ^{ہماری} تنخانہ نمنے ہے تو بی ہمن ہر	ہند و ریت کون تھے ہیں تم و اجال
ہمن جینت ناسک دو کرتا ہر عمر	تری یاد کا بحث غم سیتی کرتے
جئے کوئی کھینچے پکارے گا جہوں خیر	میں اُتا و تسلیم تھے سر نہ کھینچیا
جے کوئی بسم ناجانے عر تھے کمتر	ہوا ہے ہمن قصہ یک بے سیتی بند
سدا رکھ یارب دوستی کا شکر	بلائی مینج اونا زین مست ہو کر
سو مکھ پھوٹی تھے باندھیا گیا تھ تھر	کلا قند و نبات کا کیسا کروں گا
تو دنیاں سوں لڑتا ہے میخ ختر	صفا مکھ تھے پیتا ہوں مے ارغوانی
نہ دستا کہاں پیوں اللہ اکبر	ترے مکھ کے پانی پہ ظلمات ہے زو
ازل تھے ہوا ہے یہ روزی مقدر	ترے عشق کے نیر تھے میں ہوں زندہ

معانی کی شاخاں کوناباں لگا
دو میٹھانی دکھتے ہیں شہراں میں گھر گھر

(۱۲۵)

ہونٹاں کے چین میں تو چمن رکھیا ہے برکا	چمن دو منجھوں کی زری کر توں خدائی کیا
منجھ دیکھ کر بکیدا غم کا ہے کرتا فریاد	تو عشق منجھ کیا ہے سب خمر میں ڈال
قرآن کی ہر آیت سب بینی راجوٹ کر	اس پتھ میں ہوں دانا لیجا منجھ اسکے دربا
منجھ دیکھ کر بھولے ہیں سب کا فرو مسلما	ناجانوں ریت کیا ہے اس کا ہے گرم بازار
کھوٹے ہمارے میکے بازار میں نہ چلتے	گر ہوئے نظر تمہارا ہم زر چلے گا سمت
اپنے عشق کے نگر کی گتوالی دیو منجھوں	پتھیا ہے بیت منے میرے گلے دو زنا
آیا ہے وقت مہدی مادی جگت میں	جس کوں چھے گنجینا سکوں کھلیں گے اسرا
اس یاد میں ہے جو کوئی سکوں نہیں کہیں غم	غم توں نہ کھا معانی تج کوں خدا ہی غم خوا

(۱۲۶)

پیالہ کھتے چوتنا شراب متور ^{اچھے سے پیکتا}
 چکا نقل ہوتاں کانتی سوں منجوں ^{سے مجھے}
 شمعے بے ترسم نوریں ہے دھواں تج ^{تیرے}
 ترے کام میں کام را کھیا ہوں میں تو ^{رکھا}
 منجے آگ کو یلیاں کی کر سے نہ تاثیر ^{کوئلے کر کے}
 ستا نو نبی کا ہوسے مرے سم ^{مقابل کے ستا}
 براہیم کا قصہ پیچیا ہے جگ میں
 پلا یک دو پیالے ہم ساقی بھڑ بھڑ ^{ہمارے}
 خوشی سات غم کوں بسا روں گا از سر ^{کے ساتھ}
 نیپٹ کو رد اس سوں ہو فے برابر ^{بھول جاؤں گا}
 دیا عشق تاباشی کی منجے کوں چپا در ^{مجھے}
 ترے عشق کی آگ کا ہوں سمندر ^{۹۵۰}
 گھڑیا عشق کندن سیتی منجے کوں زر گر ^{گھڑا کے سونے سے مجھے}
 نکو لیا و بھی کوئی کہانی آذر ^{پھر}

عشق کے منارے اوپر جو و دل کوں
^{پڑ توڑ اور دل سے}
 معافی کہے بانگ اللہ کبیر

رودیفز

(۱۲۷)

آرزو مد جوئے منج جوئے تھی جیوں گلریر	بہر کھ پڑ میا ہے بہرہ ہو استی خمیر
کے شراب پکا دیرہ دل میں سے	دایرہ ناد حریفان کپڑے ہیں نہال
ہوش سوں اکھ قدم کاٹے میں تیج	کیوں چھپا پیوں ہیں بچھلاں گلزار
کہ صراحی کرے قفل اس اور قاضی تیز	دل کباب آساں آساں تھے ہوا ہے میرا
طعوسیتی دھویا گیا پیسہ رہن ٹھو آمیز	دنیا کے پھول میں تو باں فنا کا نہنگیں
کہ سبھی پھول کوں چو پھر لگے ہیں کاٹے دکھ آمیز	کہاں کیخمر وارا و سکند زحمشید
دل پیالے میں بھریں ساقی شراب لبریز	

شعر تیرا در و گوہر ہے معالی سبیں

۹۶۰

شعر حافظ کے مراد پر ہے تلج پروریز

۹۶۱

(۱۲۸)

دیکھیا ہوں سہمنہ کہ میخانہ کا ہوا دربان
بجائے سو بختہ کیا کم آوے گانج کوں
ہمیں سو بجز کریں او کرے بڑائی کی بات
مودل کا بات کھینچیں کدھیں کون ناکس
نہ لکھ سکے گا کہنے شمع منج کتاباں کا
برہ کا در در و سنج پرت کی یاداں ہوں
یسے ہیں میری دونوں آنکھیاں بھری کے منہ
تمارے مکھ کے کعبہ کوں جن طواف کریں
کروں گانگہ گزاروں کا سود گانہ منہ نہ
ہمارا او ہے بختہ کہ آوے خم تھے آواز
سوال نا دینے سک کرتا ہوں او در پہ نیانہ
نہیں ہی کہنے کہ حاجت عیاں ہی آنکوں رانہ
ہمارا علم ہے سب علماں میں جیوں اعجاز
اے دونوں مل چلیں گے تو کریں گے ہم پڑا
انکھیاں کھلے تو تجھے دیکھ کر ہو شہباز
نہیں ہی حاجت اے جاوے کو تباہ حجاز

متعانی اس تمیں کیا بوجھیں اے میخوار

تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات حجاز

رویفس

(۱۲۹)

تج روپ دیکھ پاتے ہیں چپٹے نین اُمس ۹۰۰ استت تری کرن کرتے تل تل بچن اُمس
 تیرا دل آنکھیں کر کے لئے ہر لکھ بات
 تج حسن کیرے دور میں رقص ہوئے کر کرتا ہے قص مستی سوں پا کر لگن اُمس
 تیرا آساں ہے
 جس دس تھے تج دیکھا اُس دن تھو بے سٹو بھی تج لو ملنے تائیں کرے جہون اُمس
 دن ہے رنجہ دیکھا ہے بیہوش پھر کچھ ہے کے لئے دل م
 ہے بے بہار تن سکی تول تو ترے آپر آپس کے تیں نوار لئے کرتے رن اُمس
 اے کھا تو اپنے تیں نثار کرتے
 تیرا اُمس کی کدھیں جا سے نہ منج سیتے راکھیا ہوں دل کے طبلے میں تیرا جتن اُمس
 کبھی جا سکے جھ سے رکھا
 تج مکھ کے نیر تھے سو تری پائے کر سدا پاتے ہیں تازہ ہوئے کہ سبچ ل اُمس
 تیرے عرق سے

صدقے نبی کے قطب سدا عشق باز ہے

اس کام میں منجے دیتے ہیں بختن اُمس
 جھ

(۱۳۰)

اے نام موسیٰ نار ہے تیرا سر در ^{عورت} ^{ریلا} ^{درشن} ^{نظر} ^{وہ پارس}
 دل لوٹے یا ج تل رتی نہیں شوخ ندی
 ناجانوں تج درس میں سکی کیا منتر ہے ^{بغیر}
 شیریں توں خمر و شیریں ہر تیرا ناول ^{تو} ۹۰
 یوسف حسن تر ہے زینجا ہے دل مرا ^{نام}
 معشوق ہو عاشق ہمیں مل کے دونوں میں ^{اور}
 جس ہین پر جو دشت کرے ہوا و پرس
 دل لوٹنے کے کام میں تج کوں بہو ہے جس ^{شہت}
 بلی تھے سود بکو کہ محبتوں کے آپس ^{اپنے کون}
 فرما د ہو کہ جو کرے تج میری ہو کس ^{دل}
 تج مینج پریت کسوٹی پد بکھیا ہو کس ^{پیرا اور میری محبت}
 نا آ دو تن ہمن منے تر ہے منگ بس ^{و آ رقیب ہمارے درمیان}
 صدقے نبی قطب کے دل میں عشق ہے ^{ساتھ قرب}

اوشق ہے جگت منے سینسار کا کس

دنیائیں

(۱۳۱)

تج کاکھل پہ پھرتا ہے بھونرا ہو کر کاکس ^{آسمان}
 دیوے پہ جوں تنگ پھرے خبر کاکس ^{پروان}
 تیرے چہرے کے

تج عشق کے وفا میں کمر باندھا ہے کر
بانوہا ترے

بہر خدانہ دیکھ نبھا آسماں کہیں

تو میری باس ہے کی ہو تیری باس میں

تج درس دیکھو اور تھے بنے ناب ہوئے کر

چند سوچ کے انکھیاں سوس تج کو دیکھنے کے تیں

99-

تو غلام ہو رہا

(۱۴۲)

ہر بار منگتا جیو مراجع لبستی اے نار بس

روز ازل تھے مست میں فوہ میں آنا کے

مستی میں سٹ کے لوہے نہیں دیتے منجھ

بوسیاں کالذت اسکی اس کج منے تو بھوہی
 آما لذت و حقرا ہے کچ میرا شوکر بار بوس
 تیج بوسے امرت کالذت منج باج ہو ر کوئی جانا
 میں جانتا ہوں قدر دے تل تل منج دلدار بوس
 تیج بات ہو گرفتار میں ناجانوں میں کیا منتر
 منگتا ہے تل تل کوں اول نگر نگر گرفتار بوس
 تیری اور

تیج لب منے عیسیٰ کا دم ہو خضر کا امرت ہی
 صدقے نبی کے قطب کوں دے سندر جو ماہو
 تیرے میں اور آبجیات رس

(۱۳۳)

اے خیال لجاو تو خبر میری پیا پاکس
 دل توں نکھی ہو مار پنکھا عشق کے پنتھ میں
 مقصود کی بات آہ بہوت دور دسے منج
 دن ات اجالا اچھے او دن توں دعا کر
 شکر کی صفال کھینچ کہ غنم آیا ڈرانے
 منج تائیں طلب زندگی کا نیر اس الیاس
 چوندھر تھے خیال اسکا منج پریا ہی اس پاکس
 ناما پر پلک پر پلکاں ٹھاوہ ہوں تیج آس
 مقبول دعا تیرا ہو غم جاوے کہ سب بھاس
 کیا ڈری منجے بات میں ہی کھرک جوں الماس
 تیرے تلوار مثل

دل آس منے سو سستی میں رقیباں دو جاگ میں کرین لمن انور کہ ہیں تخاص
درین ہے سکندر کا تے مکھ کی صفایں دیکھیں دیو مکھ تاکہ دسوں کا بے قیاس
دکھ درو کی فریاد نہ کر صبر کراک تل ہے یار ترا سب میں حکماں منے جا اس
میں

رشتہ ترا اس رشتہ سول ہی بند تعالیٰ

شادی و خوشی کر کہ ہے مشتری تج را کس
تیرے لئے

(۱۳۴)

راز نس کا تم سستی کہنا ہو کس تیری بات انکار کا سننا ہو کس
لے کچی کلیاں بھری باغاں منے رس کی کلیاں باغِ خجینا ہو کس
بزم تیرا دستا ہے رنگین بہشت میں یک دو باناں پیالہ کو کہنا ہو کس
کیسے موتی ڈھال نظر اس دھالے اسکوں ہی نظر اس سستی بند نا ہو کس
کونلی ڈالی کوں لگے چھل رنگ رنگ اس چھلاں سستی طراگند نا ہو کس
چھل پھولوں سے گوند ہتا

سنبھشتی حور اس با سا جیویں روح کو اس باں ہی گنگنا ہوس
سوں گنگنا خواہش

شاعران پڑتے معانی شعر لیک
شعر حضرت بلج پڑنا ہوس

ردیفش

(۱۳۵)

ہوا ہے فرح بخش ہو ر ساقی سرکش	سمندنا ز چڑبانڈی میں کس پہ ترکش
سو اس نعل کا گردِ عنبر ہے جو کا	و دو خوشبونی سنگ ہوتے عطار بے غش
نصی کوپ میں کو نیلی گچ کا کچ ہے	لکھیا ہات قدرت سوں صورت منقش
سو بچ چاند کوں کیوں کروں تج بڑا	ہم نہن کا نور ہے توں پری وش
کھینکتا ہے تن پنجرے میں جیوں کو تر	کھینکتا تر اسج کا ہو گا دل کش

نوی روت ن کھینکا اے۔

ادھر تیرے کا عکس پیالے میں جھلکے ^{ہونٹ} عجب ہے کہ دستا ہے پانی میں تش

بہت دن تھے تھا آرزو منجھونج میں ^{مچھے دل} ۱۰۲۰ کہ پیووں سزگ آگ کا پیالہ غمش

دلا اہل مجلس کوں ساقی سماں ^{بچھے} کہ تشریف تج دیووں کا لالہ رنگ ش

معانی ریا ترک کر عیش سوں اچ

کہ سنیڑ یا ہے تج ہات اپیل سزوش

حال ہوا ہے تیرے ہاتھ میں

(۱۳۶)

منجے اس دھات سوں کتنی اوچھل چھند بھری بے ہوش

کے یوں آج لگ جگ میں کتنی کوئی پری بے ہوش ^{نچھے} ^{کرتی} ^{سک دنیا کرتی}

جواہر نہیں کہیں تج سار کا خوبی کے دکان میں ^{نہیں} ^{بچھ گیا}

جواوے مول کرنے تج تو ہوئے جوہری بے ہوش ^{قیمت} ^{تیری}

عشق - تج قلب شریا ترک کر خوش اچھیں ہم -

عجب کج سحر دھرتے ہیں سکی تج نین سحر دو
 کرتے تیری آنکھوں میں
 کہ تج نیناں کے سحرال دیکھ ہوئے سامری بے ہوش
 تیری آنکھوں

اگر محمود ہو فیروز بے ہوش ہویں عجب کیا ہے

ہوئے تج وصف ناکر ساک ظہیر ہو راتوری بے ہوش
 اور
 تیرا ذکر کئے سے اور

پون مورت اپنے تیری نہ آئے چھا تو جوں بہت میں
 ہو کی
 ترے پاواں کے بنگا کی تھے ہوئے دھرمی بے ہوش
 ہے (دھرتی زمین)

نہ منج مد کی پیالی اس جنس بے ہوش کیے ہیں
 میری شراب
 دکھا جھلکارا پکھ کا کہنتی وہ سندری بے ہوش
 اپنے کرتی

نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھی ثریا سے

فلک پر یو غزل سن سن کے ہوئے مشتری بے ہوش

(۱۳۷)

نہیں تچ نین پتلیاں ساراوباش ۱۰۳۰ یکس تھے ایک ہی عیار اوباش
 تیری آنکھ کی کلجے ترے دوزلف ہیں سحراں میں ماہر
 لکھے تچ سیس ازل تھے چھند جالے زسرتا پائے تچ رفتاراوباش
 تیرے سر سے چائیں جگت میں تو بہوت اوباش اما
 انکھیاں پتلیاں و پلکاں ہو رہیوں لیکن بہت
 اے یک ٹھار میں دو چار اوباش بچہ جگہ

نبی صدقے قطب سوں راستی ہے

اگرچہ ہے ادک اونار اوباش
 زیادہ وہ عورت

(۱۳۸)

منج تچ میں جے کچ راز ہے کسوں نکرے نار فاش
 میرے تیرے درمیان جو کچھ کوئی جا کرے ہر ٹھار فاش
 لے راز ایسا میں جو کہیں کوئی جا کرے ہر ٹھار فاش
 یہ نہیں کہیں جگہ

پیرت کوں کہتی نار ہے آمانہ کوئی دیکھیا او سے

اس نار کوں ہر تل گھڑی کرتا ہے تاج مکھ نار فاش

میں راز اپنے جھوکا تل چھپاتا ہوں ولے

آپس سیتی اور راز لپے ہوتا ہے اظہار فاش

از بس نزاکت میں ابیں نازک ترے دو نوادھر

بویاں کی نیشا نیاں کیئے او لعل شکر بار فاش

کہتی پیا تیرا ہوں میں سنبھال توں اس از کوں

دو تن سننے کی بات اے کس دھڑکرا سمرار فاش

میں فاش کیوں ناہوں کی تاج عشق تھے دو جاگ منو

منصور ساعاشن ہوا آکر تنویر سے دار فاش

صدقے نبی کے قطب شرمنگ سخن سستی مدد

تاج عشق کے میدان میں چالاک ہو رہو ار فاش

(۱۳۹)

دیکھت تیری پھل صورت نورانی ہو شکل نقاش
دیکھ کر پاکر
گنواں سُد بد ہو میں کم پس میں اپ سکل نقاش
اپنے ب

سو دھن کا تن پھل جو ہے یہی ہے منج کوں حیرانی
اچھی عورت پاکر دل مجھے
کہ کیوں لکھنے سکے گا جو کی صورت چہل نقاش
دل

نہ جانوں کس ضاسوں اس ضا کا نقش لکھیا ہے
وضع وضع لکھا
کہ ہرگز نہیں لکھیا ہے یوں ابد لک بھی ازل نقاش
نہیں لکھا

صورت لکھنے میں جب لیکھے نونہ زلف کا تیرا
لکھے
بھونک یو ہے بسا لاکر پری چل چل اچھل نقاش

جو دھن کا روپ لیکھے تو نقاشاں نقش چنتے ہیں
عورت چہرہ لکھے
کہ دھن چھند ناز کوں کیوں لکھ سکے وہ کم عقل نقاش
عورت کے

پنھل تچ روپ لکھنے تھے قلم جو پائے کرناچے
پاک تیرا چہرہ ہے ^{جان} لکھے منشور ناما تچ حسن کا بے بدل نقاش

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
کیا منج پر کرم آخر و یا سوں دو اول نقاش
جہ ہر بانی سے وہ

(۱۴۰)

منج دل منے جو کے من تچ نہم کیا ہر ٹھار نقاش
یرے میں رنج کی طے تیری محبت ^{جگہ} نقاش تیرے خیال کا کیسا ہے نقاش
کرنا

۱۰۵۰

تیرا عجب کچھ نقش ہو دتا نہیں یوں نقش کیں
اول نہ آخر لیکھ سے نقاش تیرے سار نقش
لکھ کے طے

جس صدر کی صورت اپر توں پانڈھڑے موہنی
تو جیو پا کر پھر لکھے تچ ناز میں او مار نقاش
تیرا رنج



جب مار لٹکے سول چلے یوں نقش بیٹھے بہیں اُپر
عورت ناز سے بھرتی زین
گویا کہ پانی کے اُپر تیرا کیاں نقش

تج نکھ تھے نو چند نیچے ابھے شفق رنگ تن اُپر
تیرے ناز سے نیا چاند نکھ
جوں بھول پر ریکان سہیں تیوں تن پر بھار بھارش
جھٹک لکیریں زیب دیتے ہیں اسطرح جسم پر جگہ جگہ

دیکھے نہیں کوئی نین تج توں سب نین تھوئے چھپا
اچھ آکھ تھے تو آکھوں سے
تیری سونیکے حسن کا دستا ہے سینا نقش
اچھے نظر آتا ہے دنیا

صدقے نبی کے قطب شاہ اپل کے صفحے کے اُپر
اپنے
حضرت علی کے حب کا لیکھا ہو جو کے مارش
لکھا روح کی طرح

(۱۴۱)

پیا سول ات جاگی ہے سودستی ہے سودھن خوش
پیارے کے ساتھ اگلے نظر آتی نازیں
مدن سر خوش سین سر خوش انجن سر خوش نین خوش
کام دیو بستر سر آہ نکھ

پیاری پیاروں پی ہے پیالا بیم کا تو ہے

دہن سرخوش، دکن سرخوش، رن سرخوش، بکن سرخوش
دانت زبان گفتگو

نہیں متوالی ہو جھبھلتی، پیالی بیم پی پی کر
آنکھ

جو بن سرخوش ہی بن سرخوش، سون سرخوش، کرن سرخوش
دل ہواں

سکی لٹ سنبھلتاں تھے تہاے باور مل تو
زلف سے ہوائے خوبنوا

۱۰۶۰

چمن سرخوش، بکن سرخوش، سمن سرخوش، انکن سرخوش
پھول

پڑی ہے نہہ کی مستی سکی کوں پیو کے نگ تھی
عشق قریب سے

چرن سرخوش، چلن سرخوش، ہلن سرخوش، ڈلن سرخوش
قدم چال ہلنا پھرنا

مدن سولٹ پشائی سوجا بک کی جھیب دھن کا
حسن عورت

ذقن سرخوش، چمن سرخوش، لکن سرخوش، بکن سرخوش
بوروں

نبی صدقے قطب ہو گن رن دن عیش کرتے تھی
بہت خوبیاں رکھنے والا دن

یون سرخوش، مدن سرخوش، چلن سرخوش، کن سرخوش
جوانی کام دیو جاگنا

(۱۴۲)

نہن کے سر دتے ہیں ترے گالاں جھلک تھے خوش
آنکھ نظر آتے کی سے
سہاتے ہیں ترے عشاق..... ملک تھے خوش
زیب دیتے

سکی چند رکھی سول مل تھے مدینے کے تائیں
چاند جیسا رکھنے والی سے مگر تھے شراب لئے
سنوارے میں ہزاراں مجلساں رنگیں فلک تھے خوش
سے

عجب دستا اوکھ چند سور سے اوپر ملک روشن
نظر آتا وہ چہرہ چاند سورج
جھلکتی ہے پشانی سدری کی اس ملک تھے خوش
پیشانی سے

او قدر فقار سہتا ہے ہر یک یک دکھ تھے یک بہتر
وہ زیب دیتا سے
او چند رخسار دستا ہے..... ملک تھے خوش
وہ چاند جیسا رخسار نظر آتا ہے سے

جھلک تیرے دن الماس کی تاج لب تھی میں رنگیں
دانت تیرے سے
دھلک تیرے بن مجھور کے ہیں چھند پلک تھے خوش
آنکھ ناز سے

دو تن کا نانوں میں منگتا ہوں لیا نے کد زباں اوپر
غیر نام نہیں چاہتا ہوں لائے بھی
کہ اس کا نانوں سب ناواں منے دستا ہر جگہ تھو خوش
نام ناموں میں نظر آتا ہے

نبی صدقے قطب کا دل اماں نیہہ سوں ہر روشن
بے عشق ہے
موجو کہن کے تیں لے بارہ ناواں میں جگہ تھو خوش
میرادل لے نام سے

(۱۴۳)

یک ٹھاراجہ کے دھرتی توں ٹھار کی روش
جگہ رکبہ رکھتی ہے تو جگہ
بالے دیکھیں سکی تری گفتار کی روش
یوں دل رچانے کوں ہی ہر نار کی روش
عورت
اس نار میں جو دیتی ہے رفتار کی روش
عورت نظر آتی
تمازی روش اس سکی چوسا کی روش
اپنی
کوئی آج لگ کیا نہیں یوں ہار کی روش
تک

پیدا کرے دو جگہ منے سنگار کی روش
میں
وہاں تیار کئے توں مجھے دے ہی پیہم سوں
بھردور تو مجھے دیتی ہے محبت سے
اپروپ روپات کرے جگہ کوں باولا
ناچ میں کوئی دیکھیا ہی نا کبک منس منے
میں
لیلے..... چیل کے روش ولے
جیواں کے مانکاں کے گلے ہار پنی ہے
دلوں موتی پہنی

نتج مات یاری کر کے قطب سے
تیرے ساتھ
یاری میں لیجھتی ہے یاری کی روش
آج کل رہتی
(۱۴۴)

چنچل چھپیلی چھند بھری رفتار پکڑی ہو روش
خونخ ناز اور طے
ساری رویشاں چھوڑ کر افکار پکڑی ہو روش
وہ عورت اور

سب مذہبوں کی بھیس لے باتا ہوں اسوں بیٹے

دل دیتی نہیں ہے منج کوں دلدار پکڑی ہو روش
نہیں بچے اور

جگ خون کر بھی خوں کرن ٹیلا پٹانی لای لال
کرنے ٹیلا پٹانی پر لگائی
ناجانو کس عشاق تیں اتبار پکڑی ہو روش
اور کے لئے معلوم

دو زلف سیامی رنگ میں نتج گال کیرے مال پر
تیرے رخسار
جگ بس چرلے تیں صحن بہت مار پکڑی ہو روش
زہر کے لئے حین عورت ہاتھ میں اور

دھن بات کی لالی نہ بومہدی کے رنگ تھو لال ہے

عورت ہاتھ سے یہ ہندی
رنگیں کے اپ ہات او خونخار پکڑی ہو رروش

سب جگت کی ناریاں کے تیں ٹک دھرتی فتوا دیونے

دنیا عورتیں لئے
کل کار پراخت سیار ہو رپر کار پکڑی ہو رروش

بو جھیا بجائے دس کس کوں لچھن تری سنپڑیا ہوں میں

بجھا نہ جائے
بولی کہ اے قطبا پتی اتبار پکڑی ہو رروش

ردیف ص

(۱۴۵)

سدا منج نین کی منزل میں رقاں

میرا آنکھ
جدھر دیکھوں کھڑی تل تل میں رقاں

ہوے سائیں مری محفل میں رقاں

ہوئی تج نین پستلی دل میں رقاں

تیری آنکھ کی
ہتیں منج خواب و بیداری میں ویسے
تو ہی مجھے نظر آئے

بھواں کی طاق میں سجا کروں میں

نہیں میں سو ہے بھونرجوں
اچھل او جھل گھٹنگ پیل میں رہاں

قطب شاہ پایا ہے بے بہا در

ہوئی اپنا چ تھے کامل میں رہاں

(۱۴۶)

سکی کا مکھ برن جھلکے کچن خاص ۱۰۹۰ کرے پھل پھانک کسوت اپنے تن خاص

ہو اعرق عرق شرموں تھے پھل نیر
کھولے دورے سکی تن یا سمن خاص

دو پیاری ناری قدرت کی سنواری
سہا تا اس کے تن تھے ابھرن خاص

نہ تھا کچ روپ رنگ اس تو کرہ کول
چڑیا خواں تھے رنگ اس ہو در خاص

بن تھے سیت آسیت نیسم و موتی
ادھر تھے لعل رنگ مانک رتن خاص

ہوا خط سبز تھے رنگیں زمرہ
وہر رنگ سیت پایا تن دس خاص

نبی صدقے ترکماں کوں میا تھے
دیتے دکھن کی شاہی پنجتس خاص

(۱۴۷)

تیری زلفاں کے قلابے میں بلج دستاویز	بنسی کھینچو نہ کھینچو بلجا ہوں میں تو اخلص
نامراداں کی مراداں کوں اگر بر لیا و	بسجی خیراں منے او خیراے خاص الخاں
تری نہد اوتاں میں کوئی نہیں سم میر	تج کی سوں نہد میں میں میں جوں سعد قاص
توں گھر گھر کو پھر ہو نہ منک کس کن بھیک	بھیک اس گھر کے منک شوق سوں تو اچہ قاص
منک نا قتری کھونپے تھے ہوتا ہی ظاہر	عقل نابوچ چرند کون جھوٹے کرتے فضاں
چین ماچین کے نقاش صورت لکھتے کتے	صورتاں کھینچے تو کیا لکھ نہ سکیں تیرا خواں

تیری بیعت میں معافی کا قدم ثابت ہے

یس او پر ہات صندل کا دھر کر غم تھے خلاں

(۱۴۸)

ازل تھے ہے مجھے خواباں سوں اخلص	ابد لگ ج ہے محبوباں سوں اخلص
---------------------------------	------------------------------

اگر تو عاشق صادق ہے طالب	نکرتوں باج مطلوبان سوں اخلاص
سکی کا حسن کیتا جذب مولود	اُسی تے فوج ہے مجذوبان سوں اخلاص
پیاری کے چھنداں ہر سب کو مرغوب	عجے لازم ہے مرغوبان سوں اخلاص
جو ہے مکتوب مانند خال خط سوں	دھروں میں اس تھی مکتوبان سوں اخلاص
نین ناری کے قلابے میں مشہور	دھروں میں اس تھے مکتوبان سوں اخلاص

نبی صد تے قطب شیعہ کجہت ہے

۱۱۱۰

سدا دھرتا ہے تو خوبان سوں اخلاص

(۱۴۹)

ہوا ہوا بیک چیت سوں جیوتی یار کا مخلص	نہیں جج باج کوئی دو جگت اس یار کا مخلص
حقیقت برتتا ہوں میں مجازی عشق باری	دیکھا دو چکر دس جج میں تن دیار کا مخلص
کرو تن من تماری و شڑ پرتھو آرتی چھن	فدائی ہو ہوا دیدار کی تر و دار کا مخلص

رویفظ

(۱۵۰)

سکی توں ہر گھڑی منج پر کر غیظ	محبت پر نظر رکھ کر بس غیظ
کپٹ کیناں کی پر جاتاں سے قول	بساتی کے توں اپ دل میں کر غیظ
نہ دیکھیا کس پہ یو دھرتی برائیں	کہ جو دھرتی توں میر پر غیظ
اول تچ بن مہر دیکھنے تھے	سو اب منج دیکھتے ہیں دل دھرتی
..... ہو مجھے واجب نہیں یوں	اپس عاشق پہ کرنا پیش تر غیظ
و تا منج دل میں آتا و ایل مہر	جنا کرتی ہے توں منج سر غیظ
اتنا ہی میرے	بتنا تو مجھ پر

نبی صدقے تجھے سوں ہے خدا کی

قطب سوں لگے لگ چھوڑ کر غیظ

ے

(۱۵۱)

ترا کنڈھ سن کو یاں پاس خط	ترا آنگ دہن دیکھ کلیاں پاس خط
چنچل تچ نیسا کی چمکا دیکھ	نت آسمان کیاں بھلیاں پاس خط
ترے تن کیرے پھول کی باس لے	ترہ جگ کی جیو کی رکھیاں پاس خط
جے رلیاں جو کرتے ہیں توں نازوں	تجے دیکھ سو ہے رلیاں پاس خط
مناسب تچ انگلیاں کا دھرتے ہیں کہ	اُم موناگ کیریاں بھلیاں پاس خط
رین دن ترے نقش کوں دیکھ دیکھ	چتر سال کیاں پوئیاں پاس خط

نبی صدقے بکلت ہنسی میں اُتر

قطب تچ کوں گدگلیاں پاس خط

(۱۵۲)

جن پو تھے پچھڑے اُسے سینا میں کچ خط
جس ٹھار میں وو پیوں اُس ٹھار میں کچ خط

اے چاند جانا کی توں یوں جھلکا رہا ہے آج رات

اُس پیون منج کوں تری جھلکا میں نہیں کوچ خط
کیوں تو نہیں کچھ لطف

جس ٹھار جاتی ہوں بی میں کچھ وقت گستا میں

انگن دیسے کوئڈا بار سو ہو ر دار میں نہیں کوچ خط
گدڑا نہیں بھی کچھ لطف

۱۱۲۰

ہر حال میں اس حال یوں خوشحال ہوں میں اے سلی

کی یوں توں منج سنگاری سنگار میں نہیں کوچ خط
کیوں تو مجھے سجاتی نہیں کچھ لطف

گاہے منجے گلزار میں لے جاوتی توں کھینچ کر

اُس سرودن ہرگز منجے گلزار میں نہیں کوچ خط
کیوں مجھے جاتی تو نہیں کچھ لطف

میں اپنے پیو کے پیار سوں دھرتی ہوں جگ میں غرض

گر جگ کے بی پیار منجے اُس پیار میں نہیں کوچ خط

میں قطب عاشق ہوں کوئی پند کی نگو گفتا منج
عاشق کوں کس کی بندگی میں نہیں کوچ خط
اگر دنیا بھی نہیں کچھ لطف

ردیف

(۱۵۳)

عشق پھولوں کو بند ہے مرصع	نوی چو نیاں ہوں کیتے لے مرصع
کو بند ہے	نئی ہے کرتے بہت
بہت چھند بندوں مجھوں اچھانے	کیتی ہے آپ دو لیلے مرصع
کو اہل کرنے	کرتی خود کو وہ
سکی پینی سر اسر چھند ابھرن	گلے کنڈھ مال پے ورپے مرصع
زیر	بار
پریت کے نورتن کا لائے طرا	سکی پیٹے نقل ہوں مرصع
بہت	ہے
عشق تیلی کوں اتہ چھندوں سوار	او سے کسوت پناؤ لے مرصع
کو بہت مشورہ ہے	اُسے پناؤ بہت
لیا دو اتہ چاؤ ہوں مجلس کے مینے	طنبور راہور کساج و نے مرصع
لاؤ بہت	اور
نئی صدقے سوترا جگہ دیکھ کہنتے	
تینین عالم	
قطب شاہ کا سو مجلس مرصع	

(۱۵۴)

پیشانی پر سعادت کی لکھیا کیل ان طلح
 کتب تک کہتے ہیں طلح کون ہیں کیوں ان کی ہیں
 دنیا کوں ہیچ کرے کوئی خدا کی بات پکڑے ہیں
 دیا کی مہر سوں دیکھیا ہوں طلح کی انجانی میں
 مجھے جو پتیر ہے توں طلح کی خدمت کوں
 رقم میرا سکل طلح کی کیتا ہے اول طلح
 دنیا جوں آرتی میں اپنے دستا نخل طلح
 او نو ا فضل میں ساریاں میں ان کا بے بدل طلح
 سکل طلح میں بینکاں مور سو میرا چیل طلح
 دیا کے حکم سو خدمت کوں دیتے ہیں سکل طلح
 نبی کے ہو علی گھر کا توں بندائے قطبیا
 نگو کچ فکر کی غم کر کہ تیرا ہے نول طلح

(۱۵۵)

بخچا تجھ میں دیکھیا دھن تو موندے ہیں پکٹانے
 سکی تجھ کبیں نس ہور بات سا و مانگ موتیاں کا
 کہ جب تیرے گال دیکھیں گے تو واں تیرے الکل مانع
 اجالا کہ کا دیکھ آپی سو ہوتا ہی تلک مانع
 تیرے بال رات اور

سو دھن کے دیکھنے مکھ کوں پھر چند روز نا
 حین چہرہ کو چاند سورج رات
 کہ جب عاشق اپنے لداٹ کر دھن آؤ لے لو سب کوں
 گلے لگنے کوں نگتا ہوں دے دھن کیا کہیے گی کر
 چنچل کے مک کا عاشق ہوں بھون بھون پڑنے کو
 چاہے زین پانو
 سکی نادیکھنے چند سور مکھ ہوتا جھلک مانع
 نہ دیکھیں چاند سورج رات
 سو تو توں میں مکھڑے کوں تس تیں کر مانع
 جتنا دھتا ہوتا ہے کوں سو ہوتا ہے شک مانع
 تس کے پاؤں کے پیچن کہ ہوتا ہے جھنک مانع
 جتنا بہت

قطب جو بن یہ سنے ہاتے ہیں اوس سنے
 سو تو لے ہات کوں ہوتا ہے چنچل تہ پدک مانع
 بہت کر تھے

(۱۵۶)

ازل تھے کئے مکھ دھن کوں مصح
 سے رخ عورت کو
 سکی پیام کیساں میں پھولا سے بول
 کے یاد بالوں نظائیں
 بہوت پی سکی مد اسی تھے ہوا ہے
 نے شراب اسی لے
 کندن کر کے جوں دھن کوں مصح
 سنا کرنا جملہ دانت
 کہے جائے تس کے بدن کوں مصح
 کہا جانتا ہے اس
 کہ تاریاں سوں کیتے گلن کوں مصح
 جملہ تاروں سے کرتے ہیں آساں کو
 سرنگ لعل کا سب بن کوں مصح
 خوش رنگ آٹھ کو

نچھل موقی ہو ریاچ یا قوت لا کر کے دو علیفاں جو بن کوں مصح

دسے یوں زربیناں نچھل دھن بند پر کے پھول سون جوں چین کوں مصح

قطب شہ نبی صد آپی کیا ہے

نوا طح جگ میں بچن کوں مصح

نئی طح سے دنیا میں شعر کو

(۱۵۴)

کہ جہوں نبی سوں مل انجن ہے متابع

جھٹھ آنکھ سے مل کر سر

کہ جہوں دیس سوں فرین ہے متابع

جھٹھ دن کے ساتھ راتیں

ترے لب کا دل تھے مین ہے متابع

سو تہوں تج ادھیریں شکن ہے متابع

اُسی طرح تیرے ہونٹوں

سونا بات کا نور سن ہے متابع

کہ جوں جو بنان کا کسن ہے متابع

زبان

ترے درس کا دھن نبی ہے متابع

دیبا لے عورت نہ آنکھ

سکی سنگ ترے کھ کے دوزلف یوں ہے

لے کجا قریب چہرہ

ادھیریں یا قوت تھی ہے نچھل تج

جوت سے زیادہ صاف ہیں تیرے

سر گل لعل کے بھانک پر رکھ جوں ہے

چنگڑی لکیریں جھٹھ ہیں

تیری بات ناباں سکر دھلیا دی

مرا ہاتھ کرتا سنگ جو بناں سوں

نہ جانوں کیا ہر سحر تجھ کئے دھن
مٹھے تیج بچن کا یوسن ہے متابع
تیرے پاس آؤ
تیرے تیروں یہ دل
تجھے ڈر نہیں کچے سکی ہو رکیاں ہوں
اپے آپ تیرا سجن ہے متابع
کچھ اور
سواراہ اماں مدد و قطب کوں
خود ہی

۱۱۷-

اُسی تھے یوسا را دکن ہے متابع
اس لئے یہ

(۱۵۸)

سکی مکھ صفحے پر تیرے لکھیا راقم ملک مصرع
خفی خط سو لکھیا نازک تر دے نو پیک مصرع
قلم لیکر جلی لکھیا جو کوئی بھی ناسکین لکھنے
لیکھیا ہی دو کہ دھن مکھ تیرے صفحے پر الگ مصرع
بزاں کر خوشنویساں ملک کے کہتے ہیں سم ہوش
بہت چھپ چھپ کے لکھتے ہیں نظر ملک دیکھ مصرع
سو لکھ کر پریشان ہو قلم لٹا پتہ ہی
بزاں کر دیکھ مکھ دھن کا دوانی ہو بہا سوں
قلم مکھڑے سن ناسکے لکھے ہو ایک سرخی سوں
چہرہ سے ناک
مگر کرتے ہیں مقابل ہوتے
ہو دیکھ لکھیں
دراکھ
ڈال
نیکو کہنے کی وجہ

سکی کے کچے پڑنا رک خط نہ بوجھے کوئی کئے لکھیا
 کس نے کھا
 قطب کون چھ تو یوں کے لکھیا میرا رک مصحح
 پستان
 کو کہے لکھا ہے ناخن

(۱۵۹)

کھیا ہوں وصف کھ تیرے کالے دھن خوب اول مطلع
 عورت
 دیا مطلع بی ہو سے ناکہ او ہے بے بدل مطلع
 اس طرح کا پھون ہو کے

جتنا ایسے سنواریں گے انچل بن کچھ سہا سے نا
 جتنا اپنے سے
 ترے سنگار میں اے دھن اول ہے سوا پیل مطلع
 کے بغیر زیب زدہ

کیتاں کوں خوبصورت ہو نہیں چھنڈوں کی توں کامن
 کہوں
 ان تو کیا کام آویں جو ادنوں کوں میں اصل مطلع
 ان کے پاس نہیں ہے

۱۱۸۰

جو کوئی ہے چھند بھری اے دھن سکیا میں سن چنل کہنے
 سہا نامک چھنداں کا ہے لکرتج کوں خیل مطلع
 زیب دیتا
 کہہ کر تجھے

تراکھ دیجھ کر ایسے غلاماں میں چند رکھیا
خود ہی چاند لکھا

بجئے ہیں عاشقاں لکھ لے کے پڑتے ہیں پھل مطلع
بجئے پڑتے سان

چنچل تچ نانو کے بیتاں کوں دل میرا کیا ازبر

سو تیرے نانوں کا دل میرا پڑتا ہر محل مطلع
تیرے نام

تری چھاتی پہ دھن قطبا لکھیا ہی بھوکم بیتے
اس لئے عورت

اوسی تھے ڈھانک رکھتے ہیں موتیاں کچ اوچل مطلع
اسی لئے چھپا

(۱۶۰)

چنچل کھ ترا دیکھ ڈھلتا شمع سو عاشق ترا ہو کے ڈلتا شمع

ترے جن کوں کیکھ شرموں سینے عشق کے بہانے تھے گلستا شمع

ترے لف کی دکھ پریشانی کوں پون عموں پریشاں ہو جلتا شمع
دیکھ کر ہوا کی طرح

ترے نین کا کا جلا دیکھ دھن آنکھ لاجل دیکھ عورت
اپے کا جلا ہوئے جلتا شمع خود کا جلا بننے کے لئے

گھرے گھر دھونڈتے تھے چھلرات کوں
 ترے تیں عس ہونکست شمع
 لگتے ہوں مولے سوچ سامنے ۱۱۹۰
 تھے دیکھ دھن دھن دھن لگتا شمع
 قطب آئے حبیب اس کے مندر
 تسلیم کر شہ کوں چلتا شمع

(۱۶۱)

خوش شکل خوبصورت دیدار کا متاع	مروت سیٹھے زبانی ہے یار کا متاع
بھی ہونا دل کوں رکھنے دلدار کا متاع	بے دل ہو کر دل کوں دیدار بن نہ رکھے
جام ہو رکیاں ہیں سنگار کا متاع	منگتا جو کوئی سوار مجلس کوں شوق سیتے
دونوں کے دل میں ہوتا ایک سار کا متاع	میرا پیار دھن لے دل میں پیار تیرا
دھن مار ہونا میرے گلہب آ کا متاع	میرے گلے میں پھولان کے ہار کیا کروں میں
آگن بھی خوب ہونا رفتار کا متاع	پایل پیچن جو گھنگر دھن بین کر جو لکے
آگن؟	پہن

(142)

کہ جوں حاجی کو کام کے منگتا ہے دیکھیں برقع
چاہتا دیکھنے

(۱۶۳)

دھن مکھ پیری لٹ ہے نس شب کا طلوع
 لے عورت چہرہ پر زلف رات
 بد دھن جو پی لئے ہیں پکار ہر مل
 شراب
 دھن مکھ نچل ہے دن جو سورج تہ پانی
 عورت کے رخ صاف اور تیرا
 عاشق شفا کے تائیں تج لک پانی پیوے
 لے تیرے
 دل منگاتے جو دھن لب ترا جو من کا
 چاہتا لے عورت (چون)
 چنچل انچل جو مکھ پر کھس کر یو تھے آوے
 ۱۲۱۰ مکھ تیرا خم سوتس میں شراب کا طلوع
 چند پر بدل کا جوں ہے حجاب کا طلوع
 چاند بادل جملط
 صدقہ نبی قطب یوں شعلے ہرین
 دریا کو روز جوں ہے موجا ب کا طلوع

(۱۶۴)

تج کیس رین اندکار کا کرتا ہے مشک طمع
 تیرے بال رات اندھیر
 تج لب کے امرت نیکر و مہر ہاں سکند طمع
 تیرے آب حیات

دل کوئی دھڑکیں طمع اس چھند بھری ناز کا
تس ناز ہو گھونگٹ کے تین دھڑاپے چادر طمع

جھلکار پر جھلکار کر لیکھ دکھاتے چھندوں
عاشق اپنے ہو دیپ کر دھڑکھڑا چنڈ طمع

باتاں مٹھی دھن لکھ کرے جو کرے دے ہوڑے
باتاں کے تس کے دھڑکے باتاں ہوڑے طمع

جب کھول مکھ باتاں کرے نہایت تو بات ہو
تس پانی کے یک بوند کا دھڑاپے کوڑ طمع

شاعر کے پکڑ کر تیریں جو بن سون تیرہ دیو کر
دھن کے جو بن تائیں کھڑے ہر کر سدا دنگ طمع

بندانی کا قطب دھڑا طمع خد کوں یوں
جوں کرنے خدمت شاہ کا دھڑاتا تھا قمبر طمع

رذیفہ

(۱۶۵)

دھڑی ہونٹاں کی مکھ میر نے دل نو دیا داغ ۱۲۲۰
خوشیاں تھو پھولے ہیں میر جو کے چراغ

تہمدی بندگی کا حلقہ کن میں بایا ہوں
تمہارا عشق جسے نیں ہر دیو داغ پہ داغ

کان ڈالا

تمہارا حسن و قدرت تھے روشنی پایا
ہو راں کا حسن تر حسن ^{انگے} جیسے چراغ
شراب پھول کھلے تیرے باغ نو خط میں ^{اروں کا}
پلا توں ساتی مرست ^{نچے} منجھوں یک دوا باغ
برہ کا باؤ منجے باور اکیسا ہے اب
صبا کا باؤ معطر کریں توں میرا دواغ
تمہاری یاد تھی بھانیا ہوں کھ پس دل تھے
خوشیاں کا وقت ہر شادی کریں ہمیں نفع
ہمارا پھول کے جھاڑاں کوں پھول پھل لگے ^{اڑا میرے}
خمار پکڑیا ہے بیج نین کوں تر ا سر تھے
پیالہ نادے ہمیں سیتی کرتے کیتا لاغ ^{کتے}

معافی شکر خدا کر نہ کر توں عشم ہرگز

بنی کے نانودں تھی آتا تھے خوشی کا سرغ
نام سے ^{نچے}

(۱۶۶)

سرج چاند تھ کھ تھے پاتے فسروغ
ایسے دیپ جگ میں دپاتے فسروغ
سوج تیرے سے ^{چمکتے}
خود چمک کر

نقطہ قطب شہ ^{نچے} آیا -

دین ہا ر جیتے ہیں اس جگ منے ۱۲۳
 چکے والے تھے میں
 اگر تو بخیتی نہ اس جگ منے
 پیدا ہوئی میں
 ترے بال ننھے ترے گال پر
 کی طرح
 جوشہ کوں بھلائے کوں جاتی ہر لیا
 اگر دل پکڑتا نہ تچ زلف کوں
 تیری

نہ وہ لاج تھے سب چھپاتے فروغ
 نہیں چکے شرم سے
 سوچ چاندیوں کاں تھے لیا تے فروغ
 اس طرح کہاں سے لاتے
 ابھالاں ہو کر چھند سون تھے فروغ
 بدل
 تو قدرت تھے تچ کچھ پر آتے فروغ
 سے تیرے چہرہ
 تو مکھ نیر میں اس ڈباتے فروغ
 چہرہ پائی اکو

نبی صدقے قطبا کوں تل تل سکی

جھلک مکھ تھے تیرے بھلائے فروغ
 ہر گھڑی

تچ مکھ کوں دیکھت سوچ چند تھے ہوا فاع
 تیرے چہرہ کو دیکھ کر چاند سے
 توں پاؤ جھونا باندے ہو پرینے زن تن پر
 تو پاؤں میں اور پہننے
 بادل ہو تری نہ میں پھیرا ہو گلتاں میں
 عشق
 تچ خوبی ہو یک آیت کیا تو ہوا ب مطلق
 کیجا تیری

لے لب میں ترے دوا لب شکر تھے ہوا فاع
 سے
 تاریاں تھو ہوا بے دل انبر تھے ہوا فاع
 اسان سے
 المحمل للہ با سے میں گھر تھے ہوا فاع
 سے
 افسون سحر ٹوئے منتر تھے ہوا فاع
 سے

لا گیا ہے لذت جب تھو تج لگا کی تب تھو ۱۲۴۰ امریت نہیں بھاتا، کوثر تھے ہوا فارغ
 لگی تیرے سے تیرے سے
 تج جو کڑوا لک نیکا دیکھ تھاٹ کی چنل طنبوے لبر کے رب جہتر تھے ہوا فارغ
 تیری ابھی دیکھ کر سے

(۱۶۸)

اے نار ہے اس جگ منے تج مکھ عجب روشن چراغ
 عورت میں تیرے چہرہ کا
 دیکھے نہیں اجنوں کہیں اس دھات کا نوکھن چراغ
 اب تک طح آسمان
 حاجت نہیں جو سور چند دن رات یوں نکلیا کریں
 سوچ چاند
 بس ہو پانچ دو جگت تج مکھ کا درپن چسراغ
 چمکانے تیرے چہرہ آئینہ
 ملا ہے خدمت گار تل دھن مکھ کی مسجد میں
 عورت کے چہرہ مسجد
 پلکاں بتیاں کا حل دھواں دیتا ہے لون چراغ
 لوبان
 دھن دیکھنے کوں آئے کی یک و پس تولے اس سبب
 کیوں دن نہیں
 پھولاں کرے شعلیاں سینے روشن ہوا گلشن چراغ
 کرے شعلوں سے

عشاق پروانے ہو کر چونڈھیں تھے پڑنا کر
چاروں طرف سے
اپنے اپنی ہر ایک رتن جھوکائے ہے سو دھن چراغ
موتی جین عورت

کیا رسم ہے تج فام میں اس عشق کے مندیر میں
مجھے فہم نہیں مندر

جو عاشقاں تھیں اے آجالتے اپنی چراغ
سم کرتے خود آکر جلاتے اپنے دل کا چراغ

صدقے نبی کے بوتلک روشن ہے بوکھن تو تلک
جیتنگ آسان تینک

روشن اچھو جم قطب شہ جگ سائیں کار روشن چراغ
رہے ہمیشہ دنیا کے مالک

(۱۶۹)

مندیر تھے پھولیا ہے کی تج نین باغ
آبد شراب سے تیرا آنکھ کا
بوسے کے پھولاں بار لے آیا ہی دہن باغ

ردیف
(۱۷۰)

اچیل پیار کے مندھ رنگتی جو توں جانے چنچل
کان چاہتی تو
تو یوں چھپے چوری سوں جاجی کوں جانے چنچل
اسطح

دو تیاں گے پر چو طرف تاریاں من بھر ہے چندا

اغیار ^{مانند} ^{چاند} تس پر برستا چند ناسو تج کوں دکھلانے چنیل

توں کس کے نس بھیس او جھل چھپ چھپے دکر متن

بال ^{رات} جو چھانوں تج دکھیں گے تو منگتی ہے سپر نے چنیل

بل کیک پتیا کر چھانو کوں نائے خبر چک پا کے تو

دنیال لگ گیا نو پراوے گی پھسلانے چنیل

سن سرگ بن تھے حور این کھن بن تھے تر تارے من

جنت ^{خود آسمان سے ٹوٹ کر} سو لک فریباں کھلے کے جو آئے سکھلانے چنیل

چت کر دو چت یک چت ہو چت لا چلی ہی پیو سوں

پیا سے ^{یکدل} سونس چکا پیو مکھ آپریوں نوز برسائے چنیل

بیواج سوچ آیا ہے دیکھ نس میں سوچ دن نور لیا

چند اینم کے چھانے نے گن دھوئے میں... چنیل

چاند ^{پونم} ^{جھانواں} ^{قدم}

تس پیاری کوں گل لایا شو قوں لے بوسے دیا
 گلے لگایا ^{سے بہت}
 ہنس مانکوں لیا نے بیچ چک تو لاج لے آئے جخل
 (مانک) لائے بستر ^{شرم سے}
 حضرت نبی صدقے پیا قطبا رکھیں ہو خیال اس
 لک بھاؤ سوں سمجائیے آتی ہے رکھائے جخل
 لاکھ سے سمجھا کرتھے دل بھانے
 (۱۷۱)

ترے دوہن ہیں مدست متوال
 آنچہ ^{شراب کے متوالے}
 ترے مکھ کی لٹاں میں ہیں کہ دوناک
 ۱۲۶۔ چہرہ زلفیں نہیں مگر
 بھواں تیریاں کوں کیوں لکھے کا نقش
 تیری لکھے
 سکیاں کے ہات میں دیکھ پیالی مد کی
 ہاتھ ^{دیکھے} شراب
 توں موتی بے بہا ہے تچ بہا نہیں
 تو ^{بچھے قیمت نہیں}
 جہاں ہے سیمیا کا نقش اس تھے
 اسی لئے

ترے دو گال ہیں خوبی کے گلال
 سلیمان کی انگھوٹی کے ہیں رکھوال
 ۱۲۷۔ انگوٹھی
 کہاں دو کھینچیا ہے سخت اشکال
 نہیں دیکھیا اگن کے تیں جو بیاں
 دیکھا ^{اگن کو}
 جلکت کا مال ہے تیرا سو پامال
 دنیا
 کہے ہیں عارفاں سب اس کوں تماشال

نبی صدقے قطب جم عیش کر عیش

کہ تج در پر کھڑے ہیں ستج و اقبال

رذیفہ

(۱۴۲)

جے کو بخجائیں سول دیکھے من پائے کام

نہیں غلط یہ بات انوکھ ہے است جام

ہر چند پچھاویں دام نسیطر کسی کے دام

مرغان خوش کلام تب آویں سو تج سلام

اس تھے بہوت طمع کرے ہر درد سر دم

قرآن ہو حدیث سول کیب کر کلام

آدم کیا ہے کوہ سر اندیب پر مقام

بیو کھ کی آری میں دیا ہے سچ آپ نام

مستال کوں جاے پوچھو تمیں رستی کی بات

او مرغ و حشّی رام نہوئے آب و دانہ سول

تج بیس او پر ہے چھانوں ہا کا نہیں ہے

روزی ہو اوصال تج یکد جام پی

انجانی میں جوانی گیس اپندنا سنیا

نہایت رہ آپ کام میں دنیا کون میں وفا

باندیاہوں عشق میں کمر آساں اس سوں نن پرتھے میں ہوا ہوں تیرے نہہ کا غلام
 مگھ کعبہ کوں طواف قوطب شہ کرے سدا پہن ہے
 سب حاجیاں میں میں حج اکبر کیا تمام

(۱۶۳)

منجے اس گلے کا حساں ہے دام او یک جوت جوہر سوچ پایا نام
 تو کھ صافی میں نور کا ہے نشان اوسے تھے گیا چھپ کر جمشید جام
 نین تیری کوں باوان پیر کاں کے قبولیا ہے تو چا کری جیوں غلام
 سراوے کن اس نار کی ناز کی کہ عاجز زباں ہو قسمل ہے تمام
 طلسمان تھے مشکل ہے نہہ کا ظلم جے راکھے قسدم بوجھے افلاک کام
 دو تن گوند کر ڈاولی کے نکھو ۱۲۰۰ نین کس چٹک لاگے کیا جانے عام

ن معافی ن جگونی بیجھے بوجھے او اسان نام -

معانی عشق جیتا ہوں کر نہ کہہ

جسے عشق جیتا کہے او ہے خام

(۱۶۴)

احرام اس کا باندھوں گا ہو ریزوں کا صیام

کن نا بوجھے عقل انوں کا سبھی ہے خام

ساقی پلا توں لطف سستی اتنی یک دو جام

وونقش کار قوم کریں میرے دل ہم

جب تھے دیکھیا ہو تو تھے کیا ہو تھے سلام

وونا نوں کے سرو میں دل میں ہیں کلام

وونہیہ کا سو باس نکلتا ہے ہم شام

اس محبت خوشبو

تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منجھوں نام

جن نام و پیتھ نا بوجھے دو گن و گیان کیا

تج یا د تھے ہوئے ہیں سبھی طالبان کباب

ایسا پلا شراب کہ سب دل تھو جائے دھوئے

انکا زخاک یا د کیا تج تو جیو دیا

عالم منجھ سکھاویں گے کیا آپنا عوالم

کرتے غوری اپنے بغل میں رکھ کتاب

نہ قطب نہ نہ دوکان و گیان نہ ہے نہ نگار نہ جیو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں توں اپنا سلام -

دوڑا یا ہے عقل جتا اُتسا دوڑیا دوڑائے نا تو بھی دیوے دشنام میرا کام
 اے پند گو معافی کوں کیا پند کہتی ہیں ۱۲۹۰ اس کام باج آپ یہ کیا ہے سبھی حرام
 کرے ناز میں ناز سوں منج کرم (۱۷۵) عشق بات سوں مو اچیا علم
 ازل کے تسلیم تھے پرشانی لکھے سدا اس کا ہورہ اچھے تے بھرم
 تیرے ہندسی دل پر گنت چوکوں کیوں حساباں میں آیا ہوں میں تے قسم
 میٹھے لب سیتی نانوں میں لائے ہزاراں شکر ہے کرے منج تو حرم
 ترے مکھ کا مکر کرے لب سوں بات وہ حرم نہ کیوں آئیا در حرم
 انجو جو ہو دوڑیں تری نرم میں توں مکھ دھوے تو ہوگا شرف منجکوں جم
 ہم سیتی آڑے ہوے جان بوج سنگھاتیاں سوں پیالے پیتے دمدم
 بچھایا ہوں میں سفرہ امید کا بھرو صحنکاں نعمتاں محترم
 بہت دن تھے ساتی موہما یہ ہے پیالہ نہ دیتا منجے سیک دم

اچھو عیش و عشرت سدا بزم میں ۱۳۰۰ معانی گدا کوں دلاو و دم
(۱۷۶) ن قطب شاہ

ترے قد تھے سرو نما رہے جم	اوچا یا ہے یا نو جمن میں علم
توں ہے چند تارے ہر شکر ترے	توں ہر شاہ خواباں میں تیرا چشم
ورق صنم پر نہیں لکھیا تاج سا ہو	ازل کے مصور کا ہرگز قلم
سکند کوں تھی اسی جم کوں جام	ترے بہت ہو دین ہو جام جم
نئے مکھ کے پھل بن کوں دیکھ لاج تھو	چھپا یا ہے مکھ اپنے کوں لرم
سدا تاج اُپر دھیان تارے رکھوں	سدا تاج سوں کھیلوں نو یلا پریم

بنی کے میا فیض تھے قطب شاہ

کی محبت کے سے

محبت کے پھل بن کا پایا ہے سم

پھول بن مقابل

(۱۷۷)

کیوں لکھے بنگی تری لٹ کا صفت سدا قلم	ہے نوا چاند بہو تیرے بھواں چاند تھو کم
ٹیرھی زلف سدا	نیا بہت سے

ناز کی مین میں ہے پھول تیرے مکھ کے منن
چند سو بچ مشتری سیر کریں کیوں تیرے سیتے ہم
مکھ دکھایا ہے رنگ و پ عجب لالی تھو خوب
قد اوچا یا ہے ہر یا مر تھے بھی اچھا علم
کیوں نہ جیویں سدا عشاق نہ رامت نمنے
تیرے گالا کے سوخی تھے چو تار جیو کا غم
غمرے تیرے جو پلک مارنے میں خم کریں
ایک چھین ان پڑیں میاں سو منوں میں رکھیں گے
نہی کے صدقے کہے قطب زباں خواں میں
بجھا دیکھیا نہیں ہو کوئی تیرے حسن کے سم

(۱۷۸)

سو دھن کے لب تھو منگیا تو میں تو پوچھی نام
جو کہیا نام اے بولی نام دے دشنام
ہنسی میں سٹ کہ پس متی کے بہنے سوں
دکھا کہ چھند چلی بہت میں لے صراحی جام
شراب پیکہ سو بچ کر دکھائی اپ توں سمج
اول تو نین ستاریاں سوں مکھ تھا بد تمام
تیری آنکھ تاروں سے

مرگ میں مرنے تیج سالے سر و گل اندام

جنت ^{تیج} جیواں کے نیکھی کا پرنے الگ کی مکہ پر دم
دلوں کے ^{پرند} کے لئے زلف

بد لگوں منجے تیج سوئے تیج کوں مج سو کام
تک ^{تیجے تیرے سے تیجے} تیجے سے

نبی کے صدقے قطب لگیا دھن کے گلے

لگا عورت

جوں لام البیف من ل ہوا الف ہور لام

اور

الف کا طح

(۱۷۹)

جو پھول میں کھڑی دھن سو پھول کھلیا

ہینکر ^{عورت جیٹھ} سمن پڑا سنبل یاد دیکھا کہ تل را کھے

بین پر لبد کر اولب خنداں ازل تھو کہے ۱۳۲

نی کے صدقے قطب لگیا دھن کے گلے

لگا عورت

جوں لام البیف من ل ہوا الف ہور لام

اور

الف کا طح

(۱۷۹)

ترے تل میں دانے ہور زلف دام

اور

کہ اس ناو پر قص کرتا ہے جام

تیرے مین نرگس بناں ہے حرام

آنکھ کے بغیر

چند اکٹھ ترا ہے سو ہور لٹ غمام

اور زلف

ہوے میں جلکت جیونیکھی اس سوں رام

دنیا کے دلوں کے پرند

ترے ہونٹ خرا مین تیج بدام

آنکھ تیرا بادام

عجب ناو شیشے کے قفل میں ہے

ترے لب نقل سوں دے منج حلال

آنکھ ہرن

مین مرگ تیرے ہیں ہور سو کے شاخ

اور خط مرید

اپس زلف تاراں کے تیں نا ہلا

اپنی

توں خسرو ہے شیریں بچن ہیں تے سنیریا نہیں ہے فسر ہا دایا کلام
 نبی صدقے قطبا کوں جم عیش ہے
 مدد ہیں اُسے آٹھ ہو چپارا امام

اور

(۱۸۰)

رین چندنی میں سائیں سول پیو جام رات چاندنی کے ساتھ پیو
 سجن من بات لینے میں ہے آرام کا دل ہاتھ میں
 کرو روشن انداں شمع چھب کول ۱۳۳ کہ رکھے ہیں پیامنج بزم میں (جام)
 پیان کیوں گے نس منجھوں ساری کے بغیر گزرتی رات جھٹکوں
 موہن مکھ تھے یہ لیوں سکھ جب وام کے چہرے
 پیانگل باہنہ دے کتھ لار ہوں گی
 سو اس نس من ناکھوں کے ہوئی صبح رات آنکھ نہ
 موہن مکھ چند ہو ر سکیاں میں تارے
 ہمیں دل مرغ ہو ر پیوزلف اس دام نام کے بغیر نہ
 نبی صدقے محمد قطب شاہ جسم کا چہرہ چاند اور
 پریم پیالے پیوے نت صبح ہو ر شام
 محبت کے

ردیفان

(۱۸۱)

چند کے پیلے میں آفتاب کہاں	ساقیا آشراب ناب کہاں
چند گانے کہاں رباب کہاں	عاشقاں منگتے ہیں سماع گرنے
نقل مد کا کہاں کباب کہاں	مد کے پیسا بیاں کا دور پھرتا ہے
اُس کے آنگے تنک مراب کہاں	او کنول کچھ ہیں نرسیر ہے سنور
و لے میرے نین کوں خواب کہاں	سو کہ دیکھو کہتے ہیں ساجن کوں
او کنول کچھ دھوویں گلاب کہاں	نہیں دکی ہے خماری نیناں میں
شرب کا وقت ہے شراب کہاں	صبح کے بن لے پھول کھائے ہیں
سور کے نور او پر نقاب کہاں	پرہے میں کیوں چھپے گا اوجھل کاں
مجلس قطب کا میاب کہاں	مجلس شہاں سوائے ہیں

(۱۸۲)

منگیا جو توبہ کے میں صبح استخارہ کروں
 ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چاہوں کروں
 و رست بات کتابوں خجائے منجرتے دیکھیا
 شراب پیوں حریفان و میں نظارہ کروں
 سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید پھول مر
 شراب خانے کا مسکس ہوں یکہ مستی میں
 جو منج میں نہیں اہیں پر ہیز گاری کے کا
 مجھ میں نہیں ہیں

پھولاں کے تخت پہ بلاؤ میر سلطاکوں
 سنبل سمن کوں گلے ہانس کرنگاؤ کروں
 ۱۲۵۰
 کا سنبل بنا کر

(۱۸۳)

پیانچ آشاہوں میں توں بیگانا نکر منج کوں
 رتی نہیں یک رتی تج یاد بن توں نابہ منج کوں
 رہتی نہیں گھر کی تیری کے بغیر نہ بھول تجھے

ترے پگ تل رکھی ہوں میں ازل دن تھو ابد تک بھی

عجب کیا ہے جو نہ ^{پاؤں تلے} سر نہیں دھریں سا تو انہر منج کوں

^{سے} زمین پر رکھیں ساتوں آسمان پر سامنے

جہاں توں اں ہوں میں پیار مجھے کیا کام کس کوں

نہ بت خانہ کا منج پروا نہ مسجد کا خبر منج کوں

جنت ہو ردونخ ہو رواف کچ نہیں ہے مرے لکھے

جدھر توں اں مر جنت جدھر میں اں سفر منج کوں

تو تہیں پرستے

جنت کوں ہو ردونخ کوں ہو مسجد بت خانہ کہینا

کسے ناجانوں میں معلوم نہیں کوئی تہ بفر منج کوں

نہیں تیرے بغیر مجھے

ترے نہہ مد کا میں مرست ہو متوال ہوں پیاری

شراب عشق

کہ اُس مد باج ناچر میں بھی ہو مد کا اثر منج کوں

شراب کے بغیر چڑھ کے پھر دوسری شراب

کہ دو نو جاگ منے آدھار ہے خیر البشر منج کوں

عالم میں سہارا مجھے

(۱۸۴)

سکلی پھل اچھالیں ہو ریش بد نہیہ غریب
 سوج کی کھول کر کھڑکی ٹپیں فوطح انہیں
 پھول اور ڈالیں شراب عشق
 بہین ہو راتی ہو ہر دم شیں گے شور اس گھر میں
 ہم اور ڈالیں
 ۱۳۶۰ یوں خوش باں ہوئے تیوں شیں کر کوں مج میں
 خوشبودار اسلئے ڈالیں
 خوشیاں سینے لوں لالہ اند ہوش ہے ہر میں
 اور
 کہ شاید آوے دو لالہ یکا یک ہمیں نظر میں
 چل آواں اولے جاویں کہ ہے حب کم و او میں
 کہ خم نزدیک تھے میلیں اوڑیاں خوش خوش کوں میں
 چاہتا
 رتن قہیا کے ہیں زمون نہیں کہ شہر میں مول اس
 بے قیمت
 لیکر آووں جو بھر لوے اس کا شہر حید میں
 (کبری خریدی) حید آباد

(۱۸۵)

باغ میں آ کہ بھنور پھول سوں کہیا نوچن
 ناز کم کر کے کھلے پھول بہت تیرے من
 پھول پھنس کر کھیا سچ نار ٹھسوں لے
 عاشقان اکہیں معشوق کوں یوں سخت پین
 گر ہوس ہے تجھے اس لعل پیالے تھی تراب
 حشر لک باس محبت کی نہ آسے اس کوں
 بہشت کے باغ میں کل باوکے ان لطف سے
 ہوں کہیا جم کے تخت کوں کہ ترا جام کہا
 عشق کی بات نہیں او جو زباں میں اس کی
 سا قیا آ کہ پیالہ ہے کہ بس کر یوین

قطب کے صبر و انجھواں دے دریا کوں ابھک

کیا کروں عشق نہیں دیتا ہے یو بات چھپن
 چھپے

(۱۸۶)

کہاں ہے چھانو شاہی ہر یک پنکھی کرے پنکھ میں
ہما کے پر میں ہے اے مرتبہ مارے طہور میں

ہم شوقاں کے آہاں کے جوا میں بھریا ہوں
نہیں کس بان میں اوتارگی ہو کس طہور میں

اور

وہ

تیر

پلک نہیں پلک مائے تلک سودل چورائے میں

نہیں دیکھیا ہوں اے پنکی کسی نزا کے حورائے میں

نبی صدقے قطب کے شعر کی بحر میں بازی

اگر چہ شاعران باندے ہیں شعراں لے حورائے میں

کئی

(۱۸۷)

سکیاں جیواں چرانے اب نوی ترزاں نیا ہیں
چرا کر عاشقان کے جھولٹاں میں لے چھپایاں ہیں

دل

دل زلفوں

جو کہتے آج لک جگ میں نہیں کوئی جیو کوں دیکھے کر
سوچ آنکھیاں دیکھ ادھر اُدھر ^{روح} دوتھے جیو آں پایا ہیں
بیری ہونٹ اُس سے

جو جگ عشاق عاشق اُس لبوں کے ہو دیئے جیواں

سو جاننازاں ہر عاشق کر چھوں پیار یا نیا ہیں ^{دل}
اب تک

۱۳۸۰

جو توں کھا اپ نمک لب کے بدل بوسے لبیں جیو عاشق
بدل بوسے جیواں لیکر نہ دے بوسے تیا یاں ہیں ^{اپنے}
دل

عجب وعدے دروغاں ہو دغا دیں عشق بازاں کوں

یکس میں بیک لا دعویٰ چوچ نرس دن چائیاں ہیں ^{رات}

سہیلیاں پی سرتگ پیالے دھڑیاں دنت جھلنے کیاں لا کر
نثراب کے دانت کی

فہمے چاند آ... نہیں میں دن سوراں دیا یاں ہیں ^{سوج}
رات

نبی صدقے نوادیاں ہماریا توے شو یاں کے فوقے ^{نئے شیریں}

قول قطبا کو کہنے دونیا یاں سو نپا یاں ہیں ^{وہ}

(۱۸۸)

ترے گل کال تھے اے دھن ہوئے میرے بن گلشن

سو پتلیاں بھونرے ہو پھر تیرا ^{عورت} دیکھت اوس گلشن ^{آکھ}

سکل گلزار کے پھولوں کوں مانند تیرے کھکے کر

لگے مرغو لئے بلبل مرے جیو کے بھرن گلشن ^{دل}

کھیا پھل غنچہ دھن تیرا دھن ہو کر خوش ہو گئے

سرا نے تھے دھن میرا ہوا تیرا دھن گلشن

سرا ہے سے

جولے ہمت آرسی پیاری دھن میں اپنا مکھ تو

ہوا ہے سر بسر نزل ترے درین کا تن گلشن ^{دیکھنے کے لئے}

دسے یوں پاج رنگی پاب میں زناں سوں تن دھن کا

سمن پاتا میں سہتا تیوں سہے دواں تن ترن گلشن ^{نظر آئے}

اس طرح

۱۳۹۰

سُگ بن کا نہال ہے کر کہے ناری کون دیکھ نینا

باغِ جنت

لنگنتی جیب جو ہنس ہنس کر تو ہوئے منج گھر انگن گلشن

ناز سے چلتی

نبی صدقے قطب شہ آج یو بھیداں عجیب دیکھیا

جو کھلیا دھن کے نیناں تھے طرف چار و گلشن
چاروں

(۱۸۹)

پیارے گرچہ میں تیج بن نہیں تل رہے سکتی ہوں

تیرے بغیر

وٹے لوگھاں کے دُرتھے بھی اپس میں کون نہ لکھتی ہوں

خود کو مقید سے

چھپی چوری کہ ہیں تد میں یکٹ پاتی جو ہو کیں تیج

نودیکھ تیج مت ہو جیوں مہر ایس میں آپ ٹھکنتی ہوں

مور خود ہی آپ

لگی تھی میں اما چیتی گلنتی چھول ٹوں یکٹ دن

تد ہاں تھے سر تھے پاواں لک اچھوں خوشبو مہکتی ہوں

تب سے پھر سے پاوں تک اب تک

مرا بس مجھے تو لٹ پٹ ہو تیج میں چو دیئے میں

کہ فرصت میں کروں کیا فکر اس غصہ تھے پختی ہوں
نہیں

تسوں میں بات کرتی تو تھی دو تن بیٹوں اس تھے

نہ پتیا چھانوں کوں اپنے کھڑی جا دھکتی ہوں
غیر رقیب قریب سے

دو تن کے جھوٹ کوں سچ ماننا توں یو تو واجت میں

دو کیوں کے جھوٹ آج کوں بری جا اس سنکتی ہوں
ہیں

قطب شہ مست ہوں اس وقت پر توں بخش ہو بخجوں

نہ جانوں کیا کتی ہوں میں نہ جانوں کیا پھرتی ہوں
کہتی

(۱۹۰)

چند من جھکتا اوکھ سمن

ناز چھند سو کی لگی لالین سمن
چاند کی طبع سے کیوں زبان

کو پیوں آئے ہیں شہ میر انگن

کیا ہوا ہے سہو میں منج تھے کو
غصہ سے مجھ سے کہو

سب سہیلیا میرے ترناں ویاں
 ناہو سے منج تھے کدیں اباں پن
 ایک چیت سو پوکوں بوجھ ہوتیں
 نہ ہوئے مجھ سے کبھی یہ بچپن
 دل سے کو
 مصطفیٰ احمد علی قطب اسینی
 سے

او پری ہوڑاری شہ پر نورتن
 وہ اور

(۱۹۱)

پر تے دعوے دوزن کرتی سہیلیا
 ولے سرگز نہ بوجھ عشق باتاں
 جسے دلوں میں بھریا عشق شہتی
 غیر
 دیوں روپوں بھریا ہے (کی)
 بھوچیل چیل گن گیان گائیں
 کتا پیو کے ادھر تھج دیو جا ماں
 عشق راہ سرائیا
 ہونٹ سے تھے جام
 جو بن دے کر پیا چیت سو ملا چیت
 کہ دیو سے تھج سجن اپ حسن نگاں
 تھے اپنے (کے)

نئی صدقہ قطب من پھول کھلیا
 (کے) دل کا کھلا
 تو چوند صرب مہکتا جیو یا ساں
 چاروں طرف دل کی خوشبوئیں

(۱۹۲)

فصحا جیو باندی ہو تیرے میاں
 کہ پیچا کیا دل مرا تیج ادا سوں
 چھوٹا دل باندی
 بہت وصاحت سنتی بھلائی سجن کوں
 کہ پیوڑوں ادھر کا پیالا صفا سوں
 بہلائی
 سکل سدا بکھوی ساجن پرت میں
 اوکھ شمع پر پھولی ہوت جیا سوں
 اس
 عشق کا بچھوڑا نکہ مارا ہے بھگول
 اتارواپ ادھر اے کے دار میاں سوں

نئی صدے قسطا کی ہو نہہ کیانی

تو پائی ان وصل نس دن عاسوں
 اُکھا رات

(۱۹۳)

پیارو تیں مین ماتے اہیں
 سجن کے مین میں بھلاتے اہیں
 کچھ چہرہ آنکھیں متوالی
 سرج نمئے جب نیکلے
 سوج کرک طبع
 او نازوک قدر موجب ڈولتا
 چاند
 تو چمنائ کے پھولاں سہاتے اہیں
 چمن
 زبیر پتے ہیں

اجت کے کرن سچرو مالان کے تیں چند مکھ کے خوبا اڑاتے اہیں

پریم کی رنجھا اربے سنسن پانڈ جیسے چہرہ کلیاں نہہ کی سب کھلاتے اہیں

پیارمی سو مہنتر پریم دیکھ کر سکی من سوں اپ من ملاتے اہیں

کے دل سے اپنا دل

قطب شاہ کی سچ سنگرام پر

بستر وصل

۱۲۲۰

نول مل کہ دو تن کھجاتے اہیں

نئی رقیب شرماتے ہیں

(۱۹۴)

ایک چھن خبر کرے صیا مو ہند رنستان کول

میر ہندوئے

اپ زلف کے جگل منے ہلجائے منج نادان کول

اپنے میں پھانے مجھ کو

مورر دمنہ عشق کول ہرگز دوا کرنا کیسا

کھجی

گر پوچھے منج کیا کام ہوئے تیج حسن کے رجھان کول

تیج شکر ایسے بول تھے تیج شکر سب کم ہوا

شہر بدخشاں میں نواروں لعل ادھر کے دان کول

جب نغمہ داؤد توں گاوے یونہیہ کے بن منے
سُن کو ملاں الحان تہج سجد کریں شکران کوں ^{عشق} ^{ہیں}

اغیار سیتی بولیں کیوں بات منج جو انس کا
یک تل کی صحبت میں پیالہ سرے ہمیں پیمان کوں ^{یرے دل کی محبت}

رنگِ محبت نادیکھیا پہو مکھ میں بتنا میں چھپا
کیسے دعا و سحر سوں اپنا کروں جاناں کوں ^{رکھیا}

شعرِ معانی پر سدا کرتے ہیں اعطاسِ سماع
اُس یاد سوں یک دو قہج ساقی پلا خاقان کوں ^{سے}

(۱۹۵)

کہ چوں بلجے مگس کے پر محبت شہدِ اسان سوں
مگر دیوے خلاصی منج کوں اپنے نہیہ کے ہاتان سوں ^{جس طرح پھنسے ڈھیر سے}

بھلایا نھنواؤ منے جو مہرِ اشکران سوں
کتا پر مار یا اس نے کمت پاووں خلاصی میں ^{بھولا بچہ کی طرح دل سے}

خیال کے سوچا نیا سون دیکھا لہو ریل میں نہ ہکا ۱۷۳
 سعاد کا سو خال اس کہہ اور دیوے نواں سو
 نہیں ہے کچ اے جو کرنا بوجھ اس کچ کوں بگس
 اگر بوجھ تو بوجھ ہو سورجی علم جاناں سو
 شگافین کی جو میر ہو مو کوں پیو بن کچیا
 ازل تھے خاک میر کوں گھر ہیں عشق فرماں سو
 ترنگ نہہ چر کر آج جولاں دیو میداں میں
 کہ کھیلو ڈاؤ یک تم داوستی اپنے منشاں سو
 لے جناب دُن ڈاواں گائے ہم بھاگ گردن تھے
 کہ دل کو ہوک بلکیا ہی تما رہا ہے چوگاں سو
 بہتوں تھی تم سے آرزو تھا ڈاؤ بولوں کر
 ہو اجیت پرنج دید بسیرا بایں جاں سو
 بہت سے

معافی کہتے ہیں لوگاں پریشان حال ہی تیرا

کہ لب دیا جو میر باز اس زلف پریشان سو

(۱۹۶)

کجمل آنکھ کا علم پکڑیا ہے رولوں
 دوروں رولوں کا تڑا لایا ہے گردوں
 جے کوئی یک رول تڑا رکھے آپسے
 کہ ہوے سب شہاں میں جیوں فریدوں
 جو طرہ اپنے

فلک پر کا دیا فی شعلہ جاوے کہ اُس شعلہ کے انگے کیا ہے جیوں
 بھٹی کی پھولکنیاں پھوکیا ہوں دل سوا ۱۲۲۰ اُسی تے ہیں تیرے نیناں پُرافسوں
 منتر پر راکھ پر چوندِ صر سے ہیں عجب سے پے نہ بوجے راکھ مصنوں
 تم نوراں تھے ہے بے نور حوراں تمہارے نور تھے جنت ہے موزوں
 تراوے آس کے پانی میں تھکوں کہ غم و اٹیا مگر میٹھی لے میچوں
 دنیا کا باٹ منجوں دور و دستا خوشی سوں پی تو یک دہ پیالے گلگوں
 ہمارا عشق ہنستا عاشقاں پر نہ بوجھے عشق مولیٰ لے و محبنوں
 تری بنی تے دیتے بنزور قال گلالی رنگ مے چوتا ہے اجنوں
 نظر آئے

معانی کے چمن تے پیچے نابات

دے سب شعر میں میٹھائی افزوں
 نظر آئے

(۱۹۷)

وونا زک ناز کی جھکا سیتیں کرتی ہے بے دیں
کہ اس جوتاں کی جھکاراں میں باندھ لیں

تمن مکھ روشنی شا بان بوج چندیتے ہیں تاواں

بچاے تارے دیے کاں تمن نورانگے اے سائیں
نظر آئے کہاں آگے

ہمارا قصہ ہے شیریں کرو ہم قصہ پر تحسین

کہ کہنے خمد و شیریں ہمن آنکے نہیں شیریں
ہمار آگے

۱۲۵۰

لکھیا تیج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کا تب
تیر نام

تدھال تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہر رنگیں
تب سے

محبت پنتھ کوں جو کر نوار یا آپ کوں تو پر

لیجباؤ تم خضر ہو کر منجے اس کعبہ کے تائیں

نبی کی بندگی لوٹیا صفاں کسے کیا توڑیا

عشق کے صدر پر جوڑیا تنکیا بھو عزت تمکس

رقیبیاں میری اماں کے کریں کو تو ال کوں اکہ

مودل بیٹھا ہے شائستہ دسوں تو بھوت سو پر دیں

نین اس کے ہر دوز گن بھویں کاٹے اسے چوندس

ووکاٹے کا چوبے ناس کلیاں دستیا ہن جوں نتریں

معانی ہے گنہ گار رکھیں یارب آپ آدھارا

رکھیا ترسیرے دربار آ کریں اس کا دعا آمیں

(۱۹۸)

غم کے کپڑے پھاڑ مٹ کر میں موار تھے جواں

نقل آدھرا کا سکھ ہے منج جیویر لے دلستا

نین کی بندیاں تھے حوتا ہے شراب اغواں

لعل تیرے کھا تھے یا قوت کا پیا لا پلا

سام سیراں بھنواں کا چک اُچانے ناسکے
منج اُپر کیوں کھینچتے ہیں غصے سوزوں کما
میں بجانوں شنت جنت میں توں کس جنت کی خواہ
کافرو مون کریں تجھ دیکھ کر جیوں فغاں
تیری میٹھی بات تھے پیچی شکرو جگ منے
تو جہاں ال بوجا دل بکا تاہرواں
تاب وری کا بہو میرے اوپر کرتا ہے زو
نثر بت اس قند کا چکاواں تھے منج دہا
تیرے کہنے بن جے کوئی ہنگام میں کہنے بڑے
بہو عجب ہے اے کہ نہیں تہا گنگ اس کا زبا
کرتے ہیں باسا خیال سو ہمیں تمناسنگا
میں کہا ہو تم کہا جھوٹے کریں لوگاں گما
اے معالی تیرے رازاں تھو ہوتے آگاہ

تاج توں کھڑو پر ہے اماں کا نشا

(۱۹۹)

عشق بازار میں اونہن جو خمار اچھیں
ساقیا پھاڑو ورق غم کا کہ شرار اچھیں
بول آن بول کے چلتے ہیں ہمیں سیتی پیا
ہم ہم پر نہ کریں پیو دے ہم یا را پیاں

چند سو بج گال او پر دیسے جہن کا چھاو و
چاند (جیسے) نظر آئے
تہاے منن سیاری منے ہے نیز جہون
آنکھ کی ہیں آب حیات
جن جنم ناں بند و تہخانہ کے لوگاں منجھو
جنیو نہ باند ہو
برق تیزاب کا تر و اربہوت تیزا ہے
فراق کے
کیوں کروں چاند سو بج تار یا سول تہن
تہن سے نہیں
میرے دواں کا دولہا تہاے تہن تہن
نظر سے

ابروں اس کوں برابر نہ کریں غار اچھیں
اس تھے اس چشمے میں الیاس و خضر اچھیں
میری گردن میں کرن کے زنا را اچھیں
ڈر نہیں منجھوں سپر منے جو دولا را اچھیں
دم بدم سپر من حسن پائیا را اچھیں
سو حکیم آویں تو اس کام میں بیکار اچھیں
(۱۰۰)

سجائوں کس گھڑی کیتے بر معانی نظر
اس کے دل میانے علی مہر کا گلزار اچھیں
میں رہے

(۲۰۰)

پیرت کے ڈواں کھیلنے تہن سول کہیں ناہار سول
تہن سے کبھی نہ ہار سول
تہن میں رکھوں کیا کام جو جو عشق پر ناوار سول
کس کام کے لئے دل نہ دار سول

جوں منج بسترے ہیں تمیں تم نا بسترے ہیں
جس طرح مجھے بھولنے تمکو نہ بھول رہا

ہمنائن بن ناگیں جیسا بہوت دشوار سوں
ہکو تہا کے بغیر گزارا نہیں جاتا بہت دشواری سے

جوں جیو سیتے تلے تن ووں جیو منگے تچ سوں ملن

جس طرح روح سے ملا ہوا ہے جسم اس طرح دل چاہتا ہے تجھ سے ملنا

دو نین پیانج دیکھن کچھڑا نہ اپ دیدار سوں

آنکھوں کو تیری دید اپنے سے

کیوں رہ سکوں تچ سوں کیٹ جانا حجہ ہر تل کبٹ

تجھ سے تنہا جدا مجھے لہو دشوار

لائے ہیں چورے اجوٹ تم آپ نے پزار سوں

دار نے کیلئے

دالے مذن صاف منجے پانی نہ ان بھائے منجے

منجے کھانا منجے

یک تل برس جاوے مجھے کیا پوچھے سکرار سوں

ایک لہو برس کی طرح گزرے حجہ پر پوچھتے ہو بار بار

جب تجھے جگت میں آئیسا جو جیو منگے سو پایا

سے دنیا آیا دل چاہا پایا

ڈورا ذکر کا لائیس میں تیرا درکار سوں

ڈوری تیج لایا

جب لگ ہے تن میا نے جیات لک ہو تچ سوں پیا

تیرے ساتھ میں روح تیرے

قطبا جیاد دل باندا حضرت نبی دربار سوں

جی سے باندا

(۲۰۱)

پیا جوں جوں ملے تیوں تیوں دوتن دل داغ جالی
 رقیب کے دل پر جلائی
 سراسر دوتنی کے تیں کری جوں زراغ کالی
 رقیب کو مثل

پیا سے آج کل آویں گے کر لے اس لارہ کر

ہر یک تل کوں قرن کر کر گائیں باج ٹالی میں
 کے بغیر

چپوں میں جا گئے میں تچ، سیووں سپنے منو بھی تچ
 یاد کروں تجھے دیکھوں خواب میں تجھے ہی
 جہم تچ دھیان میں گھٹیا نہیں موں تچ تھو خالی میں
 بھڑے تیرے

نمن بن دیس منج ہنس ہی من بوں بن منج دن ہے
 تہا سے بغیر دن میرے لئے رات تہا ساتھ رات مجھے
 کھڑی اک پانو پر جوں سرو ملنے کی اوتالی میں
 شکل

نئی صدقے قطب کن میں بچن کہہ جاتی کے منکر
 کے پاس
 سکیاں سب گواہی ہیں تو بات کرتی کھجالی میں

(۲۰۲)

کسائیں پاس سے ہے کہ دیکھی آج سینے میں اٹھی جب ہڑا کر میں دیکھی سبچ اپنے میں

پیا کی چھاتی لگ کر میں ہی تھی چھپے تھی میں ہنساں تھی دوتن کاٹے جو مٹ چکی تھی چھپے میں
جہاں سے یہ رقیب نکال

نہ بوجھوں تج پر میاں چہیت کیوں آوے گا نہ منج میں صبر تاج مہر جاوے میں

تاریں تم کوں میں کہ ہیں بھی یاد آئی تھی ۱۴۹۰ تم جن جنے تھی نس من میں نیم چہ جوں کھینے میں
ہندہ قسم تم کو کبھی

نہی کے صدقے سے قطبا بھریا ہے عشق کا بازار

جک سنگتا ہے سوداگر نفل کھ میں سے پینے میں

نفع کچھ نہیں دے بھاؤ کرنے میں

(۲۰۳)

پیلج عشق کوں دیتی ہوں سُد بد پر جو دل میں

ہنوز یک ہوک نہیں ملتا کسے بولوں تو مشکل میں
ایک نہیں

خوشی کے انجھواں سیتی بھرائی سمدراں ساتو
آنووں سے سمدراں ساتو

کوشہ کے وصل کی دولت کرے درگنج حاصل میں

ناسک کے ناکر سو دھن بھون کا بھونک
 بے سد ہو کہ ٹھارا پر تھے کھیا نہیں
 دو تن جدائی پاڑنے تدبیر کی ولے
 سائیں ہمارا ہم تے کہ صیں بھی رہیں
 صد تے نبی کے دیپے مرا بھاگ سور تھے
 سوچ سے زیادہ
 پنختن کے چرن باج قطب کھیا نہیں
 قدموں کے بغیر
 (۲۰۵)

پیا کس سات جیولائے کہ سمجھے کس کوں جانا نہیں
 عاشق ہوئے سمجھے کسی نہیں
 جو آسوں پوچھنے جاووں آساں بات آتا نہیں
 آہ آنوں
 پیا تو شرط بولے ہیں کہ میں تج سبج آووں گا
 تیری (پر)
 ولے منج سبج آئے باج میرا دل پستیا تا نہیں
 میرے (پر) بغیر بھروسہ کرتا
 کہتے ہیں باغ میں گئے تو گنوا یا جائے دکھ دل کا
 کہتے
 ولے مکھ باغ پیو کا دیکھے بن منج دکھ حبا تا نہیں
 بغیر میرا

پھولاں سب باس کے بن میں کھلے ہیں من بھلائی
دل کے بھلائے کیلئے
دلے پیو باس عرق بن باس بن ہر باس بھلائی

محمدؐ نانوں دل میں رکھ محبت سوں محمدؐ توں
کام نام سے اے محمد قلی
علیؑ کے عشق بن کچ کام بھی تھکوں سہا تائیں
کے بغیر کچھ پھر تجھے زب دیتا

۲۰۶

سکی نیہہ کا نین مندر کیا میں	جیا جیو جیو کا جیو کر رکھیا میں
کی محبت آنکھوں کو	رکھا
جیسے روں میں مرا جی تائیں نہیں	تجھے جینے تھے دو جگ میں جیا میں
۱۵۱ یاد کرے رداں تیرے لئے رات	تجھے یاد کرنے سے زندہ رہا
نین سینے میں باندی تیری صورت	تو تیرے نور پر نیناں سیاں
آنکھ تو اب باندھی	آنکھیں
خدا جو رکھیا منجھ موسیٰ کوں	جدائی جانتی نہیں ہوں پیاس
رکھا مجھے اور تجھے	جے کچ سگ کے بچن تھے سولیاں
دیا ہوں دکھ کی باتاں دکھ کے تیں	جو کچھ
نئی صدقے فنا نا جانے قطبا	محبت میں بقا پیا لا پیاس
	(کا)

(۲۰۷)

اُجالا جگ منے جھگیا جو باندے بال بھولی جوں

ہوا پھر رین اندھارا بندے سو کیس کھولی جوں

رات کی تاریکی باندھو چوہ بال

لنگتے جب چلے سودھن کے ہیں چال سنس کی کا

بنے بن پھول سب بھرے جو سنس کر بات بولی جوں

ہرمن ہیں

منجے جب دیکھ کر سودھن دس تل لیاے لب دیسے

دس نابات ادھر امریت کے پانی سول گھولی جوں

دانت مہری ہونٹ آب حیات

کر و اب عاشقان دل لگھٹ پچن معشوق کا یک نہیں

وفا کے اچھراں جو تھے سواپنے دل تے دھولی جوں

سے

حروف

محل کا محبت آ کیا ہے ٹھار منج دل میں

علی گھر بھیک منگنے تھے بھرنج دلی جھو جوں

سے میرے

(۲۰۸)

تیرے بغیر
نہی اندھاری ہے کٹھن ^{فورا آنکھوں} تیج بن کٹی جاتی نہیں
رات

۱۵۲۰

تیرا خبر اے موہنی تیج کوں کیا ہے بے خبر
دل تھے خبر کی یادوں اپنے کے جلاتی نہیں
کیوں

ہاوسے پہ پاوسے روم روم بجتے ہیں تیج یاونت
اوناد پاویاں کا منجے کے یاد دلاتی نہیں
بجھے کیوں

کتنا صوری میں کروں جوں میں پانی تھے پھڑ
توں گل سناتی ہے ولے کے منج گھلے لاتی نہیں
کیوں مجھے

کتنا پس کوں ناز ہو چھن میں پوانگی اے سکی
ایسج پرل بل گیس تیج بن منجے راتی نہیں
گہاں تیرے بغیر مجھے عیش سے گزرتی

اے دھن گھونگ میں ناز کے کیسا چھپا کے آپے
عورت کتنا

کی منج میں تاریاں میں تاج مکھ جندھم کاتی نہیں
کیوں میری آنکھوں کا آؤں تیرے پہرے پہرے چاند کو

خانا بتی صدقے قطب عاشق کہتا ہے ترا
خاندان کتنا

اس بن یقین پہچان توں بھی کوئی تاج ساتی نہیں
کے بغیر پھر تیرا ساتھی

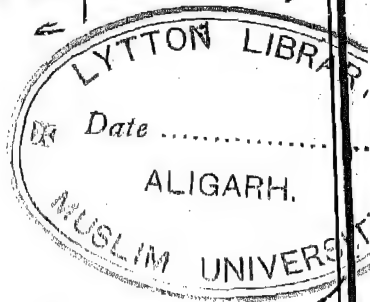
(۲۰۹)

اولالے عشق کے دل میں ہلاؤ جاں سوں کرتے ہیں

نجانوں اے اولالے ہم سوں کس فرماں سوں کرتے ہیں

ہیں میٹھے ہیں غم کشتی میں بادِ موافق کاں
کیاں

صبا توں بادِ طالب لیا کہ جنگ طوفان سوں کرتے ہیں
تو



سکندر کا ہے درپن ہانت تاج سب راز و ستارہ

ہمارا راز جان انجان ہو باں سوں کرتے ہیں
نظر آتا

بساط دنیوی ہے بڑبڑاتوں جان اے غافل

۱۵۲۰

وفا اس میں نہیں گر عشق سوں کا مان سوں کرتے ہیں

پرت گلزار میں سب بلبلان الحان سوں کہتے ہیں

ہوا خوش دیکھو بتاں رات دن پھول سوں کہتے ہیں

مرا صاحب لیائے تخت ستارہ چشم جگ میں

غزوری اپنی شاہی کی ہمن موراں سوں کرتے ہیں

ہمارے شاہ کی شاہی عجب حکمت ہے لقاں کن

پتاتے دوستان کن دوستی دندیاں سوں کرتے ہیں

شراب تلخ دے ساقی کہ رنگ اس سے شفق پاوے

اولمخی کا اثر بیٹھا ہمن مستان سوں کرتے ہیں

اس

جوانی کا عجب ہنگام ہے پھر نہ آئے او

کہ اس ہنگام کی خاطر بہت دریاں سوں کرتے ہیں

منجے تنج عاشقاں کی بزم میں ٹھارازہ تھف لیکن
پرت بازی ہماری سب پرت بازوں کو کرتے ہیں

حرارت عشق کا تیرا کیسا منج بے عبادت کر
جراحت پر سلاب ناز کی ترگاں کو کرتے ہیں

نکو جانی سلیمانی ہمیں ہر قسم پری رویاں
دو اسب عاشقاں میں منج اپس ہاتھوں کو کرتے ہیں

معانی نابو جے خوبی برائی پیسہ دارو کی
ہزاراں شکر مودار واپس ہاتھوں کو کرتے ہیں

میرا علاج اپنے ہاتھوں سے

(۲۱۰)

خدا کا لے نا توں پیر پھل کھلائیں ۱۵۴۔ تو تانے اُپر تانے بھی بار لیا ہیں
بیکر نام نجات کے پھول
یک بیک بھاؤ ہو ریک بیکت
سو کھ شہر میا نے یک یک جلا ہیں

اور بند

سودھن آسمانی انجیل اوڑی ہے ^{نازنین} ^{اوڑھی}
 سوچ چاند خساڑاں جگر گائیں ^{وہاں}
 منجے ایک کرجا نوں ناچار کر ^{منجھے}
 منجے ڈھونڈ نہ جیو جوتی سو پاپ ^{منجھے}
 صراحی و ناسک ادھر تنجیریاں ^{ناک} ^{پروٹ}
 نین سوگی زرغون سوں نہیہ جھوپ ^{آکھ (سو کے)} ^{عشق کا شرب}
 صری سنبلا جگ منور کرے ^{ہاتھ میں سوچ}
 پیالے سو بہت مور ہو کر دپاں

قطب نہیہ کے دھو سکی کرتی تھی

نئی صدقے اکوں اتیاں آزاں

اب
(۲۱۱)

پتلیاں مصلی طاق بھوں اس لہیا زکول
 احرام باند کر سو کھڑیاں ہیں نماز کول
 پکاں طواف کرتے ہیں کعبے بن کول
 نامد عابر آدے آپس دل کے راز کول
 ہاتھ کو دیکھ بھکتے سو جو بن کول ^{کعبہ چشم کو} ^{جیو}
 بھٹن نین سوں دیکھتے ہیں ہات باز کول ^{اپنے} ^{سر پٹاں کی آکھ سے}
 باندے ہی بھیج جوئے میں سیامی ابھال ^{دل} ^{پیر} ^{۱۵۰}
 باندے ^{سیاہ بادل عورت} ^{بوند پسینہ کے} ^{کی طرح}

کرتار ہر یکس کوں دیا ہے ہر ایک کام
 خالق ہر ایک کو ^{ایک} بھومنتراں میں پالے سپاڑا سو ایک ناگ
 لا گیا ہے کام عشق کا منج عشق باز کوں
 روں روں سنپو لے لبد ہے میں غمغہ باز کوں
 حضرت علیؑ کی لے کہ درازی لے تمام
 صدقے نبی کے قطب کی عمر دراز کوں

(۲۱۲)

کنگنی چھٹ بات تھے دھن کے ہری بوں پیام بالائیں
 چھوٹ کر ہاتھ سے نازنین ^{ہر طرح بیاہ بالوں}
 کہ جوں چند رازد کران میں مل دستا بھالائیں
 جھڑ چاند سے مگر نظر آتا ہے بادلوں
 نین تیلی سیبہ جوں مشک جو ہر جام بھرتہ پا
 جڑے ہیں جوہری نعلیم نچیل لیا موتی ڈھالائیں

کریں جوں سیر پانی میں بھونگ یا ہی اپس میں آپ
 دیس تینوں عکس بالائیں سودرین صافی گالائیں
 نظر آتیں اس طرح بالوں آئینہ کی طرح گالوں

گلابی لال پھانکناں دو آدھ پروال میں دھن کے
تین جھکار جون دامن چمک ہیں پھول مالان میں

پینگ دل عاشقاں کے مل رہے جلیں کھل ہو کر
سورس بھین تپو چھو کوئی جون نوری ہلا لاں میں

پون جوں بیچ کھاؤ نڈلا سے صبحی ات تنک پن تھو
دیئے نازک کمر تچ ووں خمار می دل چالاں میں

عجب کچ کھان نخفی تھے سو گرٹ پر قطب دل
جواہر سمڈراں ابلیں ہر یک تانے خیالاں میں

(۲۱۳)

تیری دوری تھو مڑوں کو نہیں یک دم قرا
چلی منے تلموں موتا جولد مد دور توں

ہشت جنت میں تھو کجست کی چنچل حور توں

تیری مجلس کا سوا باقی پیک پر بیان مست ہو

سب ساریاں کے نین تھی پردہ تھا جہنم پر
تیری دُستی تھے اُڑیا پڑا عجیب ستورتوں
تیرے آنکھ سے میری
تج نین بجلیا تھے بجلی سب سیلیا کی چھپی
سچی دُستی ہے سندر جیوں طر پر کا نور تو
تیری آنکھ سے
سب فیتہاں مل الف ناکر کہتے بے پرو
میرے دل کے شہر کوں وایم رکھے معمورتوں
پند گویاں تھی ہوا ہوں عاجز و بیہوش میں
میں سوا شوق بانوا و علم میں سنپورتوں
اور کمال

کوئی بوجہ رمز تجھ بن قطب کا

لب شکر ساقی پیالا بھوک ہے مفتورتوں

(۲۱۴)

بھواں کی کونٹکی جب تھی تیں چڑے کمال
سوارِ رخس مٹے جیوں کہ رستم دشاں
تمہاری نازی کی جہاں جو کے باغ پری
چو سے وواوس تھی ہر دم شراب لعل رواں
وہ باس اپنی پری ملوں چھید تا دم دم
ہر یک بھول اپن وضع سون کھائے کتا
بڑائی کرتے ہیں سب بھول اپنی باسا کی
یکایک آتی تھیں بھول باس اونوں کا میاں
ان کے درمیان

تمارے چھن کے کرشمے مومن علم بر سر عالم
بغیر محروں کھینچے ہیں طالبان کوں دواں
کہاں بوجھیں انوں جھڑتا ہے اس تھوڑو جہاں
دکھاتے شیوے عجائب منج از ماں کے بتاں
نماز و روزہ سوا چھنا کہ دل میں ہے میرے
رقیب کے مکھ اوپر توڑتا ہوں تال تیاں
شراب صاف میں دھو کر پیرے غور کیا
تو توڑے حیرت وہ کاری دکھا دے اسکے گستاں
کہ سات سمندر من سمندر علم ہے
کے پیرے میں منجے چونکہ ہر تھے اسکے موخاں
بھولیا ہے جیو مراں کے تل کے خال اوپر
فریفتہ دل

ہزار شکر الہی کا کرتا ہوں ہر دم

دعا فتح کے بجتے معافی شاہ نشاں

۲۱۵

بلبلان کرتے ہیں باتاں خوشی تھے پھولا سو
منج دے سچ دے سہم نا آویں گے جانا سو
کر سونا سو میں راستی کی بات کو کیا
نہ ترازو منجے جو مکھ کر کھیا ہوں تمنا سو
عشق کی میں

مے او صبر لعل تھے منگتا ہو پینے ہو دون تھے
 ہونٹ سے چاہتا بہت سے
 تخم پیر کا ازل تھی پیر میں دل میں مرے
 عفت سے بونے
 عشق کے باغ میں کل باو محبت کا ہلبیا
 آپنی آرسی کا لاف سکتہ نہ کرے
 عشق کا بات نہ آوے کہنے ہو رکھنے میں
 کہنے اور
 تمناے شہر میں بیٹھے ہیں ہند ہو کہ ہمیں
 تمناے
 صبر گزریا ہے صبری تھے معافی تیرا
 برہانند ہو لطف کرو ناز اسو
 فراق سخت

جد ہر بچوں تو دے حسن تیرا مہرین
 نظر آئے
 پیالہ سر تھے میون کا قریب کے بہت تھی
 پھر سے ہاتھ سے

تھدی کے رشک سے تھے جھڑپیں گئے ۱۵۹۰ تو زیر دیکھ کے یو چھوڑ دیا ہے آ وطن

تو نار جھاڑ تھے پھل چنے پاناں لپیڑے پتہ میں دل ہوا قصہ دھننے زن

خبر ہو بھال کا بھی جو من کے حاجب ہو ل تمہاری یاد تھے جیتنا ہو خطا حق

اوبت کا ناز سے کچھ ہر یک کے نہ نال نظر ہمارا سوچ دیکھ کر لیا یہ چون

کرے سوال معالی تمہیں سوال بال

کہ سوال دیوں تو کیا کم ہو گیا حسن میں

دیں آنکھ کا تو بار طسرح عشرت کہتے ہیں خوش کھان جا کر توج پھلن ار صحبت کہتے ہیں

گوشت پھل جھاڑ خوب اب میں سارا نہست یک بیک پھل جھاڑ تل او جھلک کہتے ہیں

کاہ پریا تو عاشق کوں کہ جنگل و باغ چند ریاں ہر روز مجلس کوں نوبت کہتے ہیں

آہ ایسے ننان کو بواچے جگت آئے بھر سوہائے تائیں سو رنگاں سو فرت کہتے ہیں

وقت آوایا کہ اس عالم میں بہت آوے پھٹ
پی شراباں کیوں کہ کانٹے سوں امت کینے میں
دوست اکھو وضع ہے پیناں کا کب شمع نیک
ان ماں میں مست اس جام محبت کینے میں
مند باقوتان کا توں جانے نہال کل کلا
اس کے تائیں مجلس صاحبوت کینے میں
تیرے مست ہو آنکھ اس لطف ازل اکیا مید
واں کہ حاضر تھا لو میں جو وقت بخت کینے میں

پیالہ ڈھان کیا کر معافی تانہ لیو نام کو
کیمیائی آن سو کر ان سوں حلیت کینے میں

(۲۱۸)

میں عاشق بیباک کھیلوں عشق بن دھاروں
پیر کے لاکا پرین دل جو کنوں ناواروں
مستی سوں تم کالی دے میں بھی تو کچھ کنتی ولے
یک حرف کہتی مستیں گر چہ و شواروں
آگھر مگر میں تج لکھی مج جیو میں تج صورت کسی
لوچن میں و شس توں دسی تیلیا جیو میں یاروں
طعم و پانی باج میں کیوں رہ سکوں تج پیارن
مج جیو کا آہا ہے تج یاد کی آدھاروں
میرے دل تری

جج اس ازل تھے لکھ رہے نادا سکیا کیا چھتو
میری زبان عاجز ہے تم سنگ لوانے نکراروں
پنکھی نہرا جگ منوں ت جوڑتے ہیں ولے
تو بت مج پر چھائی تو بگناہوی چوسا روں
ذرے سکل جگ بھر ہیں تیج عشق کیے گردیں
سب دنیا میں
تو نور تھے ذرہ معافی ظاہر ہے انواروں
تیرے سے

۱۶۱-

(۲۱۹)

جہاں تھو عشق میں بوجے تداں کیجے تیج اپنے میں
سکل بند گنواں پوجے رہے تیج ناو چنے میں
(۱) کے بعد دیوان میں صفات چھوٹ گئے ہیں

تیرا نام

ر د ی ف و

(۲۲۰)

پیارے کے چکر بال کوں میری عجائب
بنانا لی گنا پالی رہیا تیری عجائب
غباری کا خطاں پرینے ہو چشما کوں نہکی
قلم بالوں بہت صنع رقم کیری عجائب
معلم سو من آئے دکھا کر نوا خطاں
جگا جگ میں ہوا بخت غنبر بھیری عجائب

غنئی کہیں اپنے کا مہما سو بوجوشیخ
 کہ ہر کہیں تھے لکھ وضع شریعی عجائب
 سہن بال چہرہ پہ لٹک تیری سنبل جھیلے
 اوتو لائن سو کھیلے پھول رنگ تیری عجائب
 چڑھیا تیری پکار اٹھیا سو چوندھڑ جو برق
 یون مٹی کھل انکھ میں چمک تیری عجائب
 سکل کہیں ملا کھوپ بندی کو پمعانی پہ
 سب بال
 بچن کو پلا کو پتھر دے ری عجائب

(۲۲۱)

کہیا کہ بوسہ سہمتی ہم تم جواں کرو
 کہئے پرت کی بات تم جیو کا جاں کرو
 کہیا کہ آفتاب کرن آئی قول کول
 کہئے کہ قول جوت سول لکھ کرزاں کرو
 کہیا ادھر تہاے جیون کول جلاوتے
 ہنس کر کہی یہ بات نکو تم بیاں کرو
 کہیا کہ حق پرستی کرو بت پوجن سٹو
 کہیا کہ دو نوبات میں ایک امتحاں کرو
 کہیا کہ آدمی کا مروت نہیں تم
 کا پوجنا چھوڑو
 کہئے کہ بس ہے عشق تمہارا نہاں کرو

کہیا کہ عاشقان کوں کھانے کا بھید کیا کہئے کہ عاشقی منے گونگی زباں کرو
 کہیا کہ بدگلائی جلا دیوے جیو کوں کہئے ازل تھے مرت ہوں تم ناسماں کرو
 کہیا کہ مرحمت کی نظر سوں نواز و مجھ کہئے ہماری پنچھ منے جاں نشاں کرو
 راہ میں

کہیا تماری سیوا معانی کا دولت ہی
 کہئے کہ تم بھی سیوا برابر شہاں کرو

(۲۲۲)

حسن بعضے دکھو ہو حسن اے محبوب دکھو زمین اسماں میں فرق ہے خوب دکھو
 سچے دین دکھو ہو حسن جنم کف دکھو خرقہ زہد دکھو جامہ مشروب دکھو
 قصہ یوسف دکھو بیری حرمی یاراں دکھو ۱۶۳۰ پیر بن باس دکھو دیدہ یعقوب دکھو
 دوری دیکھو سو تماری وہن صبر دکھو خندہ ناز دکھو گریہ ایوب دکھو
 دروید دکھو درماں سواں کرد دکھو اس غوری دکھو مور منج ثمرہ جاو دکھو
 اسکی اور میری

آبِ زمزم دکھو ہو اس ٹھڈی کا نہ دکھو
صافی چشمہ دکھو نائِبِ منتوب دکھو
سُر کا قد دکھو ہو اس لٹکن جال دکھو
عشق کا آہ دکھو منجِ دل مجذوب دکھو
ناز کا ناز دکھو ہو رانچل اُس میں دکھو
سو کے کے بھالے دکھو سیدِ مطلوب دکھو
نیہہ کا زری دکھو ہو مودل مجنون دکھو
کوہکن دیکھو معافی دلِ منتوب دکھو

(۲۲۳)

آہواں پائے خطا کی زلفِ مشکیں بان ہو
کچ عجب ہے راز اُس کی بان برتھے وار ہو
منج کرے مجنون دیوانہ پیا اب نہہ سول
بھی کیے زنجیر لقا سبتی دلوں بند ہو
دود کے نھنوا دیں مومنین تیلیاں جلیبیاں
تو لبد کیتی ہیں تیرے پیٹھے چو میاں سبتی ہو
مستی ہر تچ ناؤں کی میر سو میں اوپر بردا
تاجِ وافر میں کیا اس مستی کوں کیا کنگلے کو
طوفِ طاق کعبہ کرنے دے منجے فرصتِ خدا
خاکِ سرمر کر دماغ اپنے کو دیوون عود ہو

منہ محبت اُس ترک کا میل ہے اسکا شکا
 میں شکاری ہوں کھیا ابرو کمانا ندے دو
 باز جنگل باگ کا سیرغ کوں کرتا شکا
 اس کے جنگل میں معانی ہے بچار امور ہوا

(۲۲۴)

مے مذہب کی باتاں کھو لکرا ب کیا پوچھنے کو
 ہمیں جانے دیندہ ب ارقیباں کیا غرض تمکو
 پھولاں کی شاخ پر بیٹھا ہے بھنورانیہ سوں جھلتا
 بھر گناہ سوں اب تو ہمیں اللہ جو کا جو
 ابروؤں رُوں کا چھایا ہے ترے کھ سوا دیر
 او ابرائ تھو جو ہے مہبت اس تھے دل کیا ہو
 کئے بنیادستی کا تمن دکھ زاہد و جاہل
 عجب کیا ہے چھپا کر دیوئے منجھوں پیالی د
 ازل تھے تم تمن میں یاری ہوا ہے میری بختا
 تمیں ناک دیکھو انگ میرا کہ پراہم کیے تھے بو
 موں یک باو دل میں شایک میری نہیں عاوت
 ہمارا عشق کا مجھ سو سر تھے روشنی پایا
 اگر ہو رعو دغیر نہ کہ کر ماناں کوں کروں خوشبو

کرو تعریفیں کس دستاویز میوایں کہ رزگا
یون جو بچ ملکیاں کوں لگیایے میوہ نگین ہو

بہشتی میوے ازانی ہوئے ہیں امعانی کوں

رقیبایاں اے برائی دیکھ کر جاتے ہیں جگ تھو

ردیفہ

(۲۲۵)

شبیر مٹی روغن کا خوش تاج مکھ پر ہوا چڑھ
باندھے ہیں خمار کی کاسنیں اُپر پرورہ

تھا حکم سلیمان کا خاتم سنیں جن اوپر
مکھ حکم ستیں حکمان و جاہیں سدا کردہ

نور نبوی مکھ پر تیرے سوا دیتا ہے
دانش کی نظیریں اس نور تھے پرورہ

بے دانہ و پانی تھے آدم اچھے کیوں زندہ
مکھ دانہ ازل تھے سنخ منج جیتوں آورہ

دائے اوپر آئیل کا دو جھل کر ہے نہ کا
کبوں جاؤں چراچر نے دو دم ہے کتر

اس دانہ کے تیں میرا دل دانہ ہو اُچھنے
دے خمس و دانہ کا مونیر خضر خورہ

میرا

تج عشق کے پنہاں میں مسکین معافی ہو
 باجوت نین منج پرتا دیسوں کرو بردہ

(۲۲۶)

نمن روشنی بن نمن روشنی ناہ	۱۶۶۔ تو دیدار بن سبھی دیدار ہیں کاہ
سبھی جھاڑ کوں پت جھڑی آیا	چکر کھاش پر ہی نظر تو دسوں شاہ
نمن خیال سہی ہیں خیال باند	رقیبان جو جھیں یے با آہ ہوا
نمازاں کروں اتدن ملنے کیا میں	ہوا منجکوں روزی ذوالحجہ للہ
اندھارے کے بادل منج بیری چوہر	خدا یا تو بھیجیں نمن باد و لخواہ
کتنا صبر فریاد کر چپ نرہ تول	کروں آہ آہاں تو نہیں مونا گاہ
ہوا بقیہ راہ آہاں تے میں اب	نظر بامنج او پر سونگا کہ جیوں
کر گیا اگر یاد و منج دلی کوں	کروں یاد اگر کسی کوں استغفر للہ

معافی ہے عاجز تری خدمت میں

نہیں سدا سکوں تو کس سبب آگاہ

(۲۲۶)

نیناں کے بند میں ہلچیا ہوں کن نہیں ہوگا	نا بوجہ سک کہ کہتے منجکوں دیوانہ گراہ
نیہ کھرگدھارا و پر چلنا بہوت ہے مشکل ۱۶۰	چل ناک اس کے اوپر کھوڑی ہر سب اپنی راہ
پیارا عشق کا ہو کر نیہ صف میں ڈرنا ہوں	ہے معایہ میرا سجد اکروں و و درگاہ
کچھ پھول آسمان میں دستے میں تارے جو ہر	اپ کام میں میں پھرتے نہیں کس کھ کوئی آگاہ
ہیں مات تیرے جسم انکے کیقتباد و رستم	چرے بندے میں تیرے سکوں کھ اپنے و خوا
کن لکھ سکے حاب تیری صفت کے یارب	نشہ تیرے جھیں انشا قلم میں ہوئے ہیں جیوں کاہ
کافر کہو منجے کوئی یا ز ابد و مسلمان	احرام باندیا اس کا نا سو جے ہو درگاہ
تج نیہ صور کوں بھارن کوئی جاکتیں (؟)	یک رنگ ہوئے سو جھاڑے تو دیسے رتب حجاب

ترکیب ہے ہماری ترکیب لے ترکیب
ملک نوشہار و بھیجو ترکیب ہو ویکہ شاہ
میں طفل موتہمائے مکتب تھے علم بوجھیا
تو دیویں علماں سب باشی منجکوں گہ گاہ

یہ سرفرازی بس ہر دو جگہ منہ معافی
منج بیس پر لکھیا ہے اسم محمد اللہ
میرے سر

(۲۲۸)

رکھے ہے منجے گوشہ میں اپنے دلخواہ
۱۶۸۰ ہزاراں شکر کرتا ہوں تاسحر گاہ
ہمیں بزم میں نہیں ہریشہ کا تاج
کہ دل نشیہ کرنا ہے قفل شہنشاہ
کیا ابتدا ظلم تم حسن کا اب
منج اس ظلم تھے اب پیہ میں رکھا
اٹھیا باد چوندھرتے تھے عشق کا یوں
سے اپنی پناہ
ہمیں کوں ہے تہخانہ او خال ہند
کروں سجدہ سکون دکھاوے منج راہ
نھنے پن تھے رکھیا ہوتا تھے در پر
کہ پایا ہوں دولت اسی تھے کہیں گاہ
بچپن سے

معانی گہنگار ہے بخش یارب

بند یاد دل تھے مہر سوں توں ہوا گاہ
بند

(۲۲۹)

عشق گھر میں کرے اپنا شیان	سچیں مچا کو سہاتا ہے اسے خانہ
ہنسی میٹھائی سستی دل بہلائی	نہو جے کن کحل انکھ رکھے دانہ
تمن باساں سستی پسکھی ہو ایں	نلے گی بوج بلبیل منج فائے
چڑیا ہونٹاں کی مٹی کا اثر منج	۱۶۹۔ اے سستی نہیں ہے کس خمار خانہ
دیکھوں جب آسوں ہوئے آہ پرہ	ہو اہوں اس تھو میں سر تھو دوانہ
سنا رو پیے کی چوری میں بخانوں	چرا تا ہوں ادیا قوت ترزانہ
ترنگ تاج ناز رستم ناسکے چڑ	مین تیز آب سوں کرتے نشانہ
کشش بیری اپر کن چل سکیگا	ہزاراں لرزہ ہو اس کارخانہ

فلک قلابوں باندھیا ہے سیری

معانی تو دے شاہ یگانہ
اسی لئے نظر ہے

(۲۳۰)

میں دعایاں پڑوں کتنا کرے منجھوں نگاہ	ٹیلابیشانی پہ لاجاؤں گا اس کی دگاہ
مے ہے مجلس منے کن لاف صوری مائے	اسے عاقل نہ گنہم و وہ ہے سب میں تباہ
نور ہو قد کے بچن بولتے صحبت میں تہی	جل نکلتا ہر دھنواں تجھے سحر گاہ پگاہ
عرضہ کرنے کوں پھولاں کن تھو صبا آئے با	کیمیادشٹ کرو تا دھریں سر پر سب شاہ
پگ ہیں نازک ترے ہو رنا زکار قمار آئے	سر یک پایہ کھڑا ہے کہ ہمیں بخشو گناہ
مستی سول جب بگڑی بھنواں اور کچ	میں دعا کرتا ہوں یار کہ اس اپنی پناہ

پکڑے اغیار نیٹا تو معانی و نبال

صبر گزرے گا تو ہر شبیا رہیں مارینگے آہ

ردیفی

(۲۳۱)

سو دست ہو ملتے کی ہوئی اوتالی ہو کر کیلئے جلد باز شاق	ہسبلی کہی یوں کہ تج نہ تھی بالی تیری محنت
کہ جیواں ہرن پر مرکب لف کھالی دلوں کے	مدن بان ساند ہے پاک تھے چندوں تیرے سے عشوہ ہے
پیا سول ملاوے سودھن منج جوالی ناز نہیں مجھے	پیا بن برہ دکھ سناوے سدا مجھ کے بغیر فراق سناوے بھلو
دکھا کر پیا کوں گھڑ منج منجھالی دکھا مجھے	سجھ کے درتیں من تیں پیا درشن کیلئے ہم
کہ شہ کے چرن تھے نہوؤں نرالی قدم سے جدا	مرے دل میں سن دن تھو پر بندستا رات سے
سجھ کے خیال اس سب لا و بالی	ہسبلی توں خاطر پیا کا پکر کر

نئی صدقے قطبا کی پیاری ہو سرور
شروع سے
جو بن ناد نارنج چولی میں کھالی

(۲۳۲)

نہ بچھڑوں سائیں تھو کی تل سہیلی ۱۰۱۔ پیاسی رنگ سوں میں ہوں کیسی
 سدا پیو جوت سوں میں جگمگاتی پیاسیہ کی چھب سوں ہو چھیلی
 سکیا پیاریاں منے میں پیو کی پیاری پیاسیہ کی چھب سوں ہو چھیلی
 سجن قد سرو سوں منج دل بند ہانا پیاسیہ کی چھب سوں ہو چھیلی
 پیاسیہ کی چھب سوں ہو چھیلی پیاسیہ کی چھب سوں ہو چھیلی
 سینے تھے منج پیاری نہیں اتاری پیاسیہ کی چھب سوں ہو چھیلی

نبی صدقے قطب ہر سینے

نچھوڑے سج پر منج کی کیسی

(۲۳۳)

پیاری سہماتی ہے ابھرن سوں بھاری توجا کا کرے من میں چھند سوں پیاری
 جگہ عشوہ سے

اوچھل کوں دیکھیا ہوں ہو گن میں ماہر
بھٹائی ہے تو عاشقاں کوں اوتاری
محبیاں کے من لبدے ہیں تج سوں دایم
گھلی اُن نین میں پرہ کی خُمری
دل مال ہوے تیرا طر
مدن بان ساندے ہی چھیناں سوں موہن
ہوئے عاشقاں دل کے اُس تھے شکاری
عشق کے تیرا مارے عشقوں سے
نین سوں نین لاکھ موہی ہوں پیو پر
کہ تن من اپس اُس کے انگ پر تھے واری
آئیکھ سے آئیکھ ملا کہ فریفتہ ہوئی ہوں پیارے
جگت کوں پیادھیان میں میں بساری
سجن کے چرن پر رکھی سیس اپنا
نئی صدقے قطبا پہچانیا ہے تجھ کوں
کہ سب میں ہے توں اُسکی من کی پیاری

(۲۳۴)

پیا کا عشق ہے میرا یار جانی
بن اُس نہہ کوں جو کر میں نجانی
مجت ہے منج جو چمن کا سو میرا
بغیر اسکی محبت کے کس طرح جیوں بہتو معلوم نہیں
میرے دل میں
پر ت پھول رنگ رنگ کے اسکی نشانی
ہوئے عاشقاں روپ لیلیٰ مجنوں
دلے ہوئی ہمارے وقت اکوہانی

عشق بیخہ میں جن بے تاب ہووے
اُسے عاشقان کہیں نہیں اویسیانی
محبّت کی سلطانی ہو سب جگت میں
کہ اُس سم نہیں کوئی گیانی و دانی
سمجھ سے ناہر کوئی معنی پرت کے
نہیں فہم کس کوں میں اے پچانی
سمجھ سکے نہ

نبی صدفے قطبا کوں بن سائیں بن

۱۴۳۰

نہیں دیستار ہو رکھ یوں نورانی
نظر آتا اور چہرہ اسطرح

(۲۳۵)

چھبیلی صورت ہمارے سخن کی
کیا تو تلی اس کہوں اپن بن کی
نہ دیکھیا پھل کوئی اس سا صورت
راؤوں کتے زیب اپنے مون کی
چند اساد دیکھیا کھ اس سر قد پر
تو ہوتی ہے شرمندہ بتلی لگن کی
ترا حسن پھل بن تھو نازک دیسے تو
نہ دیسے ترے انگے چھب کوئی بن کی
نہیں تیرے دو پھول کس تھو زیبا
نزاکت ہر گچ کھ میں رنگیں جن کی
چاند جیسا دیکھا چہرہ جیسے
نظر آئے

ترے زلف چھداں میں لاشعاق کے رہے ہیں عاشق ہو بیو کی بن کی

نبی صدقے قطبا سوں او پیو ملیا ہر
تو کیا کہ سکوں بات اس کھمن کی

(۲۳۶)

چندر کوں سائیں کے مکھ تھے ہسائی چاند کو
بخت اس کے جن اس چند کوں منائی جو چاند کو
اد خوش ہو چندنی کوں لا دوں گلے چہرہ سے
وہ اچھی روٹنی والی چاندنی لگاؤں
انگن کچ پر توتی چوتی بچھاؤں
کہ سائیں کے پھل گیا اس پر نیائی
چندن ہو رعبہ کرم کر لگاؤں
کہ موہن کوں خوش بائیں میں بھائی
گلاب آچھے انگن میں چھنکاوے
پکھاؤں صدر جو ہیرے کاہوں
پیارے مو مند کوں چھندا سوں
پہلے میرے لالہ کوں آجھ بھائی

نبی صدقے قطبا سوں کیا مکھ کنول کل

بھونرنے منج دلوں تل تل ہلائی
کی مانند میرے ہر لہ

(۲۳۷)

مرے چاند کوں چندنی کی نس سہاے ^{چاندنی رات زیرِ تیغ ہے}
 کہ جوں نور کسوت سوں سوچ پیاے ^{پہناے}
 موہن چھند بھرے کول منالیا وہم ^{ہلے}
 کہ تا اپنے چھند بند سوں موہن بھجاے ^{میل دل}
 پیا سوں کھیلی نہایت بال بن سوں ^{پہن سے}
 تو رنگ رنگ سوں اکر بھریا جج بھلاے ^{بچھ}
 سجن بول تھے پھول جھڑتے ہن جو کے ^{دل سے}
 عجب کیا جو اس باس سوں مج بھلاے ^{سے}
 جکوئی اس دوزخ گس کے سرت ہیں ^{جو کوئی}
 توں سوچ ہے چند تالیے تھے سہا ^{۱۰۵}
 کہ جوں اس نور سیتی سہاے ^{اپنے سے}

نئی صدقے قضا کے تیں نت فوہلی

اندر راگ نہیہ مطرباں ہنت گواے
 کے عشق کے مطربوں کے ہاتھ سے

(۲۳۸)

گوری شرب نیاری بہو چھند سوں نیاری
 تو سائیں کے سون ہیں بہو نیاری پیاری
 اٹے

سہنتا ہے رنگ بر اس یانین یا بر اس
 یا قوت دوا دھڑیہ گال پھل نظر میں
 خواب کا سن بچھاوے پیاری کا دل بھولا
 رخسار گل گلابی دو پھول سہیں ہلالی
 شیشے رکھے بھر کر نقلوں پہ بن کر
 پھل پگ ہے یا چرن اس یا زلف یا نسکا
 یا نس میں جوں قمر ہیں کیوں لکھ سکے چٹاری
 مد رنگ نہیں پلاؤ جس نا اچھے خماری
 بہو رنگ سوں بن کہ بالی مد بزم کو سنواری
 ناپیوے اپ پیار کی مہے مست تار
 پھول جیسے قدم رات میں کھٹکے
 سے زہر ہے

صدقہ نبی قطب شہ نج سول ملی یا بالی

جس حسن کا ہے جگ میں کھنڈ شور بھاری
 چاروں طرف

(۲۳۹)

ہمارا سخن خوش نظر باز ہے
 گلے باہتہ دے کھیلے نار یا سول کھیل
 تو اس دل میں سب عشق کا راز ہے
 ۱۷۰ جوں کھیلے پیو او سرافراز ہے
 کہ یا قوت رنگ ان تھے ویا زہے
 ہونٹ رنگین زینت تیرے صوفیوں کھیلے

سکیاں سائیں چھندوں نو آواں
تمن حسن کے تیں سوا وناز ہے
ستوائے میں مجلس پیار و پنا
مدن مطرب اس میں خوش آواز ہے
سنو انریا ہے من موہنیا اپنے میں
پیا کوں اینوسوں ترک تاز ہے
سنواریا اپنے لئے
ان سے

نبی صدقے قطبا پہ آئندہ
عیش کا دروازہ

علی کی میا تھے سدا باز ہے

محبت سے

(۲۴۰)

سجن کے نین بھانے مستی کے ڈھالے
اس اوپر ہے نقش چھند بند چالے
پیاری سوں ملنے کا پھانا پڑا ہے
سکیاں من کو میں اوسی تھو اتوالے
لنک چال سوں جب چلے تو قدر سوں
ادھوپ دیکھ کر سرواب ناسنبھالے
پریم رنگ ریلے کوں گر سور بھاکر
لگا ووں کی چھاتی پلا وونگی پالے
چکا وونگی اس حسن ماتی نین کوں
پریت بین سوں سائیں کا من بھلالے
حسن کی دیوانی آنکھ کو
دل سے

سہیں دو ادھر رنگ بھرا جی بڑے
دیس دو نو اوکال جن پھول ڈالے
زیب ہیں ہونٹ
نظر آئیں وہ

نئی صدقے قطبا کہ اس باں سہتے

پر ممد کی مجلس میں مے دیتے بالے
محبت کی شراب کم عمر

(۲۴۱)

پیا کے نین میں بہوت چھند ہے
او دو زلف میں جو کا آند ہے
بہت عشوہ وہ آرام

سجن یوں بیٹھالی سون بولے بکن
کہ اس خوش بکن میں لذت ہے

موہن کے او دو کال تشبیہ میں
سوج ایک دو جاسو جو چھند ہے
دوسرا چاند

نول مکھ سے حسن کا پھول بن
نین مرگ ہو زلف اس پھند ہے

او کسوت تھے جو باں مہکے سدا
آنکھ ہرن اور پھندا
آسکی سے زندگی کی خوشبو

پیا کول بلا لیاے ہو اب مندر
دو تن من میں اس تھے من دند ہے
اپنے کان میں

نئی صدقے قطبا کول استیج لیا

تو چوندھر خوشیاں ہو ر آند ہے
چاروں طرف سے اور

(۲۴۲)

میں اپ بھوسوں آج نہیں جاگی ساری ۱۴۸۰ پلک پر پلک شوق سینتی نہ ماری
 اپنے پیاتھے ساتھ رات
 پیسا بن کے ناں منجے ایک تل خوش
 مسکے بغیر گئے نہ منجھے لہو
 اوکھ سم جزا نہیں ہے جھلکا چھب میں
 اس چہرے کے بل چاند نہیں ہے
 پیارے کے کنٹھ لاک آئندہ سوں رہنا
 گلے لگا کر عیش ہے
 نہ رہ سکوں ایک جھین پیاتھے جد ب
 نہ رہ سکوں لہو سے
 پرت کا سرا ہا و اس کوں لگیا ہے
 محبت ہوا کو لگا

پلک پر پلک شوق سینتی نہ ماری
 پیارے کوں یوں جینا سن بری باری
 اویناں کے انکے چھپے رُج ماری
 ان آنکھوں کے مقابل
 زمانے کے کاماں کوں میں کچ پیاری
 کو نہیں ہے کچ بھروسہ
 کہ مرکز کہ ہیں پیوتھے میں ہوں پیاری
 کبھی پیار سے نہیں
 جہا اس کا تاج سوں بندایا ہجاری
 دل تجھ سے بندھایا

نبی صدقے قطبا سوں مل کر رہوں گی

اوٹہ کے چرن سینتے ناں سوں نیاری
 وہ قدم سے نہ ہو سکوں جدا

(۲۴۳)

پیاری کے نیںاں میں جیسے کٹاے
 نہ سم اس کے لنگے کوئی ہر دو دھار
 برابر آگے

اثر تج محبت کا جس کوں چڑے گا
ترے لعل بن اُسکوں کوئی نا املے
دو لوچن میں تیرے سنگ چور راو
اونوسوں لیری نکر سب ہی ہاے
ہماتا ہے تجکوں گماں ہو غرو
۱۷۹۰ کہ ماتے ہیں تج حسن کے پیارے
سکیاں میں ہوتوں مرگنی چھپی
سجن تو نہیں ہوتی تج تھو گناے
عجبت چھلائی ہے تیری بن میں
کھنجن من ایک تل کیں تھکاے
نئی صدقے قطبا سوں پیو جم جم

و و چند مکھ کہ جس مکھ تھی جونی سنگاے
وہ پانڈیہ جیہ والی کے چہرے روشنی کو آراش ہے

(۲۴۴)

نین ہیں دو پیاری کے جیسے مولے
بھنواں کی ترازو سوں بھو چھند تولے
گندن کی ہے پتلی جیون کی ہے موت
تو ہستی ہے امرت بچن اس امولے
جمن پھول سب باغ ثبو کا پائے
سگھر سندی جب اپس کیس کھولے
اپنے بال

دس جوت ہیریاں تھے آلے دیے تب
 سکی جب ادھر لال تھے موتی رولے
 نین کوں کیاں ہیں دو کھنجن پیارے
 نین کوئی کیاں چلبلاتے سپنولے
 نظر جوت پایا ہے اس مکھ صفا تھے
 کھولے دل کو اڑان جو بیو بات بولے

دروازے

نبی صدقے قطبا کی دشتی پریم تھے

۱۸۰۰

سکی مکھ تھے جوتی ابیں نور سولے

سے چمکتی ہے

(۲۳۵)

ہم سوں یاری بولائے پیارے
 کہ یک تل ہم سوں مل سکوں بسارے
 پیارے کنٹھ مالان تھے سو ہی
 کہ اپ جوتماں تھے کنٹھ مالان سنوارے
 کون پر مل چنڈل پوزنگ ہیکے
 کہ اس باسوں مئے مرست سارے
 کجل نبی تھے مستی سہاوی
 کہ تچ نیناں تھے سٹتے لعل تارے
 سوزنگ تنبول تچ ہونٹان نیا توں
 کہ قدر ہست پھل پھلکری نگارے
 خوش رنگ تیرے

ہاتھ سے چول کی

ترے مکھ تھے دیے ایسے اوجالا
او جھلکاراں کوں دیکھ چند سو رہا
چہرہ سے چمکے
چاند سورج

نبی صدقے قطب سائیں میں ملکر

کرے خوشیاں اُسی تھے ٹک نہٹھا
اسی وجہ سے ذرا نہ بڑے

(۲۴۶)

دو تن رہن سیتے برائی دیکھاتی
رجب ہم سے
پھرتے بات ناہو سے تانبے کے کمال
جکھ دھرتی اپ من میں بھاباتی
اپنے دل باہر ڈالتی

کند کوں سنے ناد کا ہے بناتی
سونے کی طرح کیوں

کھتیل اپنا زرگر کوں کانے کھاتی
کھتیل کیوں

پلک پر پلک مار لگ ہاتی ہاتی
پلک پر پلک مار لگ ہاتی ہاتی

گنوائی ہے دو تنی جہم سب برائی
رجب
بھری ہیں سکیا دشمنائی سو جھاتی
سے

جو کوئی دھیا ہو گیا میں دل رکھے ہیں
خدا تھے سدا انکوں خوبی سہاتی
سے

نبی صدقے قطب کی دو تنی کا مکھ ہو

سدا تیل پسلا کہ او ہے گھاتی
بذات

(۲۴۷)

مرا من کُندن ہے منجے کی کساتے بنی کم سنائی ہے تس آزماتے
 محبت منے میں عوں جوں پاک سنا کہ سنگار سکیاں کے منج تھے سہاتے
 برہ موس میں دوتی کوں باک کالو کہ گن اسکے پیو پیاری کے تیں سناتے
 دو کھاکے ہتوڑیاں سیتے خوش نوا کہ دوتی کے چھند بند نہیں ہو کون بھاتے
 جہاں لک ہر من موہنیاں کی سنگا پیالہ کھ کھن جوت تھے رنگ پاتے
 برے سنے کے منے دوتی کوں جالو برہ آگ میں کرتی ہے اپنی بھاتے
 سوئے ماند غیر کو جلا فراق کی
 بنی صدقے دوتی کے مت سو قطب غیر
 پیاری سوں ملکر ہوے راتی ماتے ہاتھ سے
 سے رات کو

(۲۴۸)

آج کل میں تھا ازل تھے عشق کا کنتب منجے تو ابد لک یوں پھیا ہے عشق کا مذہب منجے
 سے نہیں بلکہ سے نیک اس طرح

عاشقی کے علم کا دیکھ عشق سب عشاق مل
تو ہوا عالم میں پھر عالم میں نہ ہوں کر مل
مشتوقی استاد کن بسلائے روز و شب منجے
علم ہمارے میں علم ہر کر کتے جاگ تب منجے
تس پہ لکھ نکلے سکھائے چھند بند و ول منجے
لا مکاں میں کامکاں بی آج دستا منجے
دھن سوں ملنے تنیں سکھایا روز و شب منجے
عشق سچا پیچ لے کر مار پیچاں پیچ لاکھ

عشق سوں بولیا غزل حضرت نبی صدف قطب
صافی کے اوصاف میں کے صوفی کی مشرب منجے

(۲۴۹)

پھلے رین یا سہارے کھن یا بھونے مکھ لے موگری
یا سہلمی تاراں سوں بھر موتی پروے سوگری

سروں ہے او یا سینوتی پھل یا سینیاں جو ہریاں کے
یا چند نوڈکان دیکھ پائے جاگ جہری سنوگری

بھواں ہے او یا دو نواں یا مد ہے دام کے

یا چند نوی یا بھونرے پر ناسمج لیں جگ بھوگری
چاند نیا

یا مکھ ہے او یا چند پنجم یا سو شعلہ نور یا
چہرہ وہ چاند پونہ کا سوچ کا
یا درین او یا جام جگ یا پھل سرک کی لوگری
پھول

دھن کا دہن ہیریاں کا کھن لب لعل کن دھن

عورت ہیروں کی کان
مٹے سینے پر کچ رتن نہیں ایسی کیں کس یوگری
سوئے جیسے سفید پریشان موی نہیں کہیں

جولے طنبور ہات میں گانے لگے ہیلیاں سول
ہاتھ کے ساتھ ملے

کنڈہ زیل اپنا تن کے جوں گھوڑاں گلے میں کھوگری

حضرت نبی کے صدقے سن باتان قلعہ شہر

کہیا کہ کر تارات دن ایسی سکی سوں بھوگری

(۲۵۰)

میرے صاحب نے لوڑوں تیرے ہاؤ چاہوں
 بغیر از بھی منجے ہو رچ نہ بھاؤے
 تیری دوری سوا بیا کام کرتی
 و بولال منجے تھے بولیا نجاؤے
 منجے امید واری وصل کی ہے
 جتنا دوری سخن کی ہاؤے لاؤے
 کلی من میا و بن نا کھیلی منجے
 جو بن پھول بن سا جنا کلاؤے
 دل کی محبت کی ہو کے بغیر کھلے میری
 کد ہیں بھی ہمیں اوت دیکھیں ہلاؤ
 اے ساتو شمس اندازوں نا ہیں
 یہ ساتوں خوشی سے ہماری
 نبی صدقے قطبا میسگے یو خماری
 کتن من محبت کی یوں کھلاؤے
 شراب سے

(۲۵۱)

پیا میں پچھانی کہو کن سوانی
 رکھی ہے تماری سوکھ پر نشانی
 پہچانی کس سے معنی
 تمہاری چہرہ

گلابی بن راتی ماتی میں بھاری آنکھ
 تمن مکھ تھے میں بھیدنس کا بچھانی اتھما ہے چہرہ سے رات
 لٹاں مکھ کی توتاں او برتوں سہاو زلفیں چہرہ جھٹکوں پڑا سطح زینہیں
 کہ چندر پنبل سہانا کہ جانی چاند سنبل
 پیاری کوں لیا او سکیاں تم منا کر لاؤ
 کہ منج پر رین آج بھاری بہانی بجھ رات
 سجن کے بچن تھے جھڑپ تی گنگ ہم سے
 سچی باتاں سائیں کہ ہیں من سو ان باتوں سے مجھے
 و لے نا بجھے اے بچن کوں ایانی بوجھے اس بات

نہی صدقے قطب اسوں سجنی ملی ہر

کہو عاشقان دھڑلے نگلی کہانی
 عاشقوں سے یہ رنگین

(۲۵۲)

جیسا دیوانہ گناہ ہے تیری کھتیاں ۱۸۵۰ عاشق جسے چاکے سو بوجے اسکی مٹھائی
 مستوق وہ ہے جن جو بوجھے عاشقان کا قدر بوجھے
 عاشق کوں سدا اصل سوں اچھنا نہیں لذت پہچانے رہنا
 پیرت کی مٹھائی سودو نو میا نے رٹھائی

نہیں بوجھتی تھی دوتنی کچ پیہم کے کا
 پیہم کا لذت دوتی کوں میں آبی چکانی
 نہیں پہچانتی رقیب کچھ محبت
 سائیں کوں بلانے سہیلی میں سو پٹھانی
 ناجا نو میرا کام پرت کا سو ہو مے کیا
 اول تھے نوجی میں سپا پھر پخت کر
 میں پیو اپن ہاتاں تھو گروں گنوائی
 صدقہ نبی کے قطب پیاری کہے رات
 پیاری بہو چھنداں سپا آبی بھجانی
 بہت عشوہ دناز سے پیاکو خود

(۲۵۳)

جگ موہنی و و اتم سوناری
 شہ پیہم سستی جھگڑتی ہو بھاری
 امرت پکینی میسٹھی زبانوں
 چھند بند بھرن سو اپ سوناری
 و و چھند بند بھری ہو پیاری بھاتی
 کی سو جتی اسوں توں گنوائی
 گریوں کرتی ہے چھند چھالے
 ہے پیہم کی پنت میں دواری
 ہے مرگ نین کہیں گونی
 غزال چٹم
 ۱۸۶۰

دو تن توں نکھا ہوشیار بازی ^{رقیب}
پیاری و پیامیں ہے سوناری ^{اور}

صدقے نبی ہے قطب کے مانی

سکیاں میں ہوں ہوش کی پیاری

(۲۵۴)



مری پیاری ہسٹاتی ہے تجھے اپ حسن زیبائی

بہت روپ نیت ناریاں میں یا اللہ تج شای ^{تجھے اپنے}

سرو قد ناری جب آئے لٹک مکھ نور جو توں ہو
دیکھت سوچ میں شکوں کلی چند مکھ دکھ جہانی ^{کی چک ہے}
^{چاند رخ}

اپن قد سرو دکھلا کر کئے شرمندہ سرواں کوں

توں اپنی چال دکھلا کر ہنسناں کے چال ^{اپنا} ^{بھلا دیا}

بہو کنونت ناریاں میں ہے کنونت ناری توں ^{بہت}
پیاری ایسی بچنا سوں سنوارا پیسج میری آئی ^{خود} ^{ہاتوں سے}

قطب پیارے کوں چھاتی لگیا چھاتی محبت سوں
جوسا اُس کی دل کا دکھ یک تل مانہ گنوائی
لمحہ میں

(۲۵۵)

پساریاں اے کہو مہج دھراول تہج مند رتیاں کی
پہلے چھوڑ کر آتی ہیں کیوں
جو آرنجانی جا بویاں سوں پھر مہج چوک لائیاں کی
مجھے ذرا لاتی ہیں کیوں

اول تھے اپنے ادھراں کوں دس سوں دستی لائے
سے ہونٹوں کو دانت سے

نشانیان نہہ کی لالی سو پاناں کی چھپاتیاں کی
کیوں

نچھل خوی بند کے موتیاں سٹ نکھاں چاند کے ہار تہج
صاف عرق کے بوند ڈالکر ناخنوں (چاند جیسے) چھوڑ کر
پر دکر پیو نیالی یو خوشی سوں گل میں باتیاں کی
سے گلے ڈالتی ہیں کیوں

سکیاں کی نین عیسیٰ کا اثر دھرتیاں کھیا میں تو
چشم میجا دھرتی میں کہا

پھر ادنے نین جیو اُس کا کر شمیاں سوں چراتیاں کی
آنکھ دل کرشموں سے چراتی ہیں کیوں

عجب بے رحم معشوقاں ہے یاراں اس زمانے کے
 جو عاشق کچے کیے سن کچے آپ بچن اس کی پھرتیاں کی
 کچھ کہتا ہے تو خود کچھ اور شکریات اکی کیوں پلٹ دیتی ہیں
 جو اعراضی ہو عاشق کہ سن یو سارے معشوقاں
 دیئے تو اس کا وصل اس اگر نہیں تو بلاتیاں کی
 نبی کے صدقے خوش قطبا سکیاں کو عشق کی یاری
 اگر ایسی نذیتا تو اونوں بک پڑ مناتیاں کی
 وہ تیرے پاؤں پر کر

(۲۵۶)

سکیاں او بھی ہوں میں سن خوش خبر ہو مند آنے کی
 پیارے سگائیں
 سجانو سینے میں مل میں کئے چالے سو جانے کی
 خواب چالیں کیوں
 جو دن دل میں تھا تھا منج و تا اس رین کہنتی ہیں
 جتنا تھا مجھے آتا رات گزرتا
 مگر پیاری ٹھکانے میں مجھے آتی دور آنے کی

صبا کتنا اشارت منج پسا ماتی ہو آتی کر
بیاریاں کیا کروں اب میں مرے شوے پچھانے کی

سواپنے میں پسا مست ہو ہنستے آگل لالہ

کہے کیوں پیاری کر بو جھتی سو منج جو کون لجانے کی
میرے دل

کہ حصین بھوں سوں، نین سوں کہ کہ حصین لبوں نین سوں کہ
کبھی سے آنکھ سے کبھی کبھی سے آنکھ سے کبھی
بشارت دیتی ہیں چھند بندوں مایا من کا بانے کی
دل ڈالنے

سج تھے جاب کچ دی میں پیاسوں سکتی ہو ہاں
سمجھ سے جواب کچھ نہیں
کہے اتیا کی یو سچ یا پسا تم کرتے بھانے کی
اتنا بہانے کیوں

نبی صدفے کی قطبا کوں کنائی سوں

کیسی ایسے زمانہ میں ہوت بات ہونے کی

(۲۵۷)

نہیں تاج کھنیر تو منتر بھر کے سستانی کی

وے سو کے ٹکرے بجلیاں کے ان ست کھاباتی کی

نکھنڈاٹس گنٹھ جوڑی کون جو کھوں یک سو تارے توں

خزینے جیو دلا محزن ہے گھر تھے چراتی کی

نہیں عشاق کھو جی ہو کہ پا کر کھوج یو کھیں

جو پتلیاں نہیں چراتیاں تو نہیں پراگ جاتی کی

ادک ہا کاں کھکائی ہو زلف نگ لے بچاوتل

بجتر پگ پیچن گھنگرو کیتاں کشتاں پھرتی کی

نہیں عشویاں کے شہراں میں کرشمے تیرے کنوالاں

دے بتیاں ناز کے غمزیاں کون سو نوبت کراتی کی

بیاد صیبا کی کیا پیاری جو آنکھ مج آنکھ کھولے لک
 اتنا جو آن بے کنت لینے کوں نہیں تج عسارتی کی
 اگر تج مد جوانی کا نہیں توں مست کپتا تو
 قنطرب کوں بیاں لک لک مناکرتی لاتی کی

(۲۵۸)

سُوج کھ پھول پر پھلے ہیں غنبر پھول کنتل کے
 نپائے یو عجب پھولاں مشکیں کس اچیل کے
 گھڑگو الیاں جھب الکاں جھب نین پر فتنے کرتیاں لک
 سو جو نکے مت ہر نیاں گل زنجیر پاپائے ہیں کے

چکوراں ہو راویں منس سو رنگ مرغابی پھل دیکھت
 چند رکھ لب شکر تے سو خوبی ندوانی چنچل کے

جو نرمل موتیاں چولیوں جو بن دیکھ پوچھا ہیں
سو کے چھند سوں چھپا لیکر آئے دن آج آنکھ کے

پدک دھن بن چھند بند سوں پھرے دھن ہواں ہوا ہیرا

مگر لیا ہے پکر سوچ کوں موتیاں ہارنج گل کے
موتیوں کے ہار تیرے گلے میں

تیرے جوں ہاں آجل میں دے رو مادیوں اس
تیرے جس طرح پھلی پانی نظر آئے اس کی
نجانے نے رکھے لہراں سوں کندن زیر نرمل کے

چھیلی سن غزل قطب کی خوش ہوا بچن کن میں
کہو گئی ایک گربو سے دو دے ہے اجہل انجل کے

(۲۵۹)

نچھل کندن ترے لب کا کن ستون کسوٹی ہے

کہ یا او اہرن کے ہت سیلماں کی انگوٹی ہے

اُمّ تنگ سیس کچھ میں یوں دیے جوں شاہ میساں کے
نظر آئے شل

پہن س کا سونل رنگ بھون کا رنگ چوٹی ہے

زربینا سر تھے یک شنگوں ناداں سودندراں کر
سرے پائوں تک پہننے کے لئے

لک زر کر کے ہت کھڑے سونو چند کی ہتھوڑی ہے
ہاتھ سے نئے چاند ہتھوڑی

جے توں ہت یک کچھاں بندی زمزم رنگی سو
ہاتھ سے پاؤں کے ناخن ہندی خوش رنگی سے

۱۹۰۰

ہر یک کچھ رنگ ہیریاں پر عمل رنگ برہوٹی ہے
ناخن

گلابی تاقا بند پین چولی عمل رنگ سیس ہیں
پہن کر

جو بن بالا چھپا کے منج ہر یک ہیر کی کوٹی ہے

سن لے بالی این بالے کے سینے پر توں ہو بالا

زن میری روتن کچھ کہ روتن بھوت کھوٹی ہے
رقیب سے کچھ رقیب بہت

چنچل نادان ہو دانہ کر نادان کے چالے

توسن قلیا سونیں میں پھولان سون تخت اوٹی ہے
ملنے سے لئے

(۲۶۰)

چھبیلی کس کھب کھب دیکھ مرے نیناں خیالاں کے
 کہیں کجی سحر بل موجد اک ہندو پیام ڈھالاں کے

کھباں سوں کج سحر ہے کمر نیناں بیا لے ہو روٹے ہو
 سحر سم رنگ سراہاں ہی جوانی دھونچا لاں کے
 پانی کی طرح کا سحر

چھٹا آچھٹا گھنگھڑا لٹاں نیناں چلبلیاں
 چھوٹا کر سے گھوگر دالی زلفیں آنکھوں چلبلائی سر میں
 سو جوں دیں نیر کوں لہراں کنور زرب چالاں

مری نیناں کی تیلیاں کے نین تیلیاں ہر سامی سو
 اہیں اوصاف جل درین نین میں عکس لاں کے
 آئینہ چشم

جو موتی ڈھال سر دُن کے بچا وے پھول گالاں پر
 تو زلفاں کے سحر حقیقاں کوں نونے کر لے بالاں کے

کرن مچل چاند چو پتھر تارے موتی سو سنبل تارے
کرن پھل رنگان کا پورے
جو چاند آسمانی رنگ چیزیاں گزند برن دالاں کے

اچنبہ بھید دکھلائی سندھ آج آپ کن پر
اپنے کان

نثارے سنبلا ہو رچاند اوجھل اینی بالاں کے

۱۹۱۰

سو نوں مکھ سور راجے پر رومالاں زلف مشکیں کے
اور تانا ہو محلہ آپ دیکھ چھندا س رومالاں کے

جو بن جیسے کمل اوپر بھونز بھٹیں اہیں بادو
سیریتاں
پہنے بیٹھے ہیں کندل کر جو دیکھیا راس مالاں کے

بھرے مے لعل پیالے لعل میں اپ لعل سونے
سورس بند لعل مے تھے ہوئیں دکھ رنگ لالے لالاں کے

اچنبہ بھید تشبہاں نویاں قطبا تھے سن کر سب
لگے کرنے صفت میری چین میں پھول ڈالاں کے

(۲۶۱)

سولہاں تھے لب آپ عیار کئے	پیاری پیاری سوں پیار کئے
(لباں سنھے)	
چوم چوم کال اُرنگار کئے	نقش ادھر پے سوں کر چھندوں
بوسہ آئے لے کر خنجر نقش	ہونٹ پر دانت سے کر چھند تینا
کنجکی پھاڑ پھاڑتا رہا کئے	نکروں تصویر کرے جو بن پر
	ناخن سے
لے کہے کچ دیگھت اُتار کئے	لیکھ کچ بات کے ارم میں پے
سر تھے پاک لک سے سنگار کئے	خوش ہوئے نواکھ نور تباں سوں
سر سے پتا تھک	پہنوا کر
کئے یوچھند سور کے تنار کئے	کنٹھ مالاں پدک جمیلیاں لیا
۱۹۲۰	جان لال لاکر

سوئی صدقے قطب دھن گل با
 گھلے میں ڈاکر
 رات دن اس گھلے کا ہار کئے
 اسکو

(۲۶۲)

آئی ناری کھن چھند پشانی
 ہندو لے چت میں لالہ کون بچا لے

بچن امت کرنگ نینی سو دما
پریم کے ناؤ سوں گھنگر و جانے

سوناری پدنی ات چلی ہے
سندر مد گل سدھا کرید جو آنے

فرشتا دیکھ مکھ سد بھول جاو
سرگ آچھر ہوئی ہے اس دیوانے

چنکھی دیکھت سو مکھ پرز ہوئے
مرگ نینی مرگ تن میں سبھ جانے

سکی سندر نہیں اس سم جگت میں
چمک چمکا وئے جگ من بھل جانے

اس غزل کے بعد دیوان میں سے کئی اور اق غائب ہیں جی وجہ سے یہ غزل بھی ناکمل رہ گئی ہے (مرتب)

(۲۶۳)

مے پیک مونسکات سونا شاہ کرتا ہے
اور ترک مست دیکھو کہ بید اور کرتا ہے

راکھیا دہاں امید کہ جانیا ہوں اڑا
لیتا ہے بات جام مجھے یاد کرتا ہے

عاشق تو جیوتے گت تل اس کے دواؤں
گلگشت سوتیان پریرا کرتا ہے

شوخی کہ سر منے ہو س ترک لے و
کب کان میں نصیحت اُتار کرتا ہے

داغی موجیو سوختہ کون تازہ بھی ہوا
او بزم جگ ترانہ کا بنیا کرتا ہے

۱۹۰۳

آگِ فراق زور کر چلی نرس
آجھوں ووداغ کہنہ سوا باد کرتا ہے
بجلی کی طرح
سب دھڑکے توں قطبِ عاشق ہوں گے
جگہ نہ کہہ
اے حال تیرا طور فساد کرتا ہے

(۲۶۴)

کب لگ بگنا آچھے مگناؤں جو نا اچھے
لورونوں تو اس باں لگاؤں جو نا اچھے
میرے ترے میا نے بہوی کی کاغذاں دور
دل درو میرا تاب پر اون جو نا اچھے
جس جاگہ چرا کر دیکھیں دل ماہ پرنتاں
یکجا نہیں پاتے کہ سراون جو نا اچھے
وو..... برہ وول پاکہ رکھیا آچھے تو اچھے
نزل ہو ہے دشت دیکھیا اون جو نا اچھے
صاف بہت نظر دکھانا نہیں ہے
یہلی مجنوں کے گوشتاں کی کہانیاں
قصا تیرا نازک ہے سناؤں جو نا اچھے
ایک جھلک چھٹک نا جو غم عشق نہ پایا ۱۹۴۰
اول سو کیا ہے صبر سہاؤں جو نا اچھے
دل بد کر او پار اوم لک کا قطب شہ
یاری کہ تپا نے نہ سہاؤں جو نا اچھے

(۲۶۵)

پھل بن ریخ یار خوش ندیے	بن بد پھلی جھاڑ خوش ندیے
گشت چمن و ہوائے کلیاں	بن پیالہ کنار خوش ندیے
نابے و ناسرواب سو حالت	بن نارینار خوش ندیے
مویا سگر یزب و چنیا انگ	بن چمن یار خوش ندیے

پھول کے بغیر ^{نظر آئے}
 گشت چمن و ہوائے کلیاں
 بن نارینار خوش ندیے ^{بغیر مشرق کے}
 بن چمن یار خوش ندیے
 میرا ^{شکر} ۱۹ جسم
 (اسکے بعد صفات غائب ہیں)

(۲۶۶)

دو تن کے کدیرت کے گن نہ پائی	دیوانی گانڈی میں نہیں ہے مٹھانی
سکی نہیہ کے نہالاں پھل کھیلے ہیں	کہ باس آئندگی جہناں تھے آئی
پیا مورت رکھی ہوں یوں میں میں	کہ اب تیلیاں کوں رشکوں میں دیکھائی
امولک لعل رنگیں و کوا دھڑ ہیں	کہ جو کے مدکارنگے س اُن تھے پائی
سجن کنٹھ لاؤ پیاری کوں میا سوں	پون نمئے تمن نہیہ منٹھ میں دھائی

رقیب کبھی پیجت
 عشق پھول
 اس طرح آنکھ
 ہونٹ
 گلے وہ
 محبت است ۱۹۵۰ ہو کی طرح تمہارے عشق کی راہ

پرت مجلس کے تیں ہے زیب تم تھے ^{لئے} ^{مجت} ^{تو تیناں کے دیوے تم پتھ لانی}

نئی صدقہ قطب کوں چھداں

رنگیلی موہنی سندری بھائی

(۲۶۷)

جک سنگاروں تیج کوں سہاے ^{جو کچھ} ^{تھے} ^{زیب}
 جو چولی ناز کی توں جینت پینی ^{چت؟ پینی}
 چند تیج مکھ انکے کاں دے کا ^{چاند تیرے چہرے کے نقاب کہاں نظر آئیگا}
 بجائے ہیں بہت راگاں سوں ساں

پلاتے ہیں مدن پیا لے میاں ^{مجت سے}
 منتر او پر منتر کرتی ہے دین ^{سجن کے تیں اپس گن سوں بھانے}
 سکیاں پیاری کوں تا پیوں بھاو ^{پیکے دل کو}

نئی صدقہ قطب جن مدد تھی
 جک مانگے سوا داب من میں پاو ^{جو کچھ}
 وہ اپنے دل

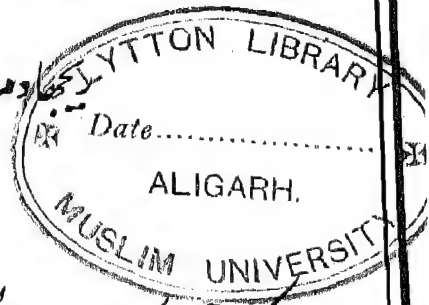
(۲۶۸)

تڑے درس کی میں ہوں سائیں ماتی ^{دیدار} ۱۹۰۔ مجھے لاو و پیا چھاتی سوں چھاتی ^{دیوانی}
 پیارے مات دھڑ سنبھالو منج کوں ^{ہات بڑا کر}
 پریم پیا لا پلاو و منج کوں دم دم ^{بجھ کو}
 نہ راکھوں تچ نین میں راکھوں دل میں ^{رکھوں}
 پیا کے دھیان میں مست ہوں مست ^{تجھ کو آنکھ میں بلکہ رکھوں}
 اگر یک تل پڑے انست پر پیا سوں
 منجے برسے کے بیناں کی سناتی ^{میں}
 نین حل سوں سپت سمدر بھراتی ^{آ نکھ آنسوؤں سے سات سمندر}
 نئی صدقے کہے قطبا کی پیاری

پیا چھ آدم دم ادھر پیا لا پلاتی ^{ہونٹ کا}

(۲۶۹)

سکی اپ حسن کا منہ رہنائی ^{اپنے}
 عرق اپ کچھ تھیرا لا مل لائی ^{اپنے رخ سے شراب کا}



دکھائی دےں اپنا چھند بند سوں میا دھڑسائیں کس اپ سبج لائی
 چند سو بوج دین دو گال دھن کے بخت دکھا کر اپنے
 جو تالاں مشتری پکڑے بدستار ۱۹۰ اند سوں زہرہ پر مالاں شائی
 پریم کی بھید بن میں کو کی کوئل سوناواں سوں پنکھیر و بھجائی
 سبز رنگ کنچلی ناری کوں سہتی کچا چکو او چکوی کوں نچائی

نبی صدف قطب پایا افزاری
 کہ سب ناریاں میں اوشہ من کوں بھائی
 ” کے دل کو

(۲۶۰)

موہن لال تل تل سوں نہہ لاو کرے توں جکج او مرے من کوں بھاو
 کہہ اے دل سدا منج سو پریم کہانی کہ تجھ صل کا نید منج نہیں آوے
 عشق کیا کلیا چن نہوں نہہ بن میں مجھ سے بخت کی
 کی مجھ سے بخت کی

پیا کا مورت آپل میں لکھیا ہوں
کہ مومن میں بن ہو ہورنار سا
بہوت چھندوں لائوں میں اپنی
میرے دل بغیر پیا کے اور کوئی
کہ اوچھند بھر باچک موسوں نہ لکھ
وہ ذرا مجھ سے محبت
مومن رات کھن کھن کرن نہ لکھ
کہ او نہ تیل تل اندسوں بچھاو
اس کا عشق

نبی صدف قطب او مومن ہوں

۱۹۸۰

اپس کنڈھ لاکر میا سوں مناد
اپنے گلے لگا محبت سے

(۲۷۱)

بالی سندرا آئی ہے گلّال کی ڈالی ہے
بالاں کی ہکاری سہیں جس کھ گلّالی ہے
ڈلتی مون ڈالی من آئی سجن نہ باو
بالوں خوشبو
او چال دیکھ سنس موہیا جھلنگھ بالی ہے
وہ رفیقہ ہو گیا
بھری صراحی عشق کی کینے او صراپ نقل
ہوٹ اپنے
جگمگ تارے سوہتے ناری کے جو بن بھل اوپر
ریب بیٹے
صدف نبی قطب زباں پیاری مل عیشا کرے چھانے کے لئے
یا عاشقاں کے پھند میں موتیاں کی رہے جالی ہے
کیوں نا کرے نہ ملک میں تج عشق تھے والی ہے
عشق کے تیرے سے

(۲۶۲)

کونلی بالی نہ ہیں اوتالی کھڑی	عشق اوتالی سوں پیاسیں بھری
ایک تل ناہیرے پیاری باج کد	چیت سجن کے عشق لائی نشہ پری
پیو بن تل بسی لاگی ناری کوں	من ٹیرے باج اوس یک تل کھڑی
ساتی سح مانو یس یکیت سوں	میں ہوئی یوانی دل تچ نہ پتہ دہری

تیری راہ میں

صدۃ حضرت مصطفیٰ کے قطب شاہ

۱۹۹۰

نہیں پایا ہے تچ اسی چھند بھری

عشق جیسی

(۲۶۳)

بہت انگ انگ کتواں کوں سجائی	بہت اپتن او پر چولانہ کا چڑائی
کہ اپ چولے میں اس خوشی تھے نیائی	بندیا ہے سجن خیال یوں سیر میں
کہ میں اپ جہم سب پیاسوں گمائی	برہ کے او بالال تھے نہیں ٹہیر کوں
اپنی زندگی کے مانعہ گذاری	فراق سے نہیں درا دل

پراوپیا تھے چڑت زرنگاری سبھی شہ پریاں میں ادک موک پائی

نبی صدقہ قطبا سوں مل اپنی ہمت سے
گلالی سورنگ مداند سوں پلائی
شراب

(۲۶۲)

پیاری پریم ناز سیتی سہاتی اپس حسن بون عاشقان دل بہلاتی
چند ناز دہلا پیشانی کوں لا کر سونیس کس تھے تارے جلمگ دیپتی
لگن تارے اُس جوتھے جھڑ پڑینگے جو یوں لال کسوت مکمل بناتی
کدن کا طراکان اوپرد ہر ہے کہ یا چند نو اسوج انگے دیکھاتی
ترے نین آچھے میں رنگ ہر دن کا تجھے چاک مستی میں ہنس کی سہاتی
مرے تن تھے سنناپ روئے کرتوں کہ میں ہوں ترے وصل کے مد کی تاتی
نبی صدقہ قطبا کوں اپنی میا سوں
دیکھا کر جھیلے چھندا سوں بیکھاتی

(۲۷۵)

چھوڑو بہنے قطبا تین پر تھے واری
 کرو منج میا میں ہوں چیری تماری
 جکجک حسن تنج ہے سو کن کون نہیں ہے
 تو پیو کی نظر میں ہے توں سب بھی میا
 پیار ہو پیا ریاں کی رنگ ننگ دیکھت
 دو تن رشک سوں آب سد بد باری
 بہیلی اشارت کرے نین چھند سوں
 منجے یوں کہ سائیں کون تل تل بھجاری
 پیاری کے طالع قوی ہیں پیرت میں
 کہ ماجن او پر آپ تن من کوں واری
 نکر بھانہ پیو مد دیو اپسے او صرتے
 کہ اُس مد کی منج کوں لگی ہے خُماری
 نبی صدقے قطبا توں لے ترسہ پایا
 کہ تج دور میں دین کوں ہے اتواری

(۲۷۶)

پیارے سنو منج پریم کی کہانی ۲۰۱۰ کہ میں بھید تنج حسن کے سب بھچھانی
 میری محبت تیرے

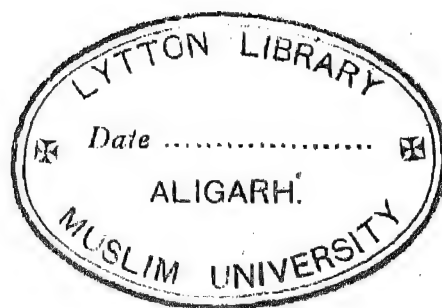
عشق کے بدماونے کروں یوں سجن موں کہ نابو جھے تس دوتی مورکھ ایا نی
 سجن کوں یہ بھارا کھی میں اپنے من میں ^{بہ سبھے} ^{اکو رقیبیری} اوجھو کوں نظر نا لگے تیوں برانی
 کیا جب تھے پہو عشق منج من میں ٹھارا سجن ذکر تسبیح کر اپنی مانی
 گلے میں سو ہے پیو کوں موتیاں کے ہارا ^{میرے دل قرار} پنچھل ڈھال دھرتی سواب صاف پانی
 دو تن توں پرت میں اپس کی پواتی سکیاں چنچلیاں میں نہیں توں سیانی

نئی صدقے قطبا کی ماتی ہوں میں منت
^{ہمیشہ}
 نہیں میرے من میں محبت برانی

(۲۶۵)

سرو قد پستلی ہے ساریاں میں تاری توں سب چھند بھیریاں میں ہے لال پیاری
 محبت کی ڈوری سوں باندی ہر اپ دل توں ساجن پہ ترسنا کی طبقاں نواری
 زلف پیکیہ ہیں پیو کے دل کے ہندوئے ^{اٹا} نین جگ امولے ہیں کھنجن تھے بھاری





ملقیس زامانی

حُسن ملک میں ناہے تہج باج
ذریب دے تیرے ہوا

دیکھ اس کلمہ تجلی سوج کر طالاج
نچل میں ہاتا ہے تہج جو تاج

انچل میں ہاتا ہے تہج جو تاج
تیرے سبیل

اُن قول پیرا دے کرو تم ساج
ان کو

تیری چوٹی گندے ہوئے ہوتا آج
گو گندے

اُدھر نقل سوں دے کر کال ساج
ہوٹ

عشق نارائوں تم بجا و کماج
عشق نارائوں

دو تون کوں توں نا دیکھ کر کھ مانج
عجیب

محبت قطب کے خوشاں سوں راج
محبت قطب کے

عشق پادشاہی کو ہے تہج آج
کی

تو چنے مٹھائی شیریں کو نہ آئے
تیرے چنے کی

سچی اس زمانے کی ملقیس توں
سچی اس زمانے کی

تو خدمت میں حوراں کھڑاں ہوت
تیری

کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی
گھڑتی ہیں

جو بن پیلا دے ست میں پیلا پلا
اچھے

عرضداشت عاشق کوں معنوق کیا
عرضداشت عاشق کوں

ہے سپرائوں لک توں کند کی بنی
ہے سپرائوں لک توں

نبی مصدقے پایا ہے جنت کی حور
نبی مصدقے پایا ہے

حام

جھلکار سہی	ناری سہی تھے آٹالے جالا
چھوٹے اکراں میں پھول لال	زیب دے تھے پچال
اودھراں کے اُپر چڑے سولا لال	سنبولی اُپر بونگ سٹیا چام
سورج کوں پلا چھند سونیا لال	زنت تھے اوک دین ہوٹاں پر
نس میں جو ہنسے پڑیا اوجالا	دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں
انگ سنگ سوں کرے پیا نہالا	دن ات ہوا جو کھولے دھن کیں
	عمدت نہال
	ناریاں میں جو ناز بھاگ اچکل

نت بیوے علی کے صدقے حام

۲۲۸۰

قطبا کے ادھر تھے پیالا

(ج)

۳

بہمنی ہندو

نہیں لکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکا	اس بہمنی ہندو کا کس دھڑ کروں شکا
دیتے ہیں دام ان کو کوئی کرتے ہیں عنا	بے دام اس کا خدمت کرتا ہوا پنے دل ہوا
نہیں ہے صوب پانی دیتا تمن ولایت	آساں اُساں تھے ہونٹاں سوکھے ہیں ج
ناکو تو ال قاضی ناکس کا ہے حایت	اس شہر کی سورتیاں کن ناویکھیا نہ ستیا
ڈوبن ہوئے ہیں اب تو تم ملک کو ہایت	غمرے کے سمند میانے تیرا ترست نہ دے
اب ناز روشنی پاتا منجھکوں ہو نرایت	آہاں اُساں دل کارا خیال باندھیا
منج حسن کے چھجی کا کوئی نہ بوجھ ہایت	توانت میں جیو کا دوری کدھیں نہ پریتا

یک چمن اگر نہ دیکھو تیج یاد کا جو پہلا
 تیج باج گمنامیج کوں شکل ہے بغایت
 نیناس کے لال تھے دل پڑیا یہ چون
 سب چھانوں عشق کا منج توں اپنی کویت
 تم یاد تھے ہوا ہے مومور نمنے موتن ۱۲۹۰ ابنا کریں تو ہم پر ہور کہے میں زیت
 تنھاری ہے

کوئی ناسکے معافی اپ کی پرت بیاں کر

پڑنا ہے اپنے دل میں سب نعلی روا

(ق۔ ج)



۴

ہندی چھوڑی

سکر سندر سہیلی گن بھری ہے	زنگیلی سائیں تھے تورنگ بھری ہے کی وجہ سے
وہ ہندی چھوڑی بہو چھند شہ پری ہے	لشکنا بجلی نمئے اس سہاوی کلیج اس کو زیب دے
وٹن میں توں سورنگی جوں پری ہے	چندر مکھ مہینیاں جب ناچتیاں ہے چاند جی صورت والی
کہ توں بالوں میں سب غنیر بھری ہے	سبھی حوراں نہ آسیں آج تاج سہم آسکیں تیرے مقابل
اوشابی تھے سدائج سروری ہے	اُتھجائے ترے کچھ تھے جے شانی پیدا ہوتا ہے جو جوانی
ادہاں گاؤں سوزہرہ مشتری ہے	گلن منڈپ تئاریاں سوں سنوارے آساں

بنی صدقہ یجھاے قطب شہ کوں

تو سکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے

(ج)

اس لیے

۵ پدمنی

(۷)

تج ناک موتی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں

یا خضر کے چشمے میں نر تار بڑا شباب سوں

وہ بڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھایا
اس

۲۴۰۰
جیوں چاند کی جوتی میں مشکیں گلنگے دہوں

تجھ میں کی راوت چڑھائی بھنوں کمانا روں کر

سب عاشقاں میں منجہ پر رکھے چاب ناب سوں

جب ناک میں کرا سہاگن میں آئی جلوہ میں

وہ قفل دے منجہ گیا ن پر سک کرے شباب سوں

(۲۸۷)

جو دیکھی رُئل میں بیو کون بیو کا چیت بہاری ہے
کپڑ پھل گند دے بیو کون سوا ملن دند ساری ہے

چھپے چند سورا جیالا نہ چھپے نور بیو گا لا

دو تن کے من حسد بھالا کہ شرح مسات باری ہے

میت ساتھ

بچھڑتے لاکھ دشواری بچھڑ شرح مرن کای

ولے بیو یاد کی یاری ہمن جیوتیں ادھاری ہے

دو تن لے گر بڑاتی توں پردہ بھون چڑاتی توں

بہت ڈاواں میں نٹی توں ولے یہ ڈاوا کاری ہے

اماں کی دُعا و ردھے دُعا کا کوٹ چو گردھے

معانی قطب تاج بردھے علی کا حصار ہے

(۲۸۸)

گر و گھڑیں گرہ کیاں کئے اُو ترنے دوداں بھرائی

چاند سورج کے پیالے اپنے گھڑیں بھرائی

عشق کے سو صد راو پر لے کھڑی ہست میں برجب

بیری بیری میں دکھاتی آہ ہونٹاں کی چورائی

صد راو پر آجھکتی ہو رٹھکتی ہے کھڑی ہو

نین کشید کے تاراں سوں مرے دل کوں برائی

ہے نھنی سب میں ولے دستی بڑیاں سب بڑی او

اچل اوجھل میں دکھاتی ہے پریاں کی سب بڑائی

پریاں اوڑنے کی ولے پرناہلے اوڑنے کے تائیں

دیکھ لے شکوں پرت تانتاں ہنوں سینی چوائی

سب سکیاں تانتاں جھلاں سیتی چڑھایا ہین دکھم
 آب پیاراں سیتی مے بھر مجلس اپنے میں پلائی
 قوطب سیتی جھلڑتیاں نا جھلڑ سکس سکی ہوں
 اُس کے سیں اوپر لکھے ہیں دن ازل تھے خوش ٹرائی

(۲۸۹)

میں متوالاؤتوں متوالی متوالی کھلائی	نہیں بھانیاں سیتیں ابنین ہنڈ لا جھلائی
تری لچھن بری لچھن کہ نا کر منج سیتیں با	ہٹوں سیتیں ہٹوں سیتیں پیالا منج پلائی
ووچندی چند نے مکھ پر چند کا ٹیلا لائی	نئے غمزے نوے چھند سو میراں لکھائی
لگے ناچاک تیوں اکھے ہ اپنے کان پر طرائی	سپند کے پاتراں کھن تہ تہ تھے سیتی بجائی
چینچل ناواں دکھاتی ہ ہر یک ایک اپنے دل میں	چوہیا چوہنے کی لومیا سیتیں منج تہ چھائی
پیارے گال ہیں تیرے مٹھے تابا تھے اکھے	کہ چھاتی سیتیں چھاتی لاپس منج ملائی

گرد و ہے سہیلیا کی سوچ سرائی منے نرس دن
محمد قطب شے کوں دے ہر اپ نیناں کی دوا

ق

(۲۹۰)

پرت پیاری بیرت ہتر سیتیں ملی ۲۱... مکرے کے پھول منے دل باغ میں کھلی
کونلی کلی میں جھمکی جھمکار چونسوں
تج لال ادھر کے پھل پر بٹھا بھنور
طرا رکھے ہر سر پر تھے نشان کا
صاحبقران سکیا میں دستی ہے چھلی
گر جیا ملہا رہا جھینا اوڑی سکی
اس انگ سور جو تی جھینے میں جھلملی
نار کے پھل پہ چھلڑی مہ بند جیوں رکھے
ٹیلاجیوں پر پھوٹی جوڑے ہے سانولی
بوسیا ہلا دے سیتی جیتیا ہوں میں سے
اجھنوں نہیں سمجھتی نن پن کی جاہلی

صدقے نبی نو ملی ناری سوں عیش کر

قطب زماں محمد حسن بکوں آملی

ق

(۲۹۱)

نوی پیاری نوی نہہ میں نوے چھند سوں پلاتی مے
جو بن چھبیاں اوپر سلیم بھنور منستی سوں اکھی مے

کہوں اس قد کہ یا صورت کہ یا اس چونپ میٹھائی
گلالی کال تھے چوٹی عرق کی بند پے در پے

کرمی کسوت نوی چند فی سوماوے اوپر جھینے کا
جے کچ منگے خدا تہجکوں دیا ہے توں دعا کرے

جھکتا رات کوں جگنا پیاری رات دن جھکے
پشانی پر رکھے جگنی کا ٹیلا کد نہ دیکھیا کے

۲۱۱۰

کرے جے دامن سوں عشق او ہے عشق بازاں میں
اگر میں باورا ہوؤں تو کیا اس ہر ت میں ماروے

کہتے ہیں شاہ کو سلطان و لے ہران بدن سلطان
کہتے دھاتاں بجاووں کہ نہو چھ کن بجایانے
جَدھان دیکھیا پیاری مکھ مصحف میں مبارک فال
تدماں تھے قطب جیتا ہے شہر سلطانوں ملک سے

(۲۹۲)

مگت راگاں پیاری اب رگے رگ راگ گاتی ہے
نکہماری راگ گاتی مکھ اہاراں سوں سہاتی ہے
صباحی راگ گاکر منج صبا کے تخت بدلاو
دعنا سیریکا کہہ دھن منجکوں رنگ پیالا پلاتی ہے
مرے ننگ مل بجاتی ننگہ گاتی سنگھ ابھرنے
سری راگاں جو گاتی استری تو منجکوں بھاتی ہے

الاپے گڑا گڑا راکساں ہوں کل چڑائی ہے

عشق کی آگ میں ابرو کمان کونشی سکتی ہے

کہ گوری راگ جو کاوے تو گوریاں کا ملک جنتیوں

سوزانگ نینی سب نگ میں سوزن کا سہااتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھل ہار بایا ہے سولہ ہارا

جو کاوے رام گیری رام کر راواں جھاتی ہے

میٹھے راگاں محرقہ شبے کون جم سہاتے ہیں

۲۱۲۰

نئی دولت غزل میرا شکر نمٹے چکھاتی ہے

(۲۹۳)

پریاں حیران اس صوت گری تھے

ہمن پیاری پری صوت گری تھے

حماہل چوسرہ جھبم گری تھے

اپس ہاراں میں تباہ عشق گوندے

بخت اُس کے کہ پیاری سو پیوے مد
صراحی کر بھنواں میں مد بھری تھے
ہمن ہو اُس میں میں پن پن کے بھید
سہیلیاں بھید پایاں بلگری تھے
خمار ی باس تجھ فوتماں تھے ہلکی
چمک مینا منے خوش دلبری تھے
لجے مینا کی قفل سیتی بلبل
پریاں حوراں لجیں ہم شہ پری تھے

خدا پیاری دیا ہے قطب شہ کوں

دعا ہو ر بندگی ہو ر چا کری تھے

(۲۹۴)

میری بھیری بھیریاں مینا ہے سو بھیری
لٹکتی ہے تاج ہو ر گاتی ہے گوری
مستی حملے کا سو کن کپڑے عنان
جیو جگنا جھمکتا ہے جیوں جگا جی
عشق سُننے میں میں بھیا ایک سہنا ۲۱۳
ساتو کہنیاں کہتے سنا میری کہنی
خمر و شیریں کا ہے سو ایک دفتر
زلف پینگاں میں پینگاں ہو مرا جی

باس باساں سوں محبت گیسند مہلی بہار پھل تالیوے میری نئی بالی

نبی صدقے رنگ رنگاں بھر کھی رنگ

قطب سوں مل رہی ہے اے نوبلی

ق

(۲۹۵)

نزار حسن حناں میں بھایا دے مدن پیالہ رنگ انگ بھایا دے

چو پیاری چھنداں سوں چنداں تھی پیک تال سستی رجھایا دے

ہند زلف کے میانے ہلچیا ہوں نین پینک میانے پنکایا دے

عشق نیند تچ نین میانے سہے صراحی پیالہ بھرایا دے

اندنا دگر جیا ہے تچ گسستیں عشق نہانت کارگ گمایا دے

عشق یج پیریا ہوں دل باغیا اند پھول اس تھے کھلایا دے

نبی صدقے قطب کے سر پریدا ۲۱۴ گگن رنگ کا چتر چھایا دے

ق

(۲۹۶)

پریم بیالہ بیکہ نون نہ لائی ہو کو نکھڑی
باندھے ہے عشق کے کو سوچاں کھٹو میں غور کا
پریم کی باتاں سب بنیا کی پھرتی ہو میں
ہم تم منے بیک قول تھا او قول نابہر تم میں
دریا عشق میں تیر کر باندھے ہو گل گلہری
پرچھم پریم چاواں ہے سستے کیا نہیں تیری
اپنی میں اس نپتھ لا اوڑیا عشق کا چادر ی
پیر برن شرطاں میں تج منج منے آباوی
ساتو سراں گا کر کے آلا تپتی آساری
اس پہچناں کی نادیوں منج نیند جاوین تھے
کن دھاکس سحر سون باطل کروں آساری

قطب زماں شب عراں کا شعر نیشاگر ہے

صدقہ نبی باندیا کم جویں شکریاں میں شکری

(۲۹۷)

تو ہے لاڈلی لاڈسوں آتی ہے می
عشق چونچوں میں میں بھاتی ہے می

عشق کی کشتی شیریں ناکر سکے کہ جو بن پیالہ سوں توں سہااتی ہے ری
 کفر باغ میں کپڑا تیری سوی کوں ۲۱۵۔ چنچل نادیں نادگاتی اسے ری
 عشق بھاوسوں تن نگاری ہر توں عشق چونپے ستیں سہااتی ہے ری
 ہنوں کے تج لگ کہ پیچھے ہیں تیں بچھاری جو بن سوں ہلااتی ہے ری
 پس غمزے کی چادر اوڑی پیاری نین سیتی صاحب ہلااتی ہے ری

نبی صدقے تج ہے خدا ترس خانے

گلے لگ پیالے ہلااتی ہے ری

(۲۹۸)

چھندان ستیں آتی ہے بھاواں دکھاتی نین سوں ہمن رات ساری جگاتی
 عشق پیہم سوں اچل اوڑ کر کھڑی ہے اے نادان بالی ہے بھاواں سہااتی
 توں جب روٹہ کر بول انات بولتی کہ سو رایسے گالاں اُپر چھند سنااتی

نین بھاؤ سیتیں کچھاوج بھاوے پر م چوری پر بند بھاواں دکھاتی

نئی صدقے توں ہے پر م.....

قطب چھاتی لگ نہیہ کلہ دان دلاتی

(۲۹۹)

توں پھرنیم کر چیریناتی ہے ۲۱۰ سو مسکاتی اورنگ لکھاتی ہے

کر بوں تھادے ہو پوہنیچہ دیکھتے چوری چوری سائیں بھجاتی ہے

گناں پرکھتی اور بول چو کھتی بھوری ہو چہن جناتی ہے

کھسے کیس سو نکھتی ساجتی نیکی کنٹھ کنٹھ مال سہاتی ہے

قطب پیاری کس تھے نہیں دیتی

نئی صدقے منج دان دلاتی ہے

سہیلی مدن لال موچت بھاوے (۳۰۰) کہ تل تل دل اس چنڈ پرواری جاوے

کسے چت بلاوے کسی ریں جگاؤ کسے دل تپاؤے کسی من بجاؤے
 کسے نہہ لگاؤے کسے مد پلاؤ کسے روپ دکھاؤے کسے پم بلاؤے
 کسے لب چکھاؤے کسے چھپ بجاؤ کسے بیج مناؤے کسے گزک دلاؤے
 کسے اب دکھاؤے کسے تخت سروا کسے پک بتاؤے کسے چھپ دکھاؤے
 کسے پرم لگاؤے کسے چت بھلاؤ کسے بہر دلاؤے کسے پان دلاؤے

نبی داس کر آب کے تیں پواؤے

قطب شاہ سدا بیر بالاں گواؤے

(۳۰۱)

لجے کو کہ ہتا میں جام لی یے سلطانہ جسم مدام کی یے
 پانی کہ خضر حیات پایا مد گھر تھے تنک سو جام پی یے

لے دیوان قدیم میں یہ غزل دو جگہ لکھی ہے یعنی غزل ردیف الف میں بھی ہے مگر اس میں صرف تافیر ردیف کا فرق ہے یعنی ردیف میں تافیر جام مدام ہے اور یہاں لے پئے کئے وغیرہ اسی لئے درج کر دی گئی و تراشہ دیا گیا۔

سردھا کہ جی مو کام را کھو	اے دھا کہ کلا سول نظام دیئے
میں مدو عا قلاں و تس پے	مویارن کون سوں سیئے
باہر تو ادھرتے ساقیانہ	اس دور منے کو کام جھیئے
لوچن ترے شیوہائے مستی	او وٹ چنچل تھے دام لیئے
ذکر مکھ و زلف تچ ہمن دل	یو حسن تھے صنچ و شام جیئے
موسینہ داغ درد دو کھوں	تچ مکھ نمکی تسام دیئے

اوجاہ تھڈی معافی کی جان

۲۱۸۰

تو حسن دو سو غلام کیئے

(۳۰۲)

جے پیک موسکات سونا شاد کرتے ہے	ووترک مست دیکھو کہ بیدا کرتے ہے
راکھیا وہاں امید کہ جانیا ہوائے زماں	لیتا ہے ہات جام مجھے یاد کرتے ہے

عاشق تو چہیو تھی پگ تل اُس کے دوڑیں گل گشت سوبتان پری زاد کرتے ہے
 شوخی کے ہر منے ہوس ترل لی دے کب کان میں نصیحت اسناد کرتے ہے
 داغ موجیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا او بزم جب ترانہ کا بنیاد کرتے ہے
 آگِ فراق زور کرے بجلی من اچھوں ووداغ کہنہ سوا باد کرتے ہے
 سب دھرنکہ توں قطب معانی کہ عاشق ہو

اے حال تیرا طور سوں سر یاد کرتے ہے

۳۰۳

کب لگ منگنا آچھے منگاؤں جونا آچھے لورونوں توں اُس باس انگاؤں جونا آچھے
 میرے تیرے میانی بھومی کے کاغذان درد دل درد میرا تاب پڑھاؤں جونا آچھے
 جس جاگہ چر کر دکھیں دل ماہ پرستاں ۲۱۹۰ یکجا نہیں پاتے کہ سراؤں جونا آچھے
 دودیدہ و دل پاک کھیا آچھے تو آچھے نزل ہو ہے و شرت دکھاؤں جونا آچھے

سے لے مجنوں کی سوکتا ہے کہانیاں قصا تیرا نازک ہے سماں جو نا اچھے
 یک جھلک جھلک نا جو غم عشق نپایا اوّل سو کیا ہے صبر سماں جو نا اچھے
 دل بد کر او یا ر اوم دکھ کا معافی
 یاری کہ تیاوے نہ سہماں جو نا اچھے

(۳۰۴)

پھل بن رخ یا رخوش ندیے بن مد پھلی جھاڑ خوش ندیے
 گشت چمن ہوئے کلیاں بن پیالہ کنار خوش ندیے
 ناجے دنا سرواب سو حالت بن نادہر رخوش ندیے
 مویا شکر بنب و چنپارنگ بن چمن پیار خوش ندیے
 باغ و پھل و جل ہے تواما بن صحبت یا رخوش ندیے
 ہر چہ تر کہ جگ کی عقل بندے بن چتر نگار خوش ندیے

چت نقد چکارہ ہے معانی

اس تائیں نوار خوش ندیے

(۳۰۵)

سکی کے مکھ پانی میں چند اسوج سدا جھلنے

اڑن جکڑے سودن مل اچھ رین چولی میں تھ کھلنے

بکر

جو بن کھل سائیں بہت دی ہڑ ہلاوے عشق کے کی ہے

کھل کر

سجن سنگ ات جاگی ہے سولہاں نیند لے کھلنے

مدن مکھ گال پر لاتی سو صورت یاد جو آتی

جیا کے باغ میں بھاتی پھلاں مکھ مکھ پہر کھلنے

پھولاں

گھلی مارواپن جیونسک برہ صحرا میں دیوا مکھ

سود بھیت نور جھلکا چک پنکھیر و مرگ سب بھلنے

معافی تج عجب کیا ہو کہ وحشی سد بھلے گا ہے
فلک سارے برس ماہے پری کے نیہ میں ڈلتے

(۳۰۶)

دے جیوں بُر بُرے پانی نگاری خطا پر تیرے
ارسطو را ہوا مج من دیا از یک رُخن دیرے

لٹاں کھل نکھ اُپر کھیسے علم جھیلے سوہن دیے
شرف ہمیشہ کی جسے ہوئے اس عاشقاں حیرے

دو رخسارے ہے خوں لے غرائے تاناؤ گھٹا لے

ہے پلکاں تیرا بنا لے سونا ندے دل اُپر میرے

دو پتلیاں راوِناں تیری بندی اپا سپے ل سیری

سوچو گاں کھیلے پھیرے بہن دل گنبد کر گھیرے

معانی نہہ کے گھوڑے چڑھتوں لے جو بنا کے کڑ
مرصع جیغہ لا کر پڑنکی آئی ہے تاج نیڑے

(۳۰۷)

چندنی جیون چند پونچھے سنگاری لگی دے	مکھ رنگ تھو متی جوتی نگاری لگی دے
موتیاں کے حل گون میں دودھاری لگی دے	بیلٹ کے چمن میں ٹلا چیت رچوترا
یا قوت بین لال خماری لگی دے	سندر کے مست گال گلابی برن سہیں
سب عاشقاں کے دم میں سناری لگی دے	منج عاشقی کے نہہ میں سوا بت نہ پانچھل
منج یاوتیری تسبی سوساری لگی دے	زاہد نماز کسی کریں سو نیٹ ریا
سب جگ منے نیٹ سو گنوار لگی دے	دوقن عجب کپٹ جو منج اوپر گندی سدا

مغشوق ہنس کہے کہ معانی کی عاشقی

منج جیو میں جب رہے سو پیاری لگی دے
میرے

تو حسن قدرت سوں لکھیا نیکا دے جگ حُسن پر تج نور جیوں تیکا دے
 مکھ نور تھے چندا سورج جھمکیں ^{اچھا} سدا ۲۲۲۰ تج کیس بادل تھے فلک بھیکا دے
 سب جو ہراں کا کھان مکھ یک عجیب پھلری کا موتی ناک پر سیکا دے
 فتنہ ہے موتی ناک کا فتنہ نکر دیکھ آرسی فتنہ ترا جیکا دے

توں ہے پری یا حور یا ہے پد منی

قطباً معاً یو عجیب ہیکا دے

(۳۰۹)

نہ دیکھوں پیو چین آدم منن ج لاگ دوری ہے

رہیا پانسو برس آدم جدا اچرج صبوری ہے

بہت دن جب صیا تھا سائیں کا مکھ دیکھتے یک تل

لگیا ڈھلکا دیکھیا سہنا کہ جھلکا کوہ طور ہے

پیاسوں عرض نہ کہنے نہیں مارگ مگر خیالوں
 کہ جیوں پھل باس مل کھوال ہیں مج یاد دہی ہے
 تہائے ڈاو کے پیچاں کون بوجے کہ مشکل میں
 معلّم نابو جھیں عاشق نہ سمجھیں صیغہ پوری ہے
 کہ جب من میں کہ جب سکھ میں کہ جب دکھ میں کڑوں یاد میں
 تو تبت و تن سمج جاوے عجب مکار پوری ہے
 رقیباں جان توں ساجن ہمارا راز پایا ہے
 پنواوے توں کتنا جھ بھوت انتر کی دوری ہے
 نہ بوجے تو سنے گل مکھ کتیاں کے نگ ہو بیدیں
 معافی کہہ مچل ہو رعلی کا دین فوری ہے

(۳۱۰)

میں مست تاج میں تھے پتیاں کتا کھلاتی اس کھیل میں بھلیا ہو بھی کیا سزا پلاتی
 تجھ مائر کی منی داہم ہمن میں اچھتی کیا گن بدل حکیمان کے ہست دوا دلاتی
 جو بن کے طور او پر مکھ نور مجھ دکھا کر موسیٰ من بھلا کر عیسیٰ من جسلاتی
 کنٹھ ناگ سز بجا کر ناگاں کشتل کھلا کر شکر اوھر چکا کر مجھ جیو را بہ ساتی
 کنٹھال کنٹھ با کر انجل جھکا دکھا کر
 معافی کا دل بہلا کر ہست میں ہست پلاتی

(۳۱۱)

مے لعلی تھے مکھ زردی ہمارا دور کر ساتی مجلس نہ ہر ز قاصی موں توں پُر نور کر ساتی
 پیار خارا کر تا جلوہ موشبے خیالاتیں رقیباں عکس کرتے ہیں توں یک چھن دور کر ساتی
 لطافت پیش ہے دن اس مڑ سہی قدسوں پیالا اس کا میر سو بھر سمدور کر ساتی

جگوئی ہے عشق میں ثابت سدا ہر جیونا اسکا
 سو اس کے ناؤں میں منجاء سب معمور کرتی
 بچانوں و ز محشر کیوں اچھیکا جا پرش منج
 کہ منجواں منے اب تو ہن مشور کرتی
 بہشتی باغ میں ہے ہر منجواں منج مارا کے
 ہن مجلسوں مست نغمہ طنبور کرتی
 نظر کی محبت میں دیکھ منج مکین کون سبیل
 پیال کی کمیائی دشتوں مغفور کرتی
 پیال کی سور کی کرنا دس منج دل کوں قلابے
 ہوا ہے مدعا حاصل مے انگور کرتی
 پلاک کا تے نین باندیا منجائے خیال تیرے کن
 رقم اس خیال پوشیانی کون سینور کرتی
 محبت پیو کا منجکوں بر در یار کشتی ہے
 اس او پر عشق بازاں میں منجے دستور کرتی

معانی شوق کے انجھوڑاھلین کھ پر کہ جیوں موتی

کہ یک تل جیو منج ہنس کون نظر منظور کرتی

(۳۱۲)

ترے مکھ لعل تھے رنگ گوہر کا بھانے جائے
 جو ہر صراف تھے ہنس کا گناں جانے جائے

پھولاں کا باس نہ ہر پنکھی کی کا بوجھنے
 بلبل ادباس بوجھے گر خوشی سوں گائے جائے
 تل کی آیت رکھے ہیں مکھ او پر ب علم ستیں
 عالماں کوں کدھیں نفیر تو نا جانے جائے
 دا کھ کے باغ میں پھولاں کھلے کراہتی ہن ۲۲۵
 خوشی مخری سوں پیالی مویلا نے جائے
 ملکِ دل میں دکھیا ہو ڈھونڈ کا ماں سوما
 کام اختیار گیا دل تھے توی دانے جائے
 پکڑے جب گھانس ہریا ہوئے من بات ستیں
 قدرت اس بات کا دکھ جیو سو قربا نے جائے
 ننھ کے شہراں منے انگشت نا ہو سر تھے
 چڑپ دتن ڈنہیں تیرے انکو ترسانے جائے

منجے پیو یاد تھے آسائیں دسکھ دل میں بھریا
 عیش کا وقت رہے غم کا جنس لانے جائے

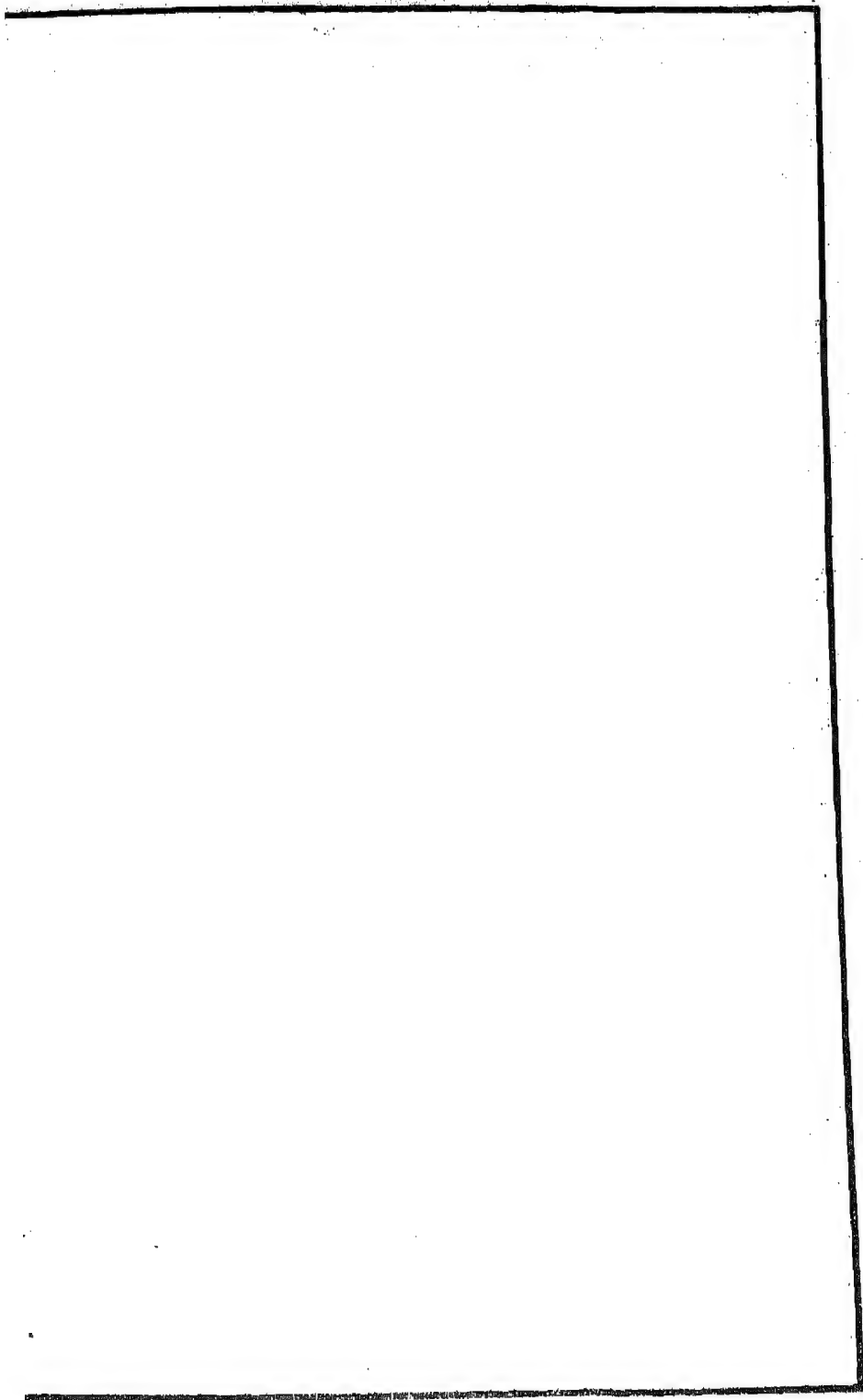


کلیات محمد قلی قطب شاه

تیسرا حصہ

دیگر اصناف سخن

قصیدہ - رباعی - مرثیہ - ریختی - مثنوی



دیگر اصناف سخن کی تفصیلی فہرست

(جملہ ۶۳ نظمیں ۳۸۹ اشعار)

۱۔ قصائد (۱۲ قصیدے - ۲۱۶ اشعار)

دیوان - تعداد اشعار - صفحہ

۱۔ عید نوروز و روز عید - نور دلیلیا ہے خیر درزید

سلطان عید کا - ق + ج - ۳۴ - ۳

۲۔ عید قرباں - تیج ترنگ کے نعل تھے روشن ہوا قباں ق - ۱۹ - ۷

۳۔ عید قرباں - تیرے کچھ بچولاں تھے نازہ ہے سدا بچا ق - ۱۷ - ۹

۴۔ عید سیلاوٹی - بی مولو دلیلیا ہے خبر سہر تھے خوشی کا ج - ۲۸ - ۱۱

- ۵۔ باغ محمد شاہی۔ محمد ناوں تھے بہا محمد کا اے بن سارا زانقص^{الآخر} ج - ۱۶ - ۱۳
- ۶۔ عید نوروز۔ کہ جس دن عید پور نوروز پنج کون نت خدا دیتا^{دناقص الاول} ق - ۱۱ - ۱۴
- ۷۔ قصیدہ منقبت۔ آج شہیں چلیا شرق مگر تھے نشا زانقص^{الآخر} ج - ۸ - ۲۰
- ۸۔ نوروز۔ پیا کھ نور تھے ہے جاد داں ہم عید وہم نوروز۔ ق - ۵۱ - ۲۲
- ۹۔ بغت نبی۔ حضرت نبی پیغمبری تھے سو اس دن پائے ہیں۔ ج - ۲ - ۲۳
- ۱۰۔ بسنت۔ بسنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یا قوت رانی۔ ج - ۱۵ - ۳۴
- ۱۱۔ یا علی۔ حید تمیں صفد تمیں امت کو ادا یا علی زانقص^{الاول} ج - ۴ - ۳۷
- ۱۲۔ قصیدہ منقبت۔ ڈبنے میں تر نے لگے بڑ بڑے کئی لک ہزار^{دناقص الحرفین} ج - ۸ - ۳۸

۲۔ رباعیات (۴۱ رباعیاں - ۱۸۲ اشعار)

دیوان - صفحہ

- ۱۔ مردی جو پوچھے گا تو علیؑ تھے جا پوچھ ج - ۴۳
- ۲۔ جنت و مقدر قسم کہنا علیؑ
- ۳۔ میرے سو گنہ گانٹھ کھول ہا علیؑ

- ۴ - انپڑیا ہے علی ہنت تھے مدن جام منجھ
ج ۳۳
- ۵ - اپ دوست سوں مل پنٹھ کہ میں جام منگوں
" " "
- ۶ - کہتی کہ تری ہوں گی نوار اندیشہ
" " "
- ۷ - نابات اور محبوب مندر کا کہے جائے
" " "
- ۸ - کہیا ترے لب کیا ہیں کہی آب حیات
" " "
- ۹ - اس لٹ کوں ٹاپٹ سوں پکڑ کیتا نیاز
۳۵ " " "
- ۱۰ - خوبی و بدی سب کے بوجھار سوتوں
" " "
- ۱۱ - احمد علی کے رتبے تھے تچ ہے جو خبر
" " "
- ۱۲ - تیرا شرف ادراک میں تیں ٹاک آیا
" " "
- ۱۳ - جیتا توں دل وجیوں سوں قرآن دیکھے
۳۶ " " "
- ۱۴ - جس ٹھارے لعل پھرے دور پہ دور
" " "
- ۱۵ - ہے پھول کا ہنگام مدسوں باراں حاضر
" " "
- ۱۶ - کہئے کہ کیٹ ہو جو اچھے گا گھر میں
" " "
- ۱۷ - کب لگ اچھے لب پہ زہد ہو دل میں جام
۴۷ " " "
- ۱۸ - مستی کے ملک میں ہے جہان بینی منجھ
" " "

- ۱۹۔ منج یار کے مکھ سارنیں آتا ہے پھول ج - ۴۷
- ۲۰۔ تیج مکھ انگے عاقبت افسانہ رہیا۔ " - "
- ۲۱۔ جس یار میں ہے سب ہی منم ہو رہی ج - ۴۸
- ۲۲۔ کھل جائے کنچک کانٹہ جو دھن سینے اوپر " - "
- ۲۳۔ اے بار خدا اپنے درویش کو بخش " - "
- ۲۴۔ عین علی تھے عقیق کلیاں ہوئے لال " - "
- ۲۵۔ اے باد مری بات او سے چوری سوں کہہ " - ۴۹
- ۲۶۔ بال کے سحر تیری نین سنیاں ہیں " - "
- ۲۷۔ تیج روپ بنا میری نظر میں سونہ آئے " - "
- ۲۸۔ جو کوئی غفل بات منے آتے ہیں " - "
- ۲۹۔ شہ بات منے جام سو حجابہ دیکھو۔ " - ۵۰
- ۳۰۔ تیج سار سو دھن سو جیوں بر میں اچھو " - "
- ۳۱۔ تیج سات وصال منج سوں دیتا ہے زر " - "
- ۳۲۔ تیج زلف سدا لالن کے اوپر طعلتی " - "
- ۳۳۔ تیج ہونٹھ کرا ذوق ہیا پایا ہے " - ۵۱

- ۳۴ - اندنگے تو کہہ ہیں توں جاناں کوں نہ چھوڑ ج - ۵۱
- ۳۵ - تیج زلف کا جپ مال کروں ساری رات " - "
- ۳۶ - اللہ کائے مانوں تو یک چت سوں اول " - "
- ۳۷ - تیج حسن تھے تازہ ہے سدا حسن و جمال " - ۵۲
- ۳۸ - پائے ہیں لطافت ترے مکھ تھے ارواح " - "
- ۳۹ - لال ادھر لال لا آدھار کرو " - "
- ۴۰ - خدا یادے مدد منج جم محمد سوں ملا پنجتن - ۳۵
- ۴۱ - نہیں کیں تیج ایسی سہیلی گہیلی - " - "

۳ - مرثیہ - (پانچ - ۶۱ اشعار)

- ۱ - محرم جینے میں آیا اماں کا سو غم بھر کر د - ۶ - ۵۶
- ۲ - اولہو لال کا رنگ سا تو لگن اپراں چھایا ہے د - ۱۶ - ۵۶
- ۳ - اوسے تھے دو جہاں تین نیل کا کسوت پنا یا ہے د - ۸ - ۵۶
- ۴ - آؤ مل کر مانیاں سب اس غماں تھیں لہو روئیں د - ۱۴ - ۵۶

۵۔ دو جگ اماں دکھ تھے سب جو کرتے زاری واداک۔ ج۔ ۲۰ - ۵۷

۴۔ رینختی (۴ نظمیں ۲۴ اشعار)

- ۱۔ سنو ایک دو بات صاحب ہماری۔ ق۔ ۷ - ۶۱
 ۲۔ پیامیں ہوں سیوے کی بندی تمھاری۔ ق۔ ۵ - ۶۱
 ۳۔ پیارے نکر کھینچ ہوں تو پرواری۔ ق۔ ۵ - ۶۲
 ۴۔ ہوں تل تل نمین پر تھے واری ہو پیاری۔ ق۔ ۵ - ۶۳

۵۔ ثنوی - (ایک - ۶ - اشعار)

- ۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کیلی ہے سب کچھ کا جو کیتا حکیم۔ ج۔ ۶ - ۶۴

قَصَائِدُ

عیدِ نوروز روزِ عید

نوروز لیا یا ہے خبر روزِ سلطان عید کا
 لایا روزِ عید کے روزانے
 نہوں میں
 وہ کیا برتا نور شرعی اس مہینے میں کھیل
 وہ اس عید چھنے تھے سگل عیدانِ مین
 شیرانِ خرمے سوں کیے مہاں نبی کے نبی خدا
 روزِ عید کے روزی کپڑے ہیں ملک ہو آرمی
 تاجِ عشق کا انت کوئی ناپا یا ہو دنیا دین منے
 روزِ عید کے پھولان نہی نوروز کے پھولان کھلے
 دکھ پھول کھند لے گئے انکے راجھا راجھا
 نکھ کاواں سر تھے لیکر آیا ہر سماں عید کا
 باندھے کمر جیون شکر نور لکھا و اس عید کا
 خورشید اداں چھپ گئے جو کھیتی تاباں عید کا
 حلقہ غلامین کان بیکرے میں گداں عید کا
 عیدال کے بھاراں میں بنے ہلال اور فشان عید کا
 شیر و شہسوار سب فلک کھولے ہیں دکاں عید کا
 پایا سوان لیکر گیا اماں بھٹا سماں عید کا
 پھولان کے پاس تھے ہوا ہی جو خواہاں عید کا
 آلا تپی ہیں کو ملاں مستی سوں الحال عید کا

- روزیدیں امید کے پھول کھلے مانگو دعا ۱۰
 براؤ مہ آئند کا تا ہوئیں منج روکھا ہے
 نور و نور روزید صینہ بھائی پن کا کہے
 لاکھوں سلام و سجدہ ہے دایم ہمارے قبلہ کو
 انعام تیرے سوں اکھائے گئے زمین مور آسمان
 حاتم کی بخشش چھپ گیا ہیرہی بخشش کے انکے
 تاج حسن جنت حور تھی منشور نامہ لیا سیا
 بے منت انیر یا ہے تمن نعمت پنکھی آدم کے تیرے
 ظاہر ہوا ہے شرع کا احکام تیرے خط منے
 امرت کا پانی پو کر میں جھو ترے جگ جو سب
 تاج عدل تھو یوں کا پتیا عالم پو تھے پان جیو
 تیرے سے ہوا سے پتہ جھٹھ
- سب ہی ناں میں دیتا ہے دن نمایاں عید کا
 دنوں دکھائی دیتا
 دل کے چمن میں طرح سٹ سٹ لالوں سچاں عید کا
 ڈال بٹھاؤں
 دونوں موعے ہیں اکائی لیا ی ہوئی نیاں عید کا
 اور لائے
 منج تیں دیے امن ماں لال بالال عید کا
 منجھے
 انبر کیا روشن سوچ چند رہا لال عید کا
 آسان
 گنجاں گھرے گھر بھر دیا ہے آج دوراں عید کا
 خزانے
 منج دور میں بھر دو تم جو ہر مرجاں عید کا
 میرے
 دایم چھو پائی نکر منج عیدان بہ عیدال عید کا
 اپنے
 ترکاں کا ترکی ناچلے آیا ہے ترکاں عید کا
 برکت نبی اس نبر کوں تا ہوں ہماں عید کا
 پانی کو
 آئند خوشی سوں راج کر ہو جنت ڈواں عید کا
 سے

آئند کے منہ تھو گھرے گھرے موتیاں ساں بھر
 آئند کے منہ تھو گھرے گھرے موتیاں ساں بھر
 تاج و شہ کی تاثیر تھے مرد سوہر جو جی اٹھے
 تاج و شہ کی تاثیر تھے مرد سوہر جو جی اٹھے
 کہ نہ کا ترنگ کوئی ناکے چرنے کوں میر شاہم
 کہ نہ کا ترنگ کوئی ناکے چرنے کوں میر شاہم
 چاہکے اراں لے لکھیاے چاہی کس میں نہیں
 چاہکے اراں لے لکھیاے چاہی کس میں نہیں
 جبکو چڑے گھوڑے اوپر سکوں سواں میں گنیں
 جبکو چڑے گھوڑے اوپر سکوں سواں میں گنیں
 دیر دے ہیں گنج کے چھند انسو کو ف
 دیر دے ہیں گنج کے چھند انسو کو ف
 تاج دولت و اقبال شاہاں میں دیکھیا کوئی
 تاج دولت و اقبال شاہاں میں دیکھیا کوئی
 کہ میخانہ کوں دھو صا رکھیا چندا ہر ان گھٹ
 کہ میخانہ کوں دھو صا رکھیا چندا ہر ان گھٹ
 دھن دیکھ نالیوں کہ جھیں مے میل لالہ پاس تھے
 دھن دیکھ نالیوں کہ جھیں مے میل لالہ پاس تھے
 میخانہ میرا ہور ہے پیمانہ مستی ہور ہے
 میخانہ میرا ہور ہے پیمانہ مستی ہور ہے

۳۰

شراب خانو سے باندھا

کی اور

اور

کر علی ہر آل کی برکت تھو نہت شادی خوشی
 تیری شادی تھو سو شادی ہے نمایاں عید کا
 شادی ہو خوشیاں تجھے دایم سوارانی اچھو
 تیج بلاد و تائیں آپ آیا ہے قرباں عید کا
 عید کا بناناں جنگ میں عید تیجہ کھتھو ہے
 اس خوشی تھے گاتے داؤد الحیاں عید کا
 سب خوشیاں عشرت تمیں مجلس میں باندھے ہیں کمر
 اب سلیمان کے من تم دیو قرباں عید کا
 عید اگر عید کا دیو دان سکوں کیا عجب
 تیری بخشش ہو کر کم تھے عید شرمندہ ہوا
 تیج ہلچل ناں تھو سہنا ہے تاج احمدی
 بخت دولت تخت چو پھر چوک جوڑے ہے
 اس خوشی تھے رات دن گرجے سولواں عید کا
 روشنی پایا ہو میں یعقوب مننے مل تھے
 تیج دیا کی باس تھو ستا ہے کنگاں عید کا
 کان دیگا تیری ہمت انگے ساماں عید کا
 کہاں نظر آئے گا
 دو بزرگی دیکھ گپ پڑتا ہے خاقاں عید کا
 اس خوشی تھے رات دن گرجے سولواں عید کا
 تیج دیا کی باس تھو ستا ہے کنگاں عید کا

اس قصیدہ پر معافی عید جم قرباں ہے

نہیں کیا ہے آج لگیوں کوئی درافتاں عید کا
 نہیں

عیدِ قربان

تیرے مکھ پھولاں تھو تازہ ہر سدا بن عید کا
مکھ کی پھوٹی تھی پھول کھلیا او پھول دھن عید کا
قطب تارا کھینچا آہن ربا کوں آدھر
سب ہیاریاں میں اوسے دتا ہی ٹپرن عید کا
عید خوشیاں سیتی قرباں ہوئے دہرائے ہو
اوانندان سبگت میں شمع روشن عید کا
نین دنبا لے علم جھیلے کے نمنے جھولتے
تازہ تازہ رونقاں ظاہر کیا فن عید کا
جن دیکھے یک چھن تھے سو عید قربانی کے
حور بنت کا ہے حیراں دیکھ جو بن عید کا
عید کی خوشیاں تھو بن معلوم منجھو راند
ساتیا پیالی منے دکھلاؤ درپن عید کا
چاند سوج لاج کر بادل منے نہاں ہو
جب بن جھلکار میں دکھلائے جھلکن عید کا
سے نہیں
عید کی خوشحالی او ہے جو پڑے یک شاہ کے
اس خوشی تھو ہے ہوسوں سب اپن عید کا
خوش گھڑی او ہے کہ رکھیں منج او شریک نظر
آیا منج عیش کے باتاں میں دامن عید کا
آیا میرے ہاتھوں

لپو ہمانے رکھیں میں چھانوں ہمنائیں
 اس تھے پایا ہوں اُلی ہور میں عید کا
 عید کی عید می او شاہ منجھوں پیاروں
 لپو چوں طفلان کوں دیو منجھوں چوں عید کا
 عید غصن پن کا دیکھو ہور عید برین کا دیکھو
 عید مجلس میں کریں آو ر قباں کوں پسند
 وقت آیا ہے کہ غم کا جڑاویاں پیروں
 ج اکبر دینداراں کے اوپر واجب ہی
 عید مجلس میں کسے جب یاد مسکناں اوپر
 کاج عشرت کا گھرے گھرے ہوئے گلشن عید کا

ہے محل نائوں تھے جاگ میں محمد قطب شاہ

تو طبل اس دار پر گرجیں سو گرجن عید کا

(ق)

عید میلاد نبیؐ

نبیؐ مولود لیا یا ہے خبر سر تھے خوشی کا
سد اُصلوۃ بھی جو سب محل ہو علیؑ کا
بڑائی ہی بہوت اس دس تکوں عید انیس
سعادت میں سعادت ہی سعاد اس گھڑی کا
سوماعت کی سعادت میں دعا منگے کوئی
لکھن نختش کا خط اس کی پیشانی پر جلی کا
سُنی کافر کے بنجانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی کا
سو بحر تھے خواجہ کوں ہی ہیبت گر بڑی کا
نبیؐ مولود دیباچہ سب مولود میانے
ازل تھو عید کیا خوشیاں جگت ہیں تھیں لیکن
سوی نوروز عیدیاں یہ اتندیے سروری کا
خدا کہیا پیغمبر کوں حبیب اپنا دو جگت میں
ہمارے دور میں دائم خوشی ہے ہاشمی کا
کیا قرآن خدا نازل محمدؐ ہو علیؑ میں
محبت میں کیا داما دحمیؑ د کوں نبیؐ کا
پیغمبر ہے ہمارا سوراں میانے سو سُر
سد جبریل لیا تا وحی ہو رحمت ربیؑ کا
کہ صیفہ بولے ہیں جبریلؑ میں ملکر انجی کا

اشارت کر چنڈا کو بچھاٹے جیوں کپڑے کئے نمئے
 تو بوسا پانوں کوں دے نور پایا روشنی کا
 خوشیاں کے فوج دلائے ہیں ہمیں دل پر نندوں
 کہ چھین چھین جگ میں معجز دیتا پیغمبری کا
 انوں تھے دین قائم ہے ہزاراں شکر کر تو
 کہ ہی بار ااماں نانوں سدا سکندری کا
 منگے پیغمبر اب تیں شفاعت نت خدا
 ہمارے مصطفیٰ منگلین شفاعت امتی کا
 مسلماناں محمد مرتضیٰ پر بھیجو صلوٰۃ
 کہ تو ہو گا تمن روزی شراب کو شری کا
 دیا ہاتھ نہ منج رات دن جم جم خوشیاں کر
 نبی کے نور تھو روشن ہوئے ہیں عیش و کرسی
 پیریا حوراں سب چننا چتیاں عیش اور پر
 بدل نمئے گرجتا ہے منڈل تلخ خوشیاں
 بدل نمئے گرجتا ہے منڈل تلخ خوشیاں
 فلک سا تو بندھتا ہے میں شاعرے چاند سوج
 خوشیاں شادیاں سی مولود تھی ہوتیاں ہوا
 زباں قاصر ہے حضرت وصف کہتے انوری کا
 الاہیں مشتری ہوز ہرہ سرے پنچمی کا
 وواہن طح دیکھ حیراں ہو عقل آدمی کا
 زباں قاصر ہے حضرت وصف کہتے انوری کا

صفت کرنے پیمبر کا منجھے اندازہ کہا ہے
 ہو امو لود و صفائے ہو س منج خادمی کا
 ہو اہوں شرمسار اپنے گناہاں تھو سداں
 کرو تم حاتمى تانا نول جاوے حاتمى کا
 نبی کے صدقے بخشے گا خدا میرے گناہاں
 علی کا ناول منج نیراج ہی جم خمری کا
 پیمبر کی خوشش تھے نہیں کن ذرہ نوید
 کہ منج فرے کوں دیو چاشنی تم لنگری کا

 پیمبر ناول منج تن پر سح سجود دایم

 خواجہ مصطفیٰ کے غصے تھے ڈر جہو ستیں

 نبی کا ناول ہی تیرا محمد قطب شاہ نادر
 قضاى موسىٰ و فرعون شیعہ کن ہر رہبری کا
 خدا یا منج سداوی سوں کھ حید کے صدقے
 کرو غم نچھے خلاصی و دیو فرمان منج خوشی کا

۵

باغ محمد شاہی

حجلہ نانوں تھے بتا محمد کا اے بن سارا

سو طوباں سول ^{نام} ^{محمد قلی} سہا تا ہے جنت نمنے چمن سارا

دے سے فانوس کے درمیان تھے جوں جوت دیوے کا

سوتیوں دستا دوالاں میں تھے میوہاں کا برن سارا

بہے دم عیسوی دایم چمن میں گل رگائے تیں

ہرے نہالاں کے جلوے تیں مشاطا ہو پون سارا

سڑک تھے باغ کوں دیکھت کھلے منج باغ کے غنچے

سو اس غنچے کے باساں تھے لگیا جگ لکمن سارا

جمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مکھ یاد آیا
 ہہاتا تھا محل پھل منن اُن کا نین سارا
 دسے ناسک کلی چنیا بھواں دوپات ہیں تس کے ^{زینب دیتا} ^{ماند} ^{آنکھ}
 بھنور تل دیکھ اس جاگا ہوا حیران من سارا ^{نظر آئے}
 سو خوشے داکھ لاکھاں کے ثریا سنبلا ہے جوں ^{انگور}
 ہسے اس داکھ متڈا سو جیا انبر کہن سارا ^{سنبلا}
 اماں میں ہسے دانے سو جیوں یا قوت پتلیاں میں ^{آسمان}
 ہراک پھل اس اماں پر ہسے سکے من سارا ^{زینب دیتے ہیں}
 کھجوراں کے دس جھونکے کہ جوں مرجان کے پنچے ^{زینب دیتے ہیں} ^{ماند}
 پیاریاں لعل خوشے جوں دس دن ہورین سارا ^{نظر آئے ہیں}
 دسین ناریل کے پھل یوں زمر و مرتباں جوں ^{نظر آئیں} ^{اور رات}
 ہور اس کے تاج کوں کہتا ہے پیالہ کر دکھن سارا

دیس جا مون کے پھل بن میں نیلم کے منن ^{مانند} سالم
 نظر لا گئے نہ تئیں میویاں کوں را کھیا ہو ^{رکھا} جتن سارا
 صفت کرنے کوں سوسن بی کھلیا ہے دس زباں اپنی
 دکھن سب سندریاں کے تیں کھلیا تر گس ^{بھی کھو گئے} منن سارا
 چمن آواز سن بلبل ^{چیتوں} اپس میں آپ ^{مانند} الاپے ہیں
 سوتیں آواز سن حوراں ^{اپنے} کریں رقصاں اپن سارا
 دکھت ^{سنگر} رکھت مست ہو دتک بجاویں پات ہاناں میں
 سو ڈالیاں ^{دیکھ کر دھت} دلتے ہو متوال پی پھول ابرہن سارا
 مگر شبنم کا مے ہے یا آدھر جلاب ^{ہوٹ لواب} کا پیا لا
 یو بی خوب ہو راو بی خوب ^{یہ بھی اور وہ بھی} سچ سوں مل پون سارا
 اُمنگاں آپ اُمنگاں ^{بجھ سے} سوں اپس میں آپ مل ناچیں
 تننا کا تنن ناچیں ہوئے تن تن تنن ^{سے} سارا

(ناقص الآخر)

عید نوروز

کہ بس دن عید ہو روز منج کوں نت خدا دیتا
 مرے دل مرغ کی خاطر پھولاں عشرت نوادیتا ^{رات اور}
 پھولاں کا عید ہے یک دہر خوشی نوروز کی یک دہر
 انداں طرح کر ساقی طرب ہو دل پیادیتا
 جو اپنے برج اوپر مشتری ^{میرے} ہو زہرہ آئے کر
 بڑائی اُن تھے پا نوروز نوروزی صفا دیتا ^{اور}
 اے دل بیکہ مار دوقاں سوں کہ نوروزی برات آیا
 براتاں بیگ غم کی بچاڑ سٹا اور ب جفا دیتا ^{جلد}

خوشی شب رات کی ہو عید رمضان کا خوشی نیت نیت
 اے دونوں عید کیاں خوشیاں ^{اور} خدایچ کوں سدا دیتا
 ہوئے ہیں جھاڑ سب ہرئے خوشی سب جگ ^{میں} منے بھرئے
 عجائب عید ہے شہ ^{ہرے} ہو رگدا کوں کیمیا دیتا
 خوشیاں سب تیغماں کوں بھاں فکر خوشیاں کرو دایم
 اے نوروزی کے دیساں سب غماں کے تیں دوا دیتا
 دعایاں تھے کھلے ^{دل} ہیں سب ہی اسماناں کے دروازے
 کہ حاجت اب منگو یا راں کہ سب حاجت فرادیتا
 نہ آوے گنج قاروں کام کچھ تج حسن کا گنج ہے
 خوشی سوں تو گدایاں کوں پیا بخشش نوا دیتا
 نئی

تمہارے چھند بھرے چالے پورو کے جیو کی ڈوری میں
 دوتن کے مین ہو ردل میں ای باتاں سب ریادیتا
 رقیب آنکھ اور
 محل کی غلامی تھے محمد قطب شاہ ہے
 اسی برکت نغے دایم سب خواج کول بلا دیتا
 ے

(ق)



قصیدۃ منتقبت

(تثبیت کے چند شعر)

آج شہیں چلیا شرق نگر تھے شتاب
 دھال فلک کی آج او شہِ عالی جناب
 باندِ خنجرِ کزن کی، زریں فرنگِ ہات لے
 باندِ بکر ^{اٹھا وہ} ^{تتلوار} ہات میں لیکر
 صبح کے وقت آئیا پیکِ دوپہالی شراب
 چڑکِ فلکِ قیلِ مست ^{آیا پل کے} مستی سوں مکھ لال کر
 گرم ہو چلنے لگیا دن لے کٹاک بے حجاب
 سو ہے غلط یوں نہیں ہے یو قضا ^{فوج} توں سن
 فتح و ظفر چند کا چرخ ^{تفصیہ} دیا اس جواب
 چاند

شاہ ختن سن چلیا غرب نگر تھے لے فوج
 تن کے تنوں رین رنگ جیسے اے مشکناں ^{سنکر چلا}
 اتنے میں دیتا ہے صلح ^{جن جسم رات کے} خدا تن منیں
 ہے تمیں نس دن کے ^{ان کے آپس میں} شہ نالرا وتم اتنے باب
 میں کیا تم دو کو شاہ ^{تم رات بادشاہ} یک سورج ہو ریک ماہ
 دھرتی تمیں ^{دونوں} دونوں جادو نوں کوں سر پر ^{اور} اب
 دن کوں ^{سوج} سوج نس کوں چند تد بھی کیا ہے وہاں
 چاند کو کیتا جی ^{رات کو چاند} سور کوں کیتا ذہاں
 کرتا ^{سوج}

نوروز

پیالہ نور ^{سے} تھے ہے جاوداں ہم عید و ہم نوروز
 سورج آؤ ^{سے} جھل یا نہ عیاں ہم عید و ہم نوروز
 مبارک پن ترے مکھ نور سورج ^{سے} تھے ہوا پیدا
 خراجاں لیکہ آئے ^{لیک} میں شہاں ہم عید و ہم نوروز
 مبارک باد دینے آئی ^{نچ} نوروز تہج دوبار
 اُدکھ سکھ تھے کریں تارے قرآن ہم عید و ہم نوروز
 شہاں آئے ہیں ^{تہاری} بیت دیکھنے تم بزم و عشرت کا
 شہاں کا شاہ دیوے دولتوں ہم عید و ہم نوروز

اتم طرح انسوں باندے ہیں ملک آئیں سوچ چند کوں
 کرن رنگاں کے ^{طے} تحریر و نشاں ہم عید و ہم نوروز
 پریاں حوراں مجالس دیکھنے آیا ہیں چھنداں سوں
 دلاؤ ویاں پٹیاں باندے سواں ہم عید و ہم نوروز
 فلک نو ^۹ تھے سو آئے پیشکش اقبال ہو ردولت
 خوشی شادی سستی غم بھنجیاں ہم عید و ہم نوروز
 دے دم مشتری ہو روز بہرہ لیاے ہیں خبر نصرت
 جو نکلے داب سوں صاحب قراں ہم عید و ہم نوروز
 پریم ہوتی سمندر دل تھے ابلین فوق سوں بھر بھر
 تو آیا سجدہ کرنے آستان ہم عید و ہم نوروز

لہجہ شبِ انت آتش بازی تیرے نور او جالے تھے
 او سے تعریف کرنے کہاں کہاں ہم عید و ہم نوروز
 ہماری بزمِ عشرت تھے اکھائے میں خوشیاں شادیاں
 سکے ناکوئی کہنے او بیاں ہم عید و ہم نوروز
 متن مجلسِ خوشیاں کے سم کروں کیوں عید کی خوشیاں
 تھکت ہو کر رہے ہیں سب جہاں ہم عید و ہم نوروز
 خوشیاں عید اں برس کوں کرتے اپنی چوہب کا پکڑا
 دسے منج نہت ہے سکھ پکڑا خوشیاں ہم عید و ہم نوروز
 کیا کسوت زمیں نوروز پھولاں کو نپلیاں سیتی
 او کسوت طرح دیکھ ہوتے لجاں ہم عید و ہم نوروز
 شرمندہ

محل ہور علی کا ہے محرقطب شاہ داس
 اور غلام
 کریں سیوا اسے چو پھر پریاں ہم عید و ہم نوروز
 سٹیا ہے حسن تیرا طرح نوروزی کا عالم میں
 نزاکت تھے کنگتیاں گوریاں ہم عید و ہم نوروز
 ہما کا چھاؤں نا آوے تمہاری جینے چھاؤں سم
 سوچھاواں تل کھلیں مکھ چند نیاں ہم عید و ہم نوروز
 ہسلی چیت پیئے ہے سورج کی جوت کی چولی
 پہنچا
 سہاتا ہے ہریا اس پر چھنیاں ہم عید و ہم نوروز
 کیا ہے حسن بنرہ بنرہ سے بن کے روکھاں کوں
 درختوں
 جھلاں کھاوین ہشتی بوٹاں ہم عید و ہم نوروز

گندائے پھول ہاراں میں خطائی ہو را سلیسی
 پھولائے سب خطا کے ہیں نہاں ہم عید و ہم نوروز
 خطا دفتر او پر کھینچے الف لوچن کے کا حل تھے
 پری چین بائے حلقہ آپ کاں ہم عید و ہم نوروز
 نویلی دھن رنگیلی اب تہتیلی میں نگاراں کئی
 نگاراں کا نگار تان حباں ہم عید و ہم نوروز
 صفت اس قدر کروں یا اس جمال یا اس لٹکتی کا
 پڑوں او قصہ سب جو قصہ خواں ہم عید و ہم نوروز
 جگت کے نین پائے نور تیرے حسن پانی تھے
 اوسے تھے کھیلتے ہیں پوتلیاں ہم عید و ہم نوروز
 اسی دہرے پتلیاں

یوں کا نتھہ پکلتا ہے میٹھائی جیوں رتن کاں تھے
 جوانی کا کان تھے
 میٹھائی مصر بصری مصریاں ہم عید و ہم نوروز
 نوا نوروز نوساتی نوا عشرت نوبلی سوں
 نومی خبراں سن آئے ہیں دواں ہم عید و ہم نوروز
 اچھوارزانی تم تھے عید ہورای مجلس آرائی
 اور یہ
 پسند باد و دوتن کے کھنچناں ہم عید و ہم نوروز
 ڈالو
 محمد کا غلامی منج خطاب سر بلندی ہے
 میرا
 سورج کرنا سوں باندے سایہ باں ہم عید و ہم نوروز
 تہجد کی نمازاں میں کرو منج تیں دعا دم دم
 دعا دم کے اثر تھے ہوں رہاں ہم عید و ہم نوروز

ہوا ہے سب کشف تمنا کتاباں بوجتے حق تھے
 سبق لینیں کو آویں عالماں ہم عید و ہم نوروز
 خوشیاں آئے ^{لینے} چل دور تھے منج گھر انداں سوں
 یہوں کر شکر دایم ہیں سکھاں ہم عید و ہم نوروز
 ازل کے دیں تھے آند گھوڑے چرپڑ آئے منج
 خدایا اور تنگ کھ میری راں ہم عید و ہم نوروز
 جشن نت انت جشن عید و جشن نوروز کا کا جے
 سو ہے ماہی مرتب پاتراں ہم عید و ہم نوروز
 جشن خاطر لکرائی ہیں زہرہ مشتری تالا
 بھراویں بزم میں پیالے سکیاں ہم عید و ہم نوروز

اچھوں ^{رہے} من من مبارک عید ہو نوروز منج ^{اور} جم جم
 بجاؤ گاؤں سب من گاؤں ہم عید وہم نوروز ^{گانا}
 ہیلادوتاں گاؤں کہ غم کا سب اثر بھاگیں
 خبر لیا یا خوشیاں کا یوزماں ہم عید وہم نوروز
 خدا منج بخت دولت کا دیا ہے سب شہاں اوپر
 تو منج ^{بچے} دربار پر گر جس گجاں ہم عید وہم نوروز
 پیانج ^{میرے} مدح بولیا ہوں امید ہو آرزو سیتی ^{باتھی}
 دیو تشریف گنج ^{تیری} لامکاں ہم عید وہم نوروز ^{اور}
 ہمارے وصف کہنے تھے ہو منج شعر نورانی
 او شعراں کوں پڑیں سب شاعران ہم عید وہم نوروز
 ان

ہوا سر تھے غزل کہنے ہوس اس پوتلی خاطر
 رتن ہے شعر بوجھو جو ہریاں ہم عید وہم نوروز ^{پہلے}
 (غزل) کرے نوروز کسوت پر نیاں ہم عید وہم نوروز
 دکھت کسوت سہیلیاں وادیاں ہم عید وہم نوروز
 ننگاری یوں سکھی پیاری سکے ناؤن مت لکھنے
 سچی ہے چیز زکھل تاریاں ہم عید وہم نوروز
 پشانی چاند اوپر ٹیلا لگائی سور جوتی کا
 دیوے دل بار کے تیں باد لیاں ہم عید وہم نوروز
 چھبیلی سرو قد ناری کوں لاگے نار پھسل جوڑا
 سوزنگ دانے اوپر بھندھن لٹاں ہم عید وہم نوروز
 خوش رنگ

مسکتی ہنستی ہنسی چلی ہنس کی چال چلتی او
 چمن پھل وارین اس پر مالیاں ہم عید و ہم نوروز
 ترے رنگ نور تھے گوہر کے رنگ میں جوت چریا ہے
 تمن و صہپ بن بھکے میں جو ہر ماں ہم عید و ہم نوروز
 تمہاری ^{بھیکے} نفاذ فیض بخشش کا بہوت ہے عام و خاصاں پر
 ہمیں بخشو عشق کے لاریاں ہم عید و ہم نوروز
 خماری کے برس کا دور کر ساقی بیالیاں سوں
 چڑوں کا تو مدن کی بیڑیاں ہم عید و ہم نوروز
 خدا یا عید ہو ^{تیرے} نوروز شادی راکھ بہو برس ال
 کروں تا خدمت صاحب ^{اور} ماں ہم عید و ہم نوروز

قصیدہ ہو غزل لیا یا تمہارے پیشکش تائیں
 اور
 بھر و منج دور میاں موتیاں ہم عید و ہم نوروز
 دعا سون ختم کر زنگین غزل قطب زماں اب توں
 کریں آئیں ملک ہو قدسیاں ہم عید و ہم نوروز
 اور

(ق)

۹

بعثت نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نبی پیغمبری حق تھے سو اس دن پائے ہیں

جبریل مکھن تھے مصطفیٰ کن وحی لے کر آئے ہیں

سارے نبیاں پر سروری دیتا خدا حضرت کوں تو

قدرت تھے چتر ہوئے کر سر پر بھالال چھائے ہیں

بادل

سے

(ج)

(صفات غائب ہیں)

۱۰ بنت

بنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یا قوت رمانی
 کروٹ کر سہیلیاں سب بنت کے تائیں مہانی
 بنت کا رت بچھایا ہے برہ اک کوں خوشیاں سیتی
 نویلیاں مل کر مجلس نو پلا آج شامانی
 سکل جھاڑاں کوں لا گئے ہیں جو اہر کے نمں پھولاں
 سو پھولاں سوں کرے تل تل پیا پر گوہر فشانی
 بنت پھولاں کا شبنم مے سو بھر ساقی صراحی میں
 جو اس مدھتے مدن چڑ کر ہمن رنگ ہوئے نورانی
 جو گرجے مست ہو بادل صراحی نت کرے غلغل
 پیو و پیو لا او غلغل زیاد سوں ہے میگہ نیسانی
 آواز کے ساتھ

پلاسائی سراسر مے کہ نہا ہوئے کشف ہمناکوں
 کہ اس مے تھے ویسے منج کوں سدا سب از پنہانی
 عنبر، تور عود و مشک و زعفران کا روت آیا ہے
 اسی تھے باس انوکا جگ میں کرتا ہے گلستانی
 پچھل پچھل کے عرق بیانے کلاؤ تم کہم چھند سوں
 و لے فتنہ عرق سب باس میں کرتا ہے سلطانی
 بندھاؤ حوض خانے چاند و سورج کے ہیلیاں مل
 بھراؤ نیرامرت کا کہ کھیلیں رنگ افشانی
 بسنت پچھل کا حایل بہن کر آئی انگن میں دھن
 سو پچھل شکرار کے نقشال منے حیران ہے مانی
 پھولوں کے میں

بندی چیری پرت نفقے کری اس پر تگت مٹاے
 نوے قد پر سہاتا ہے پھولاں چولا عروسی
 سو ج کرنا کی چرکیاں بات میں لے چھ لے یک چت ^{پھولوں کا}
 ہیلیاں سو اچھو منج کوں سداے کھیل ازانی
 نظر ہے مصطفیٰ ہو مرتضیٰ کا قطب شہ اوپر
 کہ دشمن کی پیشانی پر لکھے حرفِ پیشانی
 انوں کے دشمنوں اوپر ازل تھے لعن واجب ہے
 اگر ہوئے سمرقند دی بخارا ئی و ملتانی
 نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے توں تاج کوں
 معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

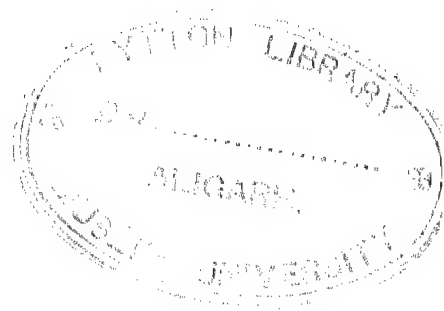
یا علیؑ

..... ناقص الاول
 سب انبیاء پرور تمہیں ہے اولیاء رہیں تمہیں
 حیدر تمہیں صفدر تمہیں امت کو اہدایا علیؑ
 دانش تمہیں تھے آبیہا جگ پنت تمارا دھایا
 بنیش تمہیں تھے پایا جگ میں سو پیدا یا علیؑ
 کرتے ہیں جیواں پیار تھے تم پر تھے رنواں آرتی
 زہرا سوں نس دن وار تے چند سورتیر یا علیؑ
 بند تمارا ترکماں تچ داس ہے دونوں جہاں
 منگتا سدا امن و اماں تمنا تھے قطب یا علیؑ

۱۲ ایک قصیدہ منقبت کی تشبیہ کے چند اشعار

نس کے سمند سیام میں سُننے کی زور ق ڈبیا
 ڈبے میں ترے لگے بڑے کے لکھ ہزار
 غرب کے چہ میں پڑیا یوسف انبر کا سور
 جاگ سجھیں یعقوب کے نین من اندکار
 آگ براہیم کا بجک ہوا پھول بن
 رین سوتس آگ کا ہے دھنوکے کا دھند کار
 چند ہو سکندر چلیا رین کے ظلمات میں
 شمع دیپک مشعلاں روشن ہوے اپار

چسب کے خم خانے میں سو رہا جاناوند
 آفتاب
 مست ہو جا کر پڑیا غرب کے چشمے منجھار
 کھن کے لگن، شمع چاند، تارے پتنگ کے من
 اڑتے ہیں اس اس پاس عشق تھے بے اختیار
 کھن کے سو حوض خانے میں رین بھرا نیر جوں
 چاند چھو یا رامن تارے بستہ ال نیر سار
 فوارہ
 کھن کے مدرسے سے کئے چاند مدرس کئے
 پانی کا طبع
 بحث کرن تارے آئے طالب علموں کے تار



رَبِّ عَالَمِينَ

مردی جو پوچھے گا تو علیؑ تھے جا پوچھ
گر بیباک محبت کا ہے توں قطبا

اسرار چھپے سیخلی تھے جسا پوچھ
اوپٹیمہ کوں توں علیؑ دلی تھے جا پوچھ
اس سے

۲

جنت و متقرسم کر نہا علیؑ
تقسیم کرنے والا
کو لک کریں اے بھڑٹ منہ چوری
کب تک یہ کی طے

مشکل کے سو گانٹھاں کو کھول نہا علیؑ
بھڑٹاں کے سو بھڑٹیاں کوں توں نہا علیؑ
توڑی والا

۳

میرے سو گنے گانٹھ کھول نہا علیؑ
کی گڑھ
ہر بھڑٹاں مددگار ہوا پیا ریتے
جگہ اپنے سے

ہر شکلاں میں ہر مرے آدھار علیؑ
دیتے ہیں منجے فتح کا تروار علیؑ
منجے

۴

اپنی تباہی علیؑ بہت تھے لیا جام منجے
حاصل ہوا
دو جگ میں نہیں کام کسی دھیان منجے
بھگمو

متوال کہ اس تھے رکھے جگ نام منجے
متوالا کہکری اسی لئے
ہے دھیان یوں حیدر کے سدا کام منجے

۵
اپنی دوستوں مل منتہ کہ میں جام منگوں
اُس ٹونٹ شکر ایسے تھے میں کام منگوں
۱۰
آرام دل آرام تھے ہے دل کوں سا
میں اپنے دل آرام تھے آرام منگوں

۶
کہنتی کہ تری ہوں گی نوار اندیشہ
دل کوں کہاں ہے دل ہی کہاں صبر سے
دل اپنا خوش کر دے بار اندیشہ
یک بند لہو ہو اس کوں ہزار اندیشہ
بوند اور

۷
نایات او محبوب سندر کا کہے جائے
جے کوئی اچھے جیو کے منے دل کے بھتر
ناراز اس دل کے بھتر کا کہے جائے
اس سات پچن عشق اچھ کا کہے جائے

۸
کہیا تے لب کیا ہیں کہی آب جیت
کہیا کہ پچن تیری کہی قطب کی بات
کہیا کہ تیری لب کیا ہیں کہی آب جیت
اس میٹھی لطافت پہ سدا ہے صلوات

۹

کہیا کہ مرا چارہ کریں اے در ساز
ہے تیج کوں اندھو رست را عمر دراز
اور

اُس لبت کوں لٹاپٹ موں پکڑ لیتا نیاز
منج کی کہ مرہونٹ پکڑ لٹ کوں تو چھوڑ
زلف

۱۰

انصاف ہر اکیس کا دیو نہار سوتوں
میں مہوں چھوٹ نہار چھوڑ نہار سوتوں
چھوٹنے والا چھوٹنے والا

خوبی و بدی سب کے بوجھ نہار سوتوں
منج گرہ چھوٹاں میں ہے گتہ تنٹھ سبے

۱۱

کر فہم سستی صرف شہادت پہ نظر
نہیں ہے اینو تینو منے چو تھے کا پتھر
ان میں

احمد علی کے رتبے تھے تیج ہے جو خبر
اللہ محمد علی برحق ہیں

۱۲

جم تیرا سبق نعبد ایاک آیا
لولاک لما خلقت الافلاک آیا

تیرا شرف اور اک میں میں ٹماک آیا
تیرا سونشان مصحف پاک آیا

۱۳

جیتا توں دل و جیو سوں تر آن دیکھے
اچھر کے سو حق پر توں احسان دیکھے
دیکھ حلقہ خاتم النبیین توں
دل نین سوں تانا اضعیج رحماں دیکھے
کیا انگھ سے

۱۴

جس ٹھارے لعل پھرے دور پہ دور
اُس ٹھارے من کوں نبھاوے کچ اور
جے کوئی جوستان میں مد پیا لے کے
ہو رنور میں آیا ہے دیکھت مد کا طور
اور

۱۵

ہر پھول کا ہنگام مدوں یاراں حاضر
پھولاں کے من سارے میں یاراں حاضر
اس وقت پہ کیوں توبہ کیا جائے منجے
تو بہ شکنناں ہو رنگاراں حاضر
اور

۱۶

کہہئے کہ یکٹ ہو جو اچھے کا گھر میں
افسانہ کہن آؤں گی تب تچ بریں
گھر خلوت ہوا ہو نہ ہیں کوئی گھر میں
اوبات توں بہرے ہے یا ہے سر میں
اور

۱۷

کب لگا چھ لہب پڑ ہو دل میں جام
اس پاپوں بھریا سوز ہر منج کا کام
مد کے مدے لبیا و جو صفاتیں میں تمام
یک سختہ برابر نہیں ہے سو لک خام

۱۸

مستی کے ملک میں ہے جہان بانی منج
خوابوں کوں دیکھن ہیں ہے سلما نی منج
خمار کا خنجرانہ ہے ٹھٹھانوں مرا
ہر مد کا سو بند نگین سلیمان منج

۱۹

منج یار کے مکھ سارنیں آتا ہے پھول
کی کبرے کوں کارنگ دیکھاتا ہے پھول
جو لگا چھ مل کانیاں سوں نہیں فائدہ کچ
دھن پگ تلیں آبا سوں پاتا ہے پھول

۲۰

تج مکھ انکے عاقبت افسانہ رہیا
تج تنین انکے عقل سودیو انہ رہیا
تج فتنے تھے روزگار کنج میں بیٹھا
ہو ر سورتے چھانو تھے تج خانہ رہیا

۲۱

جس یار میں ہے سب ہی منہم ہو رہی
اس غمزدہ بازی ہے سو شکر شکنی
ایسے کے خیالاں میں نہ پڑیا جاوے
اپنی خیال منے آتوں اگر ہے چو گنی
اپنے میں

۲۲

کھل جائے کچک کا نہ جو دمن سیتے اوپر
مانند سو اس کا نہ دیسے ساج کدھر
سینے میں تھے یو دستا ہے دل اس کا
جوں موتی پھیل دستا ہے پانی بھڑ
نظر آئے

۲۳

اے بار خدا اپنے درویش کون بخش
محبوں سو محمد علی کے کشن بخش
دشمن کوں توں توڑ دوستان کوں توں نواز
دشمن کو نکر رحم بھی خویش کوں بخش

۲۴

عین علی تھے عقیق کلیاں ہوئے لال
ہو رہا ام علی تھے لعل زنتان ہوئے لال
دشمن علی کے کہر باجوں پیدے ہوئے
محب علی تھے مکھ محباں ہوئے لال
کی طرح

۲۵

اے باد مری بات اسے چوری ہوں کہہ
میری سو گیت بات توں اس چھوڑی ہوں کہہ
پھل جائے نمون و و بات اس گوری ہوں کہہ
سمجھا کہہ توں نکو سر زوری ہوں کہہ

۲۶

بابل کے سحر تیسری بین بیناں ہیں
استاد ان سحر کا نتج بیناں ہیں
گوش پاے جو کا نامنے مٹی ہے توں
قطبیا کی پھیل موتی رتن بیناں ہیں
کانوں میں پتہ

۲۷

نتج روپ بنا میری نظر میں سونہ آئے
نتج کو چے میں بن منج کوں گذر کرنے نہ بھائے
نتج دور میں نیند سب کوں خوش آئے ولے
منج میں منے نیند سو یک پل نہ بھائے
تیرے چہرہ بغیر
میری آنکھ میں

۲۸

جے کوئی جو عقل بات منے آتے ہیں
ہو رہل کی بات میں جکوئی جاتے ہیں
جتنا جو خلاف ہے ان دونوں میں
دھنڈ کر جو کچھ توں تب تہا جاتے ہیں

۲۹

شہ ہات منے جام سو حجاباہ دیکھو
پکڑے اہیں سو بیج کول بیج ماہ دیکھو
شہ ہات میں خنجر سودندے کاہ دیکھو

شہ ہات منے جام سو حجاباہ دیکھو
میں سو بیج کول بیج ماہ دیکھو
میں خنجر سودندے کاہ دیکھو
دیکھنا چاہے

۳۰

تج سارو دھن دھن سو جیون بریں اچھو
منج ہونٹ میں تج ہونٹ جو دھن گھڑیں اچھو
تج عشق ہو من میں جوں کا زریں اچھو
میرے دل کے

تج سارو دھن دھن سو جیون بریں اچھو
منج ہونٹ میں تج ہونٹ جو دھن گھڑیں اچھو
تج عشق ہو من میں جوں کا زریں اچھو
میرے دل کے

۳۱

تج سات وصال منج سول دیتا ہے زر
زر نمٹنے نہیں ہے اس جہاں میں غم شتر
زر دور کرے ہجر ملا دے دل بس
رحمت ہو خدا کی سو د زر کے اوپر

تج سات وصال منج سول دیتا ہے زر
زر نمٹنے نہیں ہے اس جہاں میں غم شتر
زر دور کرے ہجر ملا دے دل بس
رحمت ہو خدا کی سو د زر کے اوپر

۳۲

تج زلف سدا لالہ کے اوپر دھلتی
کہ پھول اوپر کہ میں شکر پر دھلتی
یک تل جو نہ دیکھیں تج جو بھر بھر دھلتی

تج زلف سدا لالہ کے اوپر دھلتی
کہ پھول اوپر کہ میں شکر پر دھلتی
یک تل جو نہ دیکھیں تج جو بھر بھر دھلتی

۳۳

اور منکر اشوق پیا پایا ہے
 جو جانتا ہے سوا جیا پایا ہے
 وہ زندگی

تج ہونٹہ کرا ذوق پیا پایا ہے
 دل کا
 تیری سوکھ میا نے ہے معنی یار یک

۳۴

پینک منگے تو زلف کے پینکاں کوں نچھوڑ
 جیون میں اچھے لگوں توں غنٹاں کوں نچھوڑ

انہ منگے تو کہہیں توں جاناں کوں نچھوڑ
 جب عیش توں کرنے منگے دھن سنگا

۳۵

نیناں کی دیوی لاکھ دیکھو باٹ کے دھاتا
 لب پر دے حوالہ توں میں جانوں و دنیا
 انکو

تج زلف کا چپ مال کروں ساری ات
 بویاں دیو کر کہہ کے پہے اس کے ہے

۳۶

ظاہر ہوا ہے جس تھے ابد ہور ازل
 اور
 ان مدد کوں نہیں دو جہا میا نے بدل
 میں

اللہ کالے نانوں تو کیجیت سوں اول
 اس تھے سو مہمل علی کوں ایک جان

۳۷

تج حن تھے تازہ ہے سدا حن و جمال
تج یاد کی مستی ہے عشق کوں حال
توں ایک ہے تجسا نہیں و جا کہیں
کیوں پاوے جگت صفحے میں کوئی تیرا مثال

۳۸

پائے ہیں لطافت ترے مکھ تھے ارواح
جے تھے اہیں تج جیو جیون تھو اسباح
سماست ہو کر رقص کروں پیالے میں
اپ لب تھے چکھل منج کوں جگ آنکھ راج
اپنے سے

۳۹

لال ادھر لال لا آدھار کرو
ووادھر لا ادھر آدھار کرو
مکھ گلال..... ادھر لال کرو
ادھر ادھر ملا آہار کرو



۴۰

خدا یاد دے	مدد منج جہم	عہل سوں	ملا پنچ تن
بدد منج جہم	دے جہو کا منج	دو جگ میانے	کھلا گلشن
عہل سوں	دو جگ میانے	رتن تن پر	دلا ابرن
ملا پنچ تن	کھلا گلشن	دکھا ابرن	جسلا رتن

۴۱

نہیں کیں	تج ایسی	سہیلی	چھبیلی
تج ایسی	نہ اچھ سے	جگت میں	رنگیلی
سہیلی	جگت میں	نہ کھیا	گہیلی
چھبیلی	رنگیلی	گہیلی	نوبلی

ف
دیگر اصنا

مراتی

محرم ہینے میں آیا اماں کا سو غم پھر کر
 زمیں ہو ر آ سماں میا لے بھر یا سر تھے الم پھر کر
 در میں پر کیا بلا کیا شور کیا غوغا ہوا پیدا
 یتا کج دل میں دکھ دیتا نہ نکلتے غم تھے دم پھر کر
 اماں میں سورج جلجل ہوا ہے آگ کا شعلہ
 جلا یا ہے آپس کوں کو لے نمٹے پنم پھر کر
 مسلماناں ندیاں سارے بھر او اپنے نہجوں تھے
 کہ آیا ہے اماں کا بلا سر تھے ستم پھر کر

محرم کا نہ لیو و ناوں کد تم اے مسلماناں
 قیامت ہو قیامت کا اچا یا ہے علم پھر کر
 نہ تمھا دکھ درد حوران کوں کد میں جنت میں یکتل
 حسیناں کے دکھوں تام کپڑے تے ہیں خیم پھر کر
 (زاقص آلا خر)

مرثیہ

(باقص الاول)

لہو روتیں ہیں بی بی فاطمہ اپنے حسیناں تیں

اوپھولالی کارنگ سا تو گلن اپراں چھایا ہے
اوپر

اماں پر ہوا سو دکھ نکو پوچھو مسلماناں

ہر یک ایمام پر یک دکھ بہت گھاتاں بسایا ہے
امام

ظلم کیسا ہوا ہے آہ دنیا میں اون اوپر
ان

یتا ظلم و بلا سب فاطمہ خاطر ملایا ہے
اتنا

اگاڑہ ہینے کے ننھے محرم کیوں نہیں ہے توں
مانند

سبھی ہینے میں خوشیاں کرتے توں اب دکھ بٹایا ہے

کیا ہے میہمانی یوں اماں کا محرم توں

جنگل میں کر بلا کے سب بلا یاں کو بلا یا ہے

مسلمانوں کو نہیں ہے اس برابر کوئی بلا جگ میں
 کہ آنجھواں کے لہو ستیں پیالے بھر لایا ہے
 اماں تھے منگے قولاں سو شامی شومی کافر
 ہوئے بے قول تو اُن میں خدا دوزخ بنایا ہے
 کئے ہیں مومنوں کو سوت حسن کے زہر تھے ہر یا
 سو اس کے چھاؤں تھے آسمان اپنا رنگ بھرا ہے
 خدا یا قطب شہ کو بخش توں حرمت اماں کی
 کہ اُن کی مدح کا حلقہ مرے کن میں سہایا ہے
 مدد کرنے ملک آئے قبولے نہیں امام اُن کو
 کہ جید رہا تھے جبار دندیاں سر گرایا ہے
 سورج جلتا ہے سارے مانتیاں کے آہ تھے سب دن
 چند اس شرم تھے گل کر سو اپنا سر نواہا ہے

عمر عثمان تھے دیں میں ہوا ہے سب خلل پیدا
 جنکی باتاں تھے مذہب میں بڑا حیلہ اٹھایا ہے
 یزید و سب یزیدیاں مرگ بن ہوشیار نہ ہو سکیں
 دنیا کے مال تھے اُن کا سو مکھ کہہ ہی پھر پایا ہے
 یزیدیاں کا سو وقت آیا کرو لعنت یزید اوپر
 سور کے گوہ میں داڑی مویچیاں سر پہیں ڈبایا ہے
 یزیدیاں کا سو قصہ ظلم کا کوئی ناسکے کہنے
 کہ جانن پن تھے شیطان ان کئے تعلیم پایا ہے
 یزید و شمر کے کا ماں نہ کر سچے کوئی شیطان بھی
 ہزاراں لعن ہے اس پر جن ایسا پوت جایا ہے

مرثیہ

(مناقص الاول)

یتیم آہ ہو در و اتے ہے ہو ر کچا جلتا
اور اور

اوی تھے دو جہاں میں نیل کا کسوت پنا ہے

اماں بارہ کوں آ کر ظلم سوئے دکھ دئے کافر

اسی تھے فاطمہ کا مکھ لہو سیتیں دھلایا ہے
سے

یتیم آہ پیا سے واہ پیا سے کروں مل کر

اسی دکھ درد تھے انجھو گلا ان کا شکایا ہے
سے آنسو

اے جیونا جانتوں دیوے من اس دکھ تھے جلتا کر

پریاں حوراں اپس انکھیاں تھے ہوا انجھو چوایا ہے
پنکھایا

اماں کا قصہ کہنے نہیں ہے جیب کوں طاقت

شہیداں کے غماں تھے درد بادل جگ پیچھایا ہے

خدا یاد دالے ہو ردا دالے اس ظالماں کن تھے
اور

کہ جد نہیں سویتیاں پر جفا ہو ز ظلم دھایا ہے

اگر دعوے دھریں ایمان کے تم سب سلما ناں

روؤ دم دم کہ دوزخ آگ تھے تمنا کو چھڑایا ہے

اماں کی دعا تھے قطب شہ کو دے شفا یارب

شہیداں دوستی تھے سب شہاں میا لے سرا یا ہے

مرثیہ

آؤ مل کر ماتیاں سب اس غماں تھے پھور وویں

وا اماں یا اماں یاد کر کر دل کھویں !

آہ ہمارے درد تھے دریا کول سب جو شش آؤنا

ماتیاں کے پھو بند اں تھے آگ سب نہج جا ونا
بوند سے

سب دکھاں کوں انت ہے اس دکھ کے تائیں انت نہیں
 فاطمہ کے پوت بن اس جگ منیں میں نوریں
 فاطمہ دکھ تھے عرش کرسی تھے غم انجھوٹے
 ساتوں اسماء ہوریں میں آگ کی بھڑکی اٹھے
 مصطفیٰ کے باغ کے پھولاں کوں بن پانی سکائے
 مصطفیٰ ہور مرتضیٰ ہور فاطمہ کا دل دکھائے
 نیل کپڑے پیئیں ہیں پیغمبراں اس غم ستیں
 دشمنی کپڑے یزیداں مال و ہور خاتم ستیں
 جیوں نبیاں میں مصطفیٰ ہیں تیوں اماں میں حسین
 کفر کے تیں بھان کر اسلام کیتے ہیں حسین
 دوستان رو رو لہو غم تھے ابرہے ہم امیر
 باپ نہیں ماں نہیں حسین ہے کر بلا بن میں اسیر

اپنے پوتاں کوں کہے پند بند پیو تم چپ رہو
میرے بعد از پیاس میرا میرے لوگاں کوں کہو
ظلم بے حد کیتے بابا ظالماں کن دادیو
تم غضب کا تیغ سب یزیدیاں کے سر پر دیو دیو
دین دنیا کے شاہ رکھ قطب زماں کو اپناہ
تہیں بخشا و خدا کن لطف سول میرے گناہ
کے پاس سے

مرثیہ

دو جگہ اماں دکھ تھے سب جو کرتے زاری واوا
کے سے دل

تنہوں کی لکڑیاں جال کر کرتے ہیں غماری وا
کے رویں جلا

ساتو لگن آٹھو جنت ساتو دریا ساتو دھرت
آسمان آٹھوں

ایکس تھے ایک آپس میں آپ دکھ کرتے کاری وا
ایک سے

کالا کیا کسوت مکا دکھوا اماں دوک تھے
دکھ مکہ (خانہ کعبہ)

ظلمات بی کالا ہوا اس دکھ تھے بھاری وا
بھی

لوح ہو ر قلم کرسی عرش قدیاں ملک غلمان
اور

بجلیاں بدل اڑاوتے ہیں انت باری وا
چلاتے ہیں

اسمان چھج حبالا ہوا سورج اگن والا ہوا

چندر سوجل کالا ہوا ہے دکھ اپاری وا
چمکا جل گیا

سمنہ
چھوٹے ہیں سب اپنے گھراں و کیتھو تو زاری اے اے

کالے ہوئے دکھ تھے منگل سر پر تیس مٹی کی سگلی

تو کہے اس دکھ غمہ جنگل ہے بیکراری اے دا

پھولوں کے سب دکھ سستی مکھ موند بلبل جھک سستی
سہ سے خاموش ہو گئے

کوئل حسینا دکھ سستی بن بن پکاری وائے وائے

دیکھو تمہیں اے مانساں والے چرین نائیکمیاں

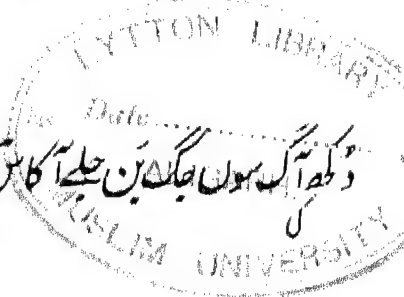
دھرتی ہے ماتم کی دکھان دھرتی بچاری دے دے
دوکان

دو جگ خرابیاں ہو رہے حیواں کیا یاں ہو رہے

سُکھدرا باں ہو رہے ناہوے جاری وائے

دکھو آگ ہوں جگمگ بن چلے آکاس تا و سرفی ہے

کھن پر فرشتے کھیلے سٹ اختیار یوے و



حضرت نبی کے گیسواں دو نواماں کے پگاں

جبریل جھلاوے اپ ہتاں آرات ساری لے وَا
اپنے ہاتھ سے

حضرت علی کے دو پتاں کا ندھے نبی کراٹتیاں
پوت اونٹ (مونٹ)

تس پر چڑھے ووشہ جواں اس دھات ساری لے وَا

شہزادے کئے سب کے اونٹاں نئے پگائے اس زما
ہاتھ

عنف نبی تنکوں سناں کے دوی باری لے وَا

جبریل آکر کہے تسری براں جو عفت کئے
تیسری بار

اس عفو تھے جگ پائے کاسب رستگاری لے وَا

دو نور دیدے بی بی کے آخر دیکھو کیوں دکھ دکھے

لہو میں لڑے پیاسے بھکے دیکھو یہ خواری لے وَا
بھوکے

یک پوت کو دیتے زہر یک پوت پر کھینچے خنجر

کانسر کے کیسے قہر یوزخم کاری لے وَا

دیکھ بات کو توجیب جے لکھنے قلم بی نا چلے
کی کہوں

دل جیوں شمعے جل تلملے سد کی ہماری دے دے
شع

قطبا کہے دل کنے یچن ہر دم مدد منج پنج تن

راکھے خدا منج کو جتن دشمن کو خواری دے دے

قطبا کو ہے اللہ مدد بتا ہے اس دل میں احد

تو منج مدد حیدر ولد پیریاں کو زاری دے دے
بجھ

ریختی

(❖)

سنو ایک دو بات صاحب ہماری سہیلیاں چتر میں ہوں بندی ہماری

کہورات کن سات کینے من نہیں یا بسا کہ چوٹا ہے تم نہیں تھے رنگ ہماری
نہیں ہے پکتا ہے

نہیں چیت سوں دیکھی ہوں میں نہیچہ متارا
 تمن بن منجے کیوں گے رات ساری
 کہو صاحب اپنا نوں ہے کس کی نشانی
 کھنے کھن تمن پر تھے جاووں گی واری
 ان رات تل تل کے منجے کوں بیارے
 تمن قول بیارے کئے تھی میں پیاری
 تمہیں صاحب ہیں کس مسناؤ بھلاؤ
 مواندازہ کیا تم کہوں میں بپاری

نہی صدقے بیچاری کوں یوں مارو

اللہ کی نظر تھے قطب کی سنواری
 (ق)

(۲)

پیس میں ہوں سیوے کی بندی تھاری
 رکھو دشت منج پر کہ میں تم پہ واری
 کہ میں ہوں بنی بالی تیری پرت کی
 اسی تھے لگی ہے متاری خمراری
 میں بلجی ہوں تچ نہیہ کے بن میانے
 اسی تھے دو تن تم لگاتی ہے چاڑی
 عشق بھاگ کھیلی تھی سہیلیاں بستیں میں
 منگ رنگ کھیلاں سوں میں کوں سنواری

سہیلیاں میں شرطانوں آکر کھڑی ہوں
منجے دیکھ کر بہوں میں ناگانتھ باری
مرے نازنین مہندی ہت میں نگارے
سہیلیاں منے میں ہوں پیو کی پیاری
نبی صدقے قطبا کے ڈاواں کھلی ہوں

تمن بولنا کیا ہے میں شمشیر واری
(ق)

(۳)

پیسے نکر کھینچ ہوں تو پہ واری
تو آسمان ستیں پھپھوں میں منچھٹھاری
تمے پریم کی سیج کس بھور آئی
موتم یاد کی لاگی نیستاں خمار
سو ڈھل پاک کھنچناں اوچتی
اے چھند بند دیکھ تو پہ واری ہزاری
چوڑی چین اب ہوئی ہیں تو تھے گرٹ
تمن کوں کون روک راکھی کنواری

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہے توں

ملکوجی کی چین چھند بند سونواری
(ق)

(۴)

ہوں تل تل من پر تھے واری پیاری
کہ تن من جو بن آپ ہوں تو یہ واری

عشق بول اپ چھاتی میا نے لکھائی
کہ نکھ چین چین باندھی ہے ساری

پریم پیاروں آئی ہوں تو کے در پر
کہو صاحب کن ملے تم سوں ناری

موسر بھرنہ رکھ سار دوتی کا ہست
کہ چوری چوری تم سوں بولی ہے چاری

چنلی

پئے بوج سوں قطب کوں پیاری ملی

(۵)

کہ تم ہم کوں کیا بوجھتی او گنواری

(۶)

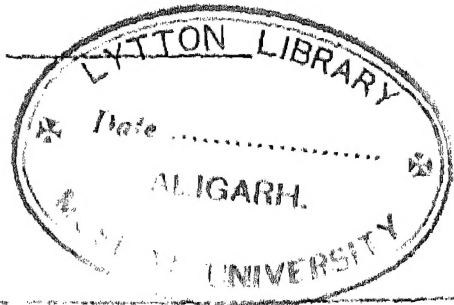
شہزادی
(ناکمل)

عطیہ
دام بابو سکسینہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
کیلی ہے سب کچ کا جو کتیا حکیم
حمد نجات ہے کرو اس پر تمام
نام خدا لے کر دستم کلام
کیلی ہے اللہ کلف کھل کتیا
نام خدا قرع ہے ول کھل کتیا
حکم اسی کا ہے سبھی حکم پر
ہے الف اللہ نہ زیر زبر
نور خدا کا ہے جہاں نور ہے
ایک ایسے سب منیں بکھر نور ہے

اونچی نیچا جب نہ تھا تپ آب تھا

ہے سونہ آپت سے ووا چھگا سدا
رہے وہ رہگا



۱۹۱۵ء ۱۲
۱۲۰۹۹
DUE DATE

Ram Babu Saksena Collection.

۱۲۰۹۹

Ram Babu Saksena Collection.

✓ ५१७ १९१५०५१८

(७७५५५५)

५५.९९

Date	No.	Date	No.